دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

جوہر آباد

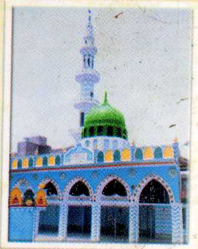
تنظیمی و تحریکی مجلہ

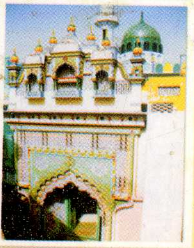
ماہنامہ انوارِ رضا

چیف ایڈیٹر: ملک محبوب الرسول قادری

786/92/66

2003ء





عظیم الشان

تاجدارِ بریلی نمبر



انٹرنیشنل غوثیہ فورم

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

تنظیمی و تحریکی مجلہ

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملّی اقدار کا محافظ

انوار رضا

جوہرآباد

سلسلہ اشاعت

تاجدار بریلی نمبر

2003ء

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
Mob: 0300-9429027
Ph: 0454-721787
انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۲ جوہرآباد ضلع خوشاب

اپنی بات

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

فطرت کے اصول کے مطابق زندہ قومیں ہمیشہ اپنے محسنین کو یاد رکھتی ہیں اور ہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سالوں میں اہلسنت کے کسی بھی رسالہ، مجلّہ اور ترجمان نے امام اہل محبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، نائب غوث الوریٰ سیدنا الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی گراں قدر خدمات، عظیم تعلیمات، عالی افکار، علمی و روحانی مقام، جہدِ مسلسل اور مشن و پیغام کے حوالے سے کسی خصوصی اشاعت کا اہتمام نہیں کیا۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے مجلّہ ''انوار رضا'' جوہر آباد نے فیصلہ کیا کہ چونکہ سال گذشتہ، سال رواں اور سالِ آئندہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ دار العلوم منظر اسلام کے صد سالہ جشن کی تقریبات منعقد ہو رہی ہیں لہذا اس موقع پر عظیم الشان ''تاجدار بریلی نمبر'' کی اشاعت کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ سو، تین چار ماہ کی مسلسل انتھک محنت سے ہم زیر نظر مختصر سا نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اس کی حیثیت کے تعین کے لیے ہم فیصلہ اپنے محترم قارئین پر چھوڑتے ہیں اردو اور انگریزی میں 512 صفحات پر محیط اگر یہ کاوش شرفِ پذیرائی سے ہمکنار ہوئی تو بہت جلد اس کا حصہ دوم بھی منصۂ شہود پر آ جائے گا۔ کیونکہ متعدد مضامین و مناقب بوجوہ شامل اشاعت نہیں کیے گئے اس حصے کا، کافی سارا کام مکمل ہو چکا ہے۔ **الحمد لله على ذالك**

ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلسنت کے رسائل و جرائد، تشنہ موضوعات پر خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کریں۔ چند موضوعات جن پر ہم خصوصی اشاعتوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

عقیدۂ توحید ...... تحفظ ناموسِ رسالت ...... عقیدۂ ختم نبوت ...... استحکامِ پاکستان ...... نظامِ مصطفی ﷺ ...... عصمتِ انبیاء ...... عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کو درپیش مسائل اور ان کا حل ...... اصلاح معاشرہ ...... سودی نظام سے نجات کیونکر ممکن ہے؟ ...... وغیرہ

ان کے علاوہ جن شخصیات پر خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے ان میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ...... شیخ محقق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی ...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ...... حضرت سیدنا امام احمد کبیر رفاعی ...... پروفیسر محمد الیاس برنی ...... حضرت وصی محمد محدث سورتی ...... حضرت علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری ...... حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی ...... حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری ...... حضرت مولانا عبد الحئی لکھنوی ...... جنید وقت حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی ...... حضرت مولانا عبد الحامد بد

ایونی ......حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ......حضرت مولانا سید امیر اجمیری ......حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی ......حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری ......حضرت علامہ خلیل اشرف قادری رضوی ...... حضرت مولانا امجد علی اعظمی ......حضرت فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی ......حضرت امام علی الحق سیالکوٹی ......آفتاب پنجاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ......حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عالم سیالکوٹی ......نامور محقق ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس) ......ادیب ملت صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی ......پروفیسر اصغر علی روحی ......مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ......حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب ......حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی ......حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ...... حضرت مولانا مفتی محمد حسین قادری ......علامہ ارشد القادری ......حضرت مولانا حافظ عبدالغفور قادری ......حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی ......مناظر اسلام مولانا غلام مہر علی گولڑوی (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وغیر ہم جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

ہمارے ہاں مرنے کے بعد پوری ٹھاٹھ سے عرس مبارک منانے کا رواج سا ہو گیا ہے اور جیتے جی قدر افزائی نہیں بلکہ بھرپور انداز میں حوصلہ شکنی اور مخالفت کی جاتی ہے۔ جن زندہ بزرگوں کے حوالے سے ان کے جیتے جی اشاعتِ خاص کا اہتمام ہونا چاہیے ان میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی ...... محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری ...... استاذ العلماء مفتی عبدالقیوم ہزاروی ...... ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ......حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی ...... ادیب شہیر مولانا سید محمد فاروق القادری ...... پیر سید نصیر الدین گولڑوی ...... شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی ...... وغیر ہم جیسی ہستیاں شامل کی جانی چاہیں۔

اہلسنت کے تمام رسائل وجرائد کو ہم کھلے دل اور پورے خلوص کے ساتھ دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان موضوعات میں سے اپنی اپنی پسند اور رجحان کے مطابق منتخب کر لیں اور ایک ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام فرمائیں ان شاء اللہ! ہمارا بھرپور اور غیر مشروط، ہمہ جہتی تعاون ان کے شامل حال ہوگا اور بہت تھوڑے وقت میں بہت زیادہ مفید کام سرانجام پائے گا۔ دوسری صورت میں ''انوار رضا'' اپنی نہایت ہی محدود بساط کے مطابق اپنا سفر جاری رکھے گا۔ ......ان شاء اللہ تعالیٰ

''تاجدار بریلی نمبر'' کے حوالے سے معزز قارئین کی آراء، تجاویز، مشاورت اور تاثرات کا ہمیں شدت سے انتظار رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول اور مقبول فرمائے اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کا حقیقی فیض عطا کرے۔ آمین۔

۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

برائے رابطہ: 0300-9429027

غبارِ راہِ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

(چیف ایڈیٹر)

پیغام ......شیخ الاسلام قائدِ اہلسنت سینیٹر مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ......

چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن ......صدر جمعیت علمائے پاکستان

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بریلی شریف میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا روحانی فیض پہنچا اور انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی راہنمائی کا فریضہ کما حقہ نبھایا۔ اُن کا علمی شجر اس قدر بلند ہے کہ جو شخص اُن کی کتابوں کے نام کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ لے اُسے مستند عالم دین تسلیم کر لینا چاہیے۔

فتاویٰ عالمگیری سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو علماء کو بٹھا کر حکومتی نگرانی میں مرتب کروایا جو یقینا قابل تحسین کوشش تھی اور ایسا کارنامہ ہر عہد کے حکمرانوں کے لیے لائق تقلید مثال رہی ہے لیکن فتاویٰ رضویہ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اکیلے بریلی شریف میں بیٹھ کر تصنیف فرمایا اور اُسے کوئی حکومتی سرپرستی حاصل نہ تھی بلکہ یہ صرف ایک ہی فرد کی جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آج فتاویٰ رضویہ کی اٹھائیس جلدیں سامنے آ رہی ہیں۔ یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا عظیم کارنامہ ہے مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ فرد واحد نے ڈیڑھ ہزار علماء کا کام کر دیا اور اہل علم آج تک ورطۂ حیرت میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی دیگر کتابیں مثلاً ...... احکام شریعت ...... الامن والعلیٰ ...... حدائق بخشش ...... وغیرہم جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ اپنی نظیر نہیں رکھتیں اور اُن کا اپنا شعر اُن پر سو فیصد صادق ثابت ہوتا ہے کہ

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

انوار رضا جوہر آباد جس انداز میں مسلکِ اہلِ سنت کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دے رہا وہ اسی کا حصہ ہے۔ میں باقاعدگی سے انوار رضا کا مطالعہ کرتا ہوں۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے صد سالہ جشن تاسیس کے موقع پر تاجدارِ بریلی نمبر کی اشاعت پر میں عزیز گرامی ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ جل جلالہ، اُن کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ اہلِ سنت کے عوام وخواص کا فریضہ ہے کہ وہ لٹریچر کی سرپرستی کریں۔ لٹریچر خریدیں۔ انوارِ رضا پڑھیں، حالات سے باخبر رہیں، عقیدہ اور مسائل دینیہ سے آگاہی حاصل کریں۔ اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے۔ مستقبل اسی طبقے کا ہے جو لٹریچر کے میدان میں دوسروں سے آگے نکل جائے گا۔

پیغام ......امیرِ اہلسنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری صاحب......

امیر، مرکزی جماعتِ اہلِ سنت پاکستان......سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف (سندھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پوری قوم کے محسنِ کبیر ہیں کہ انہوں نے جس زمانے میں احیائے دین کا فریضہ سرانجام دیا اس وقت اطراف واکناف سے فتنوں کا ایک سیلاب تھا۔ قادیانیت، وہابیت اور نیچریت وغیرہ کی یلغار تھی۔ انگریزی سامراج نے اسلام کو تشکیک کا نشانہ بنانے اور اسلامی طبقات کو باہم لڑانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس وقت حالات کے تیور بھانپ لیے اور ایک ایک کر کے ہر ایک فتنے کی مکمل سرکوبی فرمائی علمائے حرمین شریفین سے فتاویٰ حاصل کیے اور حسام الحرمین شریف تصنیف فرمائی۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس وقت میرے اجداد نے باقاعدہ طور پر رابطہ استوار کیا اور تب سے اب تک وہ تعلقات پورے تسلسل کے ساتھ برابر قائم وبرقرار ہیں۔ اس زمانے میں مشائخ بھرچونڈی شریف نے امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ کی تائید کی اور پاکستان میں سب سے پہلے فتاوی رضویہ شریف درگاہ قادریہ بھرچونڈی شریف سے شائع ہوا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ سے اس زمانے میں پوری دنیا سے رابطے ہوئے اور اعلیٰ حضرت نے پوری دنیا میں تشنگانِ علم کی راہنمائی کا فریضہ بہت خوبصورت انداز میں نبھایا۔ علامہ اقبال نے بالکل درست کہا تھا کہ وہ ثانی ابوحنیفہ تھے۔ اُن کی فقہی بصیرت ان کی لازوال عظمتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مجلّہ ''انوارِ رضا'' جوہر آباد نے قبل ازاں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے دو ضخیم خاص نمبر شائع کر کے بڑی خدمت سرانجام دی اور اب کی بار اہلسنت کے نامور صحافی برادر محترم ملک محبوب الرسول قادری نے ''تاجدار بریلی نمبر'' کی اشاعت کا اہتمام کر کے دنیائے اہلسنت پر بڑا احسان کیا ہے دینی صحافت کو ان کی تقلید کرنی چاہیے۔ محترم ملک محبوب الرسول قادری کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری صلاحیتوں کے ساتھ خلوص اور محنت کے جذبے سے سرشار کیا ہے جو ان کی کامیابی کی ضمانت ہے مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے خادم کی حیثیت سے میں انہیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور مبارک پیش کرتا ہوں۔

پیغام ......حضرت پیرِ طریقت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمٰن صاحب......

مرکزی صدر جمعیت علمائے جموں وکشمیر......سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ دنیائے اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے علم وفضل، تصنیف وتالیف، تقویٰ وطہارت، سنت وشریعت، پر اتنی عظیم خدمات ہیں کہ وہ پوری صدی میں یکتائے زمانہ نظر آتے ہیں۔ ان کا تقویٰ وطہارت اور سنت وشریعت پر پابندی دیکھ کر صحابہ کی زندگیاں یاد آتی ہیں انہوں نے حضور ﷺ کی عظمت کے لیے پہرہ دیا انگریز کے پروگرام ناکام بنائے اور عاشقان مصطفےٰ ﷺ کی ایسی جماعت تیار فرمائی جو پوری دنیا میں ان کے تیار کردہ باصلاحیت عظیم قافلہ کے فاضل ارکان تھے......سب سے اعلیٰ واعلیٰ ہمارا نبی......کی صدا کو سربلند کیے ہوئے لاکھوں افراد آج بھی اُن کے فیضان سے اپنی جھولیاں بھر رہے ہیں۔ ان کی عظمت کا غیروں نے بھی اعتراف کیا اور ان کے ملفوظات اور تعلیمات کو جان کر پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا، اللہ تعالیٰ کے منتخب اور چنیدہ بندوں میں سے ایک تھے۔

امام احمد رضا میں اسلاف کی تمام تر خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ وہ حقیقی معنوں میں کشتۂ عشقِ رسول ﷺ تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے محبوب ﷺ کی سنت کے احیاء کے لیے پیدا فرمایا تھا۔

تاجدارِ بریلی نمبر کی اشاعت کو میں عہد حاضر کی اہم ضرورت خیال کرتا ہوں۔ انوار رضا کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور تاجدار بریلی نمبر کی خوشبو کروڑوں اہلِ سنت کے سینوں میں ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ عزیزی ملک محبوب الرسول قادری کا جذبہ لائقِ تحسین ہے کہ انہوں نے تن تنہا مشکل ترین حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور استقامت کے اجر کے طور پر وہ تاریخی تاجدار بریلی نمبر شائع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ میں دونوں جہانوں میں اُن کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔

پیغام......صاحبزادہ سید لخت حسنین شاہ......بانی چیئرمین ...... مسلم ہینڈز انٹرنیشنل

دنیائے آب وگل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا تاج پہنا کر بڑی عزت عط فرمائی پھر انسانیت کو اپنے خاص فضل واحسان سے نوازتے ہوئے اسلام جیسے یونیورسل پروگرام او ضابطۂ حیات سے نوازا۔ حضور ختمی مرتبت پیغمبرِ اعظم واکرم ﷺ کے ظہورِ قدسی کے ساتھ ہی انبیاء ومرسلین کی آمد کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور ختمِ نبوت کا تاج آنحضور ﷺ کے سرانور پر سجا دیا گیا۔ شاعر نے بالکل درست کہا ہے

ترے سر کے سوا سجتا بھی کہاں، لولاک لما کا تاج بھلا
اے صلی علیٰ یہ شان تری، اے صاحبِ تخت وتاج نبی

اللہ تعالیٰ نے صبح قیامت تک تبلیغ واشاعتِ دین کی ذمہ داری امتِ مسلمہ کے اہل علم کو سونپی اور ہر صدی میں تجدید واحیاءِ دین کے لیے ایک مجدد کو بھیجنا اپنی سنت قرار دیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے چودہویں صدی ہجری کا مجدد بنایا اور ان سے اپنے دین کی خدمت کا عظیم کام لیا۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ الل کریم کے چنیدہ اور منتخب لوگوں میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔

برادرم ملک محبوب الرسول قادری اس حوالے سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے وقت کی اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات، تعلیمات، کارناموں اور آپ کے قائم کردہ دارالعلوم منظر اسلام کے صد سالہ یوم تاسیس کی مناسبت سے ''تاجدار بریلی نمبر'' کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس عمل کی بہتر جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

پیغام......جناب حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی سجادہ نشین بیربل شریف

ناظم اعلیٰ............ادارہ معین الاسلام

فاضل بریلوی حضرت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ عصرِ حاضر میں ملتِ اسلامیہ کے عظیم محسن دینِ متین کے مجدد ہیں۔ اتباعِ سنت مصطفےٰ ﷺ آپ کا شیوہ اور عشق رسول مقبول ﷺ آپ کا اوڑھنا ناتھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں کا لفظ لفظ اور حرف حرف حب اور اطاعتِ رسول ﷺ کا درس دیتا ہے۔ پ کی تصانیف بلند علمی وتحقیقی معیار کی حامل ہیں اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں جبکہ مفکر اسلام محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی ابوحنیفہ کہہ کر آپ کے علم وفضل کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

مدیر اعلیٰ انوار رضا ترجمان اہل سنت جناب محبوب الرسول قادری صاحب صد مبارکباد کے ستحق ہیں جنہوں نے اس عظیم سکالر اور نابغۂ روزگار ہستی کی خدمات جلیلہ اور ان کے فضل وکمال سے ہی کا حلقہ مزید وسیع کرنے کے لیے اس خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ اُن کی یہ سعی مشکور جہاں حلقوں میں پذیرائی حاصل کرے گی وہاں اہلِ محبت کے ہاں بھی یقیناً سند قبولیت پائے گی۔ ''تاجدار ی نمبر'' کی اشاعت پر ہم بے حد مسرور ہیں اور اس کی کامیابی کے لیے دعا گو۔

تاریخی مادہ

نتیجۂ فکر:۔ حضرت قبلہ پیر سید گل حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

درگاہ عالیہ چھوکر کلاں ضلع گجرات

سہ ماہی مجلہ مہرِ منیر انوار رضا

۲۰۰۳ء

''ہمایوں بنا، انوار رضا''

۱۴۲۴ھ

''دلیل کاملاں، انوارِ رضا''

۱۴۲۴ھ

پیغام......استاذ العلماء مجاہد اہلسنت پیر محمد افضل قادری۔ امیر عالمی تنظیم اہلسنت

نبی غیب داں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلام میں پیدا ہونے والے فرقِ باطلہ کی پیش گوئی فرمائی اور فرمایا ایک (جماعت) کے سوا سب جہنمی ہوں گے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ نجات پانے والی جماعت کون سی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اھل السنۃ والجماعۃ و (نجات پانے والی جماعت) اہل سنت و جماعت ہیں۔ (احیاء العلوم، غزالی)

ہر دور میں فرقِ باطلہ نے اپنے آپ پر اسلام کا لیبل چسپاں کیا تو اہل حق اور مسلمانوں کی اصل جماعت نے فرقِ باطلہ کے مقابلہ میں اہل سنت و جماعت کہلوایا۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم سبھی اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔ اسی طرح حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی، حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر تمام اولیاء امت وصوفیاء اسلام، اہل سنت میں سے ہوئے ہیں۔

دورِ متاخرین میں جب حکومتِ برطانیہ کے زیر سایہ وہابی اور قادیانی فرقے اپنے عقائد فاسدہ کے ذریعے اسلام کو شدید ترین نقصان پہنچانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اہل سنت و جماعت میں سے مجدد دین وملت امام شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کو مجدد دین وملت کے رتبہ پر فائز کیا آپ اپنے مثل ترجمۂ قرآن کنز الایمان، عظیم الشان فتاویٰ رضویہ اور دیگر ایک ہزار سے زائد تصانیف اور دیگر ا... تدریسی، تبلیغی، اصلاحی اور روحانی خدماتِ جلیلہ کے ذریعے مسلک اہل سنت کی ایسی شاندار اور جا... تشریحات کیں اور تمام فرقِ باطلہ کا ایسا منہ توڑ رد بلیغ فرمایا کہ نسبتِ بریلوی اور فکرِ رضا، اہل سنت مترادف ٹھہری اور اب ہر راسخ العقیدہ اہل سنت و جماعت اور اعلیٰ سنی کو بریلوی اور رضوی کہا جائے گا۔

اہل سنت کے عظیم صحافی ملک محبوب الرسول قادری زیدہ مجدہٗ نے اپنے شہرہ آفاق مجلّہ ''انوار رضا'' کا ''تاجدار بریلی نمبر'' شائع کر کے امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات جلیلہ پر روشنی ڈالنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو فکر رضا کی بنیاد پر مجتمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آمین۔ آمین بجاہِ حبیبہٖ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ و صحبہٖ اجمعین

پیغام............مفسر قرآن، شارحِ مُسلم علامہ غلام رسول سعیدی......کراچی

مولانا محمد محبوب الرسول قادری! اپنی زیر ادارت مجلّہ انوار رضا شائع کرتے ہیں اس رسالہ میں اہل سنت کے معتقدات کے مطابق مقالات اور مضامین شائع ہوتے ہیں اور مشاہیر علماء اہل سنت کی نگارشات کو بھی شائع کیا جاتا ہے اور علماء ومشائخ کی سوانح اور ان کے انٹرویوز بھی شائع کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں اب کی بار انہوں نے برعظیم کے رجل عظیم اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اشاعتِ خاص کا اہتمام کیا ہے جو نہایت مبارک قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد محبوب الرسول قادری کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے اور ان کی مساعی کو مشکور فرمائے۔

خصوصیت کے ساتھ حضرت محبوب الرسول قادری کی یہ کاوش قابل تبریک اور لائق تحسین ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مشن میں انہیں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور ان کو اہلِ علم حضرات کا تعاون نصیب فرمائے۔ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں حضرت کے ساتھ ہیں۔

پیغام............حضرت مفتی محمد اطہر نعیمی......کراچی

عزیز گرامی اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی کراچی میں موجودگی میں ہی آشوب چشم کا شکار رہا۔ تکلیف میں اب افاقہ تو ہے لیکن اثرات ابھی تک باقی ہیں پڑھنے لکھنے میں ابھی احتیاط جاری ہے۔ ارادہ تھا کہ فاضل بریلوی کی بارگاہ میں ان کے شایاں شان کچھ لکھ سکوں لیکن مرضی مولا ناز ہمہ اولیٰ

''انوار رضا'' کی اشاعت کے سلسلہ میں دوران گفتگو تذکرہ تو ہوا تھا لیکن میں یاد نہ رکھ سکا کہ وہ گفتگو آپ کے کون سے رسالہ کے بارے میں تھی۔ عزیز گرامی مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب نے جب یاد دہانی کرائی تو احساس ہوا۔ علالت کے سبب فی الوقت تو کچھ کہنا ممکن نہیں البتہ آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے یہ عرض کروں گا کہ رب کریم آپ کی ہمتوں میں اضافہ فرمائے اور آپ کی امنگوں کے مطابق اس جریدہ کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور کامیابیوں وکامرانیوں سے نوازے اور آپ کو امام اہلسنت قدس سرہ کا حقیقی فیض نصیب کرے۔ آمین۔ یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

قطعۂ تاریخِ اشاعت

انوارِ رضا، تاجدارِ بریلی نمبر

صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی

ہے لایق تحسین محبوب الرسول
پاکیزہ طینت ، نیک باطن ، نیک ذات

ایثار و الفت کا ہے ارفع امتزاج
ہے محسنِ علم و ادب ، عالی صفات

سرمایہ اُس کا الفتِ شاہِ ہدیٰ ﷺ
ہے وقف بہر دینِ حق اُس کی حیات

ہے خوب کاوش اُس کی انوارِ رضا
جس کو ہے حاصل ہر مجلّہ پر ثبات

ذکرِ رضا سے ہے سجا نمبر یہ خاص
ہے نام ان کے خوب لفظوں کی سوغات

وہ دین و ملت کے مجدد با کمال
ہے ذکر کرنا آپ کا وجہ نجات

محبوب رب ہیں وہ ، حبیبِ مصطفےٰ ﷺ
غوث الوریٰ کی ان پر چشم التفات

ہے لرزہ بر اندام اُن کے نام سے
سب آج بھی نجد و رفض کی باقیات

تاحشر پائے گا زمانہ روشنی
ہے مشعلِ راہ آج بھی ہر ان کی بات

وہ قادری گلشن کے دلکش ایک پھول
خوشبو سے ہیں جس کی معطر شش جہات

ہے جذبۂ ایمان جو زندہ دہر میں
یہ آپ کے فیضان کی ہے اک زکوٰۃ

نہ جم سکا کوئی مقابل آپ کے
ہر معرکہ میں اہلِ باطل کو دی مات

ہیں سب مضامین اس کے شستہ اور گراں
ہر لفظ ہے شیریں تر از قندو نبات

ہوگا ہر اک اس سے یقیناً بہرہ یاب
شامل ہیں اس میں واقعات بینات

سالِ اشاعت کے لیے فیض الامیں
آئی ندا "ذکر حبیب کائنات"

۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، اعزازِ فضیلت

تاریخ ۲ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

پیغام

اخی العزیز زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے فون پر پیغام کے لیے ارشاد فرمایا، یہ آپ کے خلوص کی کرامت ہے کہ مصروفیات کے باوجود فون کے فوراً بعد واردات کا سلسلہ شروع ہوا اور پیغام مکمل ہوگیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

دارالعلوم منظر اسلام (بریلی شریف) کی بات کیا کی جائے جس کے بانی و مہتمم اوّل امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ ہوں اور جس کے مہتمم ثانی فرزندِ جلیل حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ ہوں۔ ایسے دارالعلوم سے نسبت ایک عظیم نسبت ہے...... امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے استاد و شاگرد دونوں کو پڑھنے پڑھانے کا سلیقہ بتایا، استاد و شاگرد کے حسین رشتہ کو اور حسین بنایا۔ وقت کی قدر کرنا سکھایا، کامیاب زندگی کا ایک عظیم راز بتایا۔ جس نے وقت کی قدر کی وقت نے اُس کی قدر کی، جس نے وقت کو ضائع کیا وقت نے اُس کو ضائع کیا...... امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مہد سے لحد تک وقت کی قدر کی، اور وہ کارنامے انجام دے گئے کہ دنیا دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہے۔

استاد و شاگرد دونوں کے لیے وقت بہت ہی قیمتی ہے پھر وقت کی قدر کا دار و مدار اس کی اثر انگیزی پر ہے، نصاب کی افادیت و انتفاعیت پر ہے۔ غیر ضروری نصاب میں وقت لگانا، وقت کو ضائع کرنا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے استاد و شاگرد اور نصاب تینوں کو اہمیت دی اور ہر ایک کو اُس کے مقام پر رکھا اور سب کو عمارت کی نذر نہیں کیا، فرنیچر کے ڈھیر نہیں لگائے۔ ہم عمارتیں بناتے ہیں، فرنیچر کے ڈھیر لگاتے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے، شاندار عمارت نہیں بنائی، شاندار انسان بنائے، انسان سازی دورِ جدید کا اہم مسئلہ ہے۔ المیہ یہ ہے کہ اِس دور میں انسان کی قدر نہیں رہی، اہمیت نہیں رہی، عظمت نہیں رہی ہر موقع پرست اس کو پامال کرتا ہے، انسان کی پامالی دورِ جدید کا نشان امتیاز بن کر رہ گیا۔ ہر علمی ادارے کی ذمہ داری ہے کہ انسان کو انسان بنائے۔ ہمارے ہاں آرٹس اور سائنس کو الگ الگ کیا گیا ہے، آرٹس انسان بناتا ہے اور سائنس مشین بناتی ہے، ہمیں دونوں کی ضرورت ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دونوں کو حیرت انگیز طور پر یک جا کر دیا۔ تمام مدارسِ عربیہ

۱۷/۲، سی۔پی۔ای۔سی۔ ایچ سوسائٹی کراچی ۷۵۴۰۰ (اسلامی جمہوریہ پاکستان)
فون: 4552468 فیکس: 2561574 - 21 - 92 ای میل: almazhar@sat.net.pk



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود ا...
ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، اعزازِ فضیـ...

تاریخ ________

میں دارالعلوم منظر اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ اُس کے بانی میں آرٹس اور سائنس کے سارے علوم وفنون مجتمع تھے...... اردو یونیورسٹی، کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر پیرزادہ سید محمد قاسم صاحب نے یہ اہم قدم اٹھایا اور جدید نظام تعلیم میں پہلی بار آرٹس اور سائنس کی تفریق کو ختم کر دیا اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی آواز پر لبیک کہا۔ انسان سازی کے لیے یہ انقلابی تبدیلی ضروری تھی...... انسان بن گیا، جہاں بن گیا، انسان بگڑ گیا، جہاں بگڑ گیا...... اگر ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے دیے ہوئے نظام تعلیم کو اپنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ترقی نہ کر سکیں۔ اُن کے نظام تعلیم میں کفایت ہی کفایت ہے۔ اور ہمارے نظام تعلیم میں اسراف ہی اسراف ہے۔ اُن کے نظام تعلیم میں افادیت ہی افادیت ہے، ہمارے نظام تعلیم میں ضیاع ہی ضیاع ہے، اُن کے نظام تعلیم میں دردمندی و دل سوزی ہے، ہمارے نظام تعلیم میں بے دردی و بے پرواہی ہے۔ دارالعلوم منظر اسلام کا نظام تعلیم اور طریقہ تعلیم ہم کو انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔

فقیر کی دعا ہے کہ انوار رضا کا دارالعلوم منظر اسلام نمبر معلم و متعلم اور تمام اہل علم کے لیے رہنما ثابت ہو۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا محبوب الرسول زید مجدہ اور اُن کے معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اُن کی مساعیٔ جمیلہ کو مقبول و مشکور فرمائے، آمین۔

۲۔ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
۵۔ اپریل ۲۰۰۳ء

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)
کراچی۔ سندھ
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۷/۲، سی۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی کراچی ۷۵۴۰۰ (اسلامی جمہوریہ پا...
فون: 4552468 فیکس: 2561574 - 21 - 92 ای میل: ...zhar@sat.net.pk

پیغام......سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی

یہ امر باعث مسرت ہے کہ سہ ماہی مجلّہ ''انوار رضا'' جوہرآباد شیخ الاسلام امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی دینی وملی اور علمی خدمات سے عوام الناس خصوصاً اہل علم وفن کو روشناس کرانے کے لیے ان کے یوم وصال پر ایک خصوصی نمبر شائع کرنے جا رہا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ السامی کی شخصیت کے دو روشن پیکر ہیں۔ ایک ''پیکر علم'' دوسرا ''پیکر عشق'' امام احمد رضا کے دونوں پیکر حسین ترین ہیں۔ وہ ایک جامع العلوم شخصیت تھے۔ علوم وفنون قدیمہ و جدیدہ کی کون سی فرع تھی جس پر وہ حاوی نہیں تھے۔ فقہ، تفسیر، حدیث، علم کلام، شعر وادب صرف نحو، تاریخ وسیر، فلکیات، ہیئت، ریاضیات، طبیعیات، کیمیاء، ہندسہ، جفر، فلسفہ وطب وغیرہم، غرض ستر (۷۰) سے زیادہ علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر مکمل عبور تھا۔ قلم سیال تھا تحریر فصاحت و بلاغت اور علمی وجاہت کا نمونہ تھی۔ ہر اعتبار سے عبقری تھے ان کے علمی آثار اور تحقیقات، علمائے حق اور اہل علم وتحقیق کے لیے سرمایہ گرانمایہ اور نازش صد افتخار ہیں۔ ان کی عالمانہ شان اور علو مرتبت مقام کو ملاحظہ کر کے علماء حرمین شریفین بے اختیارانہ پکار اٹھے۔ ''الذی افتخر بوجوده الزمان'': وہ کہ جن کے وجود پر زمانہ ناز کرے۔ سچ ہے وہ اپنے دور میں بھی نازش زمانہ تھے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک اہل علم ودانش ان کے گلستان علم سے خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ واللہ یختص برحمة من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم امام احمد رضا کی شخصیت کا ایک روشن پہلو ان کا جذبہ عشق واتباع رسول ﷺ ہے۔ وہ علم ظاہر کے ذروۃ العلیاء پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ صفائے باطنی کی دولت سرمدی سے بھی مالا مال تھے۔

عشق رسالتمآب ﷺ ان کی زندگی کا عنوان تھا۔ ان کے ہر عمل اور قلم کی ہر تحریر سے عشق رسالتمآب ﷺ کی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ اتباع سنت نبوی علی صاحبھا التحیۃ والثناء میں اپنی مثال آپ تھے ہر عمل میں رضائے حبیب خدا ﷺ پیش نظر تھی۔ یہی ان کی حیات کا روشن ترین پہلو ہے۔ ان کی اسی خصوصیت نے ان کو اس قدر با کرامت بنا دیا کہ ان کی زبان وقلم کو ''العطایا النبویہ'' کا ترجمہ بنا دیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر خصوصی احسان ہے انہوں نے اپنی زبان وقلم سے ہمارے دین ومذہب کی حفاظت فرمائی۔ ان کی فکر ونظر کا محور اسلام کے مستحکم اصولوں پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان محکم، سید عالم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ شیفتگی وارفتگی کا تعلق اور قول وعمل اور زندگی کے ہر معاملہ میں ان کی سچی اتباع۔ وہ مسلم نوجوانوں کے مستقبل کی تابنا کی کے لیے دن رات لکھتے رہے حتیٰ کے علوم کے دفتر کے دفتر لکھ گئے جس پر تحقیق وتدقیق کے لیے بیسیوں ریسرچ اداروں کی ضرورت ہے۔ ان کی تحریری کی ہر لکیر ہمیں اخلاص فی اللہ، محبت رسول ﷺ اور صدق عمل کی دعوت دیتی ہے۔

انہوں نے عشق رسول ﷺ کا درس دیا اور ہماری تعلیم وتربیت اور رہنمائی کے لیے ایک بے بہا خزانہ علمی ورثہ میں دے گئے اور وہ کام کر دکھایا جو پوری قوم کا کام تھا۔ انگریز اور کانگریس (ہندوؤں) جیسی اسلام دشمن قوم سے نجات کی راہ کی طرف رہنمائی اور راہبری کی۔ علامہ اقبال اور قائداعظم نے بھی ان کی پیروی کی۔ اور یہ امام احمد رضا کی بروقت اور صحیح رہنمائی ہی کا نتیجہ ہے کہ بحمد للہ، آج ہم آزاد مملکت خداداد پاکستان میں امن وچین سے زندگی گزار رہے ہیں۔ امام احمد رضا عظیم محسن ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اس عظیم محسن کو یاد رکھیں۔ ان کی یاد منانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اپنے جسم وجان کو عشق رسالتمآب ﷺ سے منور رکھیں۔ اپنے مسلک وعقائد اور ان کے آثار علمی سے استفادہ کریں وہ اس طرح کہ ان کی غیر مطبوعہ اور نایاب کتب کی اشاعت وطباعت کا اہتمام کریں۔ ان کی علمی، ملی اور دینی خدمات پر تحقیق وتصنیف کے لیے ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کریں۔ جلسہ وجلوس کی بجائے کانفرنسیں اور سیمینار کے انعقاد کو زیادہ فروغ دیں۔ ان کی علمی اور فنی تصانیف وتالیفات کی تسہیل کی جائے اور تخریج وحواشی کے ساتھ انہیں جدید تقاضوں کے مطابق شائع کیا جائے۔ اردو کے علاوہ انگریزی اور عربی وفارسی میں کتابوں کے تراجم کیے جائیں تاکہ عالم اسلام اس سے مستفید ہو سکے۔ ملکی اور غیر ملکی دار العلوم اور جامعات کے اسکالرز کو امام احمد رضا اور ان کے متوسلین علمائے علمی اور ملی کارناموں پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ترغیب دی جائے۔ جو ہم میں اہل ثروت اور صاحب قلم ہیں ان کو چاہیے کہ وہ ایسے اداروں اور رسائل وجرائد سے حتی المقدور تعاون فرمائیں۔ امام احمد رضا نہایت ذہین، زیرک اور عبقری وقت تھے انہیں مستقبل میں قلم وقرطاس کی طاقت، تحریر کی قوت اور ذرائع ابلاغ کی اہمیت کا اندازہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اقتدار سے محرومی کے باوجود قلم وقرطاس کا ہتھیار ہی مسلمانوں کے لیے سب سے مضبوط

اسلحہ ہوگا انہوں نے عملی طور پر اس کو استعمال کر کے دکھایا اور اپنے جانثاروں کو اسی کی تربیت دی انہوں نے مختلف النوع موضوعات پر لکھا اور ہزار سے زیادہ تعداد میں رسائل وکتب چھوڑیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم تحریر وتحقیق کی عادت ڈالیں اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم کتب بینی کی عادت ڈالیں اور اپنے امام الہمام کے مشن اور ان کی فکر کے ابلاغ اور اشاعت کے لیے ہم تمام موجودہ وسائل مثلاً پریس، ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ، ویب سائٹ وغیرہم کا بھرپور طریقہ پر استعمال کریں۔ اس طرح اس محسنِ ملک وملت کو صحیح معنوں میں خراج تحسین پیش کرنے کی سعی وکاوش کی جاسکتی ہے اور آفاق اہلسنت کو ان کے کارناموں سے آگاہ کیا جاسکتا ہے۔

محترم ملک محبوب الرسول قادری زید عنایۃ قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے عالم اسلام کے عظیم مجدد اور مفکر، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی علمی ودینی خدمات پر علماء اور محققین کے مقالات کو ''انوار رضا'' کے نام سے شائع کر کے صحیح سمت میں پیش رفت کی ہے اور رضویات پر تحقیق کرنے والوں کے لیے ایک نیا چراغ جلایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں ان کے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور ''انوار رضا'' سے علم وعشقِ حقیقی کے مزید چراغ روشن ہوتے رہیں۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

تاجدار بریلی نمبر کا سرورق

سرورق (اردو) میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے مزار مبارک کے علاوہ آستانہ عالیہ کی مرکزی جامع مسجد اور ساتھ ہی دوسری تصویر میں اس مسجد کا صدر دروازہ ہے جبکہ پس منظر میں جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی تصویر ہے جبکہ (انگریزی) سرورق میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارک کے نیچے آپ کی کچی مزار شریف، حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت حجۃ الاسلام کی مزارات نظر آ رہی ہیں۔ سرورق (اردو/ انگلش) کے لیے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے سربراہ حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ نے تصاویر مرحمت فرمائیں جس پر ہم ان کے صمیم قلب کے شکر گزار ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتیں ان کا مقدر ہوں۔ .... (محبوب قادری)

پیغام

شیخ المشائخ حضرت پیر طریقت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک مدظلہ العالی

پیرارچی خراسانی منڈیکس باڑا پشاور

بسم الله الرحمن الرحیم

انما یخشی الله من عباده العلماء

مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی ثم افغانی کا شمار اللہ سے ڈرنے والے اور صاحب تقویٰ صاحب فراست علماء میں ہوتا ہے۔ جو اپنے وقت کے بہت بڑے ولی کامل و مکمل، علم ظاہر و باطن کا سر چشمہ تھے۔ اُن کے عشق رسول ﷺ کا اندازہ ان کے نعتیہ اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ بہت بڑے فقیہہ، لاجواب محدث، مفسر اور مترجم تھے۔ میری معلومات کے مطابق کم و بیش پچاس کے قریب علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ان کی شخصیت پر عزیزم محبوب الرسول قادری ایک مبسوط نمبر نکال رہا ہے۔ جس میں عزیزم نے بڑے معیاری اور اعلیٰ مضامین کو ترتیب دیا ہے۔ اس نمبر کے مطالعہ سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ اور میری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عزیزم محبوب الرسول قادری کو اس سعی اور کوشش کو منظور و قبول فرمائے جس طرح اس کی اکابرین اہلسنت سے ارادت اور محبت ہے۔ اس میں اور نکھار پیدا ہو۔

پیغام............ حضرت مفتی جمیل احمد نعیمی

ناظم تعلیمات: ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ دستگیر ۱۵ .... کراچی

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

مئی ۵۲ میں احقر صاحب جب اپنے سسر محترم حضرت علامہ حافظ محمد مسعود احمد صاحب چشتی صابری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیخ التفسیر والحدیث، تاج العلماء، سراج الفقہا، رئیس الاتقیا، علامہ مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت بابرکت میں شرف تلمذ حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا تو پہلی مرتبہ مفسر کبیر، محدث خبیر، علامہ ابن علامہ، مفتی ابن مفتی، فقیہ ابن فقیہ، عمدۃ الاصفیاء، زبدۃ الاتقیاء الحاج، الحافظ، القاری، پیکرِ ادب و احترام، مجسمہ عشق و محبت الشاہ احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی المعروف عبدالمصطفیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان کا نامِ نامی اسمِ گرامی سننے کا اتفاق ہوا اس کے بعد ۵۲ سے ۶۶ تک (تادمِ وصال) تاج العلماء مسلسل اپنے استاد محترم سے ان کا ذکر سننے کا شرف حاصل کرتا رہا کوئی مجلس درس کوئی محفل خطاب ایسی نہ تھی کہ جس میں تاج العلماء اپنے استاد محترم سید المفسرین، رئیس المحدثین، امام المناظرین، سواد اعظم، اہل سنت کے سیاسی قائد اعظم علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب قادری اشرفی مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کوئی نہ کوئی بات یا واقعہ پیش نہ فرماتے ہوں۔ احقر کی اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت، امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں یہ پختہ رائے ہے کہ برسہا برس بعد ایسی عظیم و منفرد شخصیتیں جنم لیتی ہیں۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاذہ بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

اس میں کسی اہل ایمان کو کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس برصغیر میں شیخ المحدثین، علامہ عبدالحق قادری محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور فاضلِ جلیل، شیخ طریقت، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو سو سال بعد امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی عظیم شخصیت کو چشم فلک نے بھی نہیں دیکھا جس نے اپنے علم و فضل، فکر و نظر، زہد و تقویٰ اور خداداد صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اس برصغیر میں تقدیس الوہیت، ناموس رسالت ﷺ، عظمت صحابہ کبار و اہل بیت اطہار اور ادب و حرمت اولیاء

ابرار کی تحریک کو بقاء اور جلا بخشی۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

یہ وہ تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی عظیم تحریک ہے جس کو امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جاری کیا تھا بعدہ موصوف کی اولاد، خلفاء، تذکرہ، تلامذہ اور علماء اہل سنت و مشائخ نے جاری و ساری رکھا۔ نیز اس وقت قائد ملت اسلامیہ، امام انقلاب، چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن وصدر، جمعیت علمائے پاکستان، الحافظ، القاری، الشاہ احمد نورانی صدیقی، قادری مدنی دامت برکاتہم القدسیہ اور ان کے عظیم رفیق، بطل جلیل، مجاہد تحریک ختم نبوت، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی جدوجہد اور جانفشانی کے ساتھ جاری وساری رکھا ہوا ہے۔ وقت کی قلت کے پیش نظر احقر ان سطور پر اکتفاء کرتے ہوئے ملک کے عظیم صحافی دانشور دنیائے تصنیف وتالیف کے شہسوار، میدان صحافت کے تاجدار ملک محبوب الرسول قادری حفظہ اللہ القوی کو دل کی گہرائیوں سے تاجدار بریلی خصوصی نمبر نکالنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اور اپنے حبیب پاک ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے صحت وعافیت اور سلامتی ایمان کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الکریم

احقر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر پر اپنے اس مختصر مضمون کو ختم کرتا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تنویر حقیقت

فخر الاماثل: پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری، پشاور

بخدمت جناب محبی محمد محبوب الرسول قادری، مدیر اعلیٰ مجلّہ ''انوار رضا'' وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہ، آپ کا موصولہ خط ملا، یاد آوری کا شکریہ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق یہ چند سطور پیش خدمت ہیں:

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

افغانستان کے مشرقی صوبوں اور پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں رہائش پذیر افغان قبائل میں وقتاً فوقتاً کچھ ایسی نامور ہستیاں بھی پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے برصغیر پاک وہند کی سیاسی وعسکری، دینی وروحانی اور علمی وادبی تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت کیے۔ ان سب کی حیات وخدمات کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے کہ مجدد ملت، امام اہل سنت، شیخ القرآن والحدیث، مفتی اعظم ہند، قدوۃ العلماء، فخر الفضلاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب قادری افغانی بڑیچ قندھاری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت سب سے زیادہ وسیع گہرے اور دور رس اثرات کی حامل ہے۔

اعلیحضرت ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے جب ملت اسلامیۂ ہند، کا شاندار ماضی قصۂ پارینہ بن چکا تھا۔ اقتدار پر فرنگی اور معیشت پر ہندو قابض ہو چکا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ دہریوں، نیچریوں، وہابیوں، قادیانیوں اور دیگر باطل فرقوں کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانانِ ہند کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس پُر آشوب دور میں محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات مینارۂ نور بن کر ظلمت کدۂ ہند کے افق پر جلوہ افروز ہوئی۔

امام اہل سنت نے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا، امت محمدیہ ﷺ کی مایوسی اور حرماں نصیبی کا مشاہدہ کیا اور اس کے اسباب وعلل کا گہرا جائزہ لینے کے بعد ایک طبیب حاذق کی طرح بیماری کی تشخیص فرمائی اور اس کے علاج کے لیے عشق رسول ﷺ کا نسخہ کیمیا تجویز کیا اور اس کے تمام اجزاء ''حدائق بخشش'' کی صورت میں یکجا کر کے امت کے تن مردہ میں نئی زندگی دوڑا دی خصوصاً بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جو والہانہ سلام پیش کیا گیا اسے تو ایسی عالمگیر شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی کہ یہ آج بھی اہل سنت کی

مجالس ومحافل کی جان اور طرۂ امتیاز ہے۔

مفتیٔ اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجداد قندھار (افغانستان) سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لے گئے تھے یہاں یہ حقیقت مدنظر رہے کہ سرزمین افغانستان پر ہمیشہ فقہ حنفی کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل رہی اور اس وقت بھی وہاں فقہ حنفی رائج ہے۔ فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وطن مالوف کی اس روایت کو ہندوستان میں بھی نہ صرف قائم رکھا بلکہ اپنے علم وفضل سے اسے بامِ عروج سے ہمکنار کرتے ہوئے ''فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں ایک ایسا شاہکار تخلیق فرمایا، جو بجا طور پر اسلامی علوم وفنون خصوصاً فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہلانے کا مستحق ہے اور پوری ملتِ اسلامیۂ ہند کے لیے سرمایہ افتخار ہے۔

مجدد ِملت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفظِ ختم نبوت کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ بھی ہماری دینی وملی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ آپ نے قادیانیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے بروقت اقدامات کیے اور عوام وخواص کی رہنمائی کرتے ہوئے غلام احمد قادیانی کی کذب بیانی کا پردہ چاک کیا۔ نیز علماء حجاز کی توجہ بھی اس فتنے کی طرف مبذول کروائی جس کی بدولت علماءِ حرمین کی طرف سے قادیانی کو خارج از اسلام قرار دیا گیا چنانچہ ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی کی زیرِ سرپرستی متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا جو تاریخ ساز فیصلہ کیا تو اس کے لیے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان مساعیٔ جمیلہ نے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی تھی۔

الحمد اللہ ثم الحمد للہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن راہوں کی نشاندہی کی تھی آج ان کے تلامذہ، متوسلین معتقدین اور ہم نواؤں کا قافلہ اسی شاہراہ پر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور یہ سب لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی محنت اور کوشش سے اعلیٰ حضرت کی شخصیت مشرق و مغرب کے دانشوروں کی نگاہوں کا مرکز ومحور بن چکی ہے اور بین الاقوامی سطح پر آنجناب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔

البتہ ایک بات پر دکھ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس نابغہ عصر کی شخصیت وکردار سے اپنی قوم کی اکثریت بے خبر ہے اور مخالفین کے پروپیگنڈے کی وجہ سے غلط فہمیوں اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہے لہٰذا اس موقع پر یہ فقیر گزارش کرتا ہے کہ صوبہ سرحد اور افغانستان میں فکرِ رضا اور تعلیماتِ رضا کو عام کرنے کے لیے خصوصی اہتمام کیا جائے۔

پیغام۔۔پیرِ طریقت حضرت میاں محمد حنفی سیفی

سجادہ نشین، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ۔۔راوی ریان شریف۔۔لاہور

برادرِ عزیز! ملک محبوب الرسول قادری کی تحریک پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا قادری بریلوی افغانی کی شخصیت پر اظہار خیال کیا گیا۔ میں ذرہ ناچیز خاکِ راہ اولیاء وعلماء کیا تحریر کرسکتا ہوں۔ ان کی خدمات نے اُن کی شخصیت کو خود چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ہیرے کو جب تراشا جائے تو وہ ہر جہت سے نیا رنگ اور نئی چمک سے ایک نیا رخ پیش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی جس سمت اور جہت کی طرف انسان متوجہ ہو۔ اُس میں نکھار کا ایک نیا ہی انداز ہے۔ بڑے بڑے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اُن کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کئی احباب پی۔ایچ۔ڈی (PHD) کر چکے ہیں۔ مرکزی مجلسِ رضا اور رضا اکیڈمی کے لٹریچر کو پڑھ کر آپ کی شخصیت کو قدرِ استطاعت بندہ سمجھ سکتا ہے۔ اس سے پہلے کئی مجلّے آپ کی شخصیت پر نمبر نکال چکے ہیں۔ مثلاً انڈیا میں انوارِ رضا کے نام پر ایک مبسوط نمبر موجود ہے۔ ماہ نامہ کنز الایمان ماہ نامہ اعلیٰ حضرت اور ہمارے آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ محمدیہ سیفیہ سے شائع ہونے والے ماہ نامہ السیف الصارم طویل مضامین شائع کر چکا ہے۔ جو فقیر کی زیر سرپرستی میں شائع ہوتا ہے اور میں اپنے مرشد کامل ومکمل مجدد ملت امام خراسانی حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک پیرا چی خراسانی کی زبانِ اقدس سے آپ کے بارے میں بڑے اہم اور لاجواب الفاظ سنتا رہتا ہوں۔ اکثر آپ فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا علامہ محمد علی جامعہ رسولیہ شیراز یہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ الحدیث مولانا مقصود احمد قادری خطیب داتا دربار مسجد نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اس دور کے آپ بہت بڑے ولی کامل ومکمل ہیں۔ بہت بڑے محدث اور لاجواب مفسر اور دُنیا کے معروف ریاضی دان تھے۔ اس مختصر تحریر میں آپ کی شخصیت کو بیان کرنا حرف محال نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صاحب زادہ ملک محبوب الرسول قادری کو اس شب وروز کوشش اور محنت کو جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی شخصیت پر مشاہیر اہل سنت کے مضامین اکٹھے کیے ہیں۔ اس طرح کی غیرت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ جو اس مجاہد کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس نمبر کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے حاسدین کے لیے بھی مشعلِ راہ بنائے۔ آمین۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علامہ اقبال کی رائے

مولانا احمد رضا خان (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) بریلوی مکتب فکر کے بلند پایہ عالم تھے۔ آپ نے مختلف دینی موضوعات پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں جو اہل علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے آپ کا نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی نے ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کی ہے۔ اس میں تحریک آزادی میں فاضل بریلوی کے مقام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے صفحات ۱۵۔۱۶ پر ان کے بارے میں ڈاکٹر محمد اقبال کی رائے اس طرح نقل کی گئی ہے:۔

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا.......... میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں.......... مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے۔''

''ذکرِ رضا''
۱۹۲۱ء

''اللہ، ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین'' ۱۹۲۱ء		(سال وصال)
''زیب فائو لک یدخلون الجنۃ'' ۱۳۴۰ھ		(سال وصال)
محمد رسول اللہ والذین معہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۸۵۶ء		(سال ولادت)
''مدینہ، مانگتے تاجدار پھرتے ہیں'' ۱۹۲۱ء		(سال وصال)
''وہ، کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا'' ۱۲۷۲ھ		(سال وصال)
عزوم قاتل عندا لقتال ۱۳۴۰ء	(قصیدہ غوثیہ)	(سال وصال)

استخراج: طارق سلطانپوری، حسن ابدال

حمد ونعت

(کلام امام احمد رضا سے انتخاب)

ڈاکٹر خالد سعید شیخ

اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیگر اکابرین امت اور مشاہیر ملت کی طرح ساری زندگی رب کریم کی حمد وثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت وتوصیف میں مصروف عمل رہے حمد ونعت ان کا اوڑھنا اور بچھونا تھا۔ آج کی اس نشست میں ہم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور زمانہ دیوان ''حدائق بخشش'' سے حمد ونعت کا جائزہ لیں گے۔ اور ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر عقیدت کے چند پھول نذر قارئین کریں گے ملاحظہ ہے۔

حمد

حمداً لک یا مفضل عبد القادر — یاذا لافضال
یا منعم یا مجمل عبد القادر — انت المتعال
مولائے بما منت بالجود علیہ — من دون سوال
انن واجب سائل عبد القادر — جد بالآمال

☆

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا — تجھے حمد ہے خدایا
تمھی حاکم برایا، تمھی قاسم عطایا
تمھی دافع بلایا تمھی شافع خطایا — کوئی تم سا کون آیا
اِذا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا — کرو قسمت عطایا

وَالٰـی الٰہِ فَارْغَبْ کروعرض سب کے مطلب

کہ تمھی کہ تکتے ہیں سب کروان پر اپنا سایا بنو شافعِ خطایا

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو

مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتا چلا بہ مشکل

در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا یہ نہ پوچھ کیسا پایا

☆

نعت (سرورکونین ﷺ)

واہ کیا جودو کرم ہے شہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تی

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تی

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تی

فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جانیں خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تی

آسماں خوان، زمین خوان، زمانہ مہمان صاحبِ خانہ لقب، کس کا ہے تیرا تی

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تی

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تی

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تی

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تی

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تی

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تی

☆☆ ☆☆

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا ج

البحر علا والموج طغی من بیکس وطوفاں ہوشربا منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگ

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

☆

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا ساتھ ہی منشیِ رحمت کاقلم دان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا میرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنا ہی رہی ہائے وہ دل جو ترے در سے پُرارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

☆

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد ﷺ

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا ملک خادمان سرائے محمد ﷺ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

دم نزع جاری ہو میری زباں پر محمد محمد خدائے محمد ﷺ

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے کہ ہے رب سلّم صدائے محمد ﷺ

☆

سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول اس غنچہ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول

کیا غازہ ملا گرد مدینہ کا جو ہے آج نکھرے ہوئے جوبن میں قیامت کی پھبن پھول

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

☆

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم
ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضؔا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضؔا کی قسم

☆

انکی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

☆

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا، خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
کروں مدح اہل دول رضؔا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

☆

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے
اس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضؔا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

☆

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے
رضؔا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

☆

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہرِ یارِ ارم تاجدارِ حرم نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود — نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود — حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں — اس سرِتاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی — ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود — اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود — اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے — ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم — اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن! — اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود — پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں — اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام
ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود — ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر — ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
کاملانِ طریقت پہ کامل درود — حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام
غوثِ اعظم امام التقیٰ والنقیٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے آداب

از تبرکات: امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ

۱۔ زیارت اقدس قریب ہو جب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے وہاں بیماری ہے۔ خبردار کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا ہے۔ والحمدللہ۔

۲۔ حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام بن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

۳۔ راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ (۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر کہ پیادہ ہو لو روتے سر جھکاتے آنکھیں نیچے کیے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سر است اینکہ تو پای نہی — پائے نہ بینی کہ کجای نہی
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

جب قبلہ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

۶۔ جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

۷۔ حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگا دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو۔ ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو۔ معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

۸۔ اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگدلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

٩- جب در مسجد پر حاضر ہو صلاۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو۔ بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

١٠- اس وقت جو ادب وتعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے، آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں دل سب خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش ونگار نہ دیکھو۔

١١- اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

١٢- ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

١٣- یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم السلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی۔ ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں۔ لافرق بین موته و حیاته صلی الله علیه وسلم فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطر هم و ذلک عنده جلی لا خفآء به۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔ امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں۔ انه صلی الله علیه وسلم عالم بحضورک وقیامک و سلامک ای بجمیع افعالک و احوالک وار تحالک و مقامک۔

ترجمہ:۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔

١٤- اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبہ شوق اجازت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد وشکرانہ حاضری دربار اقدس صرف "قل یا" اور "قل" سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب نبی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدہ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین۔

١٥- اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچے کیے لرزتے کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو وکرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاہ بے کس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہاں میں کافی ہے۔ والحمدللہ۔

١٦- اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار، فتاوائے عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصلوۃ حضور ﷺ کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عالمگیری ومختار کی ہے اور لباب میں فرمایا واضعا یمینه علی شماله دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(١٧) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا۔ اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی۔ اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمدللہ۔

(١٨) الحمدللہ کہ اب دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل

کے محبوب اور عظیم الشان صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآواز حزین و صورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگر چہ وہ تمھارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں۔ جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا۔

مجرا و تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو۔ السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و بركاته، السلام عليك يارسول الله السلام عليك يا خير خلق الله. السلام عليك يا شفيع المذنبين، السلام عليك و على الك واصحابك و امتك اجمعين۔

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ حضور ﷺ سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو بار بار عرض کرو۔ اسئلك الشفاعة يارسول الله۔

۲۰۔ پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں۔ اللہ ان کو دونوں جہاں میں جزا بخشے۔ آمین۔

الصلوة والسلام عليك يارسول الله وعلى الك وذويك في كل ان و لحظة عدد كل ذرة الف الف مرة من عبيدك احمد رضا بن نقى على يسالك الشفاعة فاشفع له و للمسلمين۔

۲۱۔ پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو۔ السلام عليك يا خليفة رسول الله السلام عليك ياصاحب رسول الله فى الغار رحمة الله و بركاته۔

۲۲۔ پھر اتنا ہی ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو۔ السلام عليك يا امير المومنين السلام عليك يا متمم الاربعين، السلام عليك

يا عز الاسلام و المسلمين و رحمة الله و بركاته۔

۲۳۔ پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو۔ السلام عليكما يا خليفتى رسول الله، السلام عليكما ياوزيرى رسول الله، السلام عليكما يا ضجيعى رسول الله و رحمة الله و بركاته، اسئلكما الشفاعة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم و عليكما و بارك وسلم۔

۲۴۔ یہ سب حاضریاں محل اجابت ہیں۔ دعا میں کوشش کرو۔ دعائے جامع کرو۔ درود پر قناعت بہتر ہے۔

۲۵۔ پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

۲۶۔ پھر روضہ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرۂ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا، آکر دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔)

۲۷۔ یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محل برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

۲۸۔ جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جائے۔ دو ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو۔ نماز، تلاوت و درود میں وقت گزارو دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہتے نہ کہ یہاں۔

۲۹۔ ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کرلو۔ یہاں تمھاری یاد دہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا۔ نويت سنة الاعتكاف۔

۳۰۔ مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدہ شفاعت ہے۔

۳۱۔ یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو۔ کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

۳۲۔ قرآن مجید کا حکم ہے کم از کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کرلو۔

۳۳۔ روضہ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا، تو ادب کے

ساتھ اس کی کثرت کرو۔ اور درود و سلام عرض کرو۔

۳۴۔ پنجگانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر رہو۔

۳۵۔ شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرو۔ بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

۳۶۔ ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اسکے لیے دوزخ و نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔

۳۷۔ قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

۳۸۔ روضہ انور کا نہ طواف کرو۔ نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بھی ان کی اطاعت میں ہے۔

۳۹۔ بقیع واحد و قبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ جب حاضر ہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ زیارت کا خیال آیا، پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔

سر ایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا قرار ایں جا

۴۰۔ وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو۔ اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان و سنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللھم ارزقنا آمین آمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العلمین۔

''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' فاضل بریلوی

ادیب شہیر سید محمد فاروق القادری

نہ سنتے جو تم غیروں کی زبانی

بہت دلچسپ تھی میری کہانی

قارئین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ برصغیر کے مسلمان عوام کی اکثریت شروع سے مشائخ، صوفیاء کی عقیدت مند اور مسلک صوفیاء صافیہ پر قائم و دائم ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز تک سواد اعظم کا یہ دھارا فرمان نبوی ﷺ کے مطابق بلا اختلاف اپنی اصلی اور حقیقی لائن پر چلتا اور بہتا رہا۔ سوء اتفاق سے اسی خاندان کے ایک فرد نے اپنے بزرگوں کے بعد بالکل ایک نئی اور انوکھی تعبیر کو اپنی دعوت کا عنوان بنایا اور شدت سے اس پر اصرار کیا تو جس طرح ہر تحریک کو لوگ مل جاتے ہیں اس فکر کو بھی ہم خیال لوگ میسر آنے لگے اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ فکر اور انداز کچھ عرصہ قبل نجد و حجاز سے انتہائی شدت اور جارحیت کے ساتھ اپنا آغاز کر چکا تھا۔ اس دعوت اور فکر کا سارا مسالہ اسلام کے پیغام رحمت و رافت اور ادب و نیاز کے برعکس درشتی، گستاخی، بے احتیاطی اور بات بات پر مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کے جان و مال کو مباح قرار دینے پر مبنی تھا، برصغیر میں اس کی ابتدا بھی دراصل اسی کی صدائے بازگشت تھی۔

اسے حسن اتفاق کہنا اور سمجھنا چاہیے کہ قدرت نے اپنی فیاضی سے فاضل بریلوی ایسی قد آور علمی روحانی شخصیت کو پیدا کر دیا جو اس اعتزالی، انحرافی فکر کے خلاف سینہ سپر ہو کر میدان عمل میں آ گئی اور اس نے بظاہر خوشنما مگر بہ باطن تباہ کن یلغار کے سامنے سد سکندری باندھ دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علمی قد و قامت، صدری قوت، جوش ایمانی اور عشق نبوی ﷺ کی دولت سے سرشاری میں صدیوں پر بھاری شخصیت تھے وہ بلا شبہ عربی کے اس شعر کا مصداق ہے۔

لہ ھمم لا منتھی لکبارھا

وھمۃ الصغریٰ اجل من الدھر

حاشا وکلا فاضل بریلوی نے کسی نئے فکر یا تحریک یا پارٹی کی بنیاد رکھی؟ کسی نئی پارٹی یا جماعت کو بے سروسامانی کے باوجود اس قدر ہمہ گیر مقبولیت ممکن ہے کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ برصغیر میں تقویۃ الایمان کی گستاخ رسالت عبارات اور صراط مستقیم اور براہین قاطعہ وغیرہ کی جگر پاش عبارات سے مسلمانوں کے دل چھلنی ہو رہے تھے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ پر ایک چھوٹا سا ٹولہ جمہور مسلمانوں سے الگ ہو گیا تھا، اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ ۱۲۴۶ھ شاہی مسجد دہلی کے تاریخی مباحثے میں بدایوں، خیرآباد اور دہلی کے سارے علماء ایک طرف اور چند مولوی صاحبان دوسری طرف تھے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے امتناع النظیر اور ابطال الطغوی ایسی کتابیں یہیں لکھی تھیں!

اصل حقیقت یہ ہے کہ سواد اعظم کو جونہی اپنے عقائد و معمولات کی تائید و حمایت اور اسے نئے، اوپرے اور اجنبی نظریات سے بچانے کے لیے ایک انتہائی پرجوش، ہر قسم کی صلاحیت سے بہرہ ور اور حیرت انگیز صلاحیتوں کا حامل وکیل میسر آیا تو پورے برصغیر کے مسلمانوں نے اسے سر پر بٹھایا آنکھوں میں جگہ دی کوئی شک نہیں کہ فاضل بریلوی کو عملی، علمی اور روحانی حوالہ سے کسی طرح بھی نامور اسلاف سے کم نہ تھے مگر اس موڑ پر یہ اعزاز اور انفرادانہیں اور صرف انہیں عطا ہوا کہ برصغیر کے عوام و خواص اور تمام علمی و روحانی خانوادوں کے نزدیک وہ اہلسنت کا نشان، علم اور علامت قرار دیئے گئے۔

مخالفین کا پینترا بدلنا

برصغیر کا پورا مسلم معاشرہ اپنے پاؤں پر کھڑا رہا انہیں یہ درآمد شدہ نظریات ہلا بھی نہ سکے، تو مخالفین نے انتہائی ہوشیاری اور منصوبہ بندی سے اپنا پینترا بدلا۔ اب صوفیاء و مشائخ کے معمولات و معتقدات پر شدید الزامات لگانے والے خود مشائخ و صوفیاء بن بیٹھے اور انھوں نے کشف و کرامات، ورد و وظائف، من گھڑت حکایات اور غلط بخشی کے طور پر القاب و خطابات میں اہل سنت (ان کے بقول بریلویوں) کو کوسوں پیچھے چھوڑ دیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو سب کے مرشد ہیں صرف شیخ العرب والعجم ہیں جبکہ قطب عالم، قطب ارشاد، حکیم الامت، امام الھدیٰ،

قاسم العلوم والخیرات، زندہ ولی وغیرہ ایسے سینکڑوں القاب ان لوگوں کو دیئے گئے جو دور حاضر کے لوگ تھے اور جو اپنے معتقدین کو عمر بھر یہی درس دیتے رہے کہ غوث اعظم، داتا صاحب، گنج شکر، غریب نواز ایسے القاب نعوذ باللہ غیر اسلامی ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے بعد اپنے شیخ اپنے مرشد اپنے غوث اپنے قطب بنا کر ان کی تعریف و توصیف اور مبالغہ آمیز کرامات و حکایات پر مبنی سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو اتنی اہمیت کیوں نہ دی گئی؟ آخر ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' ایسا بڑا جرم بھی تو ان سے صادر ہوا تھا؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا کیا جرم تھا کہ سید سلیمان ندوی نے یہاں تک فرما دیا کہ شاہ صاحب کا مطالعہ احتیاط سے کرنا چاہیے کہیں کہیں وہ کفر کے قریب پہنچ جاتے ہیں یہی جرم تھا نا کہ انہوں نے انفاس العارفین، فیوض الحرمین، الدر الثمین وغیرہ لکھ کر وہی جرم کیا تھا جس کی تجدید بعد میں فاضل بریلوی نے کی یوں مخالفین نے اپنی مقصد برآری کے لیے انتہائی باریک بینی اور ژرف نگاہی کے بعد اپنا پینترا بدلا اگرچہ انہیں دوہرے معیار سے کام لینا پڑا۔

انتہائی کرب اور صدمے کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگر مخالفین نے دوہرا معیار اپنایا تو خود اہلسنت کے علماء و مشائخ نے تہرا معیار اختیار کر لیا ان کرم فرماؤں نے فاضل بریلوی کے ساتھ جو کچھ کیا اس پر ان کی روح آج بھی فریاد کر رہی ہے کہ

من از بیگانگاں ہر گز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

یہ سوچنے کی کسی نے زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ اگر آج تک فاضل بریلوی ضعیف الاعتقادی، بدعات اور نعوذ باللہ غلط عقائد کے کوسنے دیئے جا رہے ہیں تو اس کا باعث خود فاضل بریلوی نہیں بلکہ یہی ہمارے بعض علماء اور جاہل پیروں کا وہ گروہ ہے جو شریعت و سنت کی بالادستی، علم و فضل اور تفقہ و تدبر کے میدان میں تو فاضل بریلوی کا حوالہ دیتا ہے مگر جہاں اپنی پیری مریدی بڑھانے، اپنے اپنے حلقہ فکر کو نمایاں کرتے اور صوفیہ کے طریق عزلت و گمنامی کو چھوڑ کر اپنے اپنے اظہار کا

مسئلہ آتا ہے تو وہاں چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی فاضل بریلوی کو پرکاہ کی وقعت نہیں دیتا۔

اگر علمائے دیوبند کی متنازعہ گستاخانہ عبارات آسمان سے اترا ہوا صحیفہ نہیں ہیں کہ ان میں تبدیلی نہیں ہوسکتی تو ہماری خانقاہوں پر جو خرافات اعتقادی اور عملی طور پر رواج پا گئی ہیں وہ بھی طریقت کا حصہ نہیں ہیں، کیا یہ ناچ، بھنگڑے، جھومر، تھیٹر، بے قاعدہ قوالی اور راگ کی مجلسیں، قد آدم کے برابر اونچی قبریں، قبروں پر کروڑوں روپے کا ضیاع، قبروں کے سجدے طواف، مخلوق خدا کو اللہ کی بجائے اپنے سامنے جھکانے کا کار بے خیر آخر کس قاعدے قانون کا نتیجہ ہے؟

مجھے علم ہے کہ میری اس تحریر سے بعض جبینوں پر شکن پڑیں گے مگر میں بانگ دہل کہنا چاہتا ہوں کہ سنیت کا ٹھیکیدار کوئی نہ بنے۔ راقم السطور بحمد اللہ خاندانی اعتبار سے اہل سنت کے عظیم خانوادے سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے جدامجد کے فاضل بریلوی کے ساتھ ذاتی تعلقات رہے ہیں میں نے سنیت اور مسلک حقہ کی تائید ونصرت میں ہزاروں صفحات لکھے ہیں ملک کا اہل علم طبقہ اچھی طرح جانتا ہے۔

میں یہاں یہ بات نہیں چھپانا چاہتا کہ دنیائے سنیت میں شتر مرغ پالیسی نہیں چلے گی عمائدین اہل سنت اس آخرین دور میں فاضل بریلوی ایسا بلند مرتبہ فقیہ، شریعت وسنت کا پیکر علم و فضل کا مالک اور عاشق رسول سامنے لے آئیں ورنہ افرایت من اتخذالھہ، ھویٰ کے مطابق چھوٹی چھوٹی ٹولیاں اور جتھے بنا کر اور اپنی خواہشات اور پسند کو سنیت کا لبادہ دے کر اس عظیم شخصیت کو بدنام کرنے کی روش ترک کردیں۔

خدا کے لیے کوئی ہمیں بتائے کہ اہل سنت کے اس صدی کے کتنے مجدد ہیں، کتنے امام ہیں کتنے مقتدا ہیں جس کی جو مرضی اور خواہش ہوتی ہے اسی کے مطابق اپنی زنبیل سے وہ اپنے ممدوح کو القاب دے دیتا ہے کل حزب بما لدیھم فرحون، کا منظر ہے۔

گزشتہ سال راقم السطور ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا جو صاحب علم اور انتہائی لائق ت کے مالک تھے ان کے سامنے ایک درخواست رکھی تھی جو انہوں نے میری طرف بڑھا دی اس میں ایک معروف خانقاہ کے سجادہ نشین کی طرف سے گزارش کی گئی تھی کہ عرس کے موقع پر تھیٹر

اور سرکس کی اجازت دی جائے اور لطف یہ کہ یہ درخواست لے کر سجادہ نشین صاحب خود ڈپٹی کمشنر کے پاس آئے تھے ڈپٹی کمشنر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

ہر واعظ، مولوی اور عالم پیری مریدی کے چکر میں پڑا ہوا ہے جو بھی فوت ہوتا ہے اس کے روضے، آستانے، عرس شروع ہوجاتے ہیں مریدین ومعتقدین کو یہ زہر انڈیلا جاتا ہے کہ بس جو کچھ ہیں ہمارے حضرت ہیں؟ ان کے خلاف جو سوچتا ہے، عمل کرتا ہے یا بات کرتا ہے وہ بے دین اور گمراہ ہے۔ یہاں ایسے ایسے لوگ بھی بڑے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں اور کئی نام نہاد علماء کو ہم نے ان کے پاؤں پر سر رگڑتے دیکھا ہے جنھوں نے زندگی میں ایک نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی کبھی جمعہ نہیں پڑھا۔ عیدین کی نماز میں شامل نہیں ہوئے، فرض ہونے کے باوجود حج کی سعادت سے محروم ہیں آخر یہ کیسی طریقت ہے یہ تصوف وروحانیت کی کون سی قسم ہے؟ اگر ہم غلطی پر ہیں تو کوئی ہمیں سمجھائے۔

امام دارالہجرہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وہ آب زر سے لکھنے کے لائق فرمودہ کہاں گیا جس میں آپ نے روضہ نبوی ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کل یوخذ عنہ ویرد علیہ الا صاحب ھذا القبر

سوائے اس صاحب مزار (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی۔

ہمیں یہ بات تسلیم کرلینی چاہیئے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تصوف وطریقت اور خانقاہی رسوم وآداب سے متعلق اہل سنت کے ہاں بے شمار کوتاہیاں اور خامیاں ہیں، خوش عقیدگی شخصیت پرستی کو چھو رہی ہے ہمارے ذکر واذکار، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کی جہد وکاوش اپنے اپنے حلقوں تک محدود ہوکر رہ گئی ہے۔

یہ لے اس قدر بڑھ چکی ہے کہ بعض حضرات نے چشتیت قادریت کی افضلیت پر بحثیں شروع کردی ہیں قادری کا لفظ دیکھ کر کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ شاید راقم اسی خول میں گرفتار ہے

میرے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے میرے نزدیک سلاسل تصوف حقیقت واحدہ تک پہنچنے کے راستے ہیں جو سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ مگر یہ کیا ہے کہ بات غوث اعظم کی تنقیص تک جا پہنچے؟ اگر شریعت وسنت کے اس مثالی علمبردار اور توحید کے سب سے بڑے مبلغ کو تصوف کی تاریخ سے الگ کر دیا جائے تو مخالفین تصوف کے سامنے پیش کرنے کو رہ کیا جاتا ہے؟ کیا یہ سلسلے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی تحریکیں تھیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر آج سے کسی مولوی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلم الثبوت مشائخ کے بارے میں ایسی گھٹیا زبان استعمال کرے اس کے باوجود گستاخ صرف دیوبندی ہی ہیں

...... حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

ایسے لوگوں کو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ کہ

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

پس چہ باید کرد

کئی سال کے مطالعے اور طویل غور وفکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فاضل بریلوی کا اصول وفروع میں مسلک ہی وہ پر امن شاہراہ ہے جس کی مضبوط بنیادیں کتاب وسنت پر اٹھائی گئی ہیں ہماری باقی رسمیں ریتیں علم وخرد اور فقہ وسنت کی ہلکی سی آنچ بھی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں اگر اہل سنت کے کچھ افراد یا جماعتیں پیری مریدی، کشف وکرامات اور سیاسی بازیگری کے کھیل تماشے سے الگ ہوکر صرف اصلاح اخلاق واعمال اور مثبت دینی لٹریچر کا بیڑا اٹھالیں تو شاید کچھ اصلاح احوال کی صورت نکل آئے دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ آخری حتمی اور یقینی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے لہذا غیر مشروط اطاعت صرف انہی کی ہونی چاہیئے۔

فاضل بریلوی کا نام لینے والوں پر ان کا حق اور فرض ہے کہ وہ خاص طور پر اتباع سنت کے بارے میں انہیں صدق دل سے اپنا راہنما بنا کر اپنی کوتاہیاں دور کریں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتوے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

امام احمد رضا کے ماہ وسال

از: ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ کراچی

(۱)	ولادت باسعادت	۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴ جون ۱۸۵۶ء
(۲)	ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء
(۳)	پہلی تقریر	ربیع الاول ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء
(۴)	پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء
(۵)	دستار فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء بعمر تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن
(۶)	آغاز فتوی نویسی	۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء
(۷)	آغاز درس وتدریس	۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء
(۸)	ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء
(۹)	فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خان کی ولادت	ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء
(۱۰)	فتوی نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء
(۱۱)	بیعت وخلافت	۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء
(۱۲)	پہلی اردو تصنیف	۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء
(۱۳)	پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
(۱۴)	شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
(۱۵)	مفتی مکہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
(۱۶)	شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵/۱۸۷۸ء
(۱۷)	احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

(۱۹) زمانۂ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جوازہ فتویٰ — ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء

(۲۰) تحریک ترک گاؤکشی کا سد باب — ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء

(۲۱) پہلی فارسی تصنیف — ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء

(۲۲) اردو شاعری کا شاہکار قصیدہ معراجیہ کی تصنیف — قبل ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء

(۲۳) فرزند اصغر مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان کی ولادت — ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء

(۲۴) ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت — ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء

(۲۵) تحریک ندوہ سے علیحدگی — ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

(۲۶) مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق — ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

(۲۷) قصیدہ عربی امام الابرار و الآلام الاشرار — ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

(۲۸) ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت — رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

(۲۹) علماء ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائۃ حاضرہ — ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

(۳۰) تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی — ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء

(۳۱) دوسرا حج اور زیارت حرمین شریفین — ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

(۳۲) امام کعبہ شیخ عبداللہ میرداد اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد جداوی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب — ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

(۳۳) علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت و خلافت — ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

(۳۴) کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات — ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

(۳۵) امام احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت — ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

(۳۶) شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت — ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

(۳۷) قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن — ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

(۳۸) شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد لہٰذہ الامۃ" — یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

(۳۹) حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین" — ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

(۴۰) علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب — قبل ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

(۴۱) ملت اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان — ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

(۴۲) بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب — ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

(۴۳) مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ — ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

(۴۴) ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادہ علمی — مابین ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

(۴۵) انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء — ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء

(۴۶) صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ — ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء

(۴۷) سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق — ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء

(۴۸) تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی — ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء

(۴۹) امریکی ہیأۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش — ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء

(۵۰) آئزک نیوٹن اور آئین سٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق — ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

(۵۱) رد حرکت زمین پر فاضلانہ تحقیق — ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

(۵۲) فلاسفہ قدیمہ رد بلیغ — ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

(۵۳) دو قومی نظریہ پر حرف آخر — ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۵۴) تحریک خلافت کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۵۵) تحریک ترک موالات کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۵۶) انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۵۷) وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

(۵۸) مدیر پیسہ اخبار لاہور کا تعزیتی نوٹ یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ/۳ نومبر ۱۹۲۱ء

(۵۹) سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تنوی کا تعزیتی مقالہ ۱۳۴۱ھ/ستمبر ۱۹۳۷ء

(۶۰) بمبئی ہائیکورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملا کا خراج عقیدت ۱۳۴۹ھ/......

(۶۱) شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

شیخ سید اسمعیل بن خلیل علیہ الرحمہ (حافظ کتب الحرام، مکہ معظمہ)

امام احمد رضا کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

''اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے۔ مناقب ومفاخر والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ یکتائے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ مولانا احمد رضا خاں احسان والا، پروردگار اسے سلامت رکھے تاکہ وہ (مخالفین کی بے ثبات حجتوں کا آیات قرآنیہ اور قطعی احادیث سے رد فرماتے رہیں اور وہ ایسا کیوں نہ ہو کہ علمائے اس کے لیے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ میں اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بے شک حق وصحیح ہے۔''

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ
ایک ہمہ گیر شخصیت

تحریر: مولانا کوثر نیازی مرحوم

اردو زبان میں جب کبھی ''آں حضرت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار ختمی مرتبت ﷺ کا وجود باجود ذہن میں آ جاتا ہے اور جب ''اعلیٰ حضرت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار کے ایک غلام، ''احمد رضا خان بریلوی'' کا نام سامنے آ جاتا ہے، دیکھا جائے تو یہ مقام امام احمد رضا خان ... تعالیٰ کو ان کے ماننے والوں کی خوش عقیدگی سے نہیں ملا۔ یہ ان کے فنافی الرسول اور ایک ہمہ جہت شخصیت ہونے کا فیضان ہے، برصغیر میں یوں تو کئی جامع الصفات شخصیات گزری ہیں مگر جب ایک غیر جانبدار مبصر ان سب کا جائزہ لیتا ہے تو جیسی ہمہ صفت موصوف شخصیت امام رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر آتی ہے ویسی کوئی دوسری نظر نہیں آتی۔

کونسا علم تھا جس پر انہیں دسترس نہ تھی تفسیر، حدیث، فقہ، ہندسہ، ریاضی، سائنس فلسفہ، علم ہیئت، نجوم، طبیعات، کیمیا، اقتصادیات، ارضیات، طب، جغرافیہ، تاریخ، سیاسیات، علم مناظرہ، منطق، جبر ومقابلہ، نحو، صرف، علم معانی، علم بیان، علم بدائع، قرآت، تجوید، تصوف، سلوک، لغت، شاعری، ادب، خط نسخ، نستعلیق۔ ان کے سوانح نگاروں نے ساٹھ کے قریب علم گنوائے ہیں جن میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی، وہ بیک وقت ایک عظیم ادیب بھی تھے اور خطیب بھی، مناظر بھی تھے اور متکلم بھی، محدث بھی تھے اور مفسر بھی، فقیہ بھی تھے اور سیاست دان بھی اور جب وہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتے ہیں تو غلط نہیں کہتے (اور اس لفظ ''سخن'' میں کلام کی تمام شاخیں شامل ہیں) کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

گردش ایام کی یہ بھی ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ تاریخ کی اکثر وبیشتر عظیم شخصیات مقبول

ہونے کے ساتھ ساتھ مظلوم بھی رہی ہیں، انہوں نے ہمیشہ اپنے باب میں لوگوں کو دو خانوں میں تقسیم کیا ہے، کسی کو غیر جانبدار نہیں چھوڑا۔ کچھ کو ان سے سخت عقیدت رہی ہے تو کچھ عداوت کی حد تک ان کے مخالف رہے ہیں، اس مخالفت میں ان کی ذات پر، پروپیگنڈے کی دھول بھی اڑائی گئی ہے، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیجئے، نصیری نے انہیں خدا بنا دیا تو خوارج نے کافر ٹھہرایا، ہمارے قریبی دور کی مثال محمد علی جناح رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں چاہنے والوں نے انہیں قائد اعظم کہا اور فتویٰ بازوں نے انہیں کافر اعظم، یہی صورت حال امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کے باب میں رہی جو ان کی شخصیت کا عرفان رکھتے ہیں ان کے نزدیک وہ برصغیر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تھے اور جو ان سے مخاصمت کی حد تک مخالفت رکھتے ہیں ان کے نزدیک وہ ایک بدعتی متشدد مفتی اور مناظر اور ایک انگریز نواز مولوی تھے، معاصرت تو ہمیشہ سے سبب منافرت رہی ہے، لیکن افسوس کہ ان کی وفات کے اکہتر سال بعد بھی نقد و نظر کا مطلع اب تک گرد آلود ہے۔ تعصب کی رنگین عینکیں لگا کر دیکھنے والوں نے صاف نظروں سے ابھی تک ان کا روئے تاباں دیکھنے کی کوشش نہیں کی اگر وہ انصاف کرتے تو انہیں یہ جاننے میں کوئی دشواری نہ ہوتی کہ امام رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف پھیلائے جانے والا پروپیگنڈا مخالفین کے اپنے دلوں پر چھائے ہوئے غبار کدورت کا نتیجہ ہے ورنہ خود امام کے زبان و قلم اور قول و فعل سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ تو زبان حال سے یہ پکار رہا ہے

نہ شبنم، نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

کیا ستم ظریفی ہے کہ جو رد بدعات میں شمشیر برہنہ تھا، اسے خود حامی بدعات قرار دیا گیا ان کے افکار و فتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت خلاف پیغمبر راہ گزینی کی انہوں نے کی شاید ہی کسی اور نے کی ہو، ان کے ایک معاصر حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ''مرشد'' کو سجدہ تعظیمی کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تو امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے 'حرمت سجدہ تعظیم' کے نام سے اس کا جواب لکھا اور سو سے زیادہ آیات و احادیث سے اسے حرام ثابت کیا، عام طور پر لوگ پیری مریدی کو اسلام کا لازمہ قرار دیتے ہیں مگر آپ نے اپنی مشہور کتاب ''السنیۃ الانیقۃ'' میں لکھا ہے کہ

''انجام کار دستگاری کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے''

اسی طرح ہمارے ہاں قبروں پر چراغاں کیا جاتا ہے مگر امام رضا رحمہ اللہ تعالیٰ قبروں پر چراغ

جلانے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ صرف اس صورت اس کے جواز کے قائل ہیں جب قبر رستے میں واقع ہو، مسجد میں ہو اور اس کی روشنی سے مسافروں اور نمازیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔ آج کل مزاروں پر منوں اور ٹنوں کے حساب سے چادریں چڑھانے کا رواج ہے اور یہ چادریں عام طور پر وزیروں اور امیروں کی دستار بندی میں استعمال کی جاتی ہیں۔ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ قبر پر صرف ایک چادر چڑھانے کی حد تک اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ڈھیروں چادریں چڑھانے کو بطور رسم جائز نہیں سمجھتے، لکھتے ہیں:

''جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں''

ناواقف لوگ آج کل کی قوالیوں کو بھی امام رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتب فکر کی پہچان قرار دیتے ہیں مگر آپ نے اپنے رسالہ ''مسائل سماع'' میں ان قوالیوں کو ناجائز ٹھہرایا ہے جنہیں مزامیر کے ساتھ سنا جاتا ہے۔

☆☆☆

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علماء اور اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہ ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتب فکر کے مقابلے میں ممیز اور متشخص کرتی ہے، بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سنی ہیں اور بس، ان کے مقابلے میں جن لوگوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے فقہی مسلک اور اکثر و بیشتر دوسرے مسائل میں وہ بھی وہی نقطہ نظر رکھتے ہیں جو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، پیری مریدی ان کے ہاں بھی پائی جاتی ہے فیض قبور کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں، عدم تقلید کے وہ بھی مخالف ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کو دوسرے تمام فقہی اصولوں پر وہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان کے بعض اکابر کے خلاف تحریروں کو امام رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے قابل اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمت رسول اللہ ﷺ کا تھا، توہین رسول ﷺ کی بنیاد پر انہیں فتووں کا نشانہ بنایا، دیکھا جائے تو یہ فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں، جس تشدد کی دہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے، وہ فنافی الرسول ﷺ تھے اس لیے ان کی غیرت عشق احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول ﷺ کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔ دم آخر بھی اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی وہ بھی یہی تھی کہ:

''جس سے اللہ اور رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے

جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو" (وصایا شریف)

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا ہے، کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے "مولوی صاحب (یہ مولوی صاحب ان کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتووں کے سبب ہو جائے گی" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "احمد رضا خان! تمہیں ہمارے رسول ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول ﷺ کی ہے تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کردی" کم وبیش اسی انداز کا ایک اور واقعہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے سنا، فرمایا:

"جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اطلاع کی، مولانا تھانوی نے بے اختیار دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے جب وہ دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ اُن کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں، فرمایا (اور یہی بات سمجھنے کی ہے) کہ مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول ﷺ کی ہے اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے"

حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا تشدد قرار دیتے ہیں، وہ بارگاہ رسالت ﷺ میں ان کے ادب واحتیاط کی روش کا نتیجہ ہے، شاعر نے شاعری نہیں کی شریعت کی ترجمانی کی جب یہ کہا ہے کہ۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اور میرا اپنا ایک شعر ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ﷺ ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

ادب واحتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر وتقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جان ہے ان کا طرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون ومکان ہے، برتر از این وآں ہے، ترجمہ کنزالایمان ہے۔

ووجدک ضالا فہدیٰ کے ترجمے کو دیکھو قرآن پاک شہادت دیتا ہے، "ماضل صاحبکم وما غویٰ" رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔ "ضل" ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔ ووجدک ضالا" کا ترجمہ ما ضل کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول ﷺ کے عین مطابق کرنے کی صورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں۔

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سجھائی

کہا جا سکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی آئیے ادیب، شاعر اور مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے۔

"اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا"

مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجئے اس دور میں اردوئے معلیٰ میں سوچنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے" ان کا ترجمہ یوں ہے۔

"اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی"

پیغمبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو سوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھیئے اور پھر

"کنزالایمان" میں امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمے کو دیکھئے۔

بیا ورید گر اینجا بود زبان دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب اموز ترجمہ کیا ہے۔

فرماتے ہیں "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ

"رشدی" کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں، مگر امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول ﷺ کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ حسن کرشمہ ساز کرے

شاعری ایک اور میدان ہے جہاں بے اختیار ادب واحتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ جاتا ہے اور شاعری میں بھی نعت گوئی کو صنف تو ایک ایسی مشکل صنف سخن ہے جس میں ایک ایک قدم پل صراط پر رکھنا پڑتا ہے، یہاں ایک طرف محبت ہے تو ایک طرف شریعت، ایک شاعر نے روضہ رسول ﷺ پر اپنی حاضری کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کس بیم ورجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
ایک سمت محبت ہوتی ہے ایک سمت شریعت ہوتی ہے

لیکن یہ کیفیت حقیقت میں صرف روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت ہی طاری نہیں ہوتی نعت کہتے وقت ہر شاعر اسی امتحان وآزمائش سے دوچار ہوتا ہے، یہاں بھی ایک طرف محبت ہوتی ہے ایک طرف شریعت، اگر صرف شریعت کو ملحوظ رکھا جائے تو شعر شعر نہ رہے وعظ وتقریریں بن جائے اور اگر صرف محبت کے تقاضے پورے کئے جائیں تو ایک ایک لفظ شریعت کی جراحت کا مجرم ٹھہرے۔ عرفی شیرازی نے اس نازک صورت حال کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

"عرفی جلد جلد قدم نہ اٹھا یہ نعت کا میدان ہے، صحرا نہیں ہے آہستہ آہستہ چل کیونکہ تو تلوار کی دھار پر قدم رکھ رہا ہے۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس مشکل کا کامل احساس ہے وہ ملفوظات میں فرماتے ہیں نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی، اسیلئے ایک جگہ فرمایا

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی!

اس معیار کو سامنے رکھ کر ہم نعتیہ شاعری کے ذخائر پر نظر ڈالتے ہیں تو اس پر صرف ایک ہی شاعر پورا اترتا ہے اور وہ خود احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں میں ادب کا طالب علم ہوں برا بھلا شعر بھی کہہ لیتا ہوں۔ اردو عربی، فارسی زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستیاب دیکھا ہے میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کو پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام

"مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جوزبان وبیان، جو سوز وگداز، جو معارف وحقائق قرآن وحدیث اور سیرت کے جو اسرار ورموز، انداز اسلوب میں جو قدرت وندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

ایک شعر پڑھتا ہوں میں دعوے سے کہتا ہوں آپ نے کسی زبان کی شاعری میں سرکار ختمی مرتبت کی ریش مبارک کی یہ تعریف نہ سنی ہوگی۔ ذرا تصور کیجئے ایک نہر ہے اس کے ارد گرد سبزہ ہے۔ اس سبزے سے نہر کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔ اب نہر کس کو کہا سرکار ﷺ کے دہن مبارک کو، نہر عربی زبان میں دریا کو کہتے ہیں، آپ ﷺ کے دہن مبارک کو نہر رحمت قرار دیا کہ ایک رحمت کا دریا ہے جو اس دہن اقدس سے موجزن ہے۔ ایک فارسی شاعر نے کہا ہے۔

ترفت "لا" بزبان مبارکش ہرگز
مگر باشہدان لاالہ الا اللہ

آپ کی زبان مبارک سے اشھد ان لا الہ الا اللہ میں جو "لا" ہے اس کے علاوہ لا یعنی نہیں کا لفظ کبھی نہیں فرمایا گیا شاہ رضا کہتے ہیں۔

واہ کیا جودو کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں "سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ دہن اقدس، یہ نہر رحمت کہ سفر طائف میں پتھروں کی بارش ہوئی، سر مبارک سے خون بہا، نعلین مبارک تک آ گیا۔ مگر ہاتھ دعا کو اُٹھائے۔ عرض کیا۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

"اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما یہ لوگ نہیں جانتے علم نہیں رکھتے۔ میرے مقام اور پیغام سے بے خبر ہیں۔

تو اس دہن اقدس کو نہر رحمت کہا اور ریش مبارک کیا ہے؟ اس نہر رحمت کے گرد لہلہانے والا سبزہ، جس نے نہر رحمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اب ایک شعر ملاحظہ فرمایئے۔

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

رضا آگے بڑھتے ہیں۔ سرکار کی، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین واہل بیت کی اولیائے کبار کی، بالخصوص حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی (جو امام الاولیاء ہیں) تعریف کرنے کے بعد حرف مطالب زبان پر لاتے ہیں مگر اس میں بھی کیا امتیاز اور اختصاص ہے، درخواست ذاتی نہیں جماعتی ہے انفرادی نہیں اجتماعی ہے۔ صرف اپنے لئے نہیں پوری امت کے لئے کہتے ہیں۔

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

اور خود کیا چاہتے ہیں؟ یہ سلام اور نعت لکھنے سے غرض کیا ہے؟ کہتے ہیں میں تو صرف اتنا انعام چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن جب سب آپ پر سلام بھیج رہے ہوں وہ فرشتے جو آپ کی خدمت کے لیے مقرر ہیں مجھے آواز دے کر کہیں "احمد رضا! تم بھی تو سلام سناؤ وہی سلام .... مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام .... تو میری مزدوری وصول ہو جائے گی۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

بات پھیل گئی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مخالفین جس بات کو شاہ احمد رضا کا تشدد کہتے ہیں وہ تشدد نہیں ان کا عشق رسول ﷺ ہے۔ ان کا ادب و احتیاط ہے جو فتوے نویسی سے لے کر ترجمہ قرآن تک اور ترجمہ قرآن سے لے کر ان کی نعتیہ شاعری تک ہر جگہ آفتاب و ماہتاب بن کو ضوفشانی کر رہا ہے۔

اور کہنے والوں کی زبان کون روک سکتا ہے وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت احمد رضا اول و آخر انگریز نواز شخصیت تھے۔ خلافت ترک موالات اور تحریک ہجرت اور تحریک ہجرت کی بھی انقلابی تحریکوں میں ان کی روش انقلاب دشمنی پر مبنی تھی۔ ہندوستان کے دارالسلام اور دارالحرب ہونے کی بحث میں بھی ان کا نقطہ نظر رجعت پسندانہ تھا۔ اس لیے برصغیر کی تحریک آزادی میں انہوں نے محض منفی کردار ادا کیا اور بس!

سب سے پہلے تو اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ امام احمد رضا پالیٹیشن نہیں، سٹیٹس مین تھے۔ سیاسی لیڈر نہ تھے، مدبر تھے، پالیٹیشن اور سیاسی لیڈر عوام کی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں جبکہ سٹیٹس مین اور مدبرین پیش بینی کر کے حالات کا رخ متعین کرتے ہیں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تحریکیں اپنے اپنے وقت میں جذباتیت کا سیل رواں تھیں مگر ان تحریکوں کا نتیجہ کیا نکلا تحریک ہجرت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا رئیس احمد جعفری ندوی نے لکھا ہے۔

"پھر ہجرت کی تحریک اٹھی، اٹھارہ ہزار مُسلمان اپنا گھر بار، جائیداد، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر .... خریدنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے، افغانستان ہجرت کر گئے وہاں جگہ نہ ملی واپس کئے گئے، کچھ مر کھپ گئے۔ جو واپس آئے تباہ حال خستہ، درماندہ، مفلس، قلاش، تہی دست، بے نو، بے یار و مددگار۔ اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔ (حیات محمد علی جناح ص ۱۰۸)

اور تحریک ہجرت اس بحث کا منطقی نتیجہ تھی کہ ہندوستان دارالسلام ہے یا دارالحرب امام احمد رضا اسے دارالحرب قرار نہیں دیتے تھے وہ جانتے تھے کہ اس سے مسلمانوں کے لیے سود کھانا تو جائز

ہو جائے گا۔ مگر ہجرت اور تلوار اٹھانا ان پر لازم ہو جائے گا۔ وہ اسے دارالسلام قرار دیتے تھے کہ سینکڑوں برس مسلمان اس پر حکمران رہے تھے۔ اب بھی سرزمین میں امن تھا۔ اور مسلمانوں کی دینی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ حیرت ہے کہ جو لوگ انگریز کے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے پر مصر تھے آج ہندوراج میں اسے دارالحرب قرار دینے کا لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتے۔ مطلب واضح ہے انگریز کے سامنے ہندو پس پردہ ان فتوؤں کی تار ہلا رہے تھے جن میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جا رہا تھا تا کہ مسلمان انگریز کے خلاف تلوار اٹھائیں مر کھپ جائیں اور جو باقی بچیں وہ ہجرت کر کے اس سرزمین ہی کو چھوڑ جائیں۔ آج ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے تو ہندو سیکولرازم کا طلسم پاش پاش ہوتا ہے۔ مسلمان جہاد کے نام پر برسر پیکار ہوں یا ہجرت کریں۔ سیکولرازم کے غبار سے ہوا نکل جاتی ہے۔ اس لیے آج ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے مفتیان کرام کے وارث مہر بلب ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے امام احمد رضا کے فتویٰ کی تائید کر رہے ہیں۔

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کا معاملہ بھی اس سے چنداں مختلف نہیں۔

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ اس میں ہندوستان سے فوجی بھرتی کرنے کے لیے برطانیہ نے اعلان کیا کہ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے اس وقت مسلمانوں کے سامنے پاکستان کا نصب العین نہ تھا۔ ہندوستان آزاد ہوتا تو حکومت ہندو اکثریت ہی کی ہوتی یہی وجہ ہے کہ گاندھی جی نے فوجی بھرتی کی زبردست حمایت کی اور دو لاکھ کے قریب ہندو اور مسلمان سپاہی انگریزی افواج کے ساتھ مل کر لڑے۔

ترکی کو اس جنگ میں شکست ہوئی۔ فتح پانے کے بعد انگریز وعدے سے پھر گیا۔ اب گاندھی جی اسے سزا دینے کی فکر میں تھے۔ اس مقصد کے لیے خلافت کا مسئلہ ڈھونڈ نکالا گیا۔ حالانکہ یہ سب جانتے تھے کہ ترکی کی سلطنت عثمانیہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خلافت کے نام پر ایک دھبے سے کم نہیں۔ مگر یکا یک کہا جانے لگا کہ ترکی کا سلطان اسلام کا خلیفہ ہے۔ اور اس کی خلافت ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ مسلمان بھڑ گئے۔ ایک تحریک چل نکلی مگر طرفہ تماشا یہ کہ تحریک کی قیادت گاندھی جی کے ہاتھ میں تھی۔ گویا جو ہندوستان میں ایک الگ خطہ زمین دینے کے حق میں نہ تھا وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کرا رہا تھا۔ امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمین کو خوب دیکھ رہے

تھے۔ انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائداعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے دیکھا جائے تو دوقومی نظریہ کے عقیدے میں امام رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی، پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔

یہی صورت حال تحریک ترک موالات کی تھی۔ گاندھی جی مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ مل کر ہر قسم کے بائیکاٹ کے لیے اکسا رہے تھے۔ امام احمد رضا کا موقف یہ تھا کہ موالات دوستی اور محبت کو کہتے ہیں۔ حکم مشرکین اور کفار سے دوستی اور محبت نہ کرنے کا ہے لین دین اور معاملات کے ترک کا نہیں اور جہاں تک دوستی کی ممانعت کا تعلق ہے اس میں انگریز کی تخصیص نہیں اس میں ہندو بھی شامل ہیں۔ ایک مشرک سے پیار کی پینگیں بڑھا کر دوسرے مشرک کا مقطعہ مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔

قائداعظم محمد علی جناح تحریک ترک موالات کے مخالف تھے مگر مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی سمیت بہت سے مسلمان رہنما اس مسئلے میں گاندھی کے ساتھ تھے۔ امام احمد رضا کے کلمہ حق سے متاثر ہو کر یہ سیاسی اکابر بھی آہستہ آہستہ ہندو کی سیاست سے باخبر ہوتے چلے گئے۔ خود علامہ اقبال تحریک کے زمانے میں تحریک خلافت کی صوبائی کمیٹی کے صدر تھے۔ مگر جب تحریک کے اصل ہدف سے آگاہ ہوئے تو صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ ان کے یہ اشعار اسی دور کی یادگار ہیں۔

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا ہے تو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلمانوں کو ہے ننگ وہ بادشاہی

جس زمانے میں یہ تحریکیں چل رہی تھیں۔ ان میں عوامی جذبات بھڑے ہوئے تھے ویسے بھی ہماری قوم بدقسمتی سے انتہا پسند واقع ہوئی ہے۔ بقول شاعر۔

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال
یا بے خودی کی چال چلے یا خودی کی چال

ایسے میں مخالفتوں اور الزام تراشیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلک اعتدال پر قائم رہنا اور

دو قومی نظریہ کے فروغ کے لیے مدبرانہ دور بینی کی سیاست پر کار بند رہنا امام رضا خان جیسے آہنی اعصاب رکھنے والے انسان ہی کا کام تھا۔ رہا یہ کہنا کہ ان کے اقدامات انگریز نوازی پر مبنی تھے تو یہ بات وہی کہہ سک[تا] ہے جو یا تو امام رضا کے مسلک کو سرے سے جانتا ہی نہ ہو یا جانتا ہو مگر جان کر نہ ماننا چاہتا ہو۔ ایک ایسا م[رد] مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو جو مقدمہ قا[ئم] ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا [ہو] تاکہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچا نظر آئے۔ جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ ا[س] والان سے ڈاک میں آئے ہوئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر تصویریں ہیں سب باہر پھینک دیئے جائیں تاکہ فرشتے ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو جس ن[ے] نعت گوئی میں بھی کسی کو نمونہ مانا اور اسے سلطان نعت گویاں قرار دیا تو حضرت مولانا کفایت علی کافی ت[ھے] جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ جدوجہد کی اور 1858ء میں مراد آباد کے چوک میں انہیں برسرعام پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج ظلمت، پھول بدبو، چاندگرمی، سمندر خشکی، بہار جبر، صبا صرصر، پانی حدت، ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

خراج عقیدت بحضور اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ

نتیجہ فکر: حضرت علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی (شاہ والا شریف) خوشاب

عشق کے قافلہ سالار ہیں اعلیٰ حضرت
حسن کے مطلع انوار ہیں اعلیٰ حضرت
رونق محفل ابرار ہیں اعلیٰ حضرت
شمع کاشانۂ اخیار ہیں اعلیٰ حضرت
واصف احمد مختار ﷺ ہیں اعلیٰ حضرت
دافع فتنۂ اشرار ہیں اعلیٰ حضرت
عصر حاضر کے مجدد ہیں امام دوراں
دین قیم کے علمدار ہیں اعلیٰ حضرت
قبلۂ اہل نظر، مرجع اہل عرفاں
باعث گرمی احرار ہیں اعلیٰ حضرت

الشیخ امام احمد رضا البریلوی الہندی

ڈاکٹر نجیب جمال۔۔ استاذ شعبہ اردو جامعہ ازہر۔۔ (قاہرہ) مصر

جامعہ ازہر کا ایک امتیاز خاص یہ ہے کہ یہاں کسی بھی درجے کے امتحان کے لیے پیش کیے گئے مقالے کا زبانی امتحان طالب علم کے لئے ایک طویل صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ جس سے اسے بقائمی ہوش وحواس گزرنا پڑتا ہے۔

یہ امتحان طویل دورانیے پر مبنی ایک عام جلسے کی صورت ہوتا ہے۔ جس کا باقاعدہ اعلان اشتہارات کے ذریعے کیا جاتا ہے اس میں اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ موضوع میں دلچسپی رکھنے والے ہر شعبہ زندگی کے لوگ شریک ہوتے ہیں اسی سلسلے میں باقاعدہ دعوتی کارڈ بھی تقسیم کئے جاتے ہیں کاروائی کے ابتدائی مرحلے میں مقالے کا نگران ابتدائی کلمات ادا کرتا ہے اور بطور خاص موضوع کی اہمیت اور مقالہ نگار کے ذوق جستجو کا تذکرہ کرتا ہے اس کے بعد مقالہ نگار اپنے موضوع کا تعارف اور مقالے کے مندرجات کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ تیسرے مرحلے میں ممتحنین کو مقالے کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرنے اور مقالے کے محاسن و معائب کو زیر بحث لانے، سوال اٹھانے اور مقالہ نگار سے جواب طلب کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے یہ مرحلہ نگار کے لئے خاصا بھاری ہوتا ہے۔ اس کے مقابل دو ایسی شخصیات ہوتی ہیں جن کی علمی حیثیت مستند سمجھی جاتی ہے یہی وہ مرحلہ ہے جب مقالہ نگار کی تحقیقی لغزشیں ایک ایک کرکے بھرے مجمع کے سامنے آنا شروع ہوتی ہیں اور اسے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کے مصداق ہر صورت اپنا دفاع کرنا ہوتا ہے۔ آخری مرحلے میں حاضرین جلسہ کے سامنے نتیجے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

پاکستانی طالب علم ممتاز احمد سدیدی کے مقالے کے مناقشے میں شریک ہونا میرے لئے نہایت خوشی کا باعث تھا ان کے موضوع سے میری دلچسپی ایک کتاب بہ عنوان ''نظارہ روئے جاناں کا'' کی شکل میں جلد ہی منظر عام پر آنے والی ہے اس کتاب میں مولانا احمد رضا خان اور دو نعتوں کا انتخاب اور میرا مقدمہ شامل ہے یہی مقدمہ قاہرہ سے حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''مولانا امام احمد رضا

خاں'' مرتبہ حازم محمد محفوظ میں بھی شامل ہے۔ میں نے لکھا تھا۔

''ان کی نعتوں کا ایک ایک لفظ، ایک ایک مصرع اور ایک ایک شعر عشق رسول ﷺ میں رقص کرتا دکھائی دیتا ہے۔ لفظ گنجینۂ معنی کا طلسم، مصرعے کیف و مستی میں ڈوبے ہوئے اور اشعار سرشاری اور وجد آفرینی کا منبع یہ ہے امام احمد رضا خاں کی نعت جس میں کیفیات روحانی اور مقامات وجدانی کے طرفہ امکانات دکھائی دیتے ہیں۔ اور انہیں ایک منفرد نعت گو بناتے ہیں''۔

(بحوالہ اردو نعت گوئی کے امام، امام احمد رضا خاں'' ص ۱۶۲) مناقشے میں پاکستانی ایمبیسی سے جناب منیر مفتی (ایجوکیشن کونسلر) جناب عمران مشتاق نیازی (فرسٹ سیکرٹری) اور جناب اسلم خاں (فرسٹ سیکرٹری) بھی شریک ہوئے۔ قاہرہ کی جامعات کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک سے جامع ازہر میں بغرض حصول تعلیم آئے ہوئے طلبہ کی بھاری تعداد نے شرکت کی ان میں بنگلہ دیش، بھارت، افغانستان، آذربائیجان، تاجکستان، سری لنکا، چین، انڈونیشیا، ملائشیا، نائیجریا، فلپائن، تھائی لینڈ، نائیجر، صومالیہ، کینیا، جیبوتی، اریٹریا، جزر اقمر، بوکینا فاسو، مڈغاسکر اور سینی گال کے طلبہ شامل تھے۔

مناقشے کی اس محفل کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام مجید اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا اس کے بعد مقالے کے نگراں ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے حسب دستور سابق ابتدائی کلمات میں مقالے کی موضوع شخصیت، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا۔

''شاید بہت سے سامعین نے اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا ہوگا وہ عرب نہیں تھے لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر ہی تصور کریں گے ہم جب ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے۔''

ڈاکٹر رزق مرسی کی یہ رائے محض مقالے کے نگراں کی رائے نہیں اہل مصر جانتے ہیں کہ وہ عربی زبان ادب کے کیسے جید پارکھ ہیں انہوں نے کہا:

''مولانا کے اشعار میں عقل وخرد اور قلب ونظر کی یکجائی دکھائی دیتی ہے ان کی پوری شاعری ایک انتخاب ہے جس کا مقالہ نگار نے تحقیقی اصولوں کے مطابق حق ادا کیا ہے'' ڈاکٹر رزق مرسی نے مولانا

احمد رضا خاں کی شخصیت کے بارے میں کہا'' وہ بلاشبہ اردو، فارسی اور عربی کے عظیم شاعر تھے جو برصغیر میں پیدا ہوئے تو انہوں نے قرآن کی زبانی اور عربی ادب پر قابل قدر توجہ دی یہی نہیں بلکہ انہوں نے پچپن (۵۵) علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ وہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں اس دار فانی سے کوچ کیا اس عرصہ حیات کا ایک بڑا حصہ انہوں نے عربی زبان وادب کے مطالعہ میں صرف کیا۔ قدرت نے انہیں ادبی وشعری ذوق عطا کیا تھا انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو کبھی تصنیف وتالیف اور کبھی شاعری میں منتقل کیا ان کی عربی شاعری بھی اردو کی طرح بے حد جان دار ہے اس لئے ہم پر بھی یہ لازم تھا کہ ان پر اسی طرح توجہ دیں جیسے انہوں نے ہماری زبان پر دی''۔

مقالہ کے بارے میں بھی ڈاکٹر رزق مرسی نے مشفقانہ جذبات کا اظہار کیا اور انہیں مقالہ کا خلاصہ پیش کرنے کی دعوت دی۔

مولانا احمد رضا خاں کے تمام عربی کلام جناب حازم محمد محفوظ نے ''بساتین الغفران'' کے عنوان سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور رضا دار الاشاعت لاہور کے تعاون سے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔

مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی نے اپنے موضوع کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

''یہ مقالہ بظاہر ایک خاص شخصیت کے عربی ادب میں خدمات سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ بحث درحقیقت امام احمد رضا خاں کے حوالے سے برصغیر کے عربی ادب کے بارے میں ہے اور ایک ایسے شاعر کو خراج تحسین ہے وہ غیر عربی ماحول میں پلا بڑھا مگر اس نے عربی شاعری کے عمدہ نمونے پیش کئے''۔

مقالے کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ:

''یہ مقالہ ایک مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ موضوع کے انتخاب سے لے کر مقالے کی تکمیل تک جملہ مراحل تحقیق کا تذکرہ اور محسنین کا شکریہ ادا کیا گیا ہے مقالہ کے پہلے باب کا عنوان'' مولانا احمد رضا اور ان کا زمانہ'' ہے جس میں چار فصلیں۔

☆ مولانا کے دور میں تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی حالات

☆ مولانا کی پیدائش، نشو ونما، خاندان اور حالات زندگی

☆ مولانا کی تعلیم، ذوق وشوق، مختلف علوم میں مہارت اور تصنیف وتالیف

انگریز استعمار کے دور میں برصغیر کے عربی ادب کا جائزہ دوسرے باب کا عنوان ''مولانا کی عربی شاعری کے موضوعات'' ہے اس کی پہلی فصل میں مولانا کی نعتوں اور منقبتوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اسی باب کی دوسری فصل میں عربی قصائد کے علاوہ قطعات، رباعیوں اور تاریخ گوئی پر مشتمل اشعار کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ تیسری فصل میں ''ہجاء'' کے عنوان سے اس عربی شاعری کا مطالعہ کیا گیا ہے جو مولانا نے دینی اصلاح کی غرض سے لکھی تھی۔ چوتھی فصل میں مناجات، صوفیانہ غزل، دینی احساسات اور سیرت رسول ﷺ پر مبنی کلام کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ مقالے کا تیسرا باب مولانا کے عربی دیوان کے تنقیدی اور تحلیلی جائزے پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں لسانی اور اسلوبیاتی خوبیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں برصغیر کے عربی شاعروں میں مولانا کے مقام ومرتبہ کا تعین کیا گیا ہے۔ مقالے کے آخر میں اہم نتائج مراجع اور موضوعات کی فہرست پیش کی گئی ہے۔

مقالہ نگار کے بعد مقالے کے پہلے ممتحن اور جامعہ ازہر کے سابق پریذیڈنٹ (وائس چانسلر) پروفیسر ڈاکٹر محمد السعدی فرہود کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی انہوں نے گفتگو کے آغاز میں ہی یہ کہہ کر مقالہ نگار کی محنت کی داد دی کہ:

''انہوں نے نہایت عمدہ موضوع کا انتخاب کیا ہے اور وہ تحقیق کے دوران مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت اور فکر کے جواہر ریزے سمیٹنے میں کامیاب ہوئے ہیں'' اس کے بعد انہوں نے مقالہ نگار کی تحقیقی اغلاط کی طرف توجہ دلائی اور آئندہ پی ایچ ڈی کے مقالے کے لئے زیادہ عمیق مطالعے زیادہ منطقی انداز اور زیادہ معروضی وغیر جانبدارانہ موقف اختیار کرنے کا مشورہ دیا ان کے بعد مقالے کے دوسرے ممتحن پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید نے محاکمے کا فریضہ سنبھالا اور کہا:

''مقالہ نگار نے ایک اہم اور وسیع موضوع کا انتخاب کیا ہے انہوں نے ایک ایسے شاعر کا مطالعہ کیا ہے جن کے فنون متعدد اور شاعری کے ادبی اور فکری زاویے متنوع ہیں اس کے باوجود اہل نقد نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی کہ عربی اہل زبان بھی انہیں جان اور پہچان سکتے۔ مقالہ نگار نے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے اس مقالے کی خاص اہمیت یہ ہے کہ یہ ہمیں اس ضرورت کا احساس دلاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جیسی عصر حاضر کی اسلامی تاریخ کی قد آور شخصیت سے متعارف ہونے اور ان کا مقام پہچاننے کی کتنی ضرورت ہے تاکہ امت مسلمہ کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو سکے اس کے بعد انہوں نے

مقالے کے بارے میں اپنے تنقیدی ملاحظات اور مقالہ نگار کی لغزشوں کی بڑی دقت نظری سے اصلاح کی اور بعض مقالات پر بامعنی اور دلچسپ استفسارات بھی کیے۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ ہندوستان کے معروف سیاسی شخصیت گاندھی کے بارے میں مقالہ نگار کی رائے جانب دارانہ اور متعصبانہ معلوم ہوتی ہے جب کہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہندوستان کے غیر متنازعہ رہنما تھے اس اعتراض کا تسلی بخش جواب مقالہ نگار نے دیا اور کہا کہ گاندھی کی شخصیت حد درجہ متنازعہ اور ہندوستان کی سیاست میں ان کا کردار مشکوک ہے۔ درحقیقت گاندھی کی شخصیت کے دو چہرے تھے ایک وہ جس کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اسے ہندو مسلم اتحاد کا داعی کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ چہرہ جس کا خبث باطن ابھی پوری طرح ظاہر نہیں کیا گیا حالانکہ اس نے در پردہ ہمیشہ اسلام دشمنی کی اور مسلمانوں کا برا چاہا، ان کے اس جواب پر ممتحن نے حیرت اور اطمینان کا اظہار کیا۔

یہ علمی نشست تقریباً تین گھنٹے تک جاری رہی اور جونہی پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید نے گفتگو ختم کی حاضرین جلسہ سے گزارش کی گئی کہ وہ کچھ وقت کے لئے ہال سے تشریف لے جائیں تاکہ مناقشہ کا نتیجہ تیار کیا جا سکے۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ہال کے دروازے دوبارہ کھلے اور تمام حاضرین کی موجودگی میں اعلان کیا گیا کہ مناقشہ کمیٹی الازہر یونیورسٹی کو تجویز پیش کرتی ہے کہ ممتاز احمد سدیدی کو کلیہ دراسات اسلامیہ وعربیہ کے شعبہ عربی زبان وادب سے ''ادب وتنقید'' میں ایم اے کی ڈگری بدرجہ ممتاز عطا کی جائے اس کے بعد مبارک بادیوں کے شور میں یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

تاریخی مادہ سن ولادت امام احمد رضا

استخراج: حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی مدظلہ

تاریخ پیدائش عیسوی

۱۸۵۶ء

رودِ نورِ عبدالمصطفٰے احمد رضا

۱۸۵۶ء

نیک شگون ۴۵۶	نادرِ دیار ۴۷۰	صاحب انوار ۴۶۷	ابرِ کرم ۴۶۳
بہارِ کرم ۴۶۸	مایۂ شادمانی ۴۶۲	برگزیدہ دہر ۴۵۷	چشمۂ الطاف ۴۶۹
صاحب عصر ۴۶۱	مردِ مسلماں ۴۶۵	شمع آسا ۴۷۲	رونقِ ایمان ۴۵۸
تائید الٰہی ۴۷۱	عارفِ حق ۴۵۹	حق آشنا ۴۶۰	ماہِ طارم یقین ۴۶۶

تاریخ پیدائش ہجری

۱۲۷۲ھ

"مرحبا فخرِ عالم"

۱۲۷۲ھ

ممدوحِ زماں زہے احمد رضا

۱۲۷۲ھ

باوقار ۳۱۰	حکیم مدبر ۳۲۴	بزرگ انام ۳۲۱	ہادی نامور ۳۱۷
سلطان العلماء ۳۲۲	بدیع درگاہ ۳۱۶	قاری ۳۱۱	سراج جہاں ۳۲۳
پاکیزہ سیر ۳۱۵	مہر جمال ۳۱۹	مغزِ دہر ۳۲۶	صاحب رائے ۳۱۲
جانِ گراں ۳۲۵	گنجِ مقصود ۳۱۳	مہین دہر ۳۱۴	نادرِ دنیا ۳۲۰

ختم نبوت اور امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

محقق العصر مفتی محمد خاں قادری

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی خاتم النبین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کسی قسم کا کوئی ظلی نبی نہیں آ سکتا۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے۔ اور یہ کہے اور مانے کہ آپ کے بعد نیا نبی آ سکتا ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی عقیدہ کا واضح اور دو ٹوک الفاظ میں اعلان فرمایا ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شی علیما (الاحزاب)

حضور ﷺ نے متعدد ارشادات عالیہ میں اس عقیدہ کی تصریح فرمائی۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا فرما رکھیں ہیں۔

۱۔ مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔ ۲۔ مخالفین کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔

۳۔ میرے لیے مال غنیمت کو حلال فرما دیا۔ ۴۔ میری خاطر تمام زمین کو پاک اور جائے سجدہ بنا دیا ہے۔ ۵۔ مجھے تمام مخلوق کا نبی بنایا گیا ہے۔ ۶۔ مجھ پر انبیاء کا اختتام کر دیا ہے

بخاری و مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور دیگر تمام انبیاء کی مثال ایک عمدہ محل کی ہے۔ جسے بنایا گیا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔ اسے ہر کوئی دیکھنے والا یہی کہتا کاش! یہاں اینٹ رکھ کر اسے مکمل کر دیا گیا ہوتا۔

ترجمہ: میں نے آ کر وہ جگہ پر کر دی۔ عمارت نبوت میری وجہ سے مکمل ہو گئی۔ اور مجھ پر

رسولوں کا اختتام کر دیا گیا۔

میں عمارت نبوت کی وہی پہلی اینٹ ہوں اور میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں۔

سیدنا ابوذر غفاری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ:۔ پہلے رسول آدم علیہ السلام اور آخری محمد ﷺ ہیں (نوادر الاصول حکیم ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ ہر دور کے علماء وفقہا، محدثین اور مفسرین نے اس بات پر تصریح کی جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ کافر، مرتد اور زندیق ہے۔

۵۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا اسے گرفتار کر لیا گیا وہ کہنے لگا مجھے کچھ مہلت دو تا کہ میں اپنی نبوت پر دلیل پیش کر سکوں تو آپ نے فرمایا۔

ترجمہ:۔ جو شخص اس سے نشان مانگے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے حضور ﷺ کے اس ارشاد قطعی کی مخالفت کر دی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان)

اسلام کے خلاف گہری سازش

ساڑھے بارہ سو سال تک مسلمان حکمران رہے۔ کفار نے ان کے خلاف ہر طرح کی جنگ لڑی مگر ناکام رہے آخر انھوں نے ایک حربہ ومنصوبہ سوچا۔ جس سے امت کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔ کفار غالب اور مسلمان مغلوب ہو گئے۔

وہ منصوبہ یہ تھا کہ امت مسلمہ کو اپنے نبی کی ذات پر لڑا دیا جائے۔ کیونکہ جب تک ان کا اسلام کے مرکز یعنی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق محبت وعشق قائم ہے۔ ان میں بلال سے لے کر غازی علم الدین شہید تک پیدا ہوتے رہے۔ مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم نے یہی بات اپنے ان اشعار میں بیان کر دی ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(کلیات اقبال اردو ۶۰۸)

روح محمد ﷺ نکالنے کے لیے کچھ افراد کو خریدا گیا۔ ان میں سے کچھ افراد عرب کی سرزمین سے اور کچھ برصغیر کے تھے جنھوں نے اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں جو منہ میں آیا کہا ان کی تحریرات کے چند نمونہ جات ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص ۶)

۲۔ آپ کا فرمان ہے۔ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۴)

۳۔ سب انسان آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۳)

۴۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحذیر الناس ص ۲۸)

۵۔ بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین کرنے چاہیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ۳)

۷۔ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ جلد دوم ص ۹)

۸۔ الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوتی فخر دو عالم کی وسعت علم کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۹۔ اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ (براہین قاطعہ ص ۱،۲)

۱۰۔ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا)

مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۱۱۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض مذہبی معاملات اور آخرت کے بارے میں ہی جانتے ہیں باقی معاملات میں دیگر لوگ زیادہ آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اس پر آپ کا فرمان شاہد ہے۔

ترجمہ۔ تم اپنی دنیا کے معاملات زیادہ بہتر جانتے ہو۔

۱۲۔ جو شخص بارگاہ نبوی میں حاضری کی نیت سے سفر کرے گا۔ اس کا سفر سفر معصیت قرار پائے گا۔ جو بھی مدینہ جائے وہ مسجد نبوی ﷺ کی نیت کر کے جائے۔ (کشف ضلالات ابن تیمیہ ص ۹۳)

۱۳۔ وصال کے بعد حضور ﷺ سے شفاعت کی درخواست نہیں کی جا سکتی جو ایسے کرے گا وہ مردود ہے (هذه مناهجنا للشيخ صالح بن عبد العزيز ۸۳،۸۴،۸۹)

۱۴۔ اثر ابن عباس صحیح ہے۔ جس میں ہے کہ ہر زمین کا الگ الگ خاتم النبیین ہے۔ (مناظرہ احمدیہ۔ ۴۷)

اہم نوٹ

یہاں اثر ابن عباس کی حقیقت سے آگاہی ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین

میں آدم ہے تمہارے آدم کی طرح اور نوح تمہارے نوح کی طرح ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم کی طرح عیسی ہے تمہارے عیسی کی طرح موسی ہے تمہارے موسیٰ کی طرح حضور اکرم ہیں تمہارے نبی کی طرح۔''

تمام امت مسلمہ نے اس اثر کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ یہ قرآن کی نص قطعی خاتم النبیین کے خلاف ہے۔

ملاحظہ کیجئے۔ ۱۔ روح البیان ج ۱۰ پ ۲۸ ص ۴۴،۴۵۔ ۲۔ روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۴۴۔ ۳۔ فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۳

مزید تفصیل کے لیے التبشیر برد التحذیر اور التبشیر پر اعتراضات کا جواب میں ملاحظہ کیجئے (از علامہ احمد سعید کاظمی)

اس کے باوجود ہندوستان میں کچھ لوگوں نے اس اثر کی صحت کو منوانے کی کوشش کی اور اس پر تحریری کام کیا۔

ہمارے مطالعہ کے مطابق اس بحث کا آغاز مولانا محمد احسن نانوتوی نے ۱۲۶۷ میں کیا، جس کا رد اعلیحضرت کے والد گرامی مولانا نقی علی خان اور مولانا عبدالقادر بدایونی نے کیا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری نانوتوی کے حالات میں لکھتے ہیں۔

یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ کہ اثر ابن عباس کے مسئلے میں علماء بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شدت سے مخالفت کی بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خان کر رہے تھے، اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے (مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۹۴)

مولانا نانوتوی نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث مذکورہ صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبق میں [illegible] ورحدیث مذکورہ سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم [illegible]ما طبقات باقیہ میں ثابت ہے۔ (تنبیہ الجہال بالہام الباسط اعتصام ص ۱۶ از مفتی

حافظ بخش انوری)

مولانا نقی علی خان مرحوم نے اس کے خلاف با قاعدہ تحریک چلائی۔ اپنے دور کے علماء سے رابطہ کیا استفتاء ارسال کیا جس کی وجہ سے علماء بدایوں اور رامپور نے خوب بڑھ چڑھ کر موصوف کا ساتھ دیا۔ حتی کہ دونوں فریقوں کے مسلم بزرگ مولانا ارشاد حسین رامپوری نے مولانا نقی علی خان کی تائید کی اور لکھا اس (اثر) پر عقیدہ رکھنا اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ خاتم النبین حضور ﷺ ہیں حدیث شاذ ہے۔ (تنبیہ الجہال ص ۲۶)

تحذیر الناس کیوں لکھی گئی؟

یہاں اس بات کا علم بھی ہونا ضروری ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس عن انکار ابن عباس'' مولانا محمد احسن نانوتوی کی حمایت میں ہی لکھی تھی ہوا یوں کہ مولانا احسن نانوتوی نے اپنی تائید حاصل کرنے کے لیے ایک سوالی اشتہار چھپوا کر دیگر اضلاع کے علماء کرام کو بھیجا۔ اس کے انہیں صرف دو جواب موصول ہوئے ان میں سے ایک جواب ان کے رشتہ دار مولانا محمد قاسم نانوتوی کا آیا جنھوں نے با قاعدہ ان کی حمایت کی اور اس اشتہاری سوال کے جواب پوری کتاب ''تحذیر الناس عن انکار ابن عباس'' لکھ ڈالی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے (مولانا نقی علی خان بریلوی ص ۶۳)

مولانا انور شاہ کشمیری بھی کہتے ہیں۔

(حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی شرح میں مولانا نانوتوی نے ایک مستقل رسالہ ''تحذیر الناس عن انکار ابن عباس تحریر کیا ہے'') (فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۳)

نوٹ: مولانا انور شاہ کاشمیری نے اس مسئلہ میں نانوتوی سے اختلاف کیا ہے الغرض عارضی رشتہ داری کی لاج رکھنے کے لیے مستقل کتاب لکھ دی کاش ذہن میں اس دائمی رشتہ کا خیال ہوتا جو دنیا، قبر، حشر، پل صراط، میزان دخول جنت اور بعد از دخول جنت بھی کام آئے گا کاش ذہن میں یہ کیفیت ہوتی۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام   للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا   سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

یاد رہے کہ تحذیر الناس ہی وہ کتاب ہے جسے ساری دنیا میں مرزائی ہزاروں کی تعداد میں اسے فری تقسیم کرتے ہیں۔

بلکہ بھٹو کے دور میں جب اس فتنہ کا سربراہ قومی اسمبلی کی کمیٹی کے سامنے گیا تو اس نے دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی عبارات کو بھی پیش کیا جس کا جواب مفتی محمود دیوبندی کے پاس کیا ہونا تھا۔ اعلیٰحضرت کے خلیفہ مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کے بیٹے مولانا شاہ احمد نورانی سینہ تان کر کھڑے ہوگئے اور کہا ہم ایسا کہنے والے کو بھی کافر ہی سمجھتے ہیں۔

انہیں نبی کی ضرورت ہے

جب مان لیا جائے کہ کروڑوں محمد پیدا ہو سکتے۔

آپ محض مذہبی معاملات سے آگاہ ہیں دیگر معاملات میں دوسرے لوگ آپ سے بڑھ سکتے ہیں۔

۔آپ کا علم ملک الموت کے بھی برابر نہیں

۔آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں

۔آپ مر کر مٹی میں مل گئے۔

۔اب آپ سے کوئی تعلق امت کا نہیں رہا

۔خاتم النبین اور رحمۃ للعالمین آپ کے خاصے نہیں

تو اب بتائیے کیا نئے نبی کی ضرورت پیش آئے گی یا نہیں؟

کیا ذہن میں یہ بات نہیں جائے گی کہ ہمیں اب اپنے سیاسی، اقتصادی، معاشی، سماجی اور عاشرتی مسائل کے لیے کسی شخص کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے؟ اگر آپ کہیں کہ نبی کی شریعت موجود ہے تو ذہن کہے گا اس میں تو صرف مذہبی معاملات کا حل ہے بقیہ مسائل کا حل وہاں سے نہیں مل سکتا۔

لیکن ان لوگوں کو نئے نبی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی جو یہ عقیدہ رکھتے ہوں ہمارا نبی آج

بھی زندہ ہے ان کی تعلیمات زندہ ہیں اس کا فیض آج بھی جاری ہے وہ صرف مذہبی معاملات ہی نہیں بلکہ وہ ہر مسئلہ کا حل جانتا ہے ان کے اس تا قیامت امت کو درپیش مسائل کا حل ہے ان کی نگاہ صرف اپنے صحابہ پر ہی نہیں تا قیامت آنے والی امت پر ہے وہ ہر ہر امتی کے مسائل سے آگاہ بھی ہیں اور ان کے حل پر بھی قادر ہیں۔

وہ عالم ماکان و مایکون ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے ابتدائے خلق سے لے کر دخول جنت و نار کے تمام معاملات سے آگاہ فرمایا ہوا ہے۔

جب یہ غلط قسم کے عقائد کے جراثیم امت مسلمہ میں مختلف طریقوں سے چھوڑے گئے۔ اس کے ساتھ ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسا شخص سامنے لایا جائے جو یہ کہے جس کی ضرورت تم محسوس کرتے ہو وہ میں ہوں اس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو خریدا گیا اور اس نے (معاذ اللہ) اور رسول ہونے کا اعلان کر دیا مختلف اہل علم نے اس فتنہ کے خلاف تحریری و تقریری جہاد کیا۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری اور ان کے خاندان نے بھی خوب اور بھرپور انداز میں اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے جدوجہد کی کہ یاد رہے انھوں نے نہ صرف فتنہ مرزائیت بلکہ اس کو قوت اور بنیادیں فراہم کرنے والے جتنے گروہ تھے۔ ان تمام کی سرکوبی کی۔

کون نہیں جانتا آپ ہی کی وہ واحد شخصیت تھی جس نے ان گستاخانہ عبارات کی نہ صرف نشاندھی کی بلکہ تمام عمران کے رد کے لیے وقف کر دی۔ (مرزا کا انتخاب)

امت مسلمہ کو بدعقیدگی سے بچانے کے لیے علماء حرمین سے فتوی حاصل کیے صبح و شام ایک کر کے سینکڑوں کتب کا انبار لگا دیا۔

باقی لوگوں کی نظر صرف فتنہ مرزائیت پر تو گئی مگر اس کے ان حواریوں کی طرف نہ گئی جو اس کی تقویت کا سبب بن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی کو وہ نور بصیرت عطا فرمایا کہ آپ کی نگاہ ان تمام فتنوں کی طرف گئی اور آپ نے ہر ہر فتنہ کے سد باب کے لیے اپنی توانائیاں صرف کیں۔

آیئے ہم اب صرف آپ کے فتنہ مرزائیت کے خلاف کیے جانے والا کام کا تعارف اور

تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت میں صرف اعلیٰحضرت نے ہی کام نہیں کیا بلکہ آپ کا تمام خاندان اس کے لیے وقف تھا اعلیٰحضرت کے والد گرامی اور آپ کی اولاد کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔

آپ نے پہلے پڑھا سنا جب کچھ لوگوں کی طرف سے اثر ابن عباس جو مرزائیت کی ایک بنیاد ہے کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تو سب سے پہلے جس شخص نے اس کے خلاف کمر بستہ ہو کر جہاد کیا وہ اعلیٰ حضرت کے والد گرامی مولانا نقی علی خان ہی تھے جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت نے اس موضوع پر مختلف فتاوی جات کے علاوہ پانچ مستقل درج ذیل کتب خود تحریر کیں۔

۱۔ جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ (دشمنان خدا اور اس کا نام فتنہ غلامیہ رکھا ختم نبوت منکرین کو اللہ برباد کرے)

۲۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب۔ ۱۳۲۰ (جھوٹے مسیح پر اللہ کا عذاب و عتاب)

۳۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان۔ ۱۳۲۳ (قادیانی مرتد پر اللہ کا قہر)

۴۔ المبین ختم النبیین ۱۳۳۶ (ختم نبوت کا واضح بیان)

۵۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی ۱۳۴۰ (قادیانی مرتد پر اللہ کی تلوار)

آپ کی رہنمائی میں آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے ایک مستقل کتاب فتنہ مرزائیت کے خلاف لکھی۔

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ۱۳۱۵ (قادیانی کے کفر پر خدائی تلوار)

۱۔ سب سے پہلی کتاب ۱۳۱۷ میں جزاء اللہ عدوہ تصنیف فرمائی اس تصنیف لطیف کا تعارف خود مصنف قدس سرہ کی زبانی سنیے۔

اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی شریعت جدیدہ وغیرھا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا۔ متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اس معنی کو ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام پر اجماع

کیا (کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفا وخلفاء آئمہ مذاہب نے نبی ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں فقیر غفرلی المولی القدیر نے اپنی کتاب ''جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة ۱۳۱۷ھ (دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزار) میں اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم و جوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات آئمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد و اصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کیے، وللہ الحمد۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ـ ص ۵۹)

۲ ـ ۱۳۲۰ کو آپ نے دوسری کتاب السوء والعقاب علی المسیح الکذاب تصنیف کی یہ مولانا محمد عبدالغنی امرتسری کے استفتاء کا جواب ہے۔

سوال یہ تھا کہ ایک مسلمان نے ایک مسلم عورت سے نکاح کیا عرصہ تک باہمی معاشرت رہی پھر مرد مرزائی ہو گیا تو کیا اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے نکل گئی ہے؟ ساتھ ہی امرتسر کے متعدد علماء کے جوابات منسلک تھے۔

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ السعوء والعقاء علی المسیح الکذاب (جھوٹے مسیح پر عذاب وعقاب) قلمبند فرمایا جس میں دس وجہ سے مرزائے قادیانی کا کفر بیان کر کے فتاوی ظہیریہ طریقیہ محمدیہ حدیقہ ندیہ برجندی شرح نقایہ اور فتاوی ہندیہ (عالمگیری) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں پھر سوال کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

شوہر کے کرنے سے ہی عورت نکاح سے فورا نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اس قول و مذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام وہ توبہ بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو اور جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو، یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں

۳ ـ پھر ۱۳۲۳ میں قہر الدیان علی مرتد بقادیان تحریر فرمایا یہ رسالہ بھی امام احمد رضا بریلوی کے رشحات قلم سے ہے اس میں ختم نبوت کے منکر کلمۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمن جھوٹے

مسیح، مرزائے قادیانی کے شیطانی کا رد کر کے عظمت اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

۴ ـ المبین ختم النبیین ـ مولانا ابوالطاہر نبی بخش کے استفتاء کے جواب ۱۳۲۶ کو تحریر فرمائی جس میں دریافت کیا گیا تھا۔

بعض لوگ ''خاتم النبیین'' میں الف لام عہد خارجی قرار دیتے ہیں۔ (یعنی حضور ﷺ بعض انبیاء کے خاتم ہیں) اور بعض اسے استغراقی قرار دیتے ہیں (اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ تمام انبیاء کے خاتم ہیں) ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ تحریر فرما دیا فرماتے ہیں جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۵۸)

پھر خاتم النبیین میں تاویل کی راہ کھولنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں آج کل قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اس شریعت مطہرہ کا مروج اور تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں اور وہ خبیث اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۵۸)

یاد رہے کہ تقریباً بائیس صفحات اس بحث پر لکھے کہ الف لام استغراقی ہے۔

۵ ـ آخری تصنیف ۱۳۴۰ کو تحریر کی اسی سال آپ کا وصال ہے پیلی بھیت سے شاہ میر خان قادری مرحوم نے ۱۳۴۰ کو استفتا بھیجا سائل نے ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی تھی جس سے قادیانی حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں اور پوچھا تھا کہ اس استدلال کا جواب کیا ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے پہلے اعتراض کا جواب دینے سے پہلے سات فائدے بیان کیے جن میں واضح کیا کہ مرزائی حیات عیسٰی علیہ السلام کا مسئلہ کیوں اٹھاتے ہیں دراصل مرزا کے ظاہرو باہر کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک ایسے مسئلے میں الجھتے ہیں جس میں اختلاف آسان ہے پھر

بھی یہ مسئلہ ان کے لیے مفید نہیں پھر سات وجہ سے بتایا کہ یہ آیت قادیانیوں کی دلیل نہیں بن سکتی اور حدیث کو دلیل بنانے کے دو جواب دیئے۔

۶۔ آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی نے ۱۳۱۵ھ میں ایک سوال کے جواب میں ایک کتاب ''الصارم الربانی'' تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تفصیل سے بیان کیا اور مرزا کی مثیل مسیح ہونے کا زبردست رد کیا۔

امام احمد رضا خان بریلوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس ادعائے کاذب (مرزا کے مثل مسیح ہونے) کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب والدعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظ اللہ نے لکھا اور بنام تاریخی ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' مسمی کیا یہ رسالہ حامی سنن، حامی فتن، ندوہ شکن، ندوی افگن قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی، حسین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد (پٹنہ) سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا۔

سامعین آپ نے ملاحظہ کیا اعلی حضرت کی کم از کم تین پشتوں نے مرزائیت اور ان کے ہم نوا لوگوں کے خلاف بلا خوف لومۃ لائم کام کیا تحریک چلائی حرمین سے فتوے حاصل کیے کتب تحریر کیں تا کہ یہ فتنہ دب جائے اب ان لوگوں کے انجام کے بارے میں بھی سوچیے جنھوں نے عالم عرب کو اعلی حضرت کے خلاف بھڑکانے کے لیے انہیں نعوذ باللہ مرزائی قرار دیا اس کے رد کے لیے البریلویہ کا تنقیدی جائزہ از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا مطالعہ ضروری ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے اس موضوع پر حضرت علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ کی کتاب التبشیر برد التحذیر نہایت ہی قابل قدر کتاب ہے۔

واضح رہے اس فتنہ کے خلاف آپ کے تلامذہ، خلفاء اور آپ کے ہم مسلک وہم مشن لوگوں کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں چند اسماء گرامی ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ۲۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری (۳) علامہ ابو الحسنات قادری، ۴۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری (۵) حضرت علامہ احمد سعید کاظمی، ۶۔ علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی (۷) مولانا شاہ احمد نورانی، (۸) مولانا عبدالستار خان نیازی (۹) مولانا محمد الیاس برنی

تاجدارِ بریلی کی کیا بات ہے!

امیر البیان میر حسان الحیدری سہروردی

عشق محبوب حق کا پیامی جو تھا — فکر اسلاف کا خوب حامی جو تھا
عصر حاضر کا سعدی و جامی جو تھا — اُس نگار بریلی کی کیا بات ہے!

زندگی جس کی مصحف کی تفسیر ہے — جس کا کردار سنت کی تنویر ہے
فقہ اور فلسفہ جس کی جاگیر ہے — شہر یار بریلی کی کیا بات ہے!

جس نے مردہ دلوں کو جلایا سدا — گلشن نعت جس نے کھلایا سدا
ہاں قرینہ ادب کا سکھایا سدا — نو بہار بریلی کی کیا بات ہے!

جس کا سینہ تھا لوح و قلم کا امین — خود جو تھا سدرۃ المنتہی کا مکین
تھی زباں جس کی منطوق روح الامین — شہسوار بریلی کی کیا بات ہے!

مدحت مصطفیٰ ﷺ کا لگایا چمن — گونج اٹھا یہ ہر سو نبی ﷺ کا سخن
ذوق نعت اور محبت تھا اس کا چلن — کامگار بریلی کی کیا بات ہے!

اُن کے فتوے عطایائے نبوی بھی ہیں — کنزالایمان قرآن کے موتی بھی ہیں
سینکڑوں اور کلمات رضوی بھی ہیں — مرغزار بریلی کی کیا بات ہے!

درس آداب عشق نبی ﷺ خوب تھا! — احترام رسالت بھی مرغوب تھا!
کوئی نکتہ بھی اُن سے نہ محجوب تھا — راز دار بریلی کی کیا بات ہے!

تجھ سے سیکھا ہے حسان نعت نبی ﷺ
تجھ سے عرفان کی اس کو ملی آگہی
ہے مسلم تجھے نعت کی خسروی
تاجدار بریلی کی کیا بات ہے!

مصطفٰی فاؤنڈیشن لاہور چھاؤنی

کے زیر اہتمام

مصطفٰی لائبریری

یہاں پر ہر شعبۂ زندگی سے متعلق مفید ترین کتب موجود ہیں مثلاً

قرآنیات، تفاسیر، احادیث، سیرت طیبہ، فقہ، ردعقائد باطلہ، تاریخی واصلاحی ناول، طبی انسائیکلو پیڈیا، سلامیات، فتاویٰ جات، سوانحی لٹریچر، حکایات، رضویات کے علاوہ اخبارات اور رسائل و جرائد عوام الناس کے مطالعہ کے لیے بلا معاوضہ موجود ہیں۔ اس کے علاوہ دروس قرآن وحدیث تلاوت، نعت خوانی اور علمائے کرام کی تقاریر پر مشتمل کیسٹس بھی موجود ہیں

خالصتاً مشنری بنیادوں پر ایک پرائیویٹ ہائی سکول قائم کیا گیا ہے جس میں مستحق طلبہ کو مفت تعلیم، یتیم بچوں کو مفت کتب اور تعلیم وتربیت کا عمدہ اہتمام موجود ہے۔

جاتی عمرا...... حیدرآباد (سندھ) میں بھی لائبریری کی ایک شاخ قائم کردی گئی ہے

پندرہ روزہ مفت میڈیکل کیمپ لگایا جاتا ہے

مصطفٰی لائبریری ایک کنال رقبے پر قائم کی گئی ہے جس میں ایک بڑا ہال بھی ہے جہاں ماہانہ

درس قرآن، درس حدیث اور کانفرنسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے

اہم دینی لٹریچر کے علاوہ محبت رسول ﷺ سے لبریز ایک ضخیم کتاب ''صلو علیہ وآلہ'' شاندار انداز میں چھپ کر مفت تقسیم ہوچکی ہے اور اب اس کا انگریزی ترجمہ بھی جلد شائع کیا جائے گا

نوٹ

لائبریری میں روزِ اول سے اب تک کے اخبارات اور رسائل وجرائد جلدوں کی صورت میں محفوظ ہیں

اوقات لائبریری

صبح 9 تا 11 بجے — عصر تا عشاء

مصطفٰی لائبریری: 161 فاروق کالونی، والٹن روڈ لاہور کینٹ فون نمبر: 5820659، 5824921

موبائل: 0300-4273421

آپ میر کارواں ہیں قبلہ نورانی میاں — قوم کی روح رواں ہیں قبلہ نورانی میاں
افتخار ملک و ملت آبروئے اہل دیں — اہل حق کے پاسباں ہیں قبلہ نورانی میاں
عالم عالم پناہ ہیں داعی ارشاد ہیں — رہبرِ پیر و جواں ہیں قبلہ نورانی میاں
بلبلیں باغ وطن کی گا رہی ہیں روز وشب — نو بہارِ بوستاں ہیں قبلہ نورانی میاں
اللہ اللہ پختگی عزم و استقلال میں — غیرتِ کوہِ گراں ہیں قبلہ نورانی میاں
اک اک نقش کف پا زندۂ جاوید ہے — پائدار و جاوداں ہیں قبلہ نورانی میاں
باخبر رہتے ہیں ہر دم دہر کے حالات سے — واقف سود و زیاں ہیں قبلہ نورانی میاں
اہل باطل سے وغا ہو شیطانیت سے جنگ ہو — کامیاب و کامران ہیں قبلہ نورانی میاں
آتش سیال بن جاتا ہے خونِ منجمد — واہ کیا شعلہ بیاں ہیں قبلہ نورانی میاں
تشنہ کامانِ محبت مژدہ باد و مژدہ باد — فیض کے بحر رواں ہیں قبلہ نورانی میاں
اک زمانہ معترف ہے آپ کے اوصاف کا — رفعتوں کے آسماں ہیں قبلہ نورانی میاں

شیخ الاسلام، قائد اہلسنت

حضرت علامہ مولانا امام **الشاہ احمد نورانی** مدظلہ

کو سینیٹر اور سینیٹ میں قائد حزب اختلاف منتخب ہونے پر

دلی مبارکباد

محمد محبوب الرسول قادری

0454-721787 - 042-7594003 - 0300-9429027

ترجمان قرآن! امام احمد رضا بریلوی

شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری۔۔۔لاہور

سرزمین پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، پھر انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے ذریعے حکمران بن بیٹھے وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صرف کر دیں دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لئے اسکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحاد ملت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسی دور میں اس قسم کے مباحث چھیلے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبان خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان درازی کی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

یہ وہ ماحول تھا جب سرزمین بریلی میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ پیدا ہوئے اور تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم دینیہ حاصل کر کے دین اسلام کی خدمت و حفاظت کی مسند پر فائز ہو گئے انہوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا شدید محاسبہ کیا، قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کا شدید رد کیا، اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر دیئے، سلف صالحین کے طریقے اور مذہب حنفی کے دلائل قاہرہ سے

حمایت اور حفاظت کی، غرض یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی کو پچاس سے زائد علم وفنون میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ریاضی کا ایک لاینحل مسئلہ لے کر حاضر ہوئے جسے آپ نے اسی وقت حل کر دیا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ "یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے" فقہ میں تو انہیں وہ تبحر حاصل تھا کہ ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا، حکیم عبدالحی ندوی، نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی اور اس کے جزئیات پر انہیں وہ عبور حاصل تھا جو شاید ہی کسی دوسرے کو حاصل ہوا اس حقیقت پر فتاویٰ رضویہ، شاہد ہے، علامہ اقبال واشگاف لفظوں میں ان کی فقاہت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، بمبئی ہائی کورٹ کے پارسی جج پروفیسر ڈی، ایف ملا نے فتاویٰ رضویہ کو فقہ کا عظیم شاہکار قرار دیا۔ علمائے عرب وعجم نے ان کی جلالت علمی کے قصیدے پڑھے اور انہیں چودہویں صدی کا مجدد قرار دیا۔

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلم ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ شعر وادب میں قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل تھے، جامعہ ازہر، مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق، نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے! البتہ انہوں نے اصناف سخن میں سے حمد باری تعالیٰ نعت اور منقبت کو منتخب کیا اور قصیدہ معراجیہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

جیسے ادب پارے پیش کئے، فلسفۂ جدیدہ (سائنس) اور فلسفۂ قدیمہ کے غیر اسلامی نظریات پر الکلمۃ الملہمہ اور فوز مبین میں سخت تنقید کی، ان کا نظریہ یہ تھا کہ سائنس کو اسلامی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ سائنس کو اسلام کے تابع کیا جائے نہ کہ اسلام کو سائنس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جملہ تصانیف کی بنیاد، اسلامی اور داعیٔ اسلام سید الانام ﷺ سے گہری وابستگی پر ہے۔ اسلامیان پاک وہند کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت وعقیدت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انہوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت اور تحریک

ترک موالات شروع ہوئی، پہلی تحریک کا مقصد سلطنت عثمانیہ ترکی کی حفاظت اور امداد تھا جب کہ دوسری تحریک کا مقصد، ہندوستان کی آزادی کے لئے بائیکاٹ کے ذریعے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا، مسٹر گاندھی کمال عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا، حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جاتے، اس ماحول میں امام احمد رضا نے الحجۃ المؤتمنہ اور انفس الفکر ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے۔ نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم ہیں اور ہندو الگ قوم، ان کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان انگریز کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے اس لئے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ دونوں سے گلوخلاصی ہو جائے۔

ایک طرف پاک وہند کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی دینی وملی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں دوسری طرف پٹنہ، جبل پور، علی گڑھ، کراچی، سندھ، اور پنجاب کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کی مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں کراچی یونیورسٹی میں امام رضا چیئر قائم کی گئی ہے اسی طرح افریقہ، یورپ، لندن، امریکہ اور شکاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ غرض یہ کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

۱۳۳۰ھ۔ ۱۹۱۱ء

امام احمد رضا نے قرآن وحدیث کا بہت ہی وسیع اور عمیق مطالعہ کیا تھا، سورۂ والضحیٰ کی تفسیر لکھنے لگے تو چھ سو صفحات سے تجاوز کر گئی۔ قرآن پاک کا ترجمہ لکھا جسے بلا مبالغہ ان کا عظیم علمی شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے بجا فرمایا ہے۔ "یہ نہ کسی ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی۔ یہ تو براہ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے۔" بعض لوگوں نے لغات سامنے رکھ کر قرآن پاک کا ترجمہ لکھ دیا اور یہ نہ دیکھا کہ تقدیس الوہیت شان نبوت ورسالت اور عقائد اہل سنت کا پاس بھی رہتا ہے یا نہیں، مترجم کے لئے صرف لغت عربی سے واقف ہونا کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے

قرآن وحدیث ارشادات صحابہ اور اقوال سلف کا وسیع اور گہرا مطالعہ ضروری ہے اسے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ہونی چاہیے اس کے علاوہ مترجم کے لئے ضروری ہے کہ اسے علوم عربیہ، صرف نحو، معانی، بیان اور بدیع وغیرہ علوم پر عبور حاصل ہو اور عقائد اہل سنت سے پوری طرح باخبر ہو، امام احمد رضا ان تمام امور کے جامع تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہایت اہم اور نازک ترین مقامات پر جو احتیاط ملحوظ رکھی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔

ذیل میں بطور مثال چند آیات کریمہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

عام طور سے بسم اللہ شریف کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے۔ ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں'' کسی بھی اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنے کے لئے بسم اللہ شریف پڑھی جاتی ہے اس ترجمے میں یہ بات ملحوظ نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے پہلے یہ الفاظ آ گئے ہیں ''شروع کرتا ہے'' اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام اقدس سے تو ابتدا نہ ہوئی، پھر یہ الفاظ ''نہایت رحم والے ہیں'' بھی خلاف احتیاط ہیں، عقیدۂ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں، جن میں کثرت اور تعدد کا شائبہ بھی نہ ہو، نیز اسم جلالت (اللہ) موصوف ہے، اور الرحمٰن الرحیم اس کی دو صفتیں ہیں مرکب توصیفی حکم پر مشتمل نہیں ہوتا، اس کے ترجمے میں ''ہے'' یا ''ہیں'' کہنا بے محل ہے۔

امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، رحمت والا۔

اس ترجمے کے مطابق جو کام شروع کیا جائے وہ براہ راست اللہ کے نام مقدس سے شروع ہوگا، اس امر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ مرکب توصیفی کا ترجمہ ہے مرکب خبری کا ترجمہ نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ الرحیم بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جب کہ اس کے ترجمے میں صرف ''رحمت والا'' کہا گیا ہے اور مبالغہ کا معنی ملحوظ نہیں رکھا گیا، یہ اعتراض دراصل غور و فکر کی کمی کا نتیجہ ہے۔ ''بہت'' کا لفظ ''مہربان'' اور ''رحمت والا'' دونوں سے متعلق ہے، گویا ترجمہ میں ایجاز اور اختصار کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۲) ذالک الکتاب لا ریب فیہ ج(۲/۲)

اس آیت میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ ذٰلک ایسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو دور ہو، قرآن پاک تو ہمارے پاس ہے اس کے لئے بعید کا اشارہ کیوں لایا گیا؟ علماء بلاغت نے اس کا جواب دیا کہ بعض چیزیں مکانی اعتبار سے دور ہوتی ہیں اور بعض بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے رتبے کے لحاظ سے دور ہوتی ہیں، اس جگہ اشارہ بعید (ذٰلک) بعد رتبی کی بناء پر لایا گیا ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ کا معنی بظاہر یہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے جب کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے عبد خاص پر نازل کی، اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن کریم میں شک کیا گیا یوں بھی ظاہر ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن پاک کے بارے میں شک کیا، لہٰذا مطلقاً شک کی نفی کیسے ہوگی؟ علمائے بلاغت اور مفسرین نے اس اشکال کے تفصیلی جوابات دیے ہیں، لیکن امام احمد رضا نے اتنا عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ یہ سوالات باقی ہی نہیں رہتے۔

وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔

غور کیجئے کہ ''وہ بلند مرتبہ کتاب'' کہہ کر پہلے سوال کا جواب دے دیا اور ''کوئی شک کی جگہ نہیں'' کہہ کر دوسرے سوال کا جواب دے دیا کہ ''فی'' ظرفیت کے لئے آتا ہے لہٰذا اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں کسی کو شک نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ قرآن پاک کسی شک و شبہے کی جگہ اور ظرف نہیں ہے کیونکہ عربی زبان سے باخبر کوئی بھی صاحب ہوش و خرد قرآن پاک میں غور و فکر کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ کتاب ہر شک و شبہے سے ماورا ہے تو جو لوگ شک میں مبتلا ہیں خود ان کی عقل میں خلل ہے، قرآن کریم میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔ ذرا یہ ترجمہ بھی دیکھئے جس میں ان دو سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب نہیں ملتا۔

''یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں''

(۳) وما اہل بہ لغیر اللہ

اہلال اور استہلال کا لغوی معنی ہے چاند کا تلاش کرنا، چونکہ چاند تلاش کرتے وقت اونچی آواز میں باتیں کی جاتی تھیں اس لئے یہ دونوں لفظ اونچی آواز نکالنے کے معنی میں استعمال کئے جانے لگے، اس اعتبار سے آیت کریمہ کا معنی یہ ہونا چاہیے کہ اور (تم پر حرام فرمائی) وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام بلند آواز

سے لیا گیا، اس اعتبار سے اگر کسی سے پوچھا جائے کہ یہ عورت کون ہے؟ وہ کہے میری بیوی ہے تو چاہیے کہ بیوی اس پر حرام ہو جائے، اسی طرح پوچھا گیا کہ یہ بکرا کس کا ہے؟ کسی نے کہا کہ یہ امجد کا ہے اس پر یہ فتویٰ عائد ہونا چاہیے کہ یہ بکرا حرام ہو گیا کہ اس پر امجد کا نام بلند آواز سے بولا گیا ہے، حالانکہ یہ بات اتفاقاً باطل ہے اسی لئے تمام متقدمین مفسرین نے اس جگہ ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، علماء دیو بند اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت کہتے ہیں۔

اور ایسے جانور کو بھی جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو (تھانوی صاحب)

اس ترجمے کی بناء پر ان کے نزدیک وہ جانور حرام ہو جاتا ہے جو کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لئے خریدا گیا ہو یا پالا گیا ہو چاہے اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا گیا ہو۔ مشرکین کے بتوں کے لیے نامزد کردہ جانوروں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ یا ایھا الناس کلو مما فی الارض حللا طیباً (۲/۱۶۸) "اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال پاکیزہ" حیرت کا مقام ہے کہ بتوں کے لئے مشرکوں کے نامزد کردہ جانوروں کو مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر لیں تو وہ حلال اور اگر بزرگوں کو ثواب پیش کرنے کے لئے جانور پالا جائے، تو حرام، اگر چہ اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جائے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے"

یہ ترجمہ نہ صرف اکابر مفسرین کے مطابق ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمہ کے عین مطابق ہے۔

وہ آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح کیے بغیر خدا۔

(۴) انا لمنفقین یخدعون اللہ وھو خادعھم (۴/۱۴۲)

بعض لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں "البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا" اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کرنا بڑی بے باکی ہے۔ امام احمد رضا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا"

(۵) وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا (۱۴/۱۳)

اس آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے "اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ" کسی نے اس طرح ترجمہ کیا "یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں" "پھر آجاؤ، یا لوٹ آؤ، کے الفاظ میں غور کیجئے کیا اس کا مطلب یہ نہیں؟ کہ معاذ اللہ! رسولان گرامی بھی پہلے کافروں کے دین پر تھے، جن دوسری آیات میں تعودن واقع ہوا ہے ان کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا گیا ہے، دراصل عاد، یعود، کبھی فعل تام ہوتا ہے اور اس کا معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہوتا ہے اور بعض اوقات فعل ناقص ہوتا ہے اس وقت اس کا معنی ہو جانا ہوتا ہے۔ ان مترجمین کو یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی کہ اس جگہ یہ فعل ناقص ہے تام نہیں ہے۔ امام احمد رضا کا صاف اور شفاف ترجمہ یہ ہے:۔

"اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ"۔

یہ ہے قرآن فہمی اور اسے کہتے ہیں عرفانی بصیرت۔

(۶) ولقد همت به وهم بها لو لا ان رأبرهان ربه (۱۲/۲۴)

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا اگر رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا۔

صاف مطلب یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کچھ خیال تو ہو گیا تھا، زیادہ خیال نہیں ہوا اور یہ اہل سنت کے اجماعی عقیدے عصمت انبیاء کے خلاف ہے، پھر یہ ترجمہ، ضرورت سے زیادہ طویل ہے، نیز لولا کو ماقبل سے جدا کر کے الگ جملہ شرطیہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ وہ ماقبل سے متصل ہے اور وھم بھا اس کی جزاء پر دال ہے، اس کے برعکس امام احمد رضا کا ترجمہ پڑھئے جو سیاق آیت کے مطابق مختصر اور مسلک اہل سنت کا ترجمان ہے۔

"اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا"

(۷) حتّٰی اذا استایئس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا (۱۳/۱۱۰)

"یہاں تک کہ ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا"

حضرت عروہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں جھوٹ

کیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) رسولوں کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے بارے میں یہ گمان کرتے۔ (بخاری شریف عربی جلد ۲، صفحہ ۶۸۰)

امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے:۔

یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا" (یعنی بدگمانی کی نسبت قوموں کی طرف ہے نہ کہ رسولوں کی طرف)

(۸) قال هولاء بنتی ان کنتم فعلین (۱۵/۷۱)

بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔

پس منظر یہ ہے جب عذاب کے فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو کفار اپنے ہم جنسی کے شوق میں ان کے پیچھے دوڑے ہوئے آئے، اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی اپنے مہمانوں کے تحفظ کے لئے جان تو دے سکتا ہے۔ مگر اپنی بہو بیٹیوں کو پیش کر دینا نہ شرعاً جائز ہے اور نہ عقلاً، پھر ایک جلیل القدر نبی سے یہ بات کیسے متصور ہو سکتی ہے؟

امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے انہوں نے ترجمہ ہی میں اس مشکل کو حل کر دیا ہے۔

"کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے"

یعنی اگر جنسی خواہشات کا تم پر اتنا ہی غلبہ ہے تو انہیں پورا کرنے کے لئے تمہاری بیویاں جو موجود ہیں، پھر ناجائز راستہ کیوں اختیار کرتے ہو؟ قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کمال شفقت کا اظہار ہے اور زور بیاں بھی پیدا کیا گیا ہے۔

(۹) فظن ان لن نقدر علیه (۲۱/۸۷)

"پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو"

اس ترجمہ کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قابو نہ پا سکے گا یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جو کفر ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس کفر کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف جا رہی ہے۔ (لسان العرب جلد ۵، صفحہ ۷۷)

حالانکہ قدر یقدر کا معنی جیسے قادر ہونا آتا ہے اسی طرح تنگی کرنا بھی آتا ہے، ارشاد ربانی ہے

یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ و یقدر (۲۸/۸۲)

"اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے"

"پیش نظر آیت میں بھی یقدر اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے، اسی لئے۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ کیا"

"تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔"

(۱۰) ووجدک ضالا فهدی (۹۳/۷)

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سوجھائی"

غور کیا جائے تو یہ ترجمہ ذوق ایمانی پر انتہائی گراں گزرتا ہے۔ وہ ذات اقدس ﷺ جو تمام عالم انسانیت کے لئے رہبر و رہنما ہیں ان کے لئے معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا جواز ہے؟ اصل میں مغالطہ اس لئے واقع ہوا کہ ضلالت کا ایک معنی گمراہی ہے ترجمہ کرنے والوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا بھٹکتا ہوا، اس طرف توجہ نہ کی کہ اس کا معنی محویت بھی تو ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں برادران یوسف علیہ السلام کا قول منقول ہے فانک لفی ضلٰلک القدیم (۱۲/۹۵) "آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں" اسی لئے امام احمد رضا نے یوں ترجمہ کیا۔

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

اس ترجمہ میں مقام رسالت کی عظمت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور ادبی اعتبار سے بھی قابل صد ستائش ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے محاسن پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہم نے اختصار کے پیش نظر چند آیات کے تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین ثم آمین۔

امام احمد رضا خان، مقصد تعلیم اور دو قومی نظریہ

تحریر: مفتی گل احمد عتیقی، سینئر نائب صدر جمعیت علماء جموں و کشمیر، دربار عالیہ ڈھانگری شریف

مولانا امام احمد رضا خان نسبتاً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ آپ صوبہ یوپی کے مشہور شہر بریلی کے محلہ جسولی میں 10 شوال المکرم 1272ھ / 14 جون 1856ء کو رونق افروز ہستی ہوئے۔ آپکا اسم گرامی محمد رکھا گیا اور تاریخ نام المختار جس کے عدد 1272 بنتے ہیں اور آپکے جد امجد مرحوم نے آپکا نام احمد رضا رکھا۔ پھر اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنی تاریخ ولادت آیہ مبارکہ اولئک کتب فی قلوبھم والایمان و بروح منہ سے تحریر فرمائی اور سید دو عالم ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کیوجہ سے آپ نے خود ہی اپنے نام کیساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمادیا۔ چنانچہ رقمطراز ہیں۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

تحصیل علم:

آپ بڑے علمی روحانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپکے جد امجد اپنے وقت کے معتبر عالم دین اور عظیم محقق تھے۔ اور اسی طرح آپکے والد ماجد نامور عالم دین یکتائے روزگار مصنف، شہرہ آفاق مدرس اور تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اس لئے امام احمد رضا خان نے تمام علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔

ذہانت و ذکاوت کا بحر ناپید اکنار:

چونکہ آپ ذہانت، ذکاوت، فطانت اور قوت حافظہ میں بےمثال و یکتا تھے اس لیے آپ نے 13 سال اور دس ماہ میں تمام علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل فرما کر 14 شعبان 1286ھ کو سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے اور اسی دن یہ پہلا استفتاء پیش کیا گیا کہ اگر کسی بچے کی ناک میں کسی طرح ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ چڑھا دیا گیا اور وہ دودھ حلق میں پہنچ گیا تو اسکا شرعی حکم کیا ہے آپ

نے ایسے محققانہ انداز میں اسکا جواب تحریر فرمایا کہ اسوقت کے مفتیان عظام اسے دیکھ کر حیران ہوگئے۔ جب آپ نے یہ جواب اپنے والد گرامی کے سامنے پیش کیا تو آپ اسے پڑھکر بہت خوش ہوئے۔ اور پھر اسی دن سے مسند افتاء اپنے ہونہار فرزند کے سپرد کر دی۔ اور پھر 54 سال تک آپ نے فتویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دیں کہ ماضی، حال اور مستقبل میں اسکی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ کے زیر اہتمام 30 ضخیم جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ اس پر گواہ ہے کہ جسمیں دور جدید کے بیشمار نئے درپیش مسائل کا حل بھی موجود ہے۔

جلالتِ علمی:

آپ جامع الصفات، نادر روزگار نابغہ عصر یکتائے زمانہ، عالم گیر، کثیر الجہات اور کثیر التصانیف شخصیت تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپکو بچپن سے زائد علوم پر دسترس حاصل تھی۔ جن میں سے اکیس (21) علوم آپ نے علوم نقلیہ وعقلیہ، بحر العلوم اپنے والد ماجد مولانا نقی علیخان مرحوم ومغفور سے حاصل کیے اور دس (10) علوم میں نادر اور یکتائے روزگار شخصیت منبع فیوض و برکات حضرت شاہ آل رسول، سرچشمہ رشد وہدایت فضیلۃ الشیخ زینی دحلان مکی، مرجع العلماء فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان کی فضیلۃ الشیخ حسین بن صالح مکی اور فخر المشائخ شیخ ابو الحسن نوری سے استفادہ کیا۔

علاوہ ازیں درج ذیل چودہ (14) علم آپ نے اپنی جودت طبع، خداداد قوت حافظہ، بیمثال ذہانت اعلیٰ ترین ذکاوت، بے پناہ فطانت ذاتی مطالع اور بصیرت سے حاصل کیے۔ ارثماطیقی، جبرو مقابلہ، حساب ستینی، لوگارثمات، توقیت، مناظرہ ومرایا، آکر، زیجات، مثلث کروی۔ مثلث مسطح، ہیئت جدیدہ، مربعات زائرچہ، نیز نظم ونظر فارسی، نظم ونثر ہندی، خط نستعلیق وغیرہ دیگر متعدد علوم میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا۔ الغرض آپکو درج بالا تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان میں سے بعض آپ نے اپنے اساتذہ سے اور بعض ماہرین مصنفین کی کتب کے مطالعہ سے اور بعض ایسے علوم ہیں کہ آپ خود ان کے موجد ہیں۔ مندرجہ بالا علوم میں سے متعدد علوم میں آپکی تصانیف، حواشی، تعلیمات اور تحقیقات ان علوم میں آپ کی مہارت تامہ کے مشاہد عدل ہیں۔ اور انہی علوم میں سے ریاضی، ہیئت اور طبیعات کے بعض ایسے فنون جن سے آج کے سائنسی اور علمی دور میں بھی علماء قدیم وجدید دونوں نا آشنا تھے۔ اسکے متعدد شواہد ہیں جن بطور اختصار چند کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس

چانسلر مشہور ریاضی دان ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کا ہے اسے آپ جامعہ ازہر مصر کے ایک عظیم اور نامور غیر مقلد استاذ کی زبانی سنیئے۔

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی ازہر یونیورسٹی میں تقریباً بیس (20) سال سے دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔ الوائی کی شخصیت علماء ازہر اور علماء برصغیر میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ پروفیسر موصوف بیک وقت اردو، ہندی، ملیالم، عربی، اور انگریزی جیسی زبانوں پر پوری قدرت حسن ادا اور شوکت الفاظ کی خوبیاں انکی زباں میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ موصوف مسلکاً اہل حدیث ہیں اور غیر مقلد ہیں۔ مگر باوجود غیر مقلد ہونے کے انہوں نے امام احمد رضا خان کی سحر علمی کا برملا اعتراف کیا ہے۔ انکے عربی مقالے کے ایک پیرے کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ پروفیسر صاحب رقم طراز ہیں کہ

جن علماء ہند نے مروجہ علوم عربیہ ودینیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہیں انمیں مولانا احمد رضا خان کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ علوم عربیہ اسلامیہ کے آراستہ کرنے میں آپکا بہترین ریکارڈ ہے آپ نے جسطرح علم فقہ، تفسیر وحدیث، کلام وتصوف وغیرہ علم فروعات میں تصنیفات فرمائی ہیں اسی طرح آپکی بہت سی تصانیف ادب مثلاً صرف بلاغت، شعر، انشاء پر بھی ہیں۔ نیز علوم عقلیہ مثلاً منطق ہیت حساب فلسفہ وغیرہ علوم پر بھی قلم اٹھایا۔

نیز تحریر فرماتے ہیں یہ مسلمہ حقیقت قابل ذکر ہے کہ مولانا احمد رضا خان علوم نظریہ وعملیہ کے جامع ہونے میں اپنے ہمعصروں اور ہم چشموں میں امتیازی شان کے حامل تھے۔

ریاضی حساب اور الجبرا جیسے علوم میں مہارت تامہ کا یہ جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے شہرت یافتہ ریاضی دان جیومیٹری اور حساب کی دشوار ترین الجھنوں کو سلجھانے کے لئے انکی خدمات حاصل کیا کرتے تھے۔

جس کی روداد اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین کو حساب کے ایک مسئلہ میں سخت الجھن درپیش ہوئی۔ انہوں نے جرمنی جاکر اپنے شہرت یافتہ اساتذہ کیساتھ اس مسئلہ پر مذاکرات کرنے کا تہیہ کیا۔

سفر بمبئی کے دوران انہوں نے مولانا احمد رضا خان سے ملاقات کی اسوقت ڈاکٹر موصوف (ان) مولانا احمد رضا خان کو عالم دین متین اور بلند شیخ کی حیثیت نہ جانتے تھے ڈاکٹر موصوف نے اپنا مدعا

بیان کیا اور اپنا عقدہ پیش کیا تو آپ نے بڑی آسانی اور وضاحت سے مسئلہ کو حل کر کے ڈاکٹر صاحب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ بعد ازاں جب ڈاکٹر صاحب کو علوم نظریہ وعملیہ میں کوئی دقت درپیش ہوتی تو آپ ہی سے استفادہ کرتے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین ریاضی میں آپکی مہارت کیوجہ سے کہا کرتے کہ اسے کہتے ہیں علم لدنی اور پھر کہا کہ درحقیقت یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے ڈاکٹر صاحب کی امام احمد رضا خان کیساتھ بڑی عقیدت تھی۔ اسی لیے انہوں نے داڑھی رکھ کر عملی طور پر اسکا اظہار کیا۔

ریاضی کے علاوہ وہ آپکو جدید وقدیم فلسفہ میں بھی بڑی مہارت تھی۔ اسلئے آپ نے جدید قدیم فلسفہ کے خلاف اسلام باطل نظریات کا رد بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں کیا فلسفہ اور اسلام کے موضوع پر آپ نے متعدد کتابیں لکھیں مگر یہاں ایک کتاب کا اجمالی تذکرہ کیا جارہا ہے۔ جس سے علم افلاک میں آپکی جلالت علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

1919ء میں امریکہ کے ایک مہندس پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے دعویٰ کیا تھا کہ 18 دسمبر 1919ء کو سیارات کے اجتماع سے عجیب انقلاب برپا ہوگا۔ زلزلے اور طوفان آئیں گے اور کئی ممالک صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اس کی یہ پیشگوئی 18 اکتوبر 1919ء کو بانگی پور پٹنہ کے انگریزی اخبار ایکسپریس میں شائع ہوئی۔ امام احمد رضا خان کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے اخبار کا یہ تراشہ 12 نومبر 1919ء کو بذریعہ ڈاک امام احمد رضا خان کو بریلی بھیج دیا تو امام احمد رضا خان نے تراشے کے مطالعہ کے بعد مولانا بہاری کو اسکا جواب تحریر فرماتے ہوئے لکھا کہ کسی عجب بے ادراک کی تحریر ہے جسے علم ہیئت کا ایک حرف بھی نہیں آتا۔ سراپا اغلاط سے مملو ہے۔ پھر آپ نے ہیئت وہندسہ کی روشنی میں 17 نکات پر مشتمل اسکی تردید ماہنامہ الرضا کے شمارہ نومبر 1919ء میں شائع کرائی۔ اب مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کو 18 دسمبر کا انتظار تھا ایک طرف بوریا نشین مسلمان جو نہ سکول گیا اور نہ ہی اس نے کسی کالج میں پڑھا اور دوسری طرف امریکی پروفیسر البرٹ مگر جب 17 دسمبر کا دن آیا تو نہ کوئی طوفان آیا نہ زلزلہ اور نہ ہی کوئی فلک صفحۂ ہستی سے مٹا۔ تو اسطرح دین کے ایک خادم نے پرچم اسلام کو سر بلند کر دیا۔ اور بتا دیا کہ

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

آپکا درجہ بالا البرٹ کی پیش گوئی کا رد مختلف رسائل وجرائد کے علاوہ علیحدہ کتابچے کی شکل میں بھی چھپ کر تقسیم ہوتا رہا اور اب بھی ہو رہا ہے۔

مقصد تعلیم:

خواہ علوم قدیم ہوں یا جدید امام احمد رضا خان کے نزدیک تمام کے ادراک اور پڑھنے پڑھانے کا مقصد وحید دین کا سمجھنا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ (ترجمہ) علم حساب ہندسہ، زیچ اوگارتمات اور فنون ریاضی میں میری مشغولیت حصول مہارت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ محض تفریح طبع کے لئے ہوتی ہے۔ ہاں بعض دفعہ روزہ اور نماز کے اوقات کی تجدید کے لئے اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے نظام الاوقات مرتب کرنے کے لئے فنون مذکورہ کیطرف قصداً متوجہ ہوتا ہوں۔

اسی طرح ایک اور مقام میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی طرح بہت سے اجزائے حکمت مثلاً ریاضی، ہندسہ وحساب جبر ومقابلہ ارتماطیقی، سیاحت ومرایا ومناظر جرثقیل وعلم، مثلث کروی، مثلث مسطح وسیاحت ومدنی وتدبیر منزل ومتائد، حروب وفراست وطب وتشریح وبیطرہ وبیزرہ وعلم ریحات واسطرلاب والات رصدیہ ومواقیت ومعاون ونباتات وحیوانات وکائنات الجو وجغرافیہ وغیرہ بھی شریعت مطہرہ سے منافات نہیں رکھتے بلکہ ان میں سے بعض بلا واسطہ اور بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع ومعین اور بعض دیگر دنیا میں کارآمد ہیں۔ اگرچہ مقاصد اصلیہ کے علاوہ ضرورت سے زائد کسی شئے میں محو ہو جانا فضول اور بے ہودگی ہے۔

اگرچہ آپکے نزدیک علوم جدیدہ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ کچھ دینی مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن اسکے باوجود آپ نے دینی علوم کی اہمیت وضرورت، عظمت، انکے محاسن، فضائل، خوبیوں اور انکے دینی ودنیاوی فوائد بیان کر کے انکی ترغیب دلائی اور مروجہ علوم جن سے مقصود وصرف حصول مال وزر ہو ان سے نفرت دلا کر مستقبل میں انکے خطرات ونقصانات سے آگاہ کیا۔ وقت نے بتا دیا کہ آپکے خدشات درست ثابت ہوئے ان علوم کے حصول سے ہمارا اسلامی تشخص تہذیب وتمدن ثقافت اسلامی حمیت وغیرہ اور جذبہ جہاد ختم ہوکر رہ گئے ہیں اور ہم نے انکے طور طریقے، عادات انکی طرز زندگی لباس وضع قطع بے حیائی فحاشی عریانی اور بود وباش کو اپنا کر اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے دین اسلام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

امام احمد رضا خان اور دو قومی نظریہ

راقم کے نزدیک دو قومی نظریہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی حق و باطل کی آویزش اور انبیاء کرام علیہم السلام کے جہاد، مصائب اور ہجرتیں بھی اسی نظریہ کے تحت ہوتی اور ایسے ہی ہمارے آقا علیہ السلام کا جہاد و ہجرت اور بالا جزیرہ عرب سے اخراج بھی اسی نظریے کا غماز ہے علماء نے اپنے اپنے دور میں اسی نظریہ کی روشنی میں تبلیغ اور جب ہندوستان میں دین الٰہی کے پرچار نے اسلامی اقدار کو پامال کر کے رکھ دیا تو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی اقدار کی بحالی کے لئے بڑی شد و مد اور زوردار طرز عمل سے اس نظریے کو عروج دے کر دینی اقدار کا تحفظ کیا۔

امام احمد رضا خان کو انتہائی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا ہر طرف ہندو مسلم بھائی بھائی اور متحدہ قومیت کا پرچار ہو رہا تھا۔ عام مسلمانوں کو تو چھوڑیے منبر و محراب کے وارث کہلانے والے اس غلط اور باطل نظریے سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اسلام کے ایک بدترین دشمن آریہ سماج لیڈر شردھانند کو دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کے لئے لا کھڑا کر دیا اور دوسری طرف علماء سوء سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے یہ کہہ رہے تھے کہ گنہگار مسلمان سے ہندو ولی اچھا ہے صرف یہی نہیں بلکہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے بڑی سختی سے روکا جا رہا تھا حضرت امام احمد رضا خان نے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے مکار ہندوؤں اور علماء سوء کی سازشوں کو ناکام بنا کر مسلمانوں کو سیاسی اور مذہبی خودکشی سے بچا کر انہیں نا جوش و جذبہ نئی سیاسی سوچ و تدبر دیا نوائے وقت اور بصیرت کے کالم نگار میاں عبدالرشید مرحوم نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو سیاسی خودکشی سے بچانے اور ان کے ایمان کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں حضرت امام احمد رضا بریلوی نے جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ قابل صد ستائش ہیں۔ جیسے ہندوستان میں ہندو اسلامی اقدار کو پامال اور اسلامی ثقافت و تہذیب کو تباہ و برباد کر رہے تھے اسی طرح انگریز بھی ہندوستان میں اسلامی نظریات، اقدار اور تہذیب و تمدن کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے لہٰذا امام احمد رضا خان جیسے ہندوؤں سے متنفر و بیزار تھے اسی طرح انگریزوں سے بھی آپکو بڑی نفرت اور بیزاری تھی اسی لئے گاہ بگاہ بڑے شدید انداز میں آپ اس کا اظہار فرماتے بقول سید ایوب علی رضوی جو

چھبیس (26) سال تک آپکے پیش کار رہے کہ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں صاحب ہر ڈاک کے لفافے پر ٹکٹ ہمیشہ الٹا کر کے لگاتے تا کہ ملکہ وکٹوریہ ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے کی طرف رہیں اور کبھی کبھی پوسٹ کارڈ پر ملکہ اور بادشاہ کا سر نیچے کی طرف رکھ کر اوپر لکھے۔ اور اسی طرح ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام و واجب الاعادہ ہے اگر جائز کپڑے پہن کر نہ پڑھے تو گنہگار مستحق عذاب ہے۔

ایک اور مقام میں انگریزوں سے نفرت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ اللہ یہ قوم یہ قوم ہم اس لوم یہ لوگ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ نہیں جنہیں جنون کا روگ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ بلاشبہ مشرکین کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و نبوت ہیں۔

فقہائے احناف کے نزدیک اہل کتاب عیسائی عورتوں کے ساتھ شادی جائز اور درست ہے مگر جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے حزم و احتیاط اور اجتناب کا حکم دیا۔ بہر حال انہی وجوہ اور تصریحات کے پیش نظر سید الطاف علی کہتے ہیں کہ سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے انگریز اور انگریز حکومت سے دلی نفرت تھی شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا انکے صاحبزادہ مولانا حامد رضا خان اور مفتی مصطفیٰ رضا خان کو کبھی تصور بھی نہ ہوا والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔

الغرض امام احمد رضا صرف ہندوؤں سے ہی نہیں بلکہ انگریزوں سے بھی بے حد متنفر اور بیزار تھے اور دونوں سے ہی ترک موالات کے حامی تھے آپ نے کبھی بھی انگریزوں کی عدالت کو عدالت نہیں سمجھا اس لئے کہ آپ نے عہد کر رکھا تھا کہ کبھی بھی ان کی عدالت میں نہیں جانا آپ نے ہندوستان میں نہایت ٹھوس اور زوردار انداز میں دو قومی نظریہ کو پروان چڑھایا جس کے پیش نظر آپکے رفقائے کار، تلامذہ، خلفاء اور خدام نے بڑھ چڑھ کر تحریک قیام پاکستان میں حصہ لیا تب پاکستان اسلامی مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا اللہ تعالیٰ آپ اور آپکے رفقا اور پیروکاروں پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے۔ آمین

امام احمد رضا خان قدس سرہ کا رتبہ و مقام اور شخصیت

امام احمد رضا خان اپنے دور کی عظیم علمی اور نادر روزگار نابغہ عصر شخصیت تھی اگرچہ آپکو بچا س

سے زائد علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی مگر آپکے دو عظیم شاہکار ہیں ایک ترجمہ قرآن پاک اور دوسرا فتاویٰ رضویہ جو تیس (30) جلدوں، ہزاروں صفحات اور ہزاروں جدید وقدیم مسائل پر مشتمل ہے عرب وعجم کے نامور علماء کے علاوہ برصغیر پاک وہند کے دانشوروں نے بھی ان کی فقاہت پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے مفکر اسلام حکیم الامت فرزند کشمیر نے بھی انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

ایک مرتبہ جب مولانا سلیمان اشرف نے علامہ اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور محفل میں جب امام احمد رضا خان کا تذکرہ ہوا تو علامہ اقبال نے انکا تذکرہ اسطرح فرمایا کہ "وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے۔ فقہی بصیرت میں انکا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک وہند کے لئے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان میں اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین وفقیہ بمشکل ہی ملے گا۔"

اب تک امام احمد رضا خان کی شخصیت پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ پاک وہند کے مختلف علمی اداروں، مجلسوں میں آپ پر کام ہو رہا ہے برصغیر پاک وہند اور عرب ممالک کی جامعات خصوصاً جامعہ الازہر میں آپ کی شخصیت پر کام ہو رہا ہے پٹنہ یونیورسٹی بھارت سے ایک فاضل نے آپکی فقہایت مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور ایک اور فاضلہ سندھ یونیورسٹی پاکستان سے آپکی شخصیت پر ڈاکٹریٹ کر رہی تھیں اور انہوں نے بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ جامعہ ازہر کے استاد پروفیسر محی الدین الوائی جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا علاوہ ازیں جامعہ ازہر مصر کے ایک اور نامور استاد فضیلۃ الشیخ علامہ حازم صاحب اب تک امام احمد رضا خان پر دو ضخیم کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ایک میں آپکے حالات زندگی، علم وفضل، آپکی ملکی وملی اور دینی خدمات کا تذکرہ ہے اور دوسری کتاب آپکی عربی شاعری پر لکھی گئی ہے اور ایک تیسری کتاب بھی لکھی جا رہی تھی جو غالباً طبع ہو چکی ہے۔ پاکستان کی عظیم روحانی اور مذہبی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود نقشبندی مجددی سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ سندھ، امام احمد رضا خان کی شخصیت پر درجنوں کتب لکھ چکے ہیں جو مرکزی مجلس رضا لاہور اور رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کی جا چکی ہیں اور ابھی مسلسل مزید کتب ومقالات لکھے جا رہے ہیں ور پروفیسر صاحب امام احمد رضا خان کی سوانح حیات پر ایک مفصل کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نہیں صحت وتوفیق دے علاوہ ازیں سینکڑوں قلمکار آپ کی شخصیت پر قلم فرسائی کر رہے ہیں جس کا سہرا

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم بانی مرکزی مجلس رضا لاہور حاجی مقبول احمد قادری ضیائی سرپرست رضا اکیڈمی لاہور، علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم کے سر ہے۔ پاکستان کے نامور خطیب وادیب اور مایہ ناز مصنف مولانا کوثر نیازی نے امام احمد رضا کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا انکا نعتیہ کلام سوز وگداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔ بہرحال متعدد انجمنیں ادارے اور شخصیات امام احمد رضا خاں کی باکمال شخصیت پر کام کر رہی ہیں اور سینکڑوں دینی ادارے آپکی طرف منسوب ہیں جس سے آپکی مقبولیت ومحبوبیت اور عظمت شان کا اظہار ہوتا ہے اگرچہ آپ جامع کمالات اور ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے مگر آپ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ آپ حب رسول ﷺ کا پیکر تھے اور حب رسول ﷺ آپکے رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جسکا اظہار آپکے ترجمہ قرآن پاک، نعتیہ اور غیر نعتیہ کلام اور طرز زندگی سے ہوتا ہے آپکا عرس اسلامی اور غیر اسلامی ممالک خصوصاً برصغیر پاک وہند کے گوشے گوشے میں 24-25 صفر المظفر کو ہوتا ہے اور فضائیں مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام سے گونج اٹھتی ہیں۔

فیض جاری ہے جہاں میں منظر اسلام کا

جب تک چلتا رہے گا سلسلہ ایام کا — فیض جاری ہے جہاں میں منظر اسلام کا
ظلمتوں نے کس قدر تجھ پہ قبیح حملے کیے — بج رہا ہے ڈنکا پھر بھی آج تیرے نام کا
فیض سے تیرا بڑھا ہے چار سو سوزِ یقیں — مٹ گیا ہے تیری کاوش سے ستم اوہام کا
ملتِ اسلامیہ کی بہتری تیرا نصاب — علم کی دنیا میں شہرہ ہے تیرا اعلام کا
غیرت ایمان سے ہے پر تیری ساری فضا — گوشہ گوشہ ہے تیرا اک گلستان انعام کا
ہر لحمہ خوانِ علم پہ بھیڑ رہتی ہے یہاں — کھا رہا ہے ہر کوئی ٹکڑا تیرے اکرام کا
اے رضا اے منظر اسلام کے روحِ رواں — ہے یہ آصف بھی خویدم آپ کے خدام کا

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

فاضل بریلویؒ کے محیر العقول علمی کارنامے

ماہر نفسیات ڈاکٹر محمد مالک ڈیرہ غازی خان

اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) موجودہ صدی کی وہ ہمہ صفت، عظیم المرتبت اور گوہر آبدار شخصیت ہیں جو اپنی علمی وجاہت اور ادبی بلاغت کی بدولت مسلم امہ بلکہ مغربی دنیا میں بھی سبقت لے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کا علمی تبحر اور تحقیقی خدمات بام عروج پر ہیں۔ عالمی دانشوران کی علمی و تحقیقی خدمات کے نہ صرف معترف ہیں بلکہ انہیں حکم (AUTHORITY) تسلیم کرتے ہیں ان کا علمی و تحقیقی سرمایہ دانش گاہوں کی زینت بن گیا ہے بالخصوص پوسٹ گریجویشن (M.Phil, Ph.D) کی ڈگریاں ان کی تحقیقی و تخلیقی خدمات کی شاہد عادل ہیں۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا کا علمی پرچم اوج ثریا کی بلندیوں کو چھو رہا ہے مسلمانوں کی علمی برتری امام احمد رضا کے تحقیقی و تخلیقی ورثے کی مرہون منت ہے علوم دینیہ کا کونسا ایسا شعبہ ہے جس پر ان کو مکمل دسترس (Command) حاصل نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ علم جدیدہ (جدید سائنس) (Modern Science) کے مختلف شعبہ جات میں ان کی تخلیقی، تحقیقی اور تجرباتی تصانیف ان کی کامل مہارت اور وسعت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

دور حاضر میں اس بحر العلوم و کنز الفنون شخصیت کا نام آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں ہے۔ حیرت ہے ان کے وصال کو 84 برس گزر گئے مگر ان کی علمی شخصیت دانش گاہوں (Universities) کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اور ان کی توقیر و تشہیر بدستور جاری ہے اور انشاء اللہ ان کے علمی وقار کی پرچم کشائی قیامت کی صبح تک ہوتی رہے گی۔

میراث نبوت کا پاسبان، مفکر اسلام اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فرد واحد کا نام نہیں یہ عشق رسالت ﷺ کی ایک تحریک کا نام ہے دلوں کے اندر عشق مصطفیٰ ﷺ سے روشن قندیل کا نام ہے۔ علوم وفنون کا یہ خورشید تاباں ایک ہشت پہلو (Multi-Dimentional) ہیرے کی مانند ہے جس کے علمی ورثے کی نورانی کرنیں ایک عالم کو منور کر رہی ہیں۔ جوہریوں کو نہ صرف دعوت فکر دے رہی ہیں بلکہ جوہری اس بحر ناپیدا کنار ہستی کے علمی موتی حاصل کر کے دانش گاہوں (Universities) کا اعزاز بن گئے ہیں اور یوں یونیورسٹیوں کے بلند وقار میں اضافہ ہوتا جا

رہا ہے۔

محسن ملت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی فکر ونظر اور قرطاس وقلم کا مرکز ہمیشہ قرآن حکیم اور سید عالم ﷺ کی ذات کریم رہی۔ وہ ترجمان علم وحکمت اور داعی حق وصداقت واتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے۔ رہبر عالم اسلام کی حیثیت سے انھوں نے ملت اسلامیہ کی مرکزیت واستحکام اور بقائے دوام کو ذات مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ قرار دیا اور جداگانہ قومیت کا شعور قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کر کے شرف تقدم حاصل کیا اور یوں انھوں نے عالمی مسلم اتحاد اور اسلامی بھائی چارے کے فروغ کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا ہے۔

آج ٹیکنالوجی کے دور میں مقیاس ذہانت (I.Q) سے متعلق خاصا شور برپا ہے اور آئے دن میڈیا نے اعلیٰ آئی۔ کیو (I.Q) والی شخصیات سے متعارف کرانا شروع کیا ہے۔ تازہ ترین تحقیق کے مطابق عالمی شہرت یافتہ عبقری (Genius) ۲۰ ویں صدی کے عظیم انسان (Man of 20th Century) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مثالی آئی کیو (I.Q) نے ماہرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے کہ علوم دینیہ میں علم حدیث میں ۲۴۰ کتابوں اور علم فقہ میں ۹۰ سے زائد کتب پر کامل عبور، ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف، ۱۰۰ سے زائد علوم پر کامل مہارت یقیناً عطیہ الٰہی اور عنایت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

قائد سواد اعظم کا علمی سرمایہ کنز الایمان (ترجمہ قرآن) سے لے کر حدائق بخشش (نعتیہ کلام) اور فتاویٰ رضویہ (حنفی فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا۔ 12,000 ہزار صفحات پر مشتمل) اور کفل الفقیہ سے لے کر میڈیکل سائنس تک احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مفکر اسلام امام بریلوی علیہ الرحمہ نے علوم دینیہ کے ہر شعبہ کے علاوہ صرف سائنسی علوم سے متعلق یک صد سے زائد کتب تصنیف فرمائی ہیں جو تخلیقی وتحقیقی ذہن کی نشاندہی کرتی ہیں مثلاً فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، علم ریاضی، الجبرا، جیومیٹری، لوگارتھم، ٹوپولوجی، سائیکالوجی، اینڈ پیرا سائیکالوجی، فونیٹکس اینڈ فوناٹولوجی، اسٹرانومی اینڈ اسرالوجی، انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی وغیرہ اور میڈیکل سائنس۔ Medical Embryology, Evolution Theory. Genetics Medical, Physiology, Plague, وغیرہ اور (بلا سودی بینکاری) Banking System, Economics, Political Science

جدید تحقیق Genes-Genetics اور Chromosomes سے متعلق Waldyer نے ۱۸۷۲ء میں W.S.Sutton نے ۱۹۰۸ء میں بعد Watson &

Crick نے جبکہ ۱۸۹۶ء میں مفکر اسلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس سے متعلق بحث کی ہے اور ان کی یہ بحث آج کل Genetic Control of Protein Synthesis: DNA Transcription Translation Protein کے زمرے میں آتی ہے۔

ATOM:

ایٹم کے انشقاق (Nuclear Fission) سے متعلق آٹوہان نے ۱۹۳۸ء میں جبکہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے ۱۹۱۹ء میں گفتگو کی۔ کویلنٹ بانڈ (Covalent Bond) سے متعلق G.N.Lewis نے ۱۹۱۶ء میں جبکہ امام احمد رضا نے ۱۹۱۹ء میں کوویلنٹ بانڈ اور Ionized bond سے متعلق گفتگو کی ہے۔

Medical Science:

طاعون، جزام کے علاوہ میڈیکل ایمبریالوجی Gastrointestinal Physiology سے متعلق مقامع الحدید میں بڑی خوبصورتی سے بحث کی ہے۔

الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا:

امام احمد رضا خاں پہلے مسلم مفکر ہیں جنھوں نے اپنی کتاب الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام ۱۸۹۶ء میں الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا بیان کیا ہے۔

Modern Communication System:

Auditory Theory, Wave Theory, Sound. اور Damped Harmonic Motion سے متعلق رسالہ الکشف شافیا ماہرین کے لیے دعوت فکر ہے۔

نفسیات *Phsychology*

امام احمد رضا نے ۱۹۲۱ء سے قبل نظریہ تعمیر شخصیت (نفس، قلب، روح) (Personality formation) اور تشکیل ذات کے حوالے سے ماہرین نفسیات سگمنڈ فرائیڈ

(ID, EGO, Super Ego-Sigmond Frued)

Alfred Adler, CArl Jung, Karen Homey, B.F.Skinner, Erik Erikson, Erik Fromm, John B Watson, Albert Bandura, Carl Rogers, Willim H. Sheldon, Gordon W. Allport.

پر سبقت حاصل کر لی ہے۔

منظرِ اسلام ہے یا جلوۂ حسنِ عمل

پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

علم و حکمت کی نرالی دل نشیں تصویر ہے
منظر اسلام سے پھیلا اجالا ہر طرف
منظر اسلام ہے یا جلوہ حسن عمل
''سیدی احمد رضا'' کا فیض روحانی کہیں
''حجۃ الاسلام'' کے افکار کا مرکز ہے یہ
''منظر اسلام'' ہاں مینارِ فکر و آگہی
ملت اسلام کے حق میں ہے وجہ افتخار
حق تو یہ ہے کہ شاہ احمد رضا کے فیض سے
اے رضا یہ جامعہ قائم رہے، دائم رہے

شوکت اسلام کے سورج کی یہ تنویر ہے
جامعہ یہ لوحِ ایماں کی حسیں تحریر ہے
اس کا مقصد ملت اسلام کی تعمیر ہے
چار سو جن کے فیض عام کی تاثیر ہے
ہر دل پر شوق میں اس کی بڑی توقیر ہے
''مفتی اعظم'' کے ہر اک خواب کی تعبیر ہے
دینِ حق کی سرفرازی کی حسیں تدبیر ہے
''منظر اسلام'' کا پیغام عالمگیر ہے
یہ کتاب عشق شاہِ دین کی تفسیر ہے

دارالعلوم منظراسلام بریلی شریف......سال تاسیس:۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء

طارق سلطانپوری

''چراغ اوجِ حق''......''فیض حضور''......''صراط فیض اسلام''......''باب ذکر رفعت مصطفیٰ''......''خدمت علوم اسلام''......''درس عظمت مصطفائی''......''خورشید صبح ایماں''......''زیب خورشید علم وآگاہی''......''مرکز خوب ولایت''......''فیض عشق نبی''......''چمن ادب و ہدایت ومعرفت''......''خمستان صفا''......''کاشانہ خیر وصلاح''......''بنیاد شہرستان حب مصطفیٰ''......''راہ احترام خیرالوریٰ''......''اقبال طریقت واجلال شریعت''

عرصہ قیام وخدمات......۱۰۰سال (ایک صدی)......(۱۳۲۲ھ تا ۱۴۲۲ھ)

بہ الفاظ:

''آداب محمد''......''زیب جہاں حبیب''......''اوج بزم حبیب حجاز''......پاکی محبوب حجاز''......''مجد احمد''......''جمال طیبہ''......''طیب گلاب طیبہ''......''بلد دین''......''چمن ادب''......''جادۂ وفا''......''لازوال جدوجہد''......''جہاد، جہاد، مزید جہاد''

امام احمد رضا اور محققین جامعہ ازہر مصر

علامہ محمد نعمان اعظمی ۔۔۔ بھارت

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی علمی وادبی اور عبقری شخصیت برصغیر پاک وہند میں جس قدر مشہور ومعروف ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ حکومت سعودیہ عربیہ کی یہ پابندی کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے ترجمۂ قرآن مجید کنزالایمان کو لے کر کوئی شخص سعودیہ کے اندر داخل نہیں ہوسکتا، اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ فاضل بریلوی نجدی حکومت کے نزدیک اس حیثیت سے ضرور متعارف ہیں کہ آپ نے نجدیت کی سرکوبی فرمائی ہے۔ مگر مصر کے اندر کوئی دو سال پہلے امام احمد رضا قدس سرہ سے عوام تو درکنار خواص میں سے چند ہی لوگ واقف تھے۔ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ اختر رضا قادری الازہری مدظلہ العالی نے گو کہ اپنے تعلیمی سال، قیام قاہرہ کے دوران اپنے جدامجد امام احمد رضا قدس سرہ کے تفقہ فکر وآگہی، وسعت علمی اور فنی کمالات سے مصر کے لوگوں کو بطور عام اور ازہر شریف کے علماء کو بطور خاص آگاہ فرمایا تھا۔ مگر چند سال کے قیام کے بعد جب آپ یہاں کی تعلیم مکمل کر کے ہندوستان واپس ہوگئے تو پھر ان سے کوئی ایسا علمی یا قلمی رشتہ نہ قائم رہ سکا جس کے ذریعہ علماء مصر وازہر حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اور آپ کی گرانقدر خدمات کو مزید جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اس قطع تعلقات کے نتیجہ میں انہوں نے آپ کی اس مختصر تعارف کو پردۂ خمول میں ڈال دیا اور خاطر خواہ توجہ نہ دی۔

ماضی قریب کے علماء ازہر میں سے جناب پروفیسر محی الدین الوائی صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر ایک وقیع مقالہ تحریر فرمایا جو قاہرہ کے ایک اخبار ''صوت الشرق'' کے شمارہ فروری ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ مگر افسوس کہ اس کے بعد بھی اس تعارف میں تعطل رہا۔ لیکن الحمدللہ جب سے عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ صاحب (جو ازہر شریف کے فیکلٹی آف لینگویج اینڈ ٹرانسلیشن کے شعبہ اردو میں استاذ ہیں) اپنے علمی دورے پر پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں امام احمد رضا قدس سرہ کا شہرہ سن کر قریب سے آپ کی شخصیت کا گہرا مطالعہ کیا یہاں تک کہ آپ کے گرویدہ ہوگئے۔ مصر واپسی کے بعد مسلسل جدوجہد کرتے رہے ہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ کی ممتاز اور یگانۂ روزگار شخصیت نہ صرف مصر بلکہ پورے عالم عرب میں عام ہوجائے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے حوالے سے آپ کے جو

مقالات اور مضامین یہاں کے اخباروں میں شائع ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں ان کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ مستقل کتاب کی شکل میں موصوف کی تصنیف درج ذیل ہے۔

بساتین الغفران: جس میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کے عربی اشعار کو جمع کر کے ان کی تشریح ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں چھپی ہے۔

الدراسات الرضویہ فی مصر العربیہ: جیسا کہ نام سے واضح ہے کہ مصر میں امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے حوالہ سے جو سرگرمیاں ہیں اس کا بیان ہے یہ کتاب قاہرہ سے چھپی ہے۔

اس کے علاوہ موصوف نے مصر کی تمام یونیورسٹیوں کے سینئر اساتذہ سے ملاقات کر کے ان سے امام احمد رضا قدس سرہ کے حوالہ سے گفتگو کی، فاضل بریلوی کی تصانیف جو تھوڑی تعداد میں انہیں دستیاب ہیں یا جو پاکستان سے اپنے ہمراہ لائے تھے بڑے حسن تدبیر کے ساتھ ان اساتذہ کے مطالعہ کی میز تک پہنچایا۔ اور یہ تو ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس نے بھی تعصب کی عینک اتار کر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت اور خدمات کا مطالعہ کیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

خواص میں سے عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر حسین صاحب جو بڑے باکمال شاعر و ادیب اور مفکر و مدبر ہیں، ساٹھ سے زائد جن کی تصانیف مختلف زبان و فن میں ہیں گیارہ زبانیں جانتے ہیں جن میں آٹھ پر عبور حاصل ہے۔ ترکی یونیورسٹی نے اعزازی ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔ پاکستان (دورہ حکومت جنرل ضیاء الحق ۱۹۸۰ء) سمیت متعدد ملکوں نے تمغۂ امتیاز سے نوازا ہے۔ جنہوں نے شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال پر آٹھ کتابیں لکھی ہیں۔ موصوف نے جب امام احمد رضا قدس سرہ کا مطالعہ فرمایا تو بے محابہ آپ کے علم و فضل اور فکر و فن کے معترف بلکہ آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے معتقد ہو گئے اور عقیدت و محبت میں ڈوب کر آپ کی شان میں بزبان عربی دو قصیدہ کہا ہے اور ایک بڑا تاریخی جملہ فرمایا کہ "علامہ اقبال کو میں نے ترجموں سے جانا مگر امام احمد رضا کو براہ راست عربی سے جانا، گویا یہ کوئی عربی نژاد ہندی ہیں" پھر اس کے بعد آپ کی شخصیت پر کئی مقالے تیار کر کے مصر کے اخباروں میں دیے اور اس وقت کتابی شکل میں بھی جو قاہرہ کے اندر دستیاب ہیں۔ موصوف اپنے ایک مضمون "وجه الحاجة الى دراسة مولانا احمد رضا خان" کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ "وللباحثين و الدراسين ان يدر سوا تراثه من زواياه المختلفة، و بذلک تكون دراستهم للتراث الاسلامی لها الشمول و العموم"

یعنی ریسرچ اسکالرز کو چاہیے کہ ان (احمد رضا خاں) کی دینی و علمی خدمات کو مختلف جہات سے پڑھیں تا کہ ان کا مطالعہ اسلامی تراث کے لئے ہمہ گیر ہو سکے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ جہاں بہت سے علوم و فنون پر دسترس رکھتے تھے وہیں عربی زبان و ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے جیسا کہ مجیب مصری صاحب اپنے مقالہ "مولانا احمد رضا خان واللغة العربيه" کے اندر فاضل بریلوی کی عربی دانی پر بحث کرتے ہوئے آپ کے مشہور زمانہ شاہکار مجموعۂ فتاویٰ "العطايا النبويه فی الفتاویٰ الرضوية" کے مقدمہ کا ایک حصہ نقل کرنے کے بعد یوں رقمطراز ہیں" وبالنظر فی هذا النثر الفنی تبين لنا انه يتسم بالسلاسة والكلام فيه ينحدر فی مد واحد اخذاً بعضه رقاب بعض دونما تكليف او اقتحام ،ان جمله قصار على غير ما لصادف فی النصوص العربيه المنسوبة الى العرب "یعنی اس فنی نثر کے اندر غور کرنے کے بعد ہم پر واضح ہوتا ہے کہ سلامت و روانی اس کا طرۂ امتیاز ہے اور اس کے اندر کلام بلا کسی تکلف و آورد کے مثل آب اترتا ہے کے جملے ہیں کہ ایسا ہم کسی عرب کے کلام میں نہیں پاتے۔

جامعہ ازہر شریف کی فیکلٹی آف عربک لنگویج کے سابق ڈین عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمسلم خفاجی صاحب جنہیں ادبی خدمات پر تمغہ دیا گیا۔ موصوف ۱۹۸۰ء میں ازہر شریف کے نمائندے کی حیثیت سے ہندوستان کے صوبہ کیرالہ کے شہر "مبادا" میں کسی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے حاضر ہو چکے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ سے متعارف ہونے کے بعد بڑے افسوس کا اظہار فرماتے ہیں کہ کاش اس سفر میں بریلی شہر کی زیارت اور فاضل بریلوی کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہو جاتا۔ آپ نے بھی دو مقالے تیار کئے ہیں پہلے کا عنوان ہے۔ "شيخ العلماء الامام احمد رضا خان" جب کہ دوسرا "المنظومه السلاميه فی مدح خير البرية للشاعر الهندی محمد احمد رضا خان" کے عنوان سے معنون ہے۔ اسی مذکورہ فیکلٹی کے شعبہ ادب و تنقید کے ہیڈ عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر قطب یوسف زید صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔ "الشاعر الشيخ احمد رضا خان فی رحاب جامعة الازهر" جس کے اندر موصوف نے اب تک ازہر شریف کے اندر ہونے والی تحقیق و ریسرچ پر بڑے سلیقہ اور تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

جامعہ ازہر شریف شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں عربی ادب کے استاذ عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر

رزق مرّی ابوالعباس صاحب جو حضرت فاضل بریلوی سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ موصوف نے ا[illegible] حوالے سے دو تحقیقی مقالے تیار کیے ہیں۔ پہلے کا عنوان ہے۔ ''الامام احمد رضا خان مصباح هندی بلسان عربی ''جس کے اندر امام اہل سنت فاضل بریلوی کے فکر وفن اور زبان دانی اور فن شعر گوئی میں مہارت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''ان ربنا تبارک وتعالیٰ افاض علی بخضم هائل من الفکر و مع ذلک لم یحرم العاطفة فرزقه عینا فی قلبه فیاضة بالشعر و لسانا یتغنی باحلی الکلمات العربیه و کانما قد حبزت له العربیه بحذا فیرها ''یعنی رب تعالیٰ نے آپ کو علوم وافکار کا بحر بیکراں بنایا تھا ایسا بھی نہیں کہ جوش وولولہ سے عاری ہو اس نے آپ کے دل کے اندر ایک چشمہ عطا کر دیا تھا جو اشعار کی شکل میں ابلتا تھا اور ایسی زبان دے رکھی تھی جو عربی الفاظ وکلمات بڑے شیریں انداز میں گنگناتی تھی گویا عربی زبان آپ کو جملہ لوازمات کے ساتھ عنایت کر دی گئی تھی۔

اسی پر بس نہیں بلکہ چند سطور کے بعد حقائق کا اعتراف ان الفاظ میں پڑھئے'' و مهما یکن امر فشاعرنا رجل حاذق تعددت اغراضه الشعرية و اسمع لی ایها القاری العزیز ان اقول لک انه احمد رضا خان شاعر محیر العقول مکتمل و العاطفة جیاشة والاحساس عین فوارة ولسانه طبع الفاظه تاتیه مستملحه غیر مستکرهة فی اغلب الاحیان متمسک غایة التمسک بتراث اجدادنا العرب ''یعنی معاملہ چاہے جیسا بھی ہو ہمارا شاعر بڑا ماہر شخص ہے۔ اس کے شعری اغراض ومقاصد متعدد الجہات ہیں۔ قارئین کرام! میں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ وہ امام احمد رضا خاں قدس سرہ کی ذات گرامی ہے جو حیرت انگیز شاعر، جامع شخصیت، جوش وجذبات سے لبریز، احساس مانند چشمہ رواں اور فصیح وبلیغ زبان کی حامل ہے ان کے الفاظ غریب کے بجائے پرکشش اور شستہ ہوتے ہیں اکثر اوقات تو ہمارے عرب آباؤ اجداد کے تراث کی طرح ہوتے ہیں۔

اس کے باوجود مقالہ کے اخیر میں موصوف عقیدت ومحبت کے والہانہ پیرایہ میں مسرت کے ساتھ یوں رقمطراز ہیں'' وقد کنت احب ان اکتب عن شاعرنا و عن اغراضه فی بقیة دیوانه اکثر من هذا الا انی لم اقف مع بقیه اغراضه و لعلی القاک ایها القاری الکریم

فی وقفة اخری وقد اقول تناسبت بعض امور حول شاعرنا و لکن ذلک عن غیر قصد فاسال ربی المغفرة و استسمح قاری فی العذر لانی ماوفیت شاعرنا قدره الذی یستحق، لعلی القی القاری المفضال مرة اخری فازیده ''یعنی میری خواہش تھی کہ میں اپنے اس شاعر اور اس کے دیگر دیوان کے اغراض ومقاصد کی بابت اس سے زیادہ مجھے واقفیت نہیں۔ قارئین کرام! ہو سکتا ہے کہ دوسری دفعہ ملاقات ہو مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے اپنے شاعر کے متعلق بہت سی باتیں بلاقصد چھوٹ گئیں، پس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور آپ حضرات سے معذرت کرتا ہوں کہ میں اپنے شاعر کی کماحقہ قدردانی نہ کرسکا دوبارہ ملاقات میں اضافہ کے ساتھ بیان کروں گا۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ کو وسعت علم کے ساتھ عربی زبان ادب پر جو کامل دسترس اور اس کے اسرار ورموز سے واقفیت تھی اس پر اہل زبان عرب کو سخت حیرت ہے۔ لہٰذا جس نے جس نہج اور جن فن کی بھی تصنیف کا مطالعہ کیا کھلے بندوں اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر مرّی صاحب اپنے دوسرے مقالے'' وقفة فی ظلال بساتین الغفران'' میں فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے چار زبانوں (اشارہ ہے لمعات نظر یک فی نظر کی نظر) میں نعت کہی ہے اردو اور فارسی میں زیادہ کہی ہیں اور انہیں اس حیثیت سے اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ آپ کی مادری زبان تھی لیکن آپ کو ایسی عربی کہاں سے آئی؟

''واظن لو أن الشاعر امامی و سالته عن سبب هذا الفیض المدوار بلغتنا العربیه لقال انها لغت قراننا و لسان حبیبنا صلی الله علیه وسلم و فصحی اهل الجنة'' یعنی میں سوچتا ہوں کہ اگر یہ شاعر میرے سامنے ہوتا اور میں اس سے اپنی عربی زبان کے لامحدود فیوض و برکات کا سبب دریافت کرتا تو وہ یہی کہتا کہ یہ ہمارے قرآن اور ہمارے حبیب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام اور جنتیوں کی زبان ہے۔

اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ کی باریک بینی، علمی سرگرمی، اسلامی بیدار مغزی، محبت رسول، قرآن فہمی اور سخن گوان الفاظ میں سراہتے ہیں۔ ''اعتقد ان جواب شاعرنا ما امکننی ان استشف من بعض ما اطلعت علیه من امر حیاته و نشاطه و اهتمامه بالاسلام و نبیه صلی الله علیه وسلم والقران و لغته الشریفة وغیر ذلک مما یمکن ان یقال حول عربیتنا ''یعنی میرا خیال ہے کہ ہمارے شاعر کے اتنے سے جواب پر میری تشفی ہونا ممکن نہیں جیسا کہ اس

کی زندگی کے معاملات سرگرمیاں اسلامی اور بانی اسلام کے ساتھ گہرا ربط و تعلق قرآن اور اس کی پاکیزہ زبان کے ساتھ وابستگی پر میں مطلع ہوا، اس کے علاوہ بھی ہماری زبان عربی کے حوالہ سے کہا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا چرچا اور آپ کے علم و ہنر اور فضل و کمال کا شہرہ آج مصر اور ازہر شریف کے اندر کیوں ہو رہا ہے؟

موصوف سے سنیئے "انها مصر تقدر العلم و العلماء الادب وا لادباء و هكذا مستطيع ان تستقبل و قد تجد بين ابناء ها من يجمع بين الامرين بارك الله فى مصر" یعنی یہ مصر ہے جہاں کے لوگ علم اور اہل علم ادب اور ادیب کے قدر دان ہیں اس طرح تم بہت سے ایسے لوگوں کو پاسکتے ہو جن کے اندر یہ جوہر موجود ہے کہ وہ مفکر ہے اور افکار کی قدر کرتا ہے جو شعر بھی کہتا ہے اور شعراء کی عزت افزائی بھی کرتا ہے اور ایسے افراد بھی موجود ہیں جو دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں رب تعالیٰ مصر کے حق پسند اور منصف مزاج افراد میں برکت دے۔

امام احمد رضا قدس سرہ سے معاصرین یا بعد کے لوگوں میں سے جس نے بھی مخالفت کی وہ علمی ہو یا فکری، شخصی ہو یا خاندانی اس مخالفت وعداوت کا سبب موصوف نے جو بتایا ہے وہ یہ ہے "و من الطبيعى انه و اذا وجد عقل قد أثمر هذا الخصم الذاخر من العلوم و الفنون لا بدان يكون له اعداء لا سيما و مهمته التى كرس حياته من اجلها و شرف قلمه بالانتساب اليها كانت تنحصر فى الدفاع عن الاسلام الحنيف و اهله و مدح رسوله صلى الله عليه وسلم "یعنی جس کے عقل کی یہ پختگی ہو اور جو علوم وفنون کا بحر ذخار ہو اس کا دشمن ہونا تو فطری امر ہے۔ بالخصوص اس اک جس کا اپنا ایک ہدف و مقصد ہو جس کے لئے اس نے پوری زندگی وقف کردی جس کے لئے اپنے قلم کی ساری قوت صرف کردی وہ عظیم مقصد اسلام اور اہل اسلام کے دفاع میں مضمر ہے۔ رسول مقبول علیہ السلام کی مدح سرائی اور توصیف وثناء میں منحصر ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی بعض نثری تصنیفات میں مصر کے علماء کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً امام جلال الدین سیوطی، امام یوسف بن جزیر الحمنی الشطنوفی، امام عبدالوہاب شعرانی، امام بدرالدین عینی، امام احمد بن محمد القسطلانی، وغیرہم (رحمہم اللہ) جس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہل مصر اور اس کے علماء کے افکار و نظریات اور عقائد سے بطور خاص امام اہل سنت آہنگ تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج جدید نسل کے مفکرین

مدبرین اور محققین میں سے جس نے بھی اب تک آپ کی شخصیت اور بڑی محدود حد تک دستیاب کتابوں کا مطالعہ کیا تو متاثر ہی نہیں بلکہ معتقد ہو گیا، جیسا کہ ان کی تحریریں اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

قارئین کرام! آپ کو یہ جان کر خوشی بلکہ حیرت ہوگی کہ جامعہ ازہر شریف میں ۱۹۹۷ء سے شعبہ فارسی کے اردو مادہ (آبجیکٹ) میں، حدائق بخشش کے منتخبات اور امام احمد رضا قدس سرہ کی سوانح حیات داخل نصاب ہو چکی ہے۔ اس التحاق کی جہد مسلسل اور سعی پیہم کا سارا کریڈٹ عزت مآب ڈاکٹر حازم صاحب کو جاتا ہے۔ حالیہ دو سالوں میں ازہر شریف اور مصر کے اندر جس جوش وخروش اور اخلاص کے ساتھ رضویات پر کام ہو رہا ہے اگر اس میں اسی انہماک و مداومت اور خلوص وللّٰہیت کا جذبہ کارفرما رہا تو انشاء اللہ اگلی نئی صدی میں ہندو پاک کی طرح اہل مصر بھی امام احمد رضا قدس سرہ کی مایہ ناز شخصیت اور آپ کی بے لوث خدمات سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں گے۔

منقبت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

نتیجہ فکر: خواجہ غلام قطب الدین فریدی (گڑھی اختیار خان)

کاروان عشق کے سالار ہیں احمد رضا — منکروں سے برسر پیکار ہیں احمد رضا
جہل کے تاریک تر اس دور پر آشوب میں — ضو فشان و ضو فزا، ضو بار ہیں احمد رضا
پوچھتے کیا ہو ہمارے اعلیٰ حضرت کون ہیں — نجدیوں کے واسطے تلوار ہیں احمد رضا
بارگاہ مصطفےٰ سے کیوں نہ ہوتے فیضیاب — جاں نثار سید ابرار ہیں احمد رضا
نعت گوئی میں کہیں ملتی نہیں ان کی نظیر — مدحت سرکار سے سرشار ہیں احمد رضا
ان کی محفل میں سکون قلب ہوتا ہے نصیب — غمزدوں کے مونس و غمخوار ہیں احمد رضا
نور چشم اولیاء۔ انسان عین[ل] اتقیاء — صاحب دل، صاحب اسرار ہیں احمد رضا
نعت پیغمبر رہا جن کا وظیفہ صبح و شام — ہاں وہی تو بندۂ سرکار ہیں احمد رضا
قطب نے حاصل کیا ہے ان سے بھی اعزاز فیض — وہ کہ ایک منارۂ انوار ہیں احمد رضا

ل آنکھ کی پتلی

قطعہ تاریخ

بسلسلۂ صد سالہ جشن تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف ....(صفر المظفر ۱۴۲۲ھ)

"حسن چمن تاریخ" ۱۴۲۲ھ	"منظر یمن اسلام" ۱۴۲۲ھ	"نشان شرف عظیم" ۱۴۲۲ھ
"طیب گلشن رضا" ۱۴۲۲ھ	"خوبی گلشن ابرار" ۱۴۲۲ھ	"بہار باغ معرفت" ۱۴۲۲ھ
"جہان علوم و خیرات" ۱۴۲۲ھ	"جمیل و ارفع نظریات" ۱۴۲۲ھ	"حسین نظریات و اقدار" ۱۴۲۲ھ

مصطفیٰ کا وہ عبد حق آگاہ / پیکر علم و دانش و عرفان
"اعلیٰ حضرت" جسے زمانہ کہے / جس کا افزوں ہے احتشام ہر آن
جس کو بخشی ہے حق تعالیٰ نے / مُصلحانہ ، مجددانہ شان
اس نے سیرت کی روشنی بانٹی / وہ قسیم تجلی قرآن
ترجمہ کلام پاک کیا / جو ہے بے شک خزانہ ایمان
پاسباں عظمت محمد ﷺ کا / حفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کا نشان
درس عشق نبی کا اس نے دیا / اہل ایمان کی ہے یہ پہچان
جو مؤدب نہیں محمد ﷺ کا / وہ موحد نہ ، صاحب ایمان
گلشن علم "منظر اسلام" / اس کا بانی ہے وہ عظیم انسان
سر بلندی دین کی خاطر / اس کی خدمات ہیں عظیم الشان
اس کے سو سال ہوگئے پورے / یہ خدا و نبی کا ہے احسان
نازش اہل حق ہے اس کا وجود / ہے یہ ملت کی آن و شوکت و شان
بہار آشنا قیامت تک / یہ علوم و فنون کا بُستان
اس کے سال قیام کی تاریخ / "مایۂ ناز مرکز فیضان" (۱۳۲۲ھ)
جشن صد سالہ کی بھی کہہ تاریخ / ہاتف غیب کا ہے یہ فرمان
"گلِ والا و دل فروزِ رضا" (۱۴۲۲ھ) / ہے مآلِ تفکر و وجدان

طارق سلطانپوری

فتاویٰ رضویہ اور جہان علم و دانش

محمد کمال الدین مصباحی۔ مخدوم اشرف مشن ، مالدہ (بنگال)

کسی بھی شئے کی حقیقت حال اور اس کی اہمیت و افادیت کی جانکاری کے لئے اس کے بارے میں اصحاب علم و فضل اور ارباب علم و دانش کے تاثرات و نظریات اور خیالات کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس قاعدۂ کلیہ کی روشنی میں جب ہم مجدد اعظم ،فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی مایہ ناز تصنیف "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" پر نظر کرتے ہیں تو ہندوستان اور عرب و عجم کے بڑے بڑے ماہرین علم و فن اور ارباب شعر و سخن اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی اس کے فضل و کمال کے قائل ہیں۔ الفضل ماشھدت بہ الاعداء (فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں)

ذیل میں ہم ہندو پاک اور دیگر ممالک کے ان علماء، فضلا، شعراء اور دانشور حضرات کے تاثرات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ جنہوں نے فتاویٰ رضویہ کو "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" اور ایک عظیم فقہی شاہکار قرار دیا ہے۔ یقیناً ان تاثرات کو پڑھنے کے بعد جہاں دیگر کتب فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے مقام و مرتبہ کا تعین ہوگا وہیں میدان تحقیق میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا علمی تبحر، وسعت نظر اور فقہی مقام کا بھی اندازہ ہوگا۔

علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ۔ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی)

"فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں فقہ کے ہزارہا مسائل ایسی تحقیق سے بیان ہوئے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کے بیشتر فتاویٰ کثیر التعداد آیات قرآنی احادیث کریمہ اور روایت اصول و فروع کی بوجھل شہادتوں سے گراں بار ہوتے ہیں" (مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ رضا اکیڈمی)

بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب: شیخ الحدیث دار العلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

''یہ پوری کتاب آب زر سے لکھنے کے لائق ہے پڑھتے جایئے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کثرت مطالعہ، قوت حافظہ اور تیز فہمی پر سر دھنتے جایئے'' (مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ رضا اکیڈمی)

علامہ یسٰین اختر مصباحی صاحب: چیف ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان دہلی

''آغاز کلام ہی میں براعت واستہلال کے نمونہ سے آنکھیں روشن اور پرنور کرلیں جس سے انہوں نے فتاویٰ رضویہ جلد اول کو مزین فرمایا ہے۔ یہ لازوال تحفہ کم سے کم فقہی دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے جو حضرت فاضل بریلوی کے وفور علم، وسعت مطالعہ، قدرت زبان اور حسن بیاں پر دال ہے'' (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت ص ۱۹)

مفتی مکرم احمد صاحب: امام فتح پوری مسجد دہلی

''فتاویٰ رضویہ میں لاکھوں جزئیات قدیمہ جدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ہے۔ علماء کے لئے ہزار پیچیدہ مسائل کا اعلیٰ تحقیقی وتطبیق ہے۔ محدث، مفسر، فقیہہ اور صوفی جدید وقدیم علوم دینیہ ودنیویہ کے فضلاء کے مذاق کے متعلق مسائل کی تحقیق ہے۔ ہر مسئلہ اصول تفسیر، اصول فقہ اور اصول حدیث کی روشنی میں ''قرآن کریم'' حدیث سے متدلات کی کثرت ہے۔ یہی نہیں بلکہ فن ہیئت، ریاضی، ہندسہ، توقیت وفرائض سے متعلق مسائل کا فاضلانہ تحقیق ہے۔ مسلک اہلسنت کے اثبات وحقانیت پر مسکت ودنداں شکن دلائل بکثرت ہیں، اور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق وتشریح اور ان کا شرح حال ہے۔ بدعات ومنکرات کا کمرتوڑ رد ہے یہ تمام وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے فتاویٰ رضویہ کی اولیت وفضیلت کا ہر عالم قائل ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ وفتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ ص ۹۸)

مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی: ناظم اعلیٰ دار العلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئو یوپی

''فتاویٰ رضویہ کی ضخیم مجلدات اور علم وفضل رموز نکات اور حل مشکلات پر مشتمل مضامین شاہد عادل ہیں اور نہ آج تک ہندوستان میں کوئی ایسا مفتی گزرا جس کے فتاویٰ کی جلدیں فتاویٰ رضویہ سے زیادہ ہوں یا اس کے مساوی بھی ہوں'' (مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

علامہ شمس الحسن شمس: بریلی شریف

''میں بڑے وثوق سے یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اگر فتاویٰ رضویہ سے صرف سوالات کو حذف کر دیا جائے تو اس کی ہر جلد اس فقہی موضوع (کتاب) پر ایک گرانقدر تصنیف ہوگی جس میں آپ

کو اس فقہی موضوع سے متعلق تمام جزئی مسائل بھی پوری صراحت اور دلالت کے ساتھ ملیں گے فتاویٰ رضویہ کے کسی بھی جدول کا مطالعہ کیجئے ہر مسئلہ کے ابواب میں ایسے نکات پیش فرمائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فہم وذکاوت کا ایک بحر ذخار ہے جو پر شکوہ اور پر سکون ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی گہرائی اور گیرائی رکھتا ہے۔ جس کا اندازہ کرنا ممکن ہے۔'' (مقدمہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد یازدم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ڈاکٹر حسن رضا صاحب: پی ایچ ڈی پٹنہ بہار

''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصنیفات میں نادر الوجود تصنیف ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' ہے جو جہازی سائز کے بارہ جلدوں میں بارہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں فقہ حنفی کے جمیع ابواب پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ ان کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔''

(فقیہ اسلام ص ۳۸۶ مطبوعہ پٹنہ)

صاحبزادہ سید محمد حسین اشرفی صاح رائپوری: دار العلوم، امجدیہ ناگپور۔

''آپ کا مجموعہ فتاویٰ جس کا تاریخی نام ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' ہے جو بڑے تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اس فتاویٰ مبارکہ میں مسائل فقہ وجزئیات وحوالہ جات مدلل اور مکمل ہیں مگر بے شمار نازک ترضمنی مسائل اور ان کی تحقیق میں علوم وفنون کا ایسا نادر ذخیرہ ہے جو فقہائے متقدمین ومتاخرین کے مبسوط مصنفات میں بڑی سرگردانی اور کاوش کے بعد مل سکیں'' (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۷۸)

مولانا عبدالقدوس مصباحی: دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی فقاہت کا انمول ذخیرہ اور بے مثال گنجینہ ''فتاویٰ رضویہ'' ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں ہیں اور ہر جلد تقریباً ایک ہزار صفحات اور ایک ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ جس کا ہر ہر مسئلہ فقاہت اعلیٰ حضرت کا مظہر اتم ہے اور ایک بحر ذخار ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دوسرے کتب فقیہہ متون وشروح کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی'' (ایضاً ص ۲۱۲)

مولانا سید شمس الضحیٰ صاحب: پرنسپل چشمہ رحمت اورینٹل کالج، غازی پوری۔ یوپی

''فتاویٰ رضویہ جو بارہ جلدوں میں ہے جس کی ایک ایک جلد تقریباً ایک ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۲۱ء تک کے مستفسرہ سوالات کے نہایت علمی اور تحقیقی جوابات دیئے گئے ہیں

انہیں دیکھ کر ہر شخص بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

معارف کا سمندر موجزن ہے جس کے سینے میں
وہ مقبول خیر البشر احمد رضا تم ہو (ایضاً ص ۲۸۵)

پروفیسر سید عبد القادر صاحب: سابق استاذ گورنمنٹ کالج کیرلا

''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' کی بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل آپ کا فقیہ المثال شاہکار ہے۔ جسے بجا طور پر علوم و معارف کا گنجینہ اور فقہی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ اہل علم کی نظر جب یہ کتاب گزرتی ہے تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت اور باریک بینی، ژرف نگاہی دیکھ حیران و ششدر رہ جاتی ہیں۔ (سالنامہ معارف رضا ۱۹۸۵ء ص ۱۳۰)

مولانا سید شاہ محمد قائم نظامی صاحب۔ سجادہ نشین آستانہ نظامیہ داناپور، بہار

''حضرت امام احمد رضا کا دوسرا کارنامہ فتاویٰ رضویہ ہے۔ ہزار گمراہوں نے ان فتووں کو پڑھ کر توبہ کی اور صراط مستقیم پا گئے'' (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۵۵)

الحاج محمد علی رضا قادری صاحب: انسپکٹر آف اسکولس مظفر پور۔ بہار۔

''امام احمد رضا کے فتاویٰ جو درحقیقت عطائے نبویت ہیں جس کی ضخیم بارہ جلدیں ہیں، اس کی پہلی جلد کا پہلا باب کتاب الطہارۃ باب التیمم پیش نظر ہے جو کہ کافی سہولیات شرعیہ پر مشتمل ہے'' (ایضاً ص ۲۰۹)

مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب: کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو

''امام اہلسنت کے فتاویٰ میں ایک بڑی خصوصیت یہ بھی نظر آتی ہے کہ آپ کا انداز تحریر کلموا الناس علی قدر عقولھم کی مکمل تفسیر ہے۔ مسائل جس حیثیت کے ہوتے اسی حیثیت کا کلام بھی ہوتا ہے مستفتی جن کتابوں سے یا جن مصنفین سے زیادہ متاثر نظر آتا ہے ان کی شہادتیں بھی مذکور ہوتی ہیں۔ سوال جس زبان میں ہوتا ہے جواب بھی اسی زبان میں۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں عربی و فارسی زبان کے فتاویٰ کثرت سے موجود ہیں حتیٰ کہ اگر کسی نے نظم میں سوال کیا تو جواب بھی منظوم اور اسی بحر میں دیا'' (سالنامہ معارف رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۸ء ص ۹۴)

ایم حسن امام صاحب: ملک پور ضلع مظفر پور، بہار

''امام احمد رضا کے صرف ایک حصہ تصنیف ''کتاب الطہارۃ (اصل تصنیف جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہے جن کی ضخیم بارہ جلدیں ہیں اس کی پہلی جلد کا پہلا حصہ کتاب الطہارۃ اس وقت میرے مطالعہ میں ہے) سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ امام احمد رضا علم دین کے بحر بیکراں ہی نہیں علم ارضیات، مادیات، فلکیات اور علم ریاضی و ہندسہ کے بھی اتھاہ سمندر ہیں'' (معارف رضا شمارہ ۱۹۹۵ء)

حکیم عبد الحئی: رائے بریلوی

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر جو آگاہی آپ (امام احمد رضا) کو حاصل تھی اس کی نظر آپ کے زمانے میں ملنا ناممکن ہے آپ اس صوف خاص میں ''وحید عصر'' تھے میرے اس قول پر آپ کا مجموعہ فتاویٰ اور خاص کر آپ کا رسالہ ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' شاہد ہے'' (معارف رضا
ماہنامہ معارف اعظم گڑھ
کراچی شمارہ ۱۹۸۸ء ص ۸۷)

''دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرماتے اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت استحضار اور ذہانت کا پورا پورا اندازہ ہوتا۔ ان کے عالمانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں'' (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء)

اور ایک جگہ یوں رقمطراز ہے۔

''مولانا احمد رضا مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم مصنف اور فقیہہ تھے انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان علمی کارناموں کے ساتھ ہزار فتووں کے جوابات بھی انہوں نے دیئے ہیں۔ ان کے بعض فتوے کئی صفحے کے ہیں۔ فقہ اور حدیث پر ان کی نظر بڑی وسیع ہے ان فتاویٰ میں بعض پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں۔ جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے بہر حال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلہ تکفیر) سے قطع نظر اس کے فتاوے اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے'' (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۶۲ء شمارہ فروری)

ملک غلام علی نائب مولانا ابو الاعلیٰ مودودی

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی

میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کے بعض تصانیف وفتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت علماء میں کم پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کے سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے'' (ہفت روزہ شہاب لاہور شمارہ نومبر ۱۹۶۲ء)

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال

''میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمالات فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں'' (مقالات یوم رضا لاہور ص ۹، ۱۹۷۱ء)

پروفیسر مسعود احمد صاحب: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

''مولانا بریلوی کے فتوؤں کی جہاں اور خصوصیات ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جس زبان میں مستفتی نے سوال کیا اسی زبان میں اس کو جواب دیا گیا حتی کہ منظوم استفتاء کے جوابات منظوم ہی دیئے گئے، اسی طرح فتاویٰ رضویہ میں عربی، فارسی اور اردو کے منثور و منظوم فتوے موجود ہیں'' (حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ص ۱۳۴)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب: جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

''امام احمد رضا بریلوی کی تمام تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے بڑے بڑے اصحاب علم وفضل انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ پہلے قرآن پاک سے استدلال کرتے ہیں پھر احادیث مبارکہ اس کے بعد ائمہ دین کے ارشادات سے اپنے موقف کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ عقلی اور نقلی دلائل کی فراوانی دیکھ کر قاری کو علی وجہ البصیرۃ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے'' (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت ص ۴۰)

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب: جامعہ نعیمہ لاہور، پاکستان

''آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے، بے شمار علمی تحقیقات گنجینہ ہے۔ اس میں بے شمار ایسے فتاوے موجود ہیں جن میں آپ نے مسئلہ کو نہ صرف دلائل سے مبرہن کیا بلکہ اقوال ائمہ سے بھی مزین کیا ہے'' (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۱۹۹)

پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان

''فتاویٰ رضویہ تیرہویں صدی ہجری کے عشرہ آخر اور چودہویں صدی کے ربع اول میں لکھے

جانے والے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو امام اہل سنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خاں بریلوی نوری نور اللہ مرقدہ کی فطانت و ذکاوت تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا ایک عظیم ترین شہکار ہے اور کتنے سال گزر جانے کے باوجود ایسا جامع مبسوط مدلل اور مبرہن کوئی دوسرا فتاویٰ نہ تو احناف کے ہاں ہی مرتب ہو سکتا اور نہ کسی دوسرے مذہب اہل سنت و جماعت میں مرتب ہوا۔ برصغیر پاک وہند میں فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی پر مشتمل آخری گرانقدر فتاویٰ ہے اور حقیقت ہے کہ فتاویٰ ہندیہ ہے کہ مقابل میں یہ مجموعہ بہت مدلل ہے''

(سالنامہ معارف رضا کراچی ص ۵۳، ۱۹۹۸ء)

سید وجاہت رسول قادری صاحب: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

''اگر علماء ملت اسلامیہ کو جزئیات فقہ کی تلاش اور مسائل فقہ کی چھان بین کرنی ہو تو'' عطائے بارگاہ نبویہ'' یعنی فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کی ورق گردانی کرے، یہ عطائے نبویہ ہے یہاں تمام علوم بدرجہ اتم ملتے ہیں۔ بتمام جاہ وجلال اور باہتمام وکمال ملتے ہیں'' (ادارہ معارف رضا ص ۸، ۱۹۹۸ء)

سید ریاست علی قادری صاحب: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان

''فتاویٰ رضویہ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسے فقیہ تھے جو قوت اجتہاد، بصیرت فکر، ذہانت تعقل اور علمی استحقاء میں دور دور تک اپنا جواب نہیں رکھتے اور وہ علم وفن بھی جانتے تھے'' معارف رضا ص ۱۲۱، ۸۵ء)

جسٹس قدیر الدین صاحب: بہاولپور، پاکستان

''مجھے فتاویٰ رضویہ کی گیارہویں جلد دیکھنے کا موقع ملا جس میں بے شمار مسائل کے حل قرآن وسنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں دیئے گئے ہیں، اسی جلد میں وصیت و وراثت سے متعلق ایک فتویٰ کا جواب جو چھیاسی صفحات پر مشتمل ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے یہ اعلیٰ حضرت کے اہم اور نہایت مفصل فتوے پر مشتمل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ عدالت عالیہ بہاولپور پاکستان کے ایک فاضل جج محمد دین صاحب نے بہت سے علماء وقت کے فتوؤں سے مطمئن نہ ہو کر حاصل کیا اور پھر اسی کے مطابق زیر سماعت مقدمہ کا فیصلہ کیا'' (معارف رضا کراچی ص ۷۵، شمارہ ۱۹۸۵ء)

سید انور علی صاحب: ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، پاکستان

''اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کا مجموعہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے، بے شمار علمی تحقیقات کا خزانہ

ہے۔ اس میں ان گنت ایسے فتاوے نظر آتے ہیں جن میں آپ نے مسئلہ کو نہ صرف دلائل وحقائق سے مبرہن کیا بلکہ اقوال ائمہ سے بھی مزین کیا'' (سالنامہ معارف رضا ص ۶۷، شمارہ ۱۹۸۵ء)

پروفیسر جی، اے حق محمد صاحب: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان

''کئی لحاظ سے فتاویٰ رضویہ اپنی منفرد و ممتاز حیثیت رکھتا ہے جو دیگر فتاویٰ کو حاصل نہیں خواہ قدیم یا جدید ان ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جن علم کے دعویداروں سے علمی کوتاہیاں سرزد ہوئیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا اندیشہ لاحق ہوا اعلیٰ حضرت نے ان کی خوب علمی گرفت فرمائی اور اصل حقائق اور شرعی احکام کو واضح کیا یہ علوم وفنون کا ایک ایسا بحر نا پیدا کنار ہے کہ اگر کوئی بھی شخص کسی تعصب کے بغیر اس کا مطالعہ کرے تو اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس کی عظمتوں کا بلا تکلف معترف ہو جائے اور اسے راہ صواب نظر آئے'' (معارف رضا پاکستان ص ۳۳، شمارہ ۱۹۹۸ء)

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری صاحب: شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی پاکستان

''فتاویٰ رضویہ میں ایک خاص بات دیکھنے کی یہ ہے کہ جہاں آپ کا بیان یا مسئلہ کا جواب براہین سے مبرہن ہیں وہاں آپ کے بیان کی سادگی اور انداز تفہیم سلاست زباں سے آراستہ وپیراستہ ہے، اس برصغیر میں فتاویٰ رضویہ آخری گرانقدر فقہ حنفی پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ ہے۔ جو چودھویں صدی ہجری کے اواخر تک ایسا اہتم بالشان کوئی اور فتویٰ مرتب نہیں ہوا۔ (معارف رضا ص ۴۷، شمارہ ۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب: پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

''برصغیر میں فقہ حنفی کے فروغ واشاعت میں فتاویٰ رضویہ نے بلاشبہ ایک منفرد کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو چکا ہے اور اہل علم اس کتاب سے رہتی دنیا تک مستفید ہوتے رہیں گے'' (سالنامہ معارف رضا ص ۸۷، شمارہ ۱۹۹۹ء)

پروفیسر امتیاز علی صاحب: پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

''حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو اور صدہا دینی و علمی کتب ورسائل کے مصنف تھے۔ فقہی مسائل میں ''فتاویٰ رضویہ'' ان کا بہت بڑا اہم علی کارنامہ ہے، جنگ عظیم اول کے بعد ملکی سیاست کے ہنگامہ خیز دور میں ترک موالات اور تحریک ہجرت کے خلاف حضرت مولانا بریلوی کے فتوے نیز متحدہ قومیت کے بارے میں انتہائی بیانات ان کی سیاسی بصیرت کا

ثبوت ہے'' (خیابان رضا لاہور ص ۴۴، شمارہ ۱۹۸۲ء)

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد صاحب: جالندھر لاہور۔

''مولانا مرحوم نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم ورواج اور عرف وعادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے''۔ (مقدمہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ہفتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مولانا قاضی عبدالنبی صاحب: ایڈیٹر ماہنامہ جام عرفان لاہور۔

''مسجع الفاظ کی ایسی کڑیاں اور مقفیٰ جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منثور ومنظوم کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ بس دشوار ہے تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیزی فتاویٰ رضویہ کا عربی خطبہ ہے وبلاشبہ فصاحت وبلاغت کا ایک اچھوتا شہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن تلمیحات خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل ہے'' (ماہنامہ جام عرفان لاہور)

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان

''فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ فاضل مفتی نے اپنے فتووں میں حدیث نبوی کا استعمال بکثرت کیا ہے اور ایسا کر کے انہوں نے فقہ حنفی کے بارے میں اس اعتراض کو زائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس میں حدیث نبوی سے کم استفادہ کیا جاتا ہے'' (سالنامہ معارف رضا کراچی ص ۳۹، شمارہ ۱۹۹۳ء)

محمد زبیر احمد صاحب ازہری: حیدر آباد، سندھ

''فتاویٰ رضویہ کے اکثر فتاوے ایسے ہیں جن کو اپنی جامعیت اور تفصیل وتحقیق کی بناء پر ایک مبسوط مقالہ کا نام دیا جا سکتا ہے حتی کہ بعض جوابات تو ایسے ہیں کہ جن کو اگر جدید تحقیق انداز کے مطابق شائع کیا جائے تو وہ ایک کتاب کی صورت اختیار کر سکتے ہین۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے فتووں کا بھی یہی عالم ہے۔ کہ کوئی فتویٰ دلائل وبراہین اور مختلف قرآنی آیات یا احادیث یا اقوال فقہا اور عبارات کتب فقہ اور حوالہ جات سے خالی نہیں'' (معارف رضا ص ۹۱، شمارہ ۱۹۹۱ء)

حکیم محمد سعید: چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ پاکستان

''میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت صرف اس لئے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی

جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لیے قدیم فقہا جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقت نظری اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے وہ اپنے فتووں میں صرف ایک مفتی ہی نہیں بلکہ محقق اور طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں" (معارف رضا کراچی ص ۹/ ۱۰۰، شمارہ ۱۹۸۹ء)

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ صاحب: کراچی، پاکستان

"میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی میں نے جلدی جلدی ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا، عبارت کی روانی، کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کا انبار دیکھ کر میں حیران و ششدرہ گیا اور ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے" (امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ص ۱۹۴)

ڈاکٹر یعقوب ذکی صاحب: لندن

"امام احمد رضا کے فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" کے نام سے جانے جاتے ہیں جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے فتاویٰ رضویہ پر فقہ حنفی کا ایک عظیم سرمایہ ہے جس طرح فتاویٰ عالمگیری جو ہندوستان میں مسلم عہد حکومت کی ایک عظیم فقہی خدمت ہے۔" (دبستان رضا ص ۵۵)

ڈاکٹر عبدالوحید صاحب: پی، ایچ، ڈی، لندن

"مولانا احمد رضا خاں نے علوم دینیہ و دنیویہ کی تکمیل کر کے مختلف علوم و فنون میں کتابیں اور رسائل لکھے ان سبھوں میں فتاویٰ رضویہ بھی ہے جو کہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے فقہ حنفی کا یہ ایک عظیم سرمایہ ہے"۔ (معارف رضا ص ۵۵، ۹۳ء)

مولانا مقبول احمد صاحب: لندن

"اعلیٰ حضرت کا علمی سرمایہ یوں تو بے پناہ ہیں لیکن آپ کا فقہی شاہکار "فتاویٰ رضویہ" ہے، تاریخ الفتویٰ میں یہ مجموعہ ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے" (المیزان امام احمد رضا نمبر ممبئی، ص ۲۴۳)

سید اسماعیل خلیل صاحب: مکہ معظمہ

"ہمارے آقا نے فتاویٰ پر مشتمل ہمیں نمونے کے طور پر چند اوراق عنایت فرمائے ہمیں اللہ عزشانہ سے امید ہے کہ وہ ان کی تکمیل کے لئے آپ کے اوقات میں آسانی اور جلدی سے وافر عطا فرمائے گا چوں کہ وہ خاص علمیت پر مبنی ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں سرخروئی عطا فرمائے گا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ ان فتووں کو اگر ابوحنیفہ نعمان (رضی اللہ عنہ) دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے تلامذہ میں شامل فرماتے" (الاجازۃ المتینہ ص ۹)

پروفیسر ڈاکٹر جے، ایم، ایس، بلیان: لیڈن یونیورسٹی لائڈن

"احمد رضا خان (علیہ الرحمہ) اپنے فتووں میں دلائل و شواہد پیش کرتے وقت جس وسعت مطالعہ کا اظہار فرماتے ہیں میں اس سے بہت متاثر ہو رہا ہوں۔" (ماہنامہ حجاز دہلی، شمارہ مئی ۱۹۹۱ء)

پروفیسر ڈی، الیف ملا

"ہندوستان کا بھی بڑا کارنامہ ہے۔ فقہ حنفیہ پر تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بالخصوص دو کتابیں تو بڑی لکھی گئی ہیں ایک فتاویٰ عالمگیری اور دوسری فتاویٰ رضویہ" (ایضاً)

حافظ عبدالستار سعیدی: جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

"العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" المعروف "فتاویٰ رضویہ" آپ کی علمی تبحر اور تفقہ کا خصوصی شاہکار ہے جو لاکھوں مسائل و جزئیات فقہیہ کا عظیم الشان خزانہ و ذخیرہ ہے، جس میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کا کسی دوسری کتاب میں یا تو سرے سے وجود ہی نہیں یا پھر اس مضبوط و مربوط انداز سے کہیں اور بیان نہیں ہوئے ہزارہا صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کے عمدہ و منفرد اسلوب بیان اور دلائل و براہین کے تلاطم و تموج دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (فتاویٰ رضویہ مترجم جلد دوم پیش لفظ مطبوعہ فاؤنڈیشن لاہور)

اس حقیقت سے مفر ممکن نہیں عاشقان مصطفیٰ خوش حال ہیں
لائق صد فخر و وجۂ انبساط منظر اسلام کے سو سال ہیں
سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

سائنسی تحقیقات الملفوظ کے آئینے میں

رضوی سلیم شہزاد (مالیگاؤں۔۔ بھارت)

سرزمین بریلی میں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم دینیہ حاصل کر کے اسلام کی خدمت وحفاظت کی مسند پر فائز ہوگئے۔ انہوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی اسلامی کتابیں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ دین، مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا شدید محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریزوں کے کاشتہ پودے کا شدید رد کیا۔ اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار وپود بکھیر دیئے۔ سلف صالحین کے طریقے اور مذہب حنفی کے دلائل کی قاہرہ سے حفاظت اور حمایت کی۔ غرض یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کو پچاس سے زائد علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ریاضی کا لاینحل مسئلہ (جو حل نہ ہوسکے) لے کر حاضر ہوئے جسے آپ نے اسی وقت حل کردیا۔ تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ "یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے"۔ (۱)

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلم ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ شعر وادب میں قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل تھے۔ جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب و شاعر بھی ہوسکتا ہے۔ البتہ انہوں نے اصناف سخن میں حمد باری تعالیٰ نعت اور منقبت کو منتخب کیا اور قصیدہ معراجیہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کیے۔ فلسفۂ جدیدہ (جدید سائنس) اور فلسفۂ قدیمہ کے غیر اسلامی

نظریات پر ''الکلمۃ الملھمۃ'' اور ''فوز مبین'' میں سخت تنقید کی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ سائنس کو اسلامی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ سائنس کو اسلام کے تابع کیا جائے نہ کہ اسلام کو سائنس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ (۲)

آیئے الملفوظ کے حوالے سے سائنس پر اعلیٰ حضرت کی وسعتِ نظر پر چند مثالیں ملاحظہ کی جائیں۔

عمدہ پانی:

ایک مرتبہ بریلی شریف کے پانی کی نفاست کا ذکر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ہوا تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا ''میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لئے زورقوں میں پانی بھر کر رکھتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔

ایک صفت یہ ہے کہ ہلکا ہو۔ اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو اس کا اتر نا بالکل معلوم نہ ہو۔

دوسری صفت شیرینی:۔ وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہ پایا۔

تیسری صفت خنکی:۔ یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔ (۳)

زمین وآسمان کا فاصلہ:

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ فلک ثوابت کا فاصلہ کتنا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''واللہ اعلم۔ سب سے قریب تر ثابتہ جو مانا گیا ہے وہ نو ارب ۲۹ کروڑ میل ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے۔ اس سے آگے مستوی۔ اس کا بعد (دوری) اللہ جانے۔ پھر اس کے آگے عرش کے ستر ہزار حجاب ہیں۔ ہر حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو (۵۰۰) برس کا فاصلہ ہے اور اس سے آگے عرش۔ اور ان تمام وسعتوں میں فرشتے بھرے ہیں۔ حدیث میں ہے آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں فرشتے نے سجدے میں پیشانی نہ رکھی ہو۔ فرمایئے کس قدر فرشتے ہیں۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۴)

درج بالا بیان سے یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ زمین سے عرش کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ کہ سب سے پہلا فلک ثابتہ (آسمان) نو ارب انتیس کروڑ میل اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ، پھر مستوی، پھر ستر ہزار حجاب اور پھر عرش ہے۔ اب آیئے کرسی کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا بیان فرمائیں جسے پڑھ کر ایک مومن کی روح جہاں تڑپ اٹھتی ہے وہیں اعلیٰ حضرت کے وسعت مطالعہ کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے۔

کرسی کی کیا صورت ہے؟

اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کرسی کی صورت اہل شرع و حدیث نے کچھ ارشاد نہ فرمائی۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ آٹھواں آسمان ہے۔ (جو) ساتوں آسمانوں کو محیط ہے۔ تمام کواکب ثابتہ اسی میں ہیں۔ مگر شرع نے یہ نہ فرمایا۔ اسی طرح عرش کو جہلائے فلاسفہ کہتے ہیں کہ نواں آسمان ہے اور اس کو ''فلک اطلس'' کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کوکب نہیں۔ مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان زمین کو محیط ہے اور اس میں پائے ہیں یاقوت کے۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ اور یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمنیۃ اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن (فرشتے) اور ان فرشتوں کے پاؤں سے زانوؤں تک پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ آیۃ الکرسی کو اسی وجہ سے آیت الکرسی کہتے ہیں اس میں کرسی کا ذکر ہے۔ اس کی کرسی آسمان و زمین کی وسعت رکھتی ہے۔

اس ضمن میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

آسمان ہی کی وسعت خیال میں نہیں آتی۔ بیچ کا آسمان (چوتھا) جس میں آفتاب ہے اس کا نصف قطر نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ اور پانچواں اس سے بڑا۔ پانچویں کا ایک چھوٹا پرزہ جسے تدویر کہتے ہیں وہ آفتاب کے آسمان سے (چوتھے آسمان سے) بڑا ہے۔

پھر یہی نسبت پانچویں کو چھٹے کے ساتھ ہے اور اس کو ساتویں کے ساتھ اور صحیح حدیث میں آتا ہے کہ یہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق و دق میدان میں جس کا کنارا نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو۔ اور ان سب عرش و کرسی اور زمین و آسمان کی وسعت ایسی ہی ہے۔ عظمت قلب مبارک سید عالم ﷺ کے سامنے۔ اور قلب مبارک کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔ عظمت عزت جل جلالہ سے یہ غیر متناہی و

وتناہی۔ اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال۔ (پھر فرمایا) اولیاء کرام فرماتے ہیں۔

ماالسموات السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الا کحلقة ملقاة فی فلاة من الارض ۔سیدی شریف عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مؤمن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔ اللہ اکبر! جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمت شان اقدس کو کون خیال کرے؟ (۵)

آسمان کہاں ہے؟

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضور دوربین سے آسمان نظر آتا ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔

''ہم اپنی آنکھوں سے تو دیکھ رہے ہیں۔ کیا دوربین لگانے سے اندھا ہو جاتا ہے کہ بغیر دوربین کے دیکھتے ہیں اور دوربین سے سجھائی نہ دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم جس کو دیکھ رہے ہیں یہی آسمان ہے۔ (ترجمہ) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا۔ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ہم نے اس کو کیسی زینت دی اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔ ہم نے اسے خوبصورت بنایا دیکھنے والوں کے واسطے۔ کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند بنایا گیا۔

فلاسفہ بھی یہی کہتے تھے کہ جو نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں۔ آسمان شفاف بےلون ہے۔ (پھر فرمایا) اس سے اکذب (جھوٹا) کون جس کی تکذیب قرآن کرے۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ نجات منحصر ہے اس بات پر کہ ایک ایک عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ایسا ہو کہ آسمان وزمین ٹل جائیں اور وہ نہ ٹلے پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلب ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔ (۶)

آیئے اب عرف عام میں جسے دنیا کہا جاتا ہے اس کی وسعت کے متعلق جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں چلیں۔ آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ دائرہ دنیا کہاں تک ہے؟ تو آپ نے وہ جواب عنایت فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو علم غیب نہ ماننے والوں کی عقلیں بھی حیران ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

دائرہ دنیا:

ساتوں آسمان، ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے وراء سدرۃ المنتہیٰ، عرش وکرسی دار آخرت ہے۔ اس ضمن میں آپ نے مزید فرمایا کہ دار دنیا شہادت (ظاہر) ہے اور دار آخرت غیب (پوشیدہ)۔ غیب کی کنجیوں کو مفاتح اور شہادت کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ و عنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو ۔ اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کے مفاتح (کنجیاں) ان کو خدا کے سوا کوئی (بذات خود) نہیں جانتا۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ له مقاليد السموات والارض خدا ہی کے لئے ہیں مقالید (کنجیاں) اور مقالید کا اول حرف میم (م) وحرف آخر (د) دال، انہیں مرکب کرنے سے نام اقدس ظاہر ہوتا ہے۔ (م+ح+م+د=محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب وشہادت کی کنجیاں سب دیدی گئی ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی شئی ان کے حکم سے باہر نہیں۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ مفاتح ومقالید غیب وشہادت سب حجرۂ خفا یا عدم میں مقفل تھیں۔ وہ مفتاح یا مقلاد جس سے ان کا قفل کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا وہ ذات اقدس ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مقفل حجرہ عدم یا خفاء میں رہتے۔ (۷)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی۔ جان ہے تو جہان ہے

بہر حال موضوع سے قطع تعلق نہ کرتے ہوئے آیئے اب دیکھیں کہ خلاء کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ واضح رہے کہ سائنسدانوں کے نزدیک زمین کے چاروں طرف ہوا کا غلاف ہے جو قریب (۴۵) پنتالیس کلومیٹر کی بلندی تک ہے اور اس کے بعد غیر متناہی خلاء واقع ہے۔ اس تعلق سے جب اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا گیا کہ حضور خلاء ممکن ہے تو آپ نے فرمایا۔

خلاء کا واقع ہونا ممکن ہے:

خلاء بمعنی فضاء تو واقع ہے۔ اور خلاء بمعنی فضائے خالی عن جمیع الاشیاء موجود تو نہیں لیکن ممکن ہے۔ فلاسفہ جتنی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ جزو لا یتجزیٰ (کسی بھی شئے کا وہ سب سے چھوٹا حصہ جس کی

مزید تقسیم محال ہو اسے جزء لا یتجزی کہیں گے) اور خلاء وغیرہ کے استحالہ میں وہ سب مردود ہیں۔کوئی دلیل فلاسفہ کی ایسی نہیں جو ٹوٹ نہ سکے۔فلاسفہ نے جتنی دلیلیں قائم کی ہیں وہ سب اتصال اجزاء کو باطل کرتی ہیں۔وجود جز کو باطل نہیں کرتیں۔اور ترکیب جسم کے لئے اتصال ضروری تھیں۔دیوار جسم مرکب ہے اور اس کے اجزاء متصل نہیں''۔(۸)

جوہر کی تعریف:

یہاں ہم سب پہلے مشہور سائنسدان جان ڈالٹن کا نظریہ جوہر کے متعلق پیش کرتے ہیں۔وہ لکھتا ہے۔

"According to John Dalton's theory (1808) an alon is a Particle of matter which is small, rigid Spheical and indivisible"

جس کے مطابق کسی بھی مادے کے سب سے چھوٹے ،ٹھوس ،کروی اور غیر منقسم جز کو جوہر کہتے ہیں۔

اس پس منظر کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔جہاں آپ سے اس شعر ؎

نقشہ شاہ مدینہ صاف آتا ہے نظر!
جب تصور میں جماتے ہیں سراپا غوث کا

کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ''جوہر حسن'' کو کتنے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ جمال غوثیت آئینہ ہے۔جمال اقدس کا۔اس میں وہ شبیہ مبارک دکھائی دے گی۔(پھر فرمایا) امام حسن رضی اللہ عنہ کی شکل مبارک سر سے سینہ تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سینہ سے ناخن پا تک اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے پاؤں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہوں گے...... (پھر فرمایا) اور یہ تو ظاہری شباہت ہے ورنہ فی الحقیقت وہ ذات اقدس تو شبیہ سے منزہ و پاک بنائی گئی ہے کوئی ان کے فضائل میں شریک نہیں۔امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ

فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

(ترجمہ) حضور اپنے تمام فضائل ومحاسن میں شریک سے پاک ہیں۔جو''جوہر حسن'' آپ میں غیر منقسم ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت نے ''جوہر'' کی تعریف کیا فرمائی ہے۔''اہل سنت کی اصطلاح میں جوہر اس جزء کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہو۔یعنی حضور کے حسن میں سے کسی کو حصہ نہیں ملا''۔(۹)

زمین اور آسمان قیامت میں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ یہ زمین قیامت کے روز دوسری زمین سے بدل دی جائے گی؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

''ہاں ان زمین وآسمان کا دوسری زمین وآسمان سے بدلا جانا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔یوم تبدل الارض غیر الارض السموت و بروز للہ الواحد القھار

(ترجمہ) جس دن بدلی جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان بھی کھل جائیں گے (قبروں سے لوگ) اللہ واحد قہار کے لئے۔مگر آسمان کے لئے یہ نہیں معلوم کہ وہ آسمان کا ہے یا ہوگا۔ہاں زمین کے بارے میں صحیح حدیث آتی ہے جس میں ہے کہ آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا۔صحابی جو اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں۔مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد میل مسافت ہے یا میل سرمہ۔(پھر فرمایا) اگر میل مسافت ہی مراد ہے تو بھی کتنا فاصلہ ہے آفتاب چار ہزار برس کے فاصلہ پر ہے اور پھر اس طرف پیٹھ کیے ہے۔اس روز کہ سوا میل پر ہوگا اور اس طرف منہ کئے ہوگا۔اس روز کی گرمی کا کیا پوچھنا۔اسی حدیث میں ہے کہ زمین لوہے کی کر دی جائے گی۔پھر فرمایا اور جنت میں چاندی کی زمین ہو جائے گی اور یہ زمین وسعت کیا رکھتی ہے۔ان تمام انسانوں جانوروں کے لئے جو روز ازل سے روز آخر تک پیدا ہوئے ہوں گے۔حدیث میں ہے کہ رحمٰن بڑھائے گا زمین کو جس طرح روٹی بڑھائی جاتی ہے۔اس وقت کروی شکل پر ہے اس لئے اس کی گولائی ادھر کی اشیاء کو حائل ہے اور اس وقت ایسی ہموار کر دی جائے گی کہ اگر ایک دانہ خشخاش کا اس کنارہ پر پڑا ہو اس کنارہ زمین سے دکھائی دے گا۔حدیث میں ہے۔ دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور سنانے والا ان سب کو سنائے گا۔

پھر لوگوں نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ یہ صحیح ہے کہ یہ زمین جنت کی شکر بنا دی جائے گی۔ اس سوال پر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ میں نے نہ دیکھا (مطالعہ میں نہ آیا) ہاں یہ تو ہے کہ حشر کے عرصات میں گرمی شدت کی ہوگی۔ پیاس بہت ہوگی اور دن طویل ہوگا۔ بھوک کی تکلیف بھی ہوگی۔ اس لئے مسلمان کے لئے زمین مثل روٹی کے ہو جائے گی کہ اپنے پاؤں کے نیچے سے توڑے گا اور کھائے گا'' (۱۰)

یہاں تک تو ہم نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضی اللہ عنہ کے نظریات جو سائنس کی ایک اہم شاخ علم فلکیات سے متعلق ہے اس کا مطالعہ کیا۔ جن سے مجدد دین وملت نے اسلامی افکار کو واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات جدید وقدیم سائنس کے تابع نہیں بلکہ سائنس، اسلامی عقائد ونظریات کے تابع ہے۔ آیئے اب علم النجوم، پر اعلیٰ حضرت کی ایک زبردست تحقیق تاریخ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل زمین پر کسی قوم کا وجود تھا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا ان (میناروں) کی تعمیر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ہے پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العلمین حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر اسی آدمی سوار تھے۔ جس میں دو نبی تھے۔ (حضرت آدم و حضرت نوح علیہم السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا تھا۔ دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا سوق الثمانین نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و مینار کے باقی رہ گئی تھیں۔ جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی۔

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے

بنی الہرمان النسر فی سرطان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں۔ نسر واقع اور نسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازہ پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس (۱۲۶۴۰) سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ (۶۴) برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولھویں درجہ میں ہے۔ تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔'' (۱۱)

اللہ اکبر! یہ ہے اعلیٰ حضرت کا علم النجوم، علم تاریخ اور علم ہندسہ پر مضبوط گرفت کی ایک چھوٹی سی مثال۔ مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں گیلیلیو کے گرنے والے اجسام کے اصول (Laws of Falling Bodies) اور کشش ثقل کا اصول (Law of Gravitation) کا رد کیا ہے۔ البرٹ آئنسٹائن کے نظریہ اضافت پر (Theory of Relativity) پر گفتگو کی ہے۔ ارشمیدس کے اصول (کہ پانی میں اشیاء کے وزن میں ہٹائے ہوئے پانی کے وزن کے بقدر کمی ہو جاتی ہے) کی تائید کی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے مدوجزر کی تفصیلات پر بہت طویل بحث کی ہے۔ دیگر سیاروں پر اجسام کے اوزان میں کمی و بیشی پر تبصرہ کیا ہے Centiri figal (مرکز گریز یا دافع عن المرکز) کے اصولوں پر کلام کیا ہے۔ علاوہ ازیں سمندر کی گہرائی، زمین کے قطر، مختلف سیاروں کے اہم فاصلے، مختلف مادوں کی کثافت نسبتی (Relative Densities) ہوا کے دباؤ پر سائنسی دعوؤں کی تفصیلات اور اعداد و شمار سے نہ صرف واقف نظر آتے ہیں بلکہ اپنے دلائل کے ثبوت میں ان اعداد و شمار کا استعمال بھی کیا ہے۔

زمین ساکن ہے

ردحرکت زمین پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی چند دلیلیں ملاحظہ کیجئے۔

دلیل (1): ہر عاقل جانتا ہے کہ حرکت موجب سخونت وحرارت ہے۔ عاقل درکنار ہر جاہل بلکہ ہر مجنوں کی طبیعت غیر شاعرہ اس مسئلہ سے واقف ہے۔ لہٰذا جاڑے میں بدن بشدت کانپنے لگتا ہے کہ حرکت سے حرارت پیدا کرلے، بھیگے ہوئے کپڑوں کو ہلاتے ہیں کہ خشک ہوجائے۔ یہ خود بدیہی ہونے کے علاوہ ہیئیات جدیدہ (Modern Asironomy) (سائنس) کو بھی تسلیم بعض اوقات آسمان سے کچھ سخت اجسام نہایت سوزون ومشتعل (روشن چمکتے جلتے ہوئے) گرتے ہیں۔ جن کا حدوث (واقع ہونا) بعض کے نزدیک یوں ہے کہ قمر پتھر کے آتشی پہاڑوں سے آتے ہیں کہ شدت اشتعال کے سبب جاذبیت قمر Attraction of Moon کے قابو سے نکل کر جاذبیت ارض کے دائرے میں آکر گر جاتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہوا کہ زمین سے گرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں سرد ہوجاتے ہیں۔ یہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنے میں کیوں نہ ٹھنڈے ہوگئے؟ اس کا جواب یہی دیا جاتا ہے کہ اگر وہ نرے سرد ہی چلتے یا راہ میں سرد ہوجاتے جب بھی اس تیز حرکت کے سبب آگ ہوجاتے کہ حرکت موجب حرارت اور اس کا افراط باعث اشتعال (Preason of Burning) ہے۔ اب حرکت زمین کی شدت اور اس کے اشتعال وحدت کا اندازہ کیجئے۔ یہ مدار جس کا قطر اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل ہے۔ اس کا دورہر سال تقریباً تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ میں ہوتا دیکھ رہے ہیں اگر یہ حرکت، حرکت زمین ہوتی یعنی ہر گھنٹے میں اڑسٹھ ہزار (۶۸۰۰۰) میل کہ کوئی تیز سے تیز ریل اس کے ہزارویں حصے کو نہیں پہنچتی۔ پھر یہ سخت قاہر حرکت، نہ ایک دن، نہ ایک سال، نہ سو برس، بلکہ ہزار ہا سال سے لگاتار، بے فتور، دائمہ مستمر ہے تو اس عظیم حدت وحرارت (Fury and Heat) کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جو زمین کو پہنچتی۔ واجب تھا کہ اس کا پانی کب کا خشک ہوگیا ہوتا۔ اس کی ہوا آگ ہوگئی ہوتی، زمین دہکتا انگارہ بن جاتی، جس پر کوئی جاندار سانس نہ لے سکتا۔ پاؤں رکھنا تو بڑی بات ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زمین ٹھنڈی ہے۔ اس کا مزاج بھی سرد ہے۔ اس کا پانی اس سے زیادہ خشک ہے۔ اس کی ہوا خوشگوار ہے۔ تو واجب کہ یہ حرکت اس کی نہ ہو۔ بلکہ اس آگ کیپہاڑی جسے آفتاب کہتے ہیں۔ جسے اس حرکت کی بدولت آگ ہونا ہی تھا۔ یہی واضح دلیل حرکت یومیہ جس سے طلوع اور غروب کواکب ہے زمین کی طرف نسبت کرنے سے مانع (Preventer) ہے کہ اس میں زمین ہر گھنٹے میں ہزار میل سے زیادہ گھومے گی۔ یہ سخت دورہ کیا کم ہے؟ اگر کہئے یہی استحالہ قمر میں ہے (استحالہ بمعنی شکل وصورت اور خاصیت میں تبدیلی) کہ اگرچہ اس کا مدار چھوٹا ہے مگر مدت بارہویں حصے سے کم ہے کہ ایک گھنٹے میں تقریباً سوا دو ہزار (۲۲۵۰) میل چلتا

ہے۔ اس شدید صریح (واضح) حرکت نے اسے کیوں نہ گرم کیا۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہیئیات جدیدہ (Modern Astronomy) پروارد ہے۔ جس میں آسمان نہ مانے گئے۔ فضائے خالی میں جنبش ہے تو ضرور چاند کا آگ اور چاندنی کا سخت دھوپ سا گرم ہوجانا تھا لیکن ہمارے نزدیک کل فی فلک یسبحون (ترجمہ) ہر ایک ایک گھیرے میں تیرتا ہے۔

ممکن ہے فلک قمر یا اس کا وہ حصہ جتنے میں قمر شناوری کرتا ہے خالق حکیم عز جلالہ نے ایسا سرد بنایا ہو کہ اس حرارت حرکت (Movemental Heat) کی تعدیل کرتا اور قمر کو گرم نہ ہونے دیتا ہو (جیسا کہ جدید ترین تحقیق کے ذریعہ ناسا اور دوسری خلائی ریسرچ ایجنسیوں نے واضح کیا ہے۔ کہ چاند پر پانی تو موجود ہے لیکن انتہائی سوکھے ہوئے برف کی شکل میں ہے) جس طرح آفتاب کے لئے حدیث میں ہے اسے روزانہ برف سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے ورنہ جس چیز پر گزرتا جلا دیتا (رواہ الطبرانی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) (۱۲)

درج بالا مثال سے واضح کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن ہے۔ آج اعلیٰ حضرت کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت خود سائنس نے ہمیں فراہم کردیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے سکون شمس کا مدلل رد فرمایا ہے اور سائنس کو اعتراف ہے کہ سورج ساکن نہیں بلکہ گردش میں ہے اور زمین ساکن ہے۔ سورج اپنے محور پر ایک چکر (۲۵) پچیس دن میں پورے کرتا ہے اور اپنے مدار (Orbit) میں ڈیڑھ سو (۱۵۰) میل فی سیکنڈ کے رفتار سے گردش کررہا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات نے اب یہ بتایا ہے کہ سورج اور چاند کی زندگی ایک روز ختم ہوجائے گی اور یہ کہ سورج ایک مخصوص سمت میں بہا چلا جارہا ہے۔ آج سائنس اس مقام کا محل وقوع بھی بتاتی ہے اور جہاں تک سورج جاکر ختم ہوگا۔ اسے (Solsr apex) کا نام دیا گیا ہے۔ جس کی طرف سورج بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بہہ رہا ہے (۱۳)۔

آیئے! اب اس ضمن میں قرآن کریم کی ایک آیت سماعت فرمائیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے سائنسی دلائل پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی عظمت وحقانیت کو خراج عقیدت پیش کریں۔ سورۃ یٰسین شریف کی اٹھائیسویں آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ یہ حکم ہے زبردست علم والے کا"۔

دلیل (2): بھاری پتھر اوپر پھینکیں سیدھا وہیں گرتا ہے۔ اگر زمین مشرق کو متحرک ہوتی تو مغرب میں گرتا کہ جتنی دیر وہ اوپر گیا اور آیا اس میں زمین کہ وہ جگہ جہاں پر پتھر پھینکا تھا حرکت زمین کے سبب کنارہ مشرق کو ہٹا گئی۔ اقول۔ زمین کی محوری چال ہر سیکنڈ ۵۰۶٫۴ گز ہے اگر پتھر کے جانے آنے میں (۵) پانچ سیکنڈ صرف ہوں تو وہ جگہ دو ہزار پانچ سو بتیس (۲۵۳۲) گز سرک گئی۔ پتھر تقریباً ڈیڑھ میل مغرب کو گرنا چاہیے حالانکہ وہیں آتا ہے۔ (۱۴)

دلیل (3): پانی زمین سے بھی کہیں لطیف تر ہے تو (اگر زمین حرکت کر رہی ہوتی تو) پانی کے اجزاء میں تلاطم واضطراب سخت ہوتا اور سمندر میں ہر وقت طوفان رہتا۔

دلیل (4): اقول۔ پھر ہوا کی لطافت کا کیا کہنا۔ واجب تھا کہ آٹھ پہر غرب سے شرق تک، تحت سے فوق تک، ہوا کی ٹکڑیاں باہم ٹکراتیں۔ ایک دوسرے سے پٹا پٹخیں کھاتیں اور ہر وقت سخت آندھی لاتیں۔ لیکن ایسا نہیں تو بلاشبہ زمین کی حرکت محوری باطل اور اس کا ثبوت وسکون ثابت ومحکم۔ وللہ الحمد وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔ آمین (۱۵)

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت نے حرکت زمین کے رد میں ایک سو پانچ (۱۰۵) دلیلیں دی ہیں۔ جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں اور جن کی اعلیٰ حضرت نے اصلاح وتصحیح کی ہے اور پوری نوے (۹۰) دلیلیں نہایت روشن وکامل بفضلہ تعالیٰ آپ کی خاص ایجاد ہیں۔

سائنس دانوں نے صرف اتنا ہی نہیں کہ زمین کو محو گردش ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ انہوں نے تو صاف طور سے آسمان کے وجود کا بھی انکار کیا ہے۔ بظاہر اس سادہ بیان انکار میں عوام کو تو کوئی خرابی نظر نہیں آئی ہو گی۔ لیکن اگر ذرا سا غور وفکر کیا جائے تو واضح ہو جائے گا۔ سائنسدانوں کا یہ نظریہ مذہب اسلام کی بنیاد پر ایک کاری ضرب ہے۔ کیونکہ جب آسمان کوئی چیز ہی نہیں تو توریت، انجیل، زبور، قرآن اور دیگر صحائف انبیاء کا آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت نہیں ہوگا اور قرآن مجید آسمانی کتاب نہیں مانا جائے گا، مذہب اسلام آسمانی مذہب نہیں مانا جائے گا (معاذ اللہ تعالیٰ) ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس کے اس باطل نظریئے کی بھی بیخ کنی کر دی جائے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ جیسے عاشق صادق اور مجدد دین وملت نے اس فرض کو پورا کیا۔ اور فلسفۂ یورپ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ نہ صرف یہ کہ سائنسی دلائل سے ان باطل نظریات کی دھجیاں بکھیر دیں بلکہ مسلمانوں کے اطمینان کے لیے قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے۔ اور زمین آسمان دونوں ساکن ہیں اور سورج اور چاند گردش کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

والشمس و القمر بحسبان (ترجمہ) سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

اور فرماتا ہے (ترجمہ) اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے ہر ایک ایک مقررہ معیار تک چلتا ہے۔

اور حق ثابت ہو گیا اور باطل مٹ گیا۔ ان الباطل کان زھوقا۔ ایک طرف ہندو پاک کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی دینی وملی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں، دوسری طرف پٹنہ، جبل پور، علی گڑھ، کراچی، سندھ اور پنجاب کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں کراچی یونیورسٹی میں "امام احمد رضا چیئر" قائم کی گئی ہے۔ اسی طرح افریقہ، یورپ، لندن، امریکہ اور شکاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ غرض یہ کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی۔

عرس اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ

اور

تائید تحریک پاکستان

مرتبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ

منصرم مرکزی دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد

"۲۳_۲۴_۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸_۲۹_۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ قدس سرہ کا عرس شریف تھا۔ ملک کے اطراف و اکناف سے علماء و مشائخ امراء، روساء تشریف لائے تھے۔ پنجاب، سندھ، کاٹھیاواڑ، سرحد، گجرات، بمبئی، بہار، بنگال، سی۔ پی وغیرہ کے بکثرت زائرین حاضر تھے۔ رات دن برابر ایسا عظیم الشان اجتماع رہتا تھا کہ راستوں میں گزرنا دشوار تھا۔ خانقاہ شریف کی عظیم الشان وسعت میں مجمع سمانہ سکتا تھا۔ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ راستوں، سڑکوں، مکانوں، مسجد اور مدرسہ میں بھرے ہوئے اصحاب علماء کی تقریریں سنتے تھے۔ اس عرس شریف میں اجتماع تو ہمیشہ ہی زیادہ ہوتا ہے مگر اس سال ایک خصوصیت یہ تھی کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے فرزند ارجمند حامی ملت ناصر سنت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ۱۹_صفر ۱۳۶۵ھ کو حج بیت اللہ و زیارت مدینہ طیبہ کے مبارک سفر سے واپس تشریف لائے۔ حضرت ممدوح کی زیارت و اشتیاق میں قریب و بعید کے بکثرت عقیدتمند حاضر ہوئے تھے۔ عرس شریف میں رات دن جلسے رہتے تھے۔ خانقاہ شریف کے باہر بازار لگے ہوئے تھے ان میں جہاں اور قسم قسم کی دکانیں تھیں ان میں ہوٹل بھی تھے ایک ہوٹل کا نام "حامدی پاکستان ہوٹل" اور ایک کا "رضوی پاکستان ہوٹل" تھا۔ رات دن علماء کی تقریریں ہوتی رہتی تھیں۔ ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ عرس شریف کی آخیر تاریخ تھی اس روز بھی علمائے کرام کے بیان ہوتے رہے

ور مسائل حاضرہ یعنی الیکشن اور پاکستان کے متعلق علمائے کرام تقریریں فرماتے رہے۔ اس تاریخ میں بڑی اہم تقریریں جن کے سننے کا ہر ہر شخص کو اشتیاق تھا وہ دو تھیں پہلی تقریر حضرت فقیہ اعظم صدر الشریعۃ مولانا مولوی شاہ امجد علی صاحب اعظمی مدفیوضہ کی تھی۔ مجمع ہمہ تن گوش ہو رہا تھا آپ نے اعلیحضرت کی دینداری، تقوی، اتباع سنت اور مبارک زندگی کے تمام اوقات کا خدمت دین میں مستغرق ہونا اور اظہار حق میں بیدریغ بے خوف لومۃ لائم شرعی ذمہ داریوں کو کمال دیانت ونہایت استقلال سے ادا فرمانا اور ہر باطل کے دفع کے لیے سیف اللہ ہونا بیان فرما کر اعلان کیا کہ الحمد للہ ہم اس راستہ پر اس طریق پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روش پر استقلال کے ساتھ قائم ہیں۔ اور بعونہ تعالیٰ اس خدمت کے انجام دینے میں مشغول ومصروف ہیں۔ تادم آخر اسی میں مصروف رہیں گے۔ وللہ الحمد۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کانگریس فتنہ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے اس کی سب سے بڑی آواز یہی ہے۔ یہی اس کا سوراج ہے یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اس کی اسلام دشمنی کا بیدریغ اظہار کرتے رہے۔ خلافت کمیٹی کے زمانے میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق وچاپلوسی سے دھوکہ کھا کر ان کے دام فریب میں آگئیں تھیں۔ مگر روزمرہ کے تجربوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور جو بات ہم بتاتے تھے ان کے معائنہ میں آگئی اور وہ ہندو جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی کرتا تھا اب بالاعلان مقابل ہے اور کانگریس اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لیے اس نے وہی مولوی حاصل کیے ہیں جنھوں نے خدا اور رسول سے غداری کی تھی اور جو طمع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے دام تزویر میں پھانسا چاہتے ہیں انتخابات کے موقعوں پر وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تو ساتھ نہ دیں کانگریس کی حمایت کریں۔ کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنائیں علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لیے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی

کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔ سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ احرار، خاکسار، یونینسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔ حضرت مولانا کی تقریر بڑے غور سے سنی گئی اور اس اجتماع عام میں ہر فرد بشر گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا، بار بار تحسین ومرحبا اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے اپنے علماء کی ہدایت کے منتظر تھے اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ انشاء اللہ ان میں سے کوئی بھی کانگریس کی تائید نہ کرے گا بلکہ سب اس درس کے مبلغ ہو گئے جو دوسروں کو بھی یہ پیام پہنچائیں گے اور اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کو کانگریسیوں کے پھندے میں آنے سے روکیں گے۔ اس تقریر مبارک کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے تقریر فرمائی آپ نے سب سے پہلے تو حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم کے سفر حجاز اور زیارت حرمین طیبین اور وہاں جو آپ کا اعزاز واکرام ہوا اور ممالک وبلاد ان مصر وسوڈان، حلب وشام، عراق وغیرہ کے اکابر علماء کا آپ سے سندیں لینا آپ کا حلقہ بگوش بننا ذکر فرما کر حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں مبارکباد پیش کی اس کے بعد سنی کانفرنس کے مقاصد کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ سنی کانفرنس نے ایک ایسا مرکزی دار الافتاء اور دار التصنیف قائم کرنا ہے جو تمام ہندوستان کا مرجع ہو اور فتووں میں جو اختلاف واقع ہو یہ مرکزی دار الافتاء اور دار التصنیف تحقیق کامل کے بعد ان میں فیصلہ صادر کرے اور اصلاح طلب تصانیف کی اصلاح کا کام کرے اس کا قیام بریلی ہو گا اور یہ دار الافتاء شرعی احکام کا ایک بہت بڑا محکمہ ہو گا جس میں اکابر علماء محققین حضرت مفتی اعظم کی نگرانی میں کام کریں گے۔ اس کے بعد حضرت صدر الشریعۃ صاحب کی تائید فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الہی کے لیے انجام دیتے ہیں مسلم لیگ کو اس سے فائدہ پہنچے تو ہم اس کے امتنان یا شکر گزاری

کے متمنی نہیں ہیں جو تحریک مسلمانوں کے نفع کے لیے ہو مسلمانوں کی ہمدردی و محبت سے اس کی تائید ضروری ہے اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔ مسلمان یہ عزم کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم ہونے سے روک نہیں سکتی اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجیے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جایئے۔ اپنے گھر والوں کو پابند کیجیے۔ تب محلہ داروں پر آپ کی بات کا اثر ہوگا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہو کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبہ صادقہ آپ کی رگ و پے میں سرایت کرچکا اور جب آپ کا اس جوش صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی بھی روکنے والا نہیں۔ اس تقریر کی دل کشی نے جمع کو مست بنا دیا اور ہر شخص پاکستان کے جذبہ میں سرشار نظر آرہا تھا۔

بہترین دعاؤں پر یہ جلسہ ختم ہوا اور شاندار طریقہ پر قل شریف پر مجلس مبارک کا اختتام ہوا۔"

(اخبار "دبدبۂ سکندری" رامپور

بعنوان "عرس رضوی اور مسئلہ پاکستان!"..........۱۵۔فروری ۱۹۴۶ء، صفحہ ۹)

(بشکریہ: محترم ظہور الدین خان امرتسری لاہوری)

قطعہ

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد دروے
جز من وچند کتابے و دوات و قلمے

یہ قطعہ مبارکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مکمل سوانح عمری ہے جو خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے

اعلیٰ حضرت کا مسلک

تحریر:...... راجا رشید محمود...... (چیف ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور)

محبت دین کی بنیاد ہے اور آپ ہی دین ہیں
خداوند زمانہ کی قسم یا سرور عالم ﷺ

دین اسلام کی تمام تر اساس محبت اور اخلاص مودت پر قائم ہے دین نے ہمیں انسان سے خلوص و محبت کا درس دیا ہے۔ جانوروں کے ساتھ الفت سکھائی۔ خدا کے ساتھ تعلق اور اس کے لوازم کو نبھانے کی ترغیب دی اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلام محبت کا دین ہے۔ جس دین میں جان کے دشمن کا بھی بھلا کرنے پر اکسایا جائے۔ جس میں دین کے اعدا کو معاف کردینے کی عادت ڈالی جائے جس میں ظلم و زیادتی کرنے والوں کے خلاف جہاد کیا جاتا ہو اور استبداد کی چکی میں پسنے والوں کو اس معصیت سے رہائی دلانے سے بہتر کوئی اور کام نہ ہو اور سب سے زیادہ زور انسانیت سے محبت اور انسانوں سے رواداری اور حسن سلوک پر ہو اور دین کے سربراہ اگر مومنوں کے لیے رؤف و رحیم ہوں تو عالمین کے لیے رحمت ہوں۔ دین کے اپنی اساس پر قائم رہنے ہی سے اس کی برکات و فیوض سے متمتع ہوا جاسکتا ہے جو عمارت اپنی بنیاد سے ہٹ جائے وہ ڈھے جاتی ہے اس سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ دین کے نام لیوا، افراد اور جماعتوں کی جانچ ہونی چاہیے کہ کون لوگ اس کی بنیاد پر قائم ہیں اور کون اس سے صرف نظر کررہے ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے اہل سنت و جماعت دین کی اس اساس کے شدت سے قائل ہیں اور محبت کو دین کی بنیاد سمجھتے ہیں اور رسول اکرم نور مجسم رحمت عالم ﷺ کو دین جانتے ہیں۔ اس لیے حضور حضور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ الفت کو حاصل حیات بھی سمجھتے ہیں اور حاصل عقیدہ بھی اور آپ کی آل اطہر آپ کے رفیق کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے نام لیوا تابعین، آپ کی راہوں کے راہی اولیائے کرام سب سے اخلاص و انس کا رابطہ رکھتے ہیں۔ قرآن پاک نے انسانیت کے ساتھ عشق پر زور دیا ہے اور مظہر انسانیت اور شرف انسانیت رسول معظم ﷺ ہیں۔ خداوند کریم نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت حضور کے ساتھ محبت کو اپنی محبت، ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ اور ان کے فعل کو اپنا کام قرار دیا ہے۔ خدا نے اپنے

آپ کو رب العالمین اور ان کو رحمۃ للعالمین کہا ہے۔ اس نے انہیں آپ اپنے آپ کو رؤف و رحیم گردانا ہے۔ اس نے ہمیں اپنی آوازیں حضور ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرنے کو کہا ہے۔ اپنے تمام تر معاملات میں ان کو حکم فرمایا ہے غرض اللہ کا سارا کلام حضور کی مدحت و ثنا سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کے فضائل و کمالات کے تذکار پاک سے پر ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

اس رباعی کے علاوہ ان کا ایک مقطع ہے۔

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوہ زمزمہ رضا کہ یوں

ان اشعار میں اعلیٰ حضرت نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے احکام شریعت کو ملحوظ رکھا ہے اور کہیں ان سے روگردانی یا گریز کی راہ اختیار نہیں کی اور اگر تعصب کی عینک کے بغیر ان کی نثری اور منظوم تصانیف کا مطالعہ کیا جائے تو ان کا ایک ایک حرف اس دعویٰ کی دلیل نظر آتا ہے اور تعصب کی نظر سے تو قرآن پاک کو دیکھنے والے اس پر بھی حرف زنی کی جسارت کر ڈالتے ہیں۔

نسبت دین کی بنیاد ہے اور دین کی عملی صورت پیغمبر اسلام ﷺ کا قول و فعل ہے۔ اس لیے دین کی جملہ حصولیات پر بھی حضور ﷺ کی محبت کو تفوق اور اولیت حاصل ہے اس مسئلے کو اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمایا ہے۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان اشعار میں صحابہ کرام کے عمل سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور کی محبت میں جان تک نچھاور کرنا اصل ایمان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی نعت داخلی اور خارجی شاعری کا حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے۔ خارجی شاعری کا تعلق

کائنات سے ہوتا ہے۔ لیکن جب شاعر اپنے ذاتی اور شخصی تجربات و مشاہدات اور جذبات کو شاعری میں سمو دیتا ہے تو وہ داخلی شاعری کہلاتی ہے۔ فاضل بریلوی کی شاعری ان معنوں میں خارجی ہے کہ وہ کائنات کے محسن اعظم کے ذکر پر مبنی ہوتی ہے اور اس تذکرے میں کائنات پر حضور کے فیضان عمومی پر گفتگو ہوتی ہے لیکن ان ارفع اور اعلیٰ مضامین کو نظم کرتے ہوئے آپ ان تصاویر میں داخلی رنگ بھرتے ہیں اور اپنے قلب کی عکاسی کرتے ہیں۔ داخلیت اور خارجیت کے ان عناصر کے ساتھ اعلیٰ حضرت شریعت کا پاس رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں

پیش نظر وہ نو بہار، سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے، ہاں یہی امتحان ہے

یعنی جہاں محبت اور عشق کی انتہا کا سوال آتا ہے۔ شریعت سد راہ بن جاتی ہے۔ نور کسی ایسی سمت سوچنے بھی نہیں دیتی جس سے دین نے منع کیا ہو۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی جس نعت میں حضور کے معجزات کا سب سے زیادہ ذکر کیا ہے اس کا مطلع ہے

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

ایک اور نعت میں فرماتے ہیں:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے نام لیواؤں کو اللہ کے خالق و مالک ہونے حضور کے ان کا بندہ ہونے اور ہمارے ان کا بندہ ہونے کا اعتراف بھی ہے اور افتخار بھی کہ یہ قرآن کی تعلیم ہے لیکن بعض دوستوں کے نزدیک اعلیٰ حضرت کا تصور شاید یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیم کے صرف اسی حصے پر کہ آپ خدا کے بندے ہیں اکتفا نہیں کرتے اور خدا اور رسول خدا کے کلام اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے حضور فخر موجودات ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں اور آپ کے مرتبے کے دوسرے گوشوں کا بھی ذکر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اور جب قصیدہ نور لکھتے ہیں تو قلم کی روانی میں بیسیوں مطلعوں کے بعد بھی کوئی کمزوری واقع

نہیں ہوتی اور مقطع میں انہیں مرشد کامل کے تصرف کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے۔

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اس قصیدے میں انہوں نے اس شخصیت کی تعریف وتوصیف میں حاضر فرمائی کی جسے خدا نے "قد جاءکم من اللہ نور" فرمایا ہے۔

ک گیسو، لادہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

اسلوب اظہار خیال کا ذریعہ ہے۔ مگر جذبہ روح شعر ہے اور اس کے بغیر شاعری کا تصور بے کار ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اصول شرع کو پیش نظر رکھا ہے۔ اپنے جذبات سے جو شریعت سے متصادم نہیں ہوتے کام لیا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش، ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

ایک اور جگہ فرمایا:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

گنبد خضرا اور خاک طیبہ کا ذکر آیا ہے تو یاد رہے کہ عشاق مصطفیٰ ﷺ کے لیے اس سرزمین پاک میں جو کشش ہے۔ اس کے پیش نظر امام اہل سنت نے اپنی بیشتر میں خاک طیبہ کے بارے میں اپنے جذبات عقیدت۔ واردات کا اظہار کیا ہے۔

خم ہوگئی پشت فلک اس طعن زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

ایک نعت کا مطلع ہے

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

"حاضری درگاہ ابدی پناہ" کے تذکرہ پاک میں فرماتے ہیں:

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم وسر کی ہے

عشق احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ میں اعلیٰ حضرت نے اپنے آپ کو سگ دربار آقا کہا اور اس پر فخر کیا اور اسی کے باعث سرور کائنات ﷺ نے آپ کو زیارت سے مشرف فرمایا۔ ایک عالم نارسائی میں آپ

نے مواجہہ شریف میں جب نعت کا مقطع پڑھا۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے زیارت سے مشرف فرمایا۔ اس موضوع پر آپ کے کئی شعر ہیں

رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے
پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

نبی اکرم ﷺ اور حضور کے دیار سے اس نسبت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم ہے کہ عظیم مدح گوئے مصطفیٰ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہی نسبت قائم فرمانے میں فخر وافتخار محسوس کرتے ہیں کیونکہ ثناخوانی حضور سے ارفع واعلیٰ مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگ حسان عرب

ہمارے آقا ومولا اپنے خدا کے حضور جس مقام محبوبیت پر فائز ہیں اس کی توصیف وثنا برحق ہے مگر بطور خاص جب اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلایا اور خاص سے نوازا تو اس کا ذکر اعلیٰ حضرت نے بھی فرمایا:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

آپ نے جو نعت "تہنیت شادی اسری" "در" رقم فرمائی ہے۔ اس کے ایک ایک شعر ایک ایک لفظ میں کیف ورنگ کی برسات اور محبت وارادت کے جلوے نظر آتے ہیں۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

علامہ احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین کے ایک متبحر عالم کی حیثیت سے مختلف اختلافی امور کو شعر کے جامے میں یوں آسانی حل کر دیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ہے انہی کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

اسی مضمون کو ایک اور جگہ یوں پیش کیا ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

عظیم البرکت مجدد دین وملت صدر الافاضل نے اعدائے مصطفٰی کا ہمیشہ سخت الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ان کی کسی سے لڑائی اپنی ذات کی خاطر نہیں محمد مصطفٰی ﷺ کے ناموس کے لیے ہے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے مرتبے کے بارے میں کسی ایسے خیال کا اظہار کریں جو قرآن وحدیث کی تعلیمات کے منافی ہو اعلٰی حضرت ان کو کسی جھوٹ سزاوار نہیں سمجھتے

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اس سلسلے میں ان کا واضح موقف یہ ہے کہ

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

شاعری کے بارے میں مختلف تنقید نگاروں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ شاعری خیالات اور الفاظ کا مجموعہ ہے جس میں جذباتی عنصر بھی شامل ہو۔ شاعری اظہار جذبہ کا نام ہے۔ شاعری تمام علوم کی روح ہے۔ شاعری حسن کی متوازن تخلیق ہے۔ شاعری تخیل کی مدد سے پاکیزہ جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ شاعری زندگی کی تفسیر ہے اور شاعری ایک ایسا فن ہے جس میں صداقت وتخیل کا امتزاج ہوتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے بیشتر خیالات پر اعلٰی حضرت کی شاعری پوری اترتی ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری محض محبت ہے، دین ہے۔ ناموس مصطفٰی ﷺ کا تحفظ ہے، جذبہ ہے، خلوص ہے۔ ان کے خیالات میں لطافت ونزاکت ہے وہ واردات قلبیہ کو شعری زبان بخشتے ہیں۔ بندش کی چستی، خیالات کی نزاکت اور معنی آفرینی ان کے کلام کی خصوصیات ہیں اعلٰی حضرت کی شاعری محض قافیہ پیمائی نہیں۔

صدق وخلوص کی راہنمائی میں روانی، ہمواری اور پختگی کا اعلٰی نمونہ ہے۔ خود فرماتے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

آپ محض شاعر نہیں بلکہ صاحب کشف وکرامت ولی کامل ہونے کے ساتھ مفسر، محدث، فقیہہ، ادیب، مصنف، قاری، حافظ، متکلم اور مفتی تھے۔ آپ نحو، صرف، کلام، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، ہیئت، اصول فقہ، منطق، نجوم، جفر اور بیسیوں علوم کے منتہی تھے۔ آپ نے جتنی کم عمری میں تمام علوم میں سند فضیلت حاصل کی اس کے بارے میں جان کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ کسی انسان میں ایسی خصوصیات ہو سکتی ہیں۔ مگر جس پر اپنے آقا ومولا ﷺ کی نظر کرم ہو اس کے لیے یہ صلاحیتیں تعجب کی بات

نہیں۔ اعلٰی حضرت ۵۰۰ کے قریب کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے ایک فتاوٰی رضویہ ہے، جو بارہ تیرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

آپ شوال المکرم میں تولد ہوئے اور صفر المظفر میں واصل بحق ہوئے۔ خداوند کریم ہمیں ان کی محبت مصطفٰے ﷺ کی روش پہ چلنے کی توفیق رحمت فرمائے اور ثنا خوانی حضور میں ہماری زندگیاں گزریں۔

آمین ثم آمین!

منقبت

ظلمت وقت میں سر بسر روشنی ، شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا
جس کی ہر ہر ادا آگہی آگہی ، شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

مثل بانگ درا جس کی گونجی صدا ، جس نے ہم کو نشاں منزلوں کا دیا
جس نے افکار کو بخش دی تازگی، شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

صورت مرد حق ، دشمنان نبی کے مقابل رہا تھا جو سینہ سپر
جس نے سکھلائے آداب عشق نبیؐ ، شاہِ احمد رضا شاہ احمد رضا

وہ جو بن کے سحاب کرم چھا گیا ، بزم ہستی کو یکدم قرار آگیا
غم کے ماروں کی کی جس نے چارہ گری، شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

دین حق کا مبلغ مفکر تھا وہ اسوہ شاہِ بطحا کا مظہر تھا وہ
ماہِ طیبہ کی الفت کی تھی چاندنی، شاہِ احمد رضا شاہ احمد رضا

زینت بزم حق رہبر بے بدل شرح دین متیں جس کا ہر اک عمل
جس کا ہر قول تھا رہبری رہبری ، شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

جس کی نعتوں کے انوار سے چار سو حب شاہ عرب کا اجالا ہوا
نعت احمد کے ایوان کی دلکشی شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

نائب بوحنیفہ وہی تھا رضاؔ ، میرے دل میں وہ مثل چراغ ہدیٰ
کل بھی تھا ضوفگن اور ہے آج بھی ، شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

امیر کاروان عاشقان رسول ﷺ

امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: پروفیسر الطاف عابد اعوان

امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ المعروف اعلیحضرت کے نام سے کون واقف نہیں، جو بیک وقت ایک عالم، مجدد، محدث، مفتی، مناظر، سائنس دان، ریاضی دان اور مزید بہت کچھ تھے۔ وہ باشرع بھی تھے اور باشعور بھی، خوش اخلاق بھی خوش گفتار بھی، خوش نما بھی تھے اور خوش الحان بھی، حافظ بھی تھے محافظ بھی، تاجدار علم وفن بھی تھے تو شہنشاہ سخن بھی، مجدد ملت بھی تھے اور شمع بزم طریقت بھی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی یادگار تھے تو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پیرو کار بھی، نازش مردان حق بھی تھے اور زینت دین مبین بھی، یعنی کہ رب ذوالجلال نے آپ کو کمال جمال وجلال سے نوازا تھا۔ آپ کو دین حق کی خدمت اور احیائے سنت رسول ﷺ کے سبب اللہ جل شانہ نے وہ جوش و جذبہ عطا کیا تھا جو چند گنے چنے لوگوں کو نصیب ہوا۔ آپ کی شرافت و دیانت، ریاضت وسعادت، ذہانت وصداقت، عظمت وفضیلت اور دلالت و بلاغت کو بیان کرنے کے لیے چاند کو بطور ورق استعمال کرنا چاہیے جس پر چاندی کی لکیریں ہوں، سونے کے حروف، ستاروں کے نقطے، گلابوں کے حاشیے، گلزار جنت کی خوشبوؤں کو آب حیات اور شبنم میں ملا کر سیاہی تیار کی جائے، حوض کوثر کی دوات اور مور کے پروں کا قلم، پھر علم وعمل کے حسین امتزاج کے ساتھ صفحہ تحریر میں قوس قزح کے رنگ بکھیر کر عشق ومستی کے عالم میں جھوم جھوم کر لکھا جائے۔ احمد رضا خان ایک فرد واحد نہیں بلکہ چلتے پھرتے ایک ادارہ تھے، آپ ایک تنظیم تھے ایک تحریک تھے۔ آپ وہ کھلی کتاب تھے جس سے ہزاروں تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی تھی، آپ کروڑوں عاشقان رسول ﷺ کی منزل کی راہ کے چراغ تھے۔ آپ فطری و پیدائشی فنافی الرسول ﷺ تھے۔ اسی عشق کی بدولت رب کریم جل جلالہ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ آپ کے اصول چٹانوں

کی طرح مضبوط، الفاظ سچ کی طرح روشن عزم غیر متزلزل اور جذبے صادق تھے، آپ کا کردار قابل تقلید اور گفتار قابل تعریف تھی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہر بات عزم و حوصلہ سے مزین تھی، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دین توحید پروردگار تھا اور ایمان عشق رسول ﷺ کا پرچار تھا۔

آپ نے سرزمین نجد سے دلہن بن کر آنے والے ڈائن صفت دین کش بدعقیدہ بدبختوں کو ناکوں چنے چبوائے اور انہیں۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

کا مشن قطعاً پورا نہ کرنے دیا۔ آپ کے علم و فضل کی بدولت شاطران دین آپ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ آپ نے توحید کی سیف حق اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال لے کر انگریز کے وظیفہ خوار ملاؤں اور قادیانیوں کے ساتھ وہ جہاد کیا جو تا قیامت مشعل راہ کا کام کرتا رہے گا۔ آپ تمام عمر رزم گاہ حق و باطل میں صف شکن رہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی وہ عالی مرتبت شخصیت تھے جو اپنی شیریں بیانی سے بچھڑے لوگوں کو قریب کرتے رہے، زور تقریر سے بے دینوں کا منہ بند کرتے رہے، سیف قلم سے سرکش باطل پرستوں کو مجروح و مردہ کرتے رہے آپ نے گلشن عظمت مصطفیٰ ﷺ کو ہرا بھرا بنایا، گمراہوں کو راہ حق دکھانے میں بے پناہ محنت کی، ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو دوبارہ در نبی ﷺ پر لا کھڑا کیا آپ دشمنان خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بجلی بن کر گرتے رہے۔ آپ نے اللہ جل جلالہ کی وحدانیت اور سرکار مصطفیٰ ﷺ کی عزت و حرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجایا۔ آپ نے بڑے بڑے فلاسفروں، اپنے خداداد علوم کی تابناک شعاعوں سے چکاچوند کر دیا آپ نے دین مبین کی راہ میں آندھیوں سے تیز اٹھنے والے فتنوں اور سیلاب کی طرح بڑھنے والی گمراہیوں کے سامنے دیوار آہن کا کام کیا۔ آپ اس پر آشوب دور میں میدان عمل میں کود پڑے جب ہزاروں بے درد اسلام کے ہرے بھرے چمن کو اجاڑ دینے کی غلیظ کوشش میں مصروف تھے وہ بدبخت ڈاکو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹنے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ ظالم صیاد اسلامی بولی بول کر مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی

کے جال میں پھنسا رہے تھے اور تاجران فرنگ کے ایماء پر مسلمانوں میں اختلافات کی آگ بھڑکا رہے تھے۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کی ناپاک سازش کے عین مطابق پہلے امام مہدی اور مسیح موعود بنا اور پھر اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر کے سینکڑوں مسلمانوں کو اپنی طرح کا کافر مرتد بنا رہا تھا اور ساری کاروائیاں اسلامی تبلیغ کے نام پر انجام دے رہا تھا اور نام نہاد علمائے دین انگریزوں کی وفاداری کا درس دے رہے تھے تو کون تھا جس نے ان کا پردہ چاک کیا اور اس فتنہ کا سدباب کیا وہ صرف اور صرف احمد رضا خان بریلوی ہی تو تھے جو تن و تنہا مسیح موعود کو نکیل ڈالنے کے لیے سامنے آئے اور

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

یہ وہ وقت تھا جب عالم اسلام کو ایک مجدد اعظم کی ضرورت تھی جو رسول اللہ ﷺ کا سچا وارث بن کر اپنی نورانی کرنوں سے بدمذہبی کی کالی گھٹاؤں کو تتر بتر کر سکے، جو جلال موسیٰ کا پرتو بن کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ردائے عظمت میں جھوٹ کا دھبہ لگانے والوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا سکے، جو حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر قہر کی بجلی بن کر گرنے کے قابل ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نائب بن کر اپنے قلمی تلوار سے مسیلمہ کذاب جیسے بدبختوں کا سر کاٹ سکے، جو امام ابوحنیفہ کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گرد و غبار صاف کر کے اصلی شکل میں پیش کر سکے، جو حضور غوث اعظم کا مظہر بن کر الحاد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے چیر سکے، جو اپنے زمانے کا امام ابو منصور اور امام ابوالحسن اشعری بن کر ڈارون اور نیوٹن کے فلسفے کا شیشہ چکنا چور کر سکے، جو ظاہری مسلم رہنماؤں کی پھیلائی گئی نیچریت کا گلا گھونٹ سکے، جو آفتاب رشد و ہدایت بن کر قادیانیت اور وہابیت کی پھیلائی گئی تاریکیوں کو اجالے میں بدل سکے، جو اپنے تجدیدی کارناموں سے امت مرحومہ کا دین تازہ کر کے حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو پھر سے زندہ کر سکے اور جو محمدی کچھار کا شیر بن کر بدمذہب بھیڑیوں

کی گردنوں پر اپنے مضبوط پنجے گاڑ سکے۔اور اللہ رب العزت نے ان تمام امور کی انجام دہی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی نظر شفقت کے سبب امام احمد رضا خان کو چن لیا اور ہمارے دین و ایمان حفاظت کرنے کا بندوبست فرمایا۔

عنایت خداوندی کی وہ کتنی ارجمند گھڑی تھی جب رب کریم نے امام احمد رضا خان جیسا مرد پیدا فرمایا۔کون جانتا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر سیل رواں بن کر اہل باطل کے مزعومات کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا اور اس کے قلم کی لو سے ڈالا ہوا شگاف ہمیشہ کے لیے دشمن کے لیے ناسور بن جائے گا اور پھر کسے معلوم تھا کہ ایک شخص کی محنت رنگ لائے گی اور اس ایک ایک لفظ و بر میں پھیل جائے گا اور ایک چراغ کی لو سے ایمان و عقیدت کے شبستانوں میں کروڑوں چراغ جل اٹھیں گے۔بلاشبہ یہ احسان عظیم ہے اس خالق لوح و قلم کا جس کے دست قدرت میں انسا اذہان، زبان اور قلوب کی کنجیاں ہیں کہ اس نے اپنے حبیب مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و دفاع اٹھنے والے امام احمد رضا خان کو عزت و اقبال کی سربلندی بخشی اور اسے قبول عام کا اعزاز مرح فرمایا۔آپ نے اخلاص و عقیدت کے وہ نقوش جمیل تصنیف کیے جن سے ایک طرف مومنین عاشقین کے چہرے یاسمین و گلاب کی طرح کھل اٹھے تو دوسری طرف اہل باطل کے سلگتے ہو جگر کا اضطراب بھی چھپ نہ سکا۔آپ نے نیچریت، وہابیت اور قادیانیت جیسے مصنوعی مذاہب ایسی کاری ضرب لگائی جس نے مرکزی قیادت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور ان بدبختوں کو بکواسات کے ایسے مدلل اور جامع جوابات ملے کہ وہ انگریزوں کی نمک حلالی کا فریضہ سرانجام دینے سے قاصر ہوتے چلے گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے ملحد، فاسق اور نام نہاد صوفیوں کے خلاف بھی اپنا فریضہ سرانجام دیا۔آپ نے اپنی کتاب (مقال العرفاء) میں قرآن وحدیث و اقوال علماء سے ثابت کہ.....شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ایک دریا، طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے۔شریعت ہی پر طریقت کا دار و مدار شریعت ہی اصل معیار ہے.....طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کی اتباع

صدقہ ہے۔جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقہ ہے۔

مختصر یہ کہ اعلیٰحضرت نے اپنی پوری عمر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سچے دین اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنن مقدسہ کی خدمت کی اور جہاں بھی کسی بدمذہب، بددین نے سر اٹھایا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے کچل کر رکھ دیا اور اس کے رد میں کتابیں تصنیف کیں۔

آپ کے علم کا احاطہ کرنا میرے قلم کی دسترس سے کہیں بالاتر ہے۔لیکن یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اپنے زمانے میں آپ کے پایہ کا کوئی بھی عالم موجود نہ تھا۔اسی لیے تو بعض چرب زبان مخالفین نے بھی کہا کہ مولانا احمد رضا جس قابلیت و جامعیت کے عالم تھے اس کے پیش نظر سارا زمانہ ان کی قدم بوسی کرتا اور ان کو پیشوا مانتا مگر انھوں نے عمر بھر سب کا رد کر کے اپنی مقبولیت کو بڑا دھچکا پہنچایا۔یہ بات بالکل درست ہے کہ آپ نے جس ملاں میں بھی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا عنصر دیکھا اس کی ڈٹ کر مخالفت کی اور اسے بدبخت اور ذلیل جانتے ہوئے اس کے خلاف فتویٰ دیا......اور یہی باب تو ہم جیسے دیوانوں کے لیے پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اگر امام احمد رضا خان علم کے ہوتے ہوئے بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی برداشت کرتے رہتے تو پھر ہمارا ان سے کیا واسطہ تھا۔ان کی اسی عادت پر تو ہر غلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان وارتا ہے اور ان سے محبت رکھتا ہے اور جو حضور ﷺ کی توہین اور گستاخی کو برداشت کرنے کی منافقانہ صلاحیت رکھتا ہے وہ احمد رضا خان سے عداوت اور بغض رکھتا ہے۔احمد رضا خان نے اگر اپنی شہرت اور مقبولیت کو دھچکا پہنچایا تو عین سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا کیونکہ جب ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ پرنور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو دعوت اسلام دی اور تمام بت پرستوں کے خلاف آواز حق بلند کی تو مشرکین عرب بلبلا اٹھے اور انھوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ ﷺ ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار بنانے کے لیے تیار ہیں اور سب مل کر دولت کا انبار آپ ﷺ کے سامنے لا کر رکھنے کو تیار ہیں، جس قبیلہ میں آپ ﷺ چاہیں وہاں آپ ﷺ کی شادی کرنے کو تیار ہیں......لیکن ہمارے پیارے نبی آخر الزماں ﷺ نے کفار مکہ کے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور چونکہ احمد رضا خان بریلوی بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام اور عاشق تھے اس لیے آپ نے بھی اپنے زمانے کے باطل پرستوں کی پیش کی گئی سرداری اور شہرت کو رد کر دیا۔اسی وجہ سے اللہ رب العزت جل جلالہ نے آپ کو نہ صرف یہ کہ علوم دینیہ کا صاحب بصیرت عالم بنایا بلکہ آپ کو اپنے دور کے فقہاء و محدثین کا امام اور ارباب فلسفہ و

منطق کا استاد بنایا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اکابر علمائے اسلام نے آپ کے علم و فضل کا مشاہدہ کر کے تحریری گواہی دی کہ شیخ احمد رضا خان بریلوی علامہ کامل، استاذ ماہر، فاضل سریع الفہم ہیں۔ مکہ شریف کے فقیہہ جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل نے آپ کے فتاویٰ کے چند اوراق پڑھ کر یہاں تک لکھ دیا کہ ''بخدا میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اعلیٰحضرت کے اس فتویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور وہ آپ کو اپنے شاگردوں کے طبقہ میں شامل کرتے۔ (رسائل رضویہ ص ۲۵۸ مطبوعہ لاہور الاجازات المتینۃ مطبوعہ بریلی ص ۶) فاضل اہل حدیث ڈاکٹر محی الدین الوائی پروفیسر از ہر یونیورسٹی مصر اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ ''جن علمائے ہند نے علوم دینیہ وعربیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ان میں مولانا احمد رضا خان کا نام سرفہرست نظر آتا ہے (بحوالہ المیزان بمبئی شمارہ اپریل مئی جون ۱۹۷۶ء ص ۵۵۰) وہابیوں کی تحریک جماعت اسلامی کے پیشوا مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی اپنے مکتوب بنام ایڈیٹر ترجمان اہلسنت کراچی میں تحریر کرتے ہیں کہ ''میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اگر چہ ان کے بعض فتاویٰ و آراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمات کا بھی معترف ہوں۔ (بحوالہ المیزان بمبئی شمارہ اپریل مئی جون ۱۹۷۶ء) (۱۶)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اعلیٰحضرت کے بارے بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع وذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۱۶ مصنف پروفیسر مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا خان بریلوی کے علم و فضل اور فتویٰ کے معترف چند گنے چنے علمائے برصغیر ہی نہیں بلکہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے کثیر علمائے کرام بھی تھے۔ بلکہ انھوں نے آپ کو اپنا سردار اور پیشوا تسلیم کیا۔ مکہ معظمہ سے مولانا شیخ محمد سعید بابصیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ مولانا احمد ابوالخیر میرداد (امام و مدرس مسجد حرام)، مفتی علامہ شیخ صالح کمال مکی (مدرس حرم شریف)، علامہ شیخ اسعد بن احمد دہان مکی (مدرس حرم شریف) و دیگر ۱۶ علمائے کرام اور مدینہ منورہ کے مفتی مولانا تاج الدین الیاس مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا سید احمد جزائری مدنی، و دیگر ۱۰ علمائے کرام نے احمد رضا خان کے مجموعہ فتاویٰ ''حسام الحرمین'' پر دستخط فرما کر آپ کے علم کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنا سردار و پیشوا کہا۔ (بحوالہ امام احمد رضا اور ان کے مخالفین مصنف حضرت مولانا بدرالدین احمد قادری مطبوعہ فضل نور اکیڈمی گجرات) اعلیٰحضرت نے حدود شریعت میں رد

کر جس جوش اور خلوص سے اپنے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کے نغمے گائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ میدان نعت میں آپ کا کوئی حریف و مقابل نہیں۔ آپ نے حضور اقدس ﷺ کے لیے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال کیے ہیں جو انتہائی ادب و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں آپ کے نعتیہ کلام کی خوبیاں گنی نہیں جاسکتیں ''حدائق بخشش'' آپ کی وہ نعتیہ تصنیف ہے جس کا ہر اک شعر عشق مصطفی ﷺ سے سرشار ہے۔ آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں حدود شریعت کو از حد قائم رکھا ہے آپ نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اور ان کا تقابل دیگر انبیاء سے اس طرح کیا ہے کہ باقی انبیاء کا احترام بھی باقی رہا ہے، آپ کے اشعار میں مبالغہ تصنع اور بناوٹ کی بجائے خلوص و عقیدت کی ترجمانی ہے، آپ کے کلام میں قرآن و حدیث کے بعینہ کلمات و عبارات یا ترجمے موجود ہیں یعنی آپ کی شاعری کا ماخذ ہی کلام الٰہی اور حدیث نبوی کے مضامین ہیں۔

امام احمد رضا خان بریلوی کے علوم کا تذکرہ میرے بس کی بات نہیں کیونکہ آپ نے علم تفسیر میں ۷، علم حدیث میں ۴۵، عقائد و کلام میں ۲۲، فقہ و تجوید میں ۷۰، تصوف، اذکار و تعبیر میں ۹، تاریخ، سیر و مناقب میں ۱۱ نحو، لغت، عروض اور ادب میں ۶ علم زیجات میں ۷، علم جفر و تکسیر میں ۱۱، جبر و مقابلہ میں ۴ اور علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم میں ۶ کتب و رسائل تصنیف کئے۔ آپ نے عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع وقت رخصت تک جلائے رکھی آپ نے جو آخری مجلس میں وعظ فرمایا اس کی چیدہ چیدہ باتیں درج ذیل ہیں جن پر ہمیں ضرور عمل کرنا چاہیے آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تم ہمارے مصطفی ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو اور بھیڑیئے تمھارے چاروں طرف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمھیں بہکائیں، تمھیں فتنہ میں ڈالیں اور اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔

حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں، حضور ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روشن ہوئے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت، ان کی تعظیم، ان کے دوستوں کی

خدمت اور تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے اللہ جل شانہ ورسول اللہ ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمھارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت ﷺ میں ذرا برابر بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمھارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا ہوں اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمھیں کیا بتائے اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو۔ حجۃ اللہ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمھارے پاس بتانے نہ آؤں گا جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور ونجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت وہلاکت ہے۔ آخر میں اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عشق مصطفی ﷺ کی دولت سے مالا مال رکھے اور بے ادب وگستاخ ٹولہ کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

منقبت

در مدح حضور اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

نتیجہ فکر: قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم

تیرا اخلاص تیرا سوز دروں	آئینہ دار شمع عشق رسول ﷺ
لہلہاتے ہیں میرے دیس میں آج	تیری نعت نبی ﷺ کے روشن پھول
کھل گیا باغ سنت و تفسیر	فقہ احناف پھر ہوئی مقبول
پا گئے تازگی علوم و فنون	تجھ سے اے جامع فروع و اصول
پرچم حق جو تو نے لہرایا	صف باطل ہوئی ذلیل خذول
درس وفتویٰ ، مواعظ و تصنیف	ہیں خزانے ترے سبھی انمول
ایک دنیا بسائی ہے تو نے	ہو نہ لاحق جسے زوال و خمول
تیری گفتار شرح دین مبین	تیرا کردار نقش خوئے رسول
اے رضا؟ کوکب پر کمال!	منقبت یہ فقیر کی ہو قبول

حدائق بخشش! مصر کے علماء وادباء کی نظر میں

فضیلۃ الشیخ الدکتور سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ (الازہر) مترجم: مولانا سید علیم الدین شاہ (الازہری)

اس مقالے میں "حدائق بخشش! مصر کے علماء وادباء کی نظر میں" کے موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ موضوع کی طرف آیا جائے آپ کے سامنے مصر کے عظیم استاذ، علوم ومعارف کے تاجدار، ڈاکٹر حسین مجیب مصری حفظہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی کانفرنس کے نام ایک تحفہ قصیدہ کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ جس کا عنوان ہے "عظیم الشان کانفرنس کے نام"۔

یہ استاذ الاساتذہ ڈاکٹر حسین مجیب مصری (تمغۂ امتیاز، حکومت پاکستان) وہ ہیں جنہوں نے راقم المقالہ کے ساتھ کلام رضا (حدائق بخشش، اول دوم) کا منظوم ترجمہ کیا۔ آپ سات زبانوں کے ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں اور چار زبانوں میں باقاعدہ شاعری کرتے ہیں اور وہ زبانیں یہ ہیں۔ عربی، فارسی، ترکی اور فرانسیسی۔ اس قصیدے میں اکیس اشعار ہیں ان میں چند پیش خدمت ہیں۔

حضرت احمد رضا میرے پیرو مرشد ہیں اور میں ان کا مرید ہوں
ہم مقتدی ہیں اور احمد رضا امام ہیں
انہوں نے اپنے "فتویٰ رضویہ" سے ہماری رہنمائی فرمائی
اور ہمیں حلال و حرام کا راستہ دکھایا
آپ نے جو سرور کائنات ﷺ کی تعریف کی
اس نے میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز تر کر دیا
آپ کی اس مدح نے میرے جذب وکیف میں اضافہ کر دیا

ہم اپنے اس مقالہ "حدائق بخشش مصر کے علماء وادباء کی نظر میں" کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ حدائق بخشش مصری صحافت کی نظر میں
۲۔ حدائق بخشش عرب شعراء کی نظر میں

۳۔ حدائق بخشش علماء و ادباء کی نظر میں

ا۔حدائق بخشش مصری صحافت کی نظر میں:

۱۹۹۹ء میں سلام رضا کا عربی منظوم ترجمہ کیا گیا۔ اخبار الاھرام اور الوفد نے اس پر تبصرہ شائع کیا۔ سیبویۂ وقت جاحظ عصر الاستاذ ڈاکٹر محمد عبدالمنعم خفاجی حفظہ اللہ تعالیٰ نے ''من عقائد المدیح الاولی المنظوم السلامیۃ'' کے عنوان سے تبصرہ فرمایا اور اس کو اخبار ''الوفد'' نے شائع کیا۔ بعد میں جب حدائق بخشش کا عربی منظوم ترجمہ ''صفوۃ المدیح'' کے عنوان سے قاہرہ سے شائع ہوا تو اس پر بھی معظم استاذ دکتور خفاجی نے جامع تبصرہ فرمایا۔ یہ محترم استاذ حضرت خفاجی وہی عظیم ادبی شخصیت ہیں۔ جنہوں نے حدائق بخشش کے مطالعہ کے بعد یہ جامع تبصرہ فرمایا کہ ''اشعار رضا صرف مدح رسول ہی نہیں ہے بلکہ یہ شاہکار اسلام ہے۔''

''اخبار الاھرام'' مصر کا سب سے بڑا اور عظیم بین الاقوامی شہرت کا حامل اخبار ہے۔ اس اخبار نے حدائق بخشش کے منظوم عربی ترجمے پر تین بار تبصرہ شائع کیا۔ اسی اخبار نے اپنے ایک تبصرے میں حدائق بخشش کو میراث اسلامی کا تحفہ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کو اسلامی اجماع مفکرین میں بیسویں صدی کا سب سے بڑا اور عظیم عالم دین قرار دیا اس قسم کے کئی اقوال اخبار اہلسنت، صورت الازھر، الاخبار المساء، صحفیۃ السیاسی وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور یہ تمام اخبار مصر کے مشہور و معروف اخبار ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ بلاد عرب خصوصاً مصر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی فکر و شخصیت کے تعارف میں ان اخباروں کا عظیم کردار ہے۔

۲۔حدائق بخشش شعرائے عرب کی نظر میں:

حاضرین مجلس کے لئے یہ بات یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ حدائق بخشش کی تعریف میں دنیائے عرب کے چار عظیم اکابر ادباء شعراء نے ۲۶۲ خوبصورت اشعار رقم کیے ہیں ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ شیخ عبدالمجید فرغلی محمد

☆ احمد محمد عبدالہادی

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد حامد الحفیری لیبی

☆ شیخ عبدالغفاری عفیفی دلاش

ان تمام محترم حضرات کے مقالات میں یہ خاص بات آشکار ہوتی ہے کہ حدائق بخشش کا کتب تراث اسلامی میں ایک خاص مقام ہے اور اس کی ایک خاص اہمیت ہے اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا بحیثیت عالم علوم اسلامی، ادیب اور شاعر ایک بلند و بالا مرتبہ و مقام ہے جب کہ آپ کے معاصرین میں اس پائے کی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔

۳۔حدائق بخشش علماء و ادباء کی نظر میں:

حدائق بخشش کے منظوم عربی ترجمہ (صفوۃ المدیح) کے منظر عام پر آنے کے بعد مصر کی جامعات کے اکثر اساتذہ اور علمی و ادبی انجمنوں کے ادباء نے اس پر تبصرے اور مختصر نقد و نظر پیش کئے ہیں ان علماء و ادباء میں چند چیدہ چیدہ حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب البیومی...... پروفیسر ڈاکٹر عبدالحکیم العبد...... پروفیسر ڈاکٹر الصفصافی احمد المرسی...... پروفیسر ڈاکٹر علی اسماعیل...... پروفیسر ڈاکٹر محمد نورین عبدالمنعم...... ادیب فلسطینی یعقوب شیخا...... پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید...... استاذ ادیب محمد علی عبدالعال...... استاذ ادیب عبدالغفار عفیفی دلاش...... ادیب نوال معنی...... ادیبہ و ناقدہ، عابدہ ابوزہرۃ...... استاذ محمد عبدالخالق......

ان تمام معروف مشہور علماء و ادباء نے پہلی بار امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور ان کے شعری مجموعے پر تبصرہ اور اپنی فکری مباحث قلمبند کیے۔ ان تمام نے حدائق بخشش اور اس کے مصنف کی علمی و دینی و ادبی خدمات کو خوب سراہا۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

چراغ بزم حجاز
۱۲۷۲ھ

گلستان نعت کا نغمہ سرا عاشق خیر الوریٰ احمد ر
حفظ ناموس محمد مصطفیٰ تھا یہ اس کی زندگی کا مد
تھا علم بردار اس تحریک کا جان ایماں ہے ولائے مصطفیٰ
عارف توحید وحدت آشنا خود کو کہتا تھا وہ عبد مصطفیٰ
اس کے اوصاف دماغ و قلب کا معترف غیروں کو بھی ہونا پڑ
ولولہ انگیز مداح حبیب روح پرور اس کے نغمات
نکتہ دان و زیرک و عالی دماغ قلزم دانش سمندر علم
کنز ایماں مخزن عرفان ہے ترجمہ قرآں کا جو اس نے
راست اس کے قامت زیبا پہ ہے ہر سعادت ہر فضیلت کی
منکران دین حق کے واسطے ایک محکم حجت اسلام
آج بھی اس مرد حق کا ذکر خیر کوبہ کو، محفل بہ محفل، جا
اس کی تاریخ وصال باکمال "طالب حق، مصدر فقر و غنا" (۱۹۲۱ء)

طارق سلطانپوری

منظر اسلام کے سو سال

ہو بہار آشناء قیامت تک یہ علوم و فنون کا بستان
اس کے سال قیام کی تاریخ "مایہ ناز مرکز فیضان" ۱۳۲۲ھ
جشن صد سالہ کی بھی کہہ تاریخ ہاتف غیب کا ہے یہ فرمان
"گل والا و دل فروز رضا" ہے تآل تفکر و وجدان ۱۴۲۲ھ

عبدالقیوم طارق سلطان پوری

محدث کبیر وفقیہ اعظم

تحریر: علامہ عبدالرزاق بھترالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

مجدد دین وملت، اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ معاصر محدثین کے لحاظ سے امیر المومنین فی الحدیث اور محدث کبیر ہیں اور فقہ وافتاء کے میدان میں فقیہ اعظم۔ آپ ۱۰شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی تاریخ ولادت خود اس آیت کریمہ سے استخراج فرمائی۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ. (۱۲۷۲ھ)

یعنی یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح (یعنی اپنی خاص رحمت) سے ان کی مدد کی۔ (المجادلۃ: ۲۲، کنزالایمان)

آیت کا ابتدائی حصہ یوں ہے۔ لاتجدو قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا باء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم۔

"تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔"

اعلیٰحضرت محدث بریلوی قدس سرہ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں دو چیزیں نمایاں نظر آتی ہیں۔ اول: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت اور ان کے گستاخوں سے عداوت دوم: آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت

اللہ ورسول اللہ ﷺ سے محبت: اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا۔ اسی لیے آپ الحب للہ والبغض للہ کا پیکر تھے۔ آپ کے دل میں محبت خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر راسخ تھا کہ آپ فرماتے اگر

میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ

انگریز دور میں جب عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے انکار کا مذموم فتنہ شروع ہوا تو آپ نے بھرپور طریقے سے اس کا مقابلہ کیا اور جس شخص نے بھی بارگاہ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کیا آپ نے اس کی گرفت کی۔ آپ فرماتے ہیں

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

ایک مرتبہ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے عرض کیا۔ آپ بد دینوں کا رد زیادہ شدت سے نہ کیا کریں تا کہ ہر شخص آپ کی تصانیف کو دیکھ کر ان سے استفادہ کر سکے۔ محدث بریلوی کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور آپ نے فرمایا۔ میں ان بے دینوں کا رد پوری شدت سے اس لیے کرتا ہوں تا کہ یہ لوگ دربار رسالت کی گستاخی کو بھول کر مجھے اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بنالیں۔ مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ مجھے کیا کہتے ہیں، کم از کم اتنی دیر تو وہ میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی گستاخی سے باز رہیں گے۔ (یاد اعلیٰحضرت ص ۵۴)

گویا فکر رضا یہ ہے کہ چونکہ ہر ادنیٰ چیز اعلیٰ پر قربان کی جاسکتی ہے جیسے جان بچانے کے لیے مال قربان کر دیا جاتا ہے اور جان عزت پر قربان کر دی جاتی ہے اسی طرح میرا مال، میری جان اور میری عزت سب میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہو جائیں تو یہ میری خوش نصیبی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

کروں ترے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اب ذیل میں چند وہ عبارات نقل کی جاتی ہیں جو باعث نزاع بنیں۔ جن کو دیکھ کر ہر ذی

شعور منصف مزاج پر واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان عبارات کا رد کر کے غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کیا ہے۔

۱۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۸ از اشرفعلی تھانوی)

اس عبارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو عام انسان، چوپائے، جمیع حیوانات (یعنی جن میں گدھے کتے اور بندر بھی شامل ہیں) کے علم جیسا کہا گیا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا حماقت و جہالت اور گستاخی نہیں تو اور کیا ہے۔؟

۲۔ الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ (براھین قاطعہ ص ۵۵ از رشید گنگوہی و خلیل انبیٹھوی)

اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملک الموت اور شیطان کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ وسیع مانا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک شیطان کا علم نص قطعی سے ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت قابل قبول نہیں۔ سبحان اللہ جس سے محبت ہو اس کا علم وسیع نظر آئے گا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ عبارت کی رو سے جو علم آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا شرک ہے اس کا شیطان کے لیے ثابت کرنا بھی شرک ہوگا پھر شیطان کے لیے یہ علم قرآن عظیم سے کس طرح ثابت ہوگیا؟ کیا قرآن شرک کی تعلیم دیتا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میں نے اپنی تصنیف شمع ہدایت میں صفحہ ۲۵ پر تحریر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

جب نہایت گھٹیا اور گستاخانہ عبارات پیش کیں تو اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا رد کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان کو واضح کیا اور باطل فرقوں کا رد کیا۔ معاذ اللہ آپ نے کوئی دنیا دین نہیں ایجاد کیا بلکہ شریعت محمدی کی وضاحت فرمائی۔ وہ لوگ جنھوں نے حقیقت کو سمجھتے ہوئے آپ کی تحقیق کو حق سمجھا اور آپ سے اتفاق کیا وہ بریلوی کہلانے لگے جس طرح علماء دیوبند کی تحقیقات سے اتفاق کرنے والے دیوبندی کہلانے لگے۔

مذکورہ کتاب شمع ہدایت میں، قرآن، حدیث اور سلف صالحین کی کتب سے میں نے وہی عقائد ثابت کیے جو بریلوی عقائد سمجھے جاتے ہیں لیکن میں نے کوئی حوالہ اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی کا پیش نہیں کیا جو اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مذہب، مسلک یا عقیدہ کو ایجاد نہیں کیا بلکہ بعض لوگوں کے غلط استدلالات کو رد کر کے آپ نے قرآن و حدیث کا صحیح مفہوم پیش کیا اور اسلاف صالحین کے عقائد ہی کی ترجمانی فرمائی۔

آپ نے بارگاہ رسالت کے ان گستاخوں پر فوراً ہی اپنا فیصلہ صادر نہیں کیا بلکہ انتباہ، خطوط، رجسٹریاں وغیرہ کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا اور تقریباً پندرہ بیس سال بعد المعتمد المستند تحریر فرما کر آپ نے علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی جس پر انھوں نے مذکورہ گستاخوں کو کافر قرار دیا۔ آپ نے اپنی احتیاط فی التکفیر کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

اُنہتر وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار بار حاش للہ! میں ان کی تکفیر ہرگز پسند نہیں کرتا۔ جب کہاں ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوگئی؟ حاش للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت صرف محبت خدا و رسول ہے۔ (تمہید ایمان بآیات القرآن)

آپ نے جو گرفت کی وہ ایسی مدلل اور شرعی اصولوں پر مبنی تھی کہ مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگوی ناظم تعلیمات دیوبند کو اقرار کرنا پڑا کہ اگر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انھوں نے سمجھا تو (مولانا احمد رضا) خاں صاحب پر ان علماء دیوبند

کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔ (اشد العذاب ص ۱۳ مطبوعہ دیوبند)

آپ پر خاص رحمت: اعلیٰ حضرت محدث بریلوی پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت یہ تھی کہ بچپن ہی میں درسی علوم کی تکمیل کر کے تیرہ برس دس ماہ چار دن کی عمر میں آپ نے پہلا فتویٰ تحریر کیا صرف ایک ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا، ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف و تالیف کیں۔ بلاشبہ یہ رب تعالیٰ کی خاص رحمت ہی ہے کہ آپ کو بچپن علوم و فنون میں گہری بصیرت اور کمال عطا فرمایا تھا اور اکثر علوم میں آپ اجتہادی شان کے مالک تھے۔ آپ ''الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ'' میں فرماتے ہیں۔ (۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) فقہ حنفی ۵۔ کتب فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم کلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ

یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد ماجد قدس سرہ سے حاصل کیا۔

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون۔

ان علوم کے متعلق لکھا کہ میں نے انہیں اساتذہ سے نہیں پڑھا لیکن نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔

(۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگارثمات (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظر و مرایا (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث سطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) علم جفر (۴۵) زائرچہ۔

ان علوم کے بارے میں لکھا کہ انہیں میں نے کسی افادہ بخش استاد سے حاصل نہیں کیا، نہ پڑھ کر نہ سن کر اور نہ باہمی گفتگو سے پھر آخر میں لکھا ہے۔ ان علوم کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔ جن علوم و فنون کی تعلیم کسی استاد سے حاصل نہیں کی، ان میں یہ بھی ہیں۔

(۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض۔

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۸، ۲۹)

یہ کہنا ہرگز بے جانہ ہوگا کہ اعلیٰحضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک سینہ بحر بیکراں اور علوم ومعارف کا گنجینہ تھا۔ آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے شان الوہیت اور عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس رکھتے ہوئے قرآن کریم کا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے کیا۔ جس کے کمالات اور دیگر تراجم پر فوقیت کے حوالے سے میں نے تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان تحریر کرنے کا شرف حاصل کیا۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی ایک عظیم مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ نے مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کے عرس میں سورۃ والضحیٰ پر پورے چھ گھنٹے تقریر کی اور پھر فرمایا، اس سورہ مبارکہ کی ابتدائی چند آیات کی تفسیر لکھنی شروع کی تھی جو اسی (۸۰) جز تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھ سکوں۔ (حیات اعلیٰحضرت ج ا ص ۹۷)

بلاشبہ وہ علم کا ایک ایسا سمندر تھے کہ اگر مکمل تفسیر لکھتے تو زندگی تمام ہو جاتی مگر تفسیر ختم نہ ہوتی۔ علم قرآن اور علم تفسیر کے علاوہ علم حدیث اور علم فقہ میں بھی آپ گہرا تبحر اور کمال رکھتے تھے۔ آپ کے عظیم فقیہ ہونے کے تو اپنے بیگانے سبھی معترف ہیں۔ جبکہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فقیہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے فن حدیث میں کمال حاصل ہو۔ اعلیٰحضرت محدث بریلوی کا علم حدیث میں مطالعہ بہت وسیع تھا۔

علم حدیث اور محدث بریلوی: جب آپ سے سوال ہوا کہ حدیث کی کون سی کتابیں پڑھی یا پڑھائی ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا، مسند امام اعظم، موطا امام محمد، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، کتاب الحج امام محمد، شرح معانی الآثار امام طحاوی، موطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، سنن دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی، ملتقی ابن الجار، زد علل متناہیہ، مشکوۃ، جامع کبیر، جامع صغیر، ملتقی ابن تیمیہ، بلوغ

المرام، عمل الیوم واللیلہ ابن السنی، کتاب الترغیب، خصائص کبریٰ، کتاب الفرج بعد الشدت، کتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتب مطالعہ میں رہیں، (آئینہ رضویات حصہ دوم ص ۲۴۱)

اعلیٰحضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کتب احادیث پر حاشیہ نگاری میں بھی منفرد مقام کے حامل ہیں، کم وبیش تمام مشہور کتب پر آپ کے حواشی موجود ہیں جن میں سے اکثر غیر مطبوعہ ہیں۔ یہ تمام حواشی عربی زبان میں ہیں جس سے اعلیٰحضرت کی عربی انشاء پردازی کی قدرت تامہ ظاہر ہوتی ہے اور فن سے بکمال درجہ آگئی۔

کتب احادیث پر حواشی کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ حاشیہ صحیح بخاری ۲۔ حاشیہ صحیح مسلم ۳۔ حاشیہ جامع ترمذی ۴۔ حاشیہ سنن نسائی ۵۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ ۶۔ حاشیہ مسند امام اعظم۔ ۷۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر ۸۔ حاشیہ سنن دارمی ۹۔ حاشیہ شرح معانی الآثار ۱۰۔ حاشیہ عمدۃ القاری شرح بخاری ۱۱۔ حاشیہ فتح الباری شرح بخاری ۱۲۔ حاشیہ ارشاد الساری شرح بخاری ۱۳۔ حاشیہ کنز العمال ۱۴۔ حاشیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱۵۔ حاشیہ فیض القدیر شرح جامع صغیر ۱۶۔ حاشیہ موضوعات الکبیر ۱۷۔ حاشیہ التعقبات فی الموضوعات

اصول حدیث اور علم حدیث میں اعلیٰحضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مہارت اور تبحر جاننے کے لیے آپ کے مندرجہ ذیل رسائل ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

ا۔ مدارج طبقات الحدیث ۲۔ الافادات الرضویہ ۳۔ الہاد الکاف فی حکم الضعاف ۳۔ النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید ۴۔ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین

۵۔ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی۔ ۶۔ النجوم والثواقب فی تخریج احادیث الکواکب۔

علاوہ ازیں اسماء الرجال کی تمام مشہور کتب مثلاً تقریب التھذیب، تھذیب التھذیب، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ، الاسماء والصفات، پر آپ کے حواشی آپ کی دقت نظر اور فن حدیث روایت ودرایت پر آپ کے تبحر کے گواہ ہیں۔ (معارف رضا شمارہ دہم ص ۵۷)

علم فقہ اور فقیہ اعظم:

علم فقہ میں اعلیحضرت محدث بریلوی کو جو کمال حاصل تھا اس کا اعتراف بیگانوں نے بھی کیا۔ ندوۃ العلماء کے ناظم ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ یندر نظیرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاۃ، الخ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خان بریلوی کو جو عبور اور کمال حاصل ہے اس کی مثال شاید ہی کہیں ملے اور اس دعوے پر ان کا مجموعہ فتاوی شاہد ہے نیز ان کی تصنیف کفل الفقیہ الفاہم فی احکام القرطاس والدراہم جو انھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ میں لکھی تھی۔ (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۱)

آپ کے تبحر علمی اور فتاوی کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ پانی جس سے وضو جائز ہے، آپ نے اس کی ایک سو ساٹھ قسمیں بیان کیں اور وہ پانی جس سے وضو نا جائز ہے اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں بیان کیں اسی طرح وہ اشیاء جن سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی اقسام بیان کیں جن میں ۷۴ اشیاء وہ ہیں جو تمام فقہاء کرام کی اجتماعی کوششوں کا ثمرہ ہیں اور آپ نے اپنی علمی بصیرت سے اس میں ۱۰۷ اشیاء کا اضافہ کیا۔ یوں ہی وہ اشیاء جن سے تیمم نا جائز ہے ان کی تعداد دیگر فقہائے کرام کی کوششوں سے ۵۸ بنتی ہے آپ نے اس میں ۷۲ اشیاء کا اضافہ فرما کر یہ تعداد ایک سو تیس تک پہنچادی۔ خلاصہ یہ کہ ہزار ہزار صفحات کی بارہ جلدوں پر مشتمل فتاوی رضویہ جو کہ فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا ہے، محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کی روشن دلیل ہے۔

فتاوی رضویہ کی ابتدا میں اعلیحضرت کا تحریر کردہ خطبہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں حمد و نعت بیان کرنے کے لیے آپ نے ان تمام مستند کتب کے نام خطبہ میں شامل کیے ہیں جو فتاوی کا ماخذ ہیں۔ ان نوے کتب کے نام، امام اعظم کے تلامذہ اور ائمہ اربعہ کے نام بھی خطبہ میں شامل کر کے آپ نے اپنے بے مثل علمی تبحر کو منوالیا ہے۔ وہ خطبہ مندرجہ ذیل ہے۔

الحمد لله هو الفقه الاكبر، والجامع الكبير، لزيادات، فيضه، المبسوط الدرر الغرر، به الهدايه، ومنه البدايه، واليه النهاية، بحمده الوقاية، وتقاية الدراية،

وعين العناية، و حسن الكفاية والصلوة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام، مالكي و شافعي احمد الكرام، يقول الحسن بلا توقف، محمدن الحسن ابو يوسف، فانه الاصل المحيط، لكل فضل بسيط، ووجيز ووسيط، البحر الزخار، والدر المختار، وخزائن الاسرار، و تنوير الابصار، ورد المختار، علىٰ منع الغفار، و فتح القدير، وزاد القدير، و ملتقى الابحر، و مجمع الانهر، و كنز الدقائق، و تبيين الحقائق، والبحر الرائق، منه يستمد كل نهر فائق، فيه المنية، وبه الغنية، و مراقي الفلاح، وامداد الفتاح، وايضاح الاصلاح، و نور الايضاح، و كشف المضمرات، و حل المشكلات، والدر المنتقى، و ينابيع المبتغى، و تنوير البصائر، و زواهر الجواهر، البدائع و النوادر، المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر، مغني السائلين، و نصاب المساكين، الحاوي القدسي، لكل كمال قدسي و انسي، الكافي الوافي الشافي، المصفى المصطفى المستصفى، المجتبى المنتقى الصافي عدة النوازل، وانفع الوسائل، لاسعاف السائل، بعيون المسائل، عمدة الاواخر و خلاصة الاوائل، وعلىٰ آله و صحبه، و اهله و حزبه، مصابيح الدجىٰ، و مفاتيح الهدى، لاسيما الشيخين الصاحبين، الاخذين من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين، والختنين الكريمين، كل منها نور العين، ومجمع البحرين، وعلى مجتهدي ملته وائمة امته، خصوصا الاركان الاربعة، والانوار، الامعة، وابنه الاكرم، الغوث الاعظم، ذخيرة الاولياء، وتحفة الفقهاء، وجامع الفصولين، فصول الحقائق والشرع الهذب بكل زين، وعلينا معهم و بهم ولهم، يا ارحم الراحمين، امين امين، والحمد لله رب العلمين،

مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اپنی گفتگو کا اختتام حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل خلیل مکی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر کرتا ہوں۔ وہ رقمطراز ہیں۔ بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

بلکہ میں کہتا ہوں کہ ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو بے شک یہ بات بالکل سچ اور صحیح ہوگی۔ اللہ تعالی کے لیے یہ بات مشکل نہیں کہ وہ ایک شخص میں سارا جہان سمو دے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا حُسنِ طلب

پروفیسر محمد حسین آسی

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ اپنی عظیم روحانی اور سیاسی حیثیت کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے بیمثل نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کے نعتیہ کلام کو بڑے بڑے شعراء نے خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کے ممتاز و منفرد مقام کا اعتراف کیا ہے۔ تاہم شعر و سخن کے ان شناوؤں نے آپ کے حُسنِ طلب پر بہت کم غور کیا ہے۔ کم از کم میری نظر سے ماہنامہ المیزان بمبئی امام احمد رضا خان نمبر کی چند سطور کے سوا ایک بھی ایسا مضمون نہیں گزرا جس میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہو۔ اسے عجیب اتفاق کہہ لیجئے کہ مجھ ایسے کم نظر کو آپ کے دیوان حدائق بخشش (حصہ، اول و دوم) کا جو وصف سب سے زیادہ اپیل کرتا ہے۔ وہ آپ کا حُسنِ طلب ہی ہے۔ درج ذیل سطور میں حُسنِ طلب کا معنی و مفہوم، اس کی اہمیت وافادیت اور اعلیٰ حضرت کی شاعری میں اس کے عمل و دخل پر نہایت اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

معنی و مفہوم:

حُسنِ طلب سے مراد ہے اچھے انداز میں مانگنا۔ شاعر لوگ کسی عظیم و نمایاں شخصیت کی شان میں جو طویل نظم لکھتے ہیں۔ اسے قصیدہ کہا جاتا ہے۔ مدح کے اشعار کے بعد شاعر اپنا مدعا پیش کرتا ہے شاعری کی زبان میں اسی کو حسن طلب کہتے ہیں۔ اسی میں قصیدہ لکھنے کا مقصود بیان کیا جاتا ہے اور اسی پر انعام کی امید ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے مدعا کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے۔ اگر اندازِ بیان حُسن سے خالی ہوگا۔ تو انعام بھی خاطر خواہ نہیں ملے گا۔

اہمیت وافادیت:

حُسنِ طلب کی اہمیت قصیدے تک ہی محدود نہیں بلکہ روزمرہ زندگی میں بھی اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ گلی کوچوں میں بھی وہی فقیر زیادہ کماتا ہے۔ جس کی آواز لہجے اور بیان میں زیادہ کشش واثر ہو۔ پھر اس کی سب سے زیادہ اہمیت وہاں ہوتی ہے۔ جہاں خدا یا محبوب خدا جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی

بارگاہ میں التجا کرنا ہو۔ اگر بندے کو مانگنے کا سلیقہ نہیں تو یہاں بھی اکثر نامراد رہ جاتا ہے اور اگر یہ سلیقہ ہو تو بعض دفعہ سخت مجرم بھی دامن مراد بھر لیتے ہیں۔

یہاں اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں: عمر خیام فارسی کا مشہور رباعی گو شاعر تھا۔ سخت شرابی تھا۔ ایک دن اس کے ہاتھ سے شراب کی صراحی چھوٹی اور ٹوٹ گئی تو نشے اور غصے کی حالت میں اس نے ایک ایسی رباعی بک دی جس کے نتیجے میں قہر خداوندی کا نزول ہوا اور شاعر کی شکل بگڑ گئی اس ہولناک صورتِ حال سے یار دوست بھی بھاگ گئے۔ اب اسے احساس ہوا تو توبہ کے طور پر جو رباعی لکھی اس کا دوسرا شعر حسب ذیل ہے۔

من بد کنم و تو بدمکافات دہی   پس فرق میانِ من و تو چیست بگو

ترجمہ: میں برا کروں اور تو برا بدلہ دے تو (اے خدا!) مجھ میں اور تجھ میں کیا فرق رہا۔

ص ۱: حُسنِ طلب کا مفہوم جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اچھے انداز میں مانگنا ہے۔ انوار لاثانی میں کسی شاعر پر تبصرے کی گنجائش نہیں۔ اس مضمون کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ دیکھیں مجدد ملت نے خدا اور رسول خدا جل و علا صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے کے کیا طریقے سکھائے ہیں روحانیت کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا ہر شعر میرے نزدیک زود اثر وظیفہ ہے۔

رحمت پھر جوش میں آ گئی اور شکل پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گئی۔ دوسری مثال ابونواس عربی شاعر کی ہے۔ وہ بڑا بدنام تھا اور لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مر گیا تو حضرت محمد بن نافع علیہ الرحمۃ کو خواب میں ملا۔ آپ نے حال پوچھا تو بولا نیکی تو کوئی نہیں البتہ چار شعر جو تمہارے تکیے کے نیچے ہیں بخشش کا ذریعہ بن گئے۔ آپ نے صبح اٹھ کر تکیہ اٹھایا تو واقعی اس کے نیچے ایک پرچے پر یہ شعر لکھے ہوئے تھے۔

یا رب ان عظمت ذنوبی کثیرۃ   فلقد علمت بان عفوک اعظم
ان کان لا یرجوک الا محسن   فمن یلوذ و یستجیر المجرم
ادعوک رب کما امرت تضرعا   فاذا رددت یدی فمن ذا یرحم
مالی الیک وسلۃ الا الرجاء   و جمیل عفوک ثم انی مسلم

ترجمہ: یارب! اگر چہ میرے کثیر گناہ کتنے ہی بڑے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ تیرا عفو و کرم ان سے بھی زیادہ ہے۔ (۲) اگر صرف نیک آدمی کو ہی تیرا امیدوار ہونا ہے تو بتا مجرم کس کی پناہ ڈھونڈے (۳) اے

میرے رب! میں تیرے حکم کے مطابق تجھ سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں۔ اب اگر تو ہی میرے دست سوال کی لاج نہ رکھے تو کون مجھ پر رحم کرے گا۔ (۴) تیرے دربار میں امید کے سوا کوئی وسیلہ نہیں۔ ہاں یہ بھی وسیلہ ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

غور فرمایئے:

دونوں مجرم تھے بلکہ سخت مجرم مگر بات کرنے کا سلیقہ تھا۔ جس سے رحمت جوش میں آ گئی (یا یوں سمجھیے کہ رحمت خداوندی تھی جس نے انہیں یہ حُسنِ طلب سکھا دیا) دونوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ دونوں کا یقین ہے کہ خداوند کریم کی رحمت ہمارا بیڑا پار کر سکتی ہے اور دونوں نے اپنی بیکسی و بیچارگی کا اظہار کیا ہے۔ دوسرے کا انداز نمایاں ہے مگر پہلے کا اتنا نمایاں نہیں۔ عمر خیام کا یہ کہنا کہ من بد کنم (میں برائی کرتا ہوں) بلکہ نفس و شیطان کے ہاتھوں اپنی مجبوری کا اعتراف۔ یعنی انسان ہوں۔ ضعیف البنیان ہو ناقص ہوں اور اپنی کمزوریوں کی بنا پر مجھ سے گناہ ہی ہوتے ہیں مگر اے اللہ! تو پاک ہے۔ بندہ تیری طرح تو نہیں ہو سکتا لہٰذا تو اپنے عفو و درگزر سے کام لے۔

خداوند کریم کی بارگاہ میں حُسنِ طلب یہی ہے کہ اس کے بزرگ و برتر، رحیم و کریم اور قادر مطلق اور اپنے عاجز و ناتواں، خطاوار و گنہگار ہونے کا واسطہ دیا جائے۔ پھر اس کے محبوبوں پر جو اس کریم کی رحمت ہوئی وسیلہ بنائی جائے۔ اور ان پاکبازوں نے جس عظمت کردار سے اپنے مالک کو راضی کیا اس کا ذکر کیا جائے ان پاک بندوں سے جو اپنا تعلق ہے اس کا بیان بھی مفید ہوتا ہے کسی نے اسی سلسلے میں فرمایا ہے۔

گرچہ من ناپاک ہستم دل بہ پاکاں بستہ ام

یعنی میں اگر چہ ناپاک ہوں مگر میرا دل پاک لوگوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ میں فریاد بھی حُسنِ طلب سے کی جائے تو اس میں قبول کی زیادہ امید ہے۔ خداوند کریم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو جو اختیارات، تصرفات اور کمالات بخشے ہیں۔ ان کا ذکر ہو آپ کی رحمت امہ اور شفاعت مقدسہ کا بیان ہو۔ اپنی کسمپرسی اور پریشان حالی کا رونا رویا ہو۔ یونہی خدا کے دوسرے محبوبوں سے ان کی شان کے مطابق حُسنِ طلب کا انداز ہو۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے دنیوی بادشاہوں امیروں کی شان میں قصیدے لکھ کر حُسنِ

طلب کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ جسم و جان کی ساری توانائیوں کو رضائے خدا اور رسول کے لیے اور علم و فضل کی ساری وسعتوں کو ثنائے خدا اور رسول کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جل و علا (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی انہوں نے تعریف کی تو رب العلمین اور حضور رحمۃ للعلمین کی اور مانگا بھی انہی سے جل و علا (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ایمان کا نور، عشق کی گرمی، تقویٰ کی احتیاط اور علم کا زور سب کچھ ہے اور انہی قوتوں نے ان کے حُسنِ طلب کو ایسا نکھار دیا ہے کہ جواب نہیں اردو اور فارسی قصائد میں مدح کے بعد حسب طلب کی باری آتی ہے مگر مولانا کے ہاں اکثر مدح اور حُسنِ طلب جان و تن کی طرح من تو شدم تو من شدی کی کیفیت سے سرشار ہیں۔ مثلاً حدائق بخشش کا پہلا شعر ہی دیکھیے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا   نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

بظاہر یہ مدح معلوم ہوتی ہے مگر غور کریں تو حُسنِ طلب بھی اس میں موجود ہے۔ مگر بڑے لطیف انداز میں

ایک اور شعر ملاحظہ ہو

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے   بتاؤ اے مفلسو! کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

مفلسوں کو تسلی دینا گویا خود کو تسلی دینا ہے اور یہ بھی حُسنِ طلب کا باریک پہلو ہے۔ ایک ہی شعر کے پہلے مصرع میں مدح دوسرے میں حُسنِ طلب۔

حضور اکرم ﷺ کے وسیلے اور برکت سے آپ کی امت پر جو انعامات ہوں گے۔ ان کا ذکر کر کے اندر ہی اندر اپنی امیدوں کو حوصلہ دینا حُسنِ طلب کا اور بھی لطیف انداز ہے۔ ابونواس کے شعروں میں بھی امید کا ذکر ہے مگر اعلیٰ حضرت کے ہاں غلامانِ مصطفےٰ کی شان و شوکت بیان کر کے لفظ امید و رجا کے ذکر کے بغیر ہی امیدوار ہونا نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ ان دو شعروں کو سامنے رکھیے اور سوچیے۔

اہل صراط روح امیں کو خبر کریں   جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں
ان فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کریں   نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے گزر کریں

ان شعروں کو سرسری نظر سے دیکھیں تو طلب کی کوئی بات دکھائی نہیں دیتی مگر غور کریں تو ان میں بہت کچھ ہے۔ حدیث پاک کی ترجمانی، حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کی نیاز مندی اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی کے لیے امت سرکار کی خدمت کا جذبہ، خود حضور

سرورِ کائنات کے اپنی امت پر احسانات، پھر ان سارے حقائق کی روح حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی عظمت و سطوت اور رحمت و شفقت پھر امتی ہونے کے ناطے سے بروز حشر ان نوازشات کا امیدوار ہونا۔

ابونواس کے شعر میں جو ثم انی مسلم (پھر یہ کہ میں مسلمان ہوں) ہے اسی امید عفو میں مزید جان پیدا کرنے کے لیے ہی تو ہے۔

ہاں ان اشعار جن میں کھل کر اظہار مطلب کیا گیا ہے۔ کی بھی کمی نہیں اور ایسے اشعار حسن طلب کا شاہکار ہیں۔ جس حسین انداز میں بارگاہ خداوندی یا درگہ مصطفوی جل و علا (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عرض مدعا کیا گیا ہے۔ اس کی مثال نہیں مثلاً ایک رباعی میں گناہوں کی معافی اور بخشش چاہنے کا مضمون ہے تو خدا سے دعا کرتے ہیں:

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا   غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معاف   جس میں تیرا کچھ خرچ نہیں دے مولیٰ

گناہوں سے بندے کو ہی نقصان پہنچتا ہے۔ خدا نقص و نقصان سے پاک ہے اور وہ کریم بخشا چاہے تو اس کے خزانے میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوتی۔ اب اس عقیدے کو بنیاد بنا کر عرض کرتے ہیں۔ گناہ معاف فرما اور بخشش سے نواز دے۔ اس مدلل انداز میں طلب کرم یقیناً باران کرم کا باعث ہوگا۔

فارسی کی ایک لمبی غزل نما نعت و منقبت کی ردیف ہے۔ امداد کن۔ اس میں رب اکرم جل مجدہ سے شروع ہو کر حضور سید عالم ﷺ اور تمام بزرگان شجرہ سے باری باری، امداد کن کی التجا کی ہے۔ آخر میں پھر رب العلمین کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

یا الٰہی ذیل ایں شیراں گرفتم ، بندہ را   از سگان شاں شمار و دائما امداد کن
بے وسائل آمدن سوئے تو منظور تو نیست   زاں بہ ہر محبوب تو گوید رضا امداد کن
مظہر عون رند و اینجا مغز حرفے بیش نیست   یعنی اے رب نبی و اولیا امداد کن
نیست عون از غیر تو بل غیر تو خود ہیچ نیست   یا الٰہ الحق الیک المنتھی امداد کن

ترجمہ: (۱) یا الٰہی میں نے ان شیروں کا دامن پکڑا ہے۔ بندہ کو ان کے کتوں میں شمار فرما اور ہمیشہ امداد فرما۔ (۲) وسیلے چھوڑ کر تیری طرف آنا تجھے پسند نہیں، اس لیے رضا تیرے ہر محبوب سے عرض کر رہا ہے کہ امداد کیجئے۔ (۳) یہ سب تیری ہی امداد کے مظہر ہیں ان سے عرض کرنے کا مقصود بھی یہی ہے کہ نبی

کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور اولیائے کرام کے رب امداد کر۔ (۴) یہ تیرے غیر امداد طلبی نہیں بلکہ تیرے سوا تو کوئی موجود ہی نہیں۔ اس لیے اے خدائے برحق آخری سہارا تیری ذات پاک ہی لہٰذا امداد فرما۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہر جگہ عقیدے کی وضاحت کر دیتے ہیں یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ غور کیجئے اہل سنت خدا کے سوا حقیقت میں کسی کو موجود ہی نہیں مانتے تو کسی کو ذات وصفات میں شریک کیسے ٹھہرا سکتے ہیں۔ وہ حضرت غوث پاک، سیدنا علی المرتضیٰ بلکہ خود حضور رحمۃ اللعلمین ﷺ کو پکارتے ہیں۔ تو مستعان حقیقی سمجھ کر نہیں بلکہ خدا کی امداد کا مظہر جان کر پکارتے ہیں۔ عقیدے کی یہ توضیح بھی حُسن طلب ہی کو نکھارتی ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کا انداز دیکھئے۔

دم قدم کی خیر اے جان مسیح　　در پہ لاتے ہیں دل بیمار ہم
اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور　　جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم
اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند　　مرمٹے پیارے ادھر سرکار ہم
اپنے کوچہ سے نکالا تو نہ دو　　ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم
ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم　　ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

لاجواب حُسنِ طلب:

اب اختصار کے پیش نظر حُسن طلب کی دوسری چھوٹی موٹی مثالوں کی بجائے اعلیٰ حضرت کی اس نعت کے شعر پیش کیے جاتے ہیں۔ جن میں حسن طلب کا فن بلندیوں کو چھو رہا ہے اور شاید اردو شاعری میں یہی اس کی بہترین مثال ہے۔ ان شعروں کو پڑھیے اور شاعر کے انداز بیان سے لطف اٹھائیے۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں عرض کرتے ہیں۔

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو　　سرور ہر دوسرا ہو
اپنے اچھوں کا تصدق　　ہم بدوں کو بھی نبا ہو
کس کے پھر ہو کر رہیں ہم　　گر تمھی ہم کو نہ چاہو
بدہیں تم ان کی خاطر　　رات بھر روؤ کراہو
بد کریں ہر دم برائی　　تم کہو ان کا بھلا ہو

ہم وہی ناشستہ روہیں　　تم وہی بحر عطا ہو
ہم وہی شایان روہیں　　تم وہی شان سخا ہو
ہم وہی بے شرم بد ہیں　　تم وہی کان حیا ہو
ہم وہی قابل سزا کے　　تم وہی رحم خدا ہو
چرخ بدلے دہر بدلے　　تم بدلنے سے ورا ہو
اب ہمیں ہوں سہو حاشا　　ایسی بھولوں سے جدا ہو
عمر بھر تو یاد رکھا　　وقت پر کیا بھولنا ہو
وقت پیدائش نہ بھولے　　کیفی ینسی کیوں قضا ہو
یہ بھی مولیٰ عرض کر دوں　　بھول اگر جاؤ تو کیا ہو
وہ ہو جو تم پر گراں ہے　　وہ ہو ہر گز نہ چاہو
وہ ہو جس کا نام لیتے　　دشمنوں کا دل برا ہو
وہ ہو جس کے رو کی خاطر　　رات دن وقف دعا ہو
مرمٹیں برباد بندے　　خانہ آباد آگ کا ہو
شاد ہو ابلیس ملعوں　　غم کسے اس قہر کا ہو
تم کو ہو واللہ تم کو　　جان و دل تم پہ فدا ہو
تم کو غم سے حق بچائے　　غم عدو کو جانگزا ہو
تم کو غم سے کیا تعلق　　بیکسوں کے غمزدا ہو
حق درودیں تم پہ بھیجے　　تم مدام اسکوسرا ہو
وہ عطا دے تم عطا لو　　وہ وہی چاہے جو چاہو
بر تو اوز پاشد تو برما　　تا ابدیہ سلسلہ ہو
کیوں رضا مشکل سے ڈر ہے　　جب نبی مشکل کشا ہو

اس کے علاوہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بھی ہر کہیں حسن طلب کا حسین مظاہرہ فرمایا ہے۔

احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ

محب محبوب حق، احمد رضا خان

۱۹۲۱ء

۱۔ عشق و مستی کا امیر کارواں احمد رضا — خادم اسلام و مخدوم جہاں احمد رضا
۲۔ قائد مدحت نگاراں، سرگروہ عاشقاں — وہ امام نعت گویان جہاں احمد رضا
۳۔ صاف گو، سودوزیاں کی فکر سے ناآشنا — غیرت اسلام کا کوہ گراں احمد رضا
مطلع علم و سپر عشق کا مہر منیر — طور معنی کا حکیم نکتہ داں احمد رضا
قلزم عرفاں، یم حق آگہی بحر علوم — ایک سیل بے کنار و بیکراں احمد رضا
صاحب اسرار، باغ معرفت کا نخل بند — اک بلندی، پستیوں کے درمیاں احمد رضا
مسلک عشق محمد کو فروغ اس نے دیا — عبد آزاد شہ کون و مکاں احمد رضا
حافظ اوج مقام و احترام مصطفیٰ — عظمت خیر الورا کا پاسباں احمد رضا
سرکشان مصطفیٰ کو سرنگوں کرتا رہا — ازم آرا، مرد میداں کامراں احمد رضا
عمر بھر ہر دشمن احمد پہ شدت اس نے کی — زلزلہ انداز نجد وقادیاں احمد رضا
نکتہ چیں اس کے قلم کے طنطنے سے دم بخود — روح قرآں کا حقیقی ترجماں احمد رضا
اس کے استدلال سے عاجز تنک مایہ حریف — خسرو تحریر و سلطان بیاں احمد رضا
لرزہ براندام ہیں فکر و نظر کے سومنات — نعرۂ تکبیر و آواز اذاں احمد رضا
ثبت لوح وقت پر اس کی جلالت کے نقوش — آج بھی لاکھوں دلوں پر حکمراں احمد رضا
اس کے اوصاف و محاسن کا بیاں آساں نہیں — اے سخن فہمو! کہاں طارق، کہاں احمد رضا

یادگار اعلیٰ حضرت، منظر اسلام ہے — منبع نور رسالت، منظر اسلام ہے
درس گاہ علم سنت منظر اسلام ہے — قبلہ گاہ دین و ملت، منظر اسلام ہے
مرکز اصلاح خلقت منظر اسلام ہے — یادگار اعلیٰ حضرت، منظر اسلام ہے

خورشید نما

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ایک آدمی اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہوا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی، ،خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں، اس لیے کہ وہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے، لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا، اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رائی کے دانے کے برابر سمجھے گا۔

کچھ اسی طرح کی صورتحال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو، اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فاضل، مفتی، فقیہ، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر، علوم وفنون کے کوہ ہمالیہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اس کے سامنے بونا اور ٹھگنا کیوں نہ نظر آرہا ہو مگر جب وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ جیسے علم وفضل اور تحقیق وتصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور وہ خود اپنے آپ کو بہت کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے، ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی ہے اور بڑے سے بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں، نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے اور نہ قلم کی رکاب پاؤں میں، یک رخا آدمی بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر وخیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے۔

دراصل فاضل بریلویؒ کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے۔ جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے کسی سمت سے سنہری، کسی جانب سے نیلا، کسی طرف سے سرخ، کسی پہلو سے سبز، کسی زاویے سے نارنجی اور کسی گوشے سے

آسمانی رنگ جھلکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت ؒ کو بھی آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل و نگاہ کی جاذبیت کا سامان لیے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آجاتا ہے۔

کوئی تصویر نہ ابھری تیری تصویر کے بعد   ذہن خالی ہی رہا کاسۂ سائل کی طرح

تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، کلام، بیان، معانی، فلسفہ، منطق، مناظرہ، عقائد، ان میں سے ایک ایک شعبہ علم انسان سے پوری زندگی صرف کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن فاضل بریلویؒ کے ہاں تو ان روائتی اور قدیم علوم کے ساتھ ساتھ عقلی اور جدید علوم کا ذخیرہ نظر آتا ہے اگر کوئی آدمی ایک بار اس ذخیرے میں قدم رکھ لے تو وہ زندگی بھر واپسی کا راستہ بھول جائے۔

علم الکیمیا سے علم الادویہ اور شماریات سے ارضیات اور جغرافیہ سے معاشیات تک ایک طویل اور وسیع سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی فاضل بریلویؒ نے اپنے ہاتھ سے سلجھائی اور سنواری ہے۔

ہم نے آج کے دور میں ایسے کئی نامور اہل دانش و صاحب علم دیکھے ہیں جنھوں نے چشمہ علم و دانش سے بمشکل دو گھونٹ بھرے اور انہیں ابکائیاں شروع ہو گئیں، جی متلانے لگا اور پیٹ میں قراقر اٹھنے لگے، کوئی تجدد کے خبط میں مبتلا ہو گیا، کسی نے اعتزال کی راہ اپنا لی، کچھ نے دین کی نئے سرے سے تہذیب و تشکیل کا فریضہ سنبھال لیا، بعض اسلاف پورے اثاثہ فکر کو تیلی دکھانے پر تل گئے، کئی ایسے بھی ہوئے کہ ہلدی کی گانٹھ لے کر پنسار بن بیٹھے اور وہ بھی ہیں جنہیں اپنی مٹی پر چلنے کا سلیقہ نہ آیا اور سنگ مرمر پہ چلنے لگ گئے جس کے نتیجے میں قدم قدم پر پھسلنے لگے مگر فاضل بریلویؒ پورا میخانہ علم و دانش نوش جان کر کے بھی لمحے بھر کو نہیں لڑکھڑائے، اور اپنی جڑوں پہ قائم رہے۔

علم کے دعویدار تو بے شمار نظر آتے ہیں مگر ناموس علم کے پاسدار بہت کم ہوتے ہیں، علم نگلنے والے لوگوں کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر اسے ہضم کرنے والے بہت قلیل ہیں، اپنے علم کو بزم

نازکی زینت بنانے والے کسی دور میں کم نہیں رہے مگر اپنے سرمایہ علم کو بارگاہ نیاز میں لٹانے والے ڈھونڈنے سے خال خال ملتے ہیں، محض علم جاننا اور بات ہے لیکن فیض عشق بانٹنا چیزے دیگر! مکتب و مدرسہ کی راہ کسی نے نہیں دیکھی، مزہ تو جب ہے کہ آدمی گمراہ نہ ہو، کتاب کون نہیں پڑھ سکتا۔ لطف تو تب ہے کہ صاحب کتاب سے نسبت جڑی رہے، قلم و قرطاس سے کون واقف نہیں، بات تو تب بنے کہ جان و دل حرف ناشناس معلم اور قرطاس نا آشنا مربی کے لیے وقف رہیں، بابا ذہین شاہ تاجیؒ فرمایا کرتے تھے۔

شیخ میخانے میں آنے کو مسلماں آیا   کاش میخانے سے نکلے تو مسلماں نکلے

ہمیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے ہاں یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ ناموس علم کا پاس رکھنے والے تھے، ریاست نانپارہ کے والی کے ہاں ہونے والی خصوصی تقریب پر مدحیہ قصیدہ لکھنے کے بجائے اپنے آقا و مولا ﷺ کی نعت لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور نعت بھی وہ جس میں تغزل اپنے عروج پر ہے اور تقدس بھی نقطہ کمال پر۔

وہ کمال حسن حضور ہے، کہ گمان نقص جہاں نہیں   یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وہ جو عرب کے مایہ ناز شاعر فرزدق نے کہا تھا کہ شاعری میں بعض مقامات ایسے آجاتے ہیں کہ سجدہ واجب ہو جاتا ہے فاضل بریلویؒ کا یہ شعر اسی پائے کا ہے، جہاں ذوق اور وجدان کی پیشانی بے اختیار جھک جاتی ہے، اور اس نعت کا مقطع تو غضب کا ہے جس میں اہل زر کی دولت پر طنز اور سید الکونین ﷺ کی دریوزہ گری پر فخر کا اظہار ہے اور ساتھ ساتھ مسند علم و فقر کا وقار ہے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

آج کل ''عبقری'' اور ''نابغہ'' کا لفظ بہت سستا ہو گیا ہے اور ہر تیسرا چوتھا پڑھا لکھا آدمی خود کو ''عبقری'' اور ''نابغہ'' کہلوانے پر مصر ہے اور ''علامہ'' ہونا تو ہر ایک کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا ہے، جس کی بازار میں ذرا سی ''بکری'' ہو وہ عبقری بن جاتا ہے اور جس کو معمولی سی ''قوت ناطقہ'' مل جائے وہ ''نابغہ'' ہو جاتا ہے حالانکہ سرمنڈوانے سے کوئی قلندر اور یونان میں پیدا ہونے

سے سکندر نہیں بن جاتا، آداب قلندری سے ہر شخص آگاہ نہیں ہوتا اور شان سکندری کا ہر فرد حامل نہیں ہوتا، اس لیے عبقری اور نابغہ، صدی بھر میں دو چار ہی ہوتے ہیں، اگر ان کی قطاریں لگنی شروع ہو جائیں تو ہر ڈھیلے کے نیچے سے ارسطو اور افلاطون ہی برآمد ہوں گے، صورتحال اگر اس طرح ہو تو کسان کھیتوں میں گاجر مولی لگانے کے بجائے سقراط اور بقراط اگانا شروع کر دیں۔

بلاشبہ فاضل بریلویؒ عبقریٔ عصر اور نابغۂ روزگار شخصیت تھے، جن کی علمی تخلیقات سے استفادہ کرنے کے لیے بذات خود تخلیقی ذہن درکار ہے، روائتی ذہن تو چار قدم چل کر ہانپ جاتا ہے، میری بات پر اعتبار نہ آئے تو ان کی تصیفات کی فہرست ملاحظہ کر لیجیے۔ متن تو دور کی بات ہے فقط کتابوں کے نام سمجھنے کے لیے ''المنجد'' جیسے لغت کی ہمہ وقت ضرورت لاحق رہتی ہے، مثلاً علم لوگارثم، علم تکسیر، علم زیجات، علم ارثماطیقی، علم توقیت اور ٹریگنو میٹری پر ان کی تخلیقات پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ اس خطے میں کتنے ہوں گے؟ شاید بڑی آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنے جا سکیں۔

فاضل بریلویؒ کی کوئی چھوٹی یا بڑی تصنیف ایسی نہیں ہے جس کا نام تاریخی نہ ہو یہ بھی تو تخلیقی ذہن کا کرشمہ ہے۔ حیرت ہے کہ جنہیں اپنی تاریخ پیدائش تک یاد نہیں اعلیٰ حضرت کے منہ لگتے ہیں، انسائیکلوپیڈیا کا لفظ ہم سب نے سنا پڑھا ہے جس کا معنی ہے ''جامع العلوم'' وہ کتاب یا تالیف انسائیکلوپیڈیا کہلاتی ہے۔ جس میں متعدد، متنوع اور متفرق علم جمع کر دیے گئے ہوں مگر سچی بات یہی ہے کہ چلتی پھرتی اور سانس لیتی انسائیکلوپیڈیا فاضل بریلویؒ کی شخصیت ہے، جنہیں پچپن اقسام علم پر قسام ازل نے دسترس عطا کر دی تھی، ہزاروں صفحات پر مشتمل ''فتاویٰ رضویہ'' کی بارہ ضخیم مجلدات ہمارے اس دعوے کا ناقابل تردید ثبوت ہیں۔

اگر کسی انجان آدمی کے سامنے فاضل بریلویؒ کی جملہ تصانیف رکھ دی جائیں جن سے ایک کوٹھا بھر جاتا ہے تو وہ یقیناً یہی سمجھے گا کہ حکومت کی طرف سے کروڑوں روپے کی گرانٹ پر چلنے والے کسی ادارے نے باقاعدہ بیسیوں اہل قلم کا بورڈ بٹھا رکھا ہے جن کے ذمے شب و روز تحقیق و تصنیف کا کام ہے اور وہ قلم کار غم جاناں اور غم دوراں سے بے نیاز ہو کر لکھنے کا کام کرتے ہیں، ہر طرح کی فراغت اور سہولت نے ان سے اتنی کتابیں لکھوائیں ہیں، لیکن اسی آدمی کو اگر یہ بتا دیا جائے کہ یہ کام کسی ادارے، کسی اکیڈیمی، کسی بورڈ اور کسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے نہیں بلکہ کتابوں

کا یہ انبار ایک ہی شخصیت کا تخلیقی شاہکار ہے تو اسے یہ ماننے کو ذہن بنانے کے لیے کئی ہفتے کا عرصہ درکار ہے، تب جا کر وہ سمجھ پائے گا۔

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں   تب خاک کے پردے سے انساں نکلتا ہے

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا اتنا بھاری بھرکم کام آدمی کے دماغ کا رس نچوڑ لیتا ہے، ہر وقت اس کی رگیں پھولی رہتی ہیں، جبین شکن آلودہ اور احساس کی دنیا گرد آلود ہو جاتی ہے، آدمی کرم کتابی بن کر رہ جاتا ہے، خشک موضوعات پر لکھتے لکھتے طبیعت پر خشکی کا لیپ چڑھ جاتا ہے، ذوق و کیف کا عالم اس کے لیے اجنبی بن جاتا ہے، ایسے آدمی کے بارے میں گمان بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی اس سے ذرا قریب ہو کر گزرا تو شاید وہ چھل جائے، کیونکہ یہ تجربہ ہے کہ کتابی علم چنگے بھلے اور بانکے سجیلے آدمی کو جلا بھنا اور کھردرا بنا دیتا ہے، علم کی ہیبت اور خشونت اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ لفظ بیچارے کانپتے اور حرف ہانپتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن فاضل بریلویؒ کو مبداء فیاض نے علم و فن اگر منوں کے حساب سے دیا تو ذوق و عشق بھی اللہ ٹنوں کی مقدار میں بخشا، ذوق غلامی رسول ﷺ کا اور عشق ذات مصطفیٰ ﷺ کا، جب وہ مسند افتاء پر ہوں تو بالغ نظر مفتی، حدیث پڑھا رہے ہوں تو عظیم محدث، فقہی مسائل پر بات کر رہے ہوں تو فقیہ اعظم اور فن میراث زیر غور ہو تو ماہر علم المیراث دکھائی دیتے ہیں، ان کی قامت پر ہر قبا خوب سجتی ہے، مگر جب وہ کوچہ نبی میں ہوں تو ان کی شان گدائی پر دارا و سکندر کو رشک آنے لگتا ہے، جب وہ وقف ذکر رسول ﷺ ہوتے ہیں تو وجدان درود پڑھنے لگتا ہے، جب ان کے ہاتھ میں نعت کا کشکول ہوتا ہے تو فرشتے بھیک مانگنے کو قطار اندر قطار زمین پر اترتے دکھائی دیتے ہیں، جب ان کے لبوں پر نام مصطفیٰ ﷺ آتا ہے تو شہد کی بارش ہونے لگتی ہے، جب ان کا موضوع سخن حضور ﷺ کا چشمۂ فیض ہوتا ہے ساغر دل چھلک چھلک جاتا ہے، جب یاد حبیب ﷺ کا چاند ان کے دل کے آنگن میں اترتا ہے تو شب ہجراں چمک چمک جاتی ہے، اور جب وہ اپنی شاعری میں حسن سرکار ﷺ کا مضمون باندھتے ہیں تو غنچہ چٹک چٹک جاتا ہے۔

ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اس مرتبے کا شعر آپ کو کہاں ملے گا؟

عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا
طائر سدرۂ نشیں، مرغ سلیمان عرب

فاضل بریلویؒ کو علم نے تنک چڑھا اور زہد نے سر پھرا نہیں بنایا کہ گردن اکڑی رہے اور چہرہ

سکزار ہے بلکہ ان کا لہجہ، انکسار کا غماز اور سوز کا ترجمان ہے، کہتے ہیں،

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی — مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی — اب عمل پوچھتے ہیں لائے نکما تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں؟ چھوڑ کے صدقہ تیرا

فتاویٰ پر کام کرتے کرتے جب ان کے قلم سے یہ اشعار نکلتے ہیں تو۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں — جس راہ چل دیئے ہیں، کوچے بسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا — تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

اس نعت کے سامنے تغزل کی اباحت شرمانے لگتی ہے، یہ اشعار ایک بار پڑھیے اور عمر بھر سر دھنیے۔

فاضل بریلویؒ کی یہ نعت تو نغمۂ زبور ہے چند شعر ملاحظہ ہوں:

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم — وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی ﷺ
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ
جس کی دو بوند ہیں، کوثر و سلسبیل — ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ
جس کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات — ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آج کے گھٹم گھٹا اور چھینا جھپٹ قسم کے دور میں عشق رسول ﷺ کی سوغات بانٹنے کی ضرورت ہے، آج امریکہ اور یورپ ہماری اس متاع کو لوٹنے کی فکر میں ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ امت مسلمہ جب کبھی ڈوب ڈوب کر ابھرے گی، ٹوٹ ٹوٹ کر جڑے گی، گر گر کر اٹھے گی اور مر مر کے جئے گی تو عشق رسول ﷺ کے سہارے ہی ابھرے گی، ذات نبی ﷺ پر جڑے گی، نظام مصطفیٰ ﷺ پر اٹھے گی اور یاد حبیب ﷺ سے جیئے گی۔

دولت درد اور متاع عشق کوئی معمولی چیز نہیں کہ جس کی حفاظت سے ہم غافل ہو جائیں، اس سے محرومی کا تلخ ذائقہ ہم یورپ سے پوچھیں، جس کے پاس سب کچھ ہے مگر اپنا آپ نہیں بچا، دل رہ گیا مگر دھڑکن نام کو نہیں، آنکھیں سلامت ہیں مگر نور سے خالی اور وجود باقی ہے مگر احساس سے محروم، آیئے ہم اپنی اس کمٹ منٹ کو حقیقت بنا دیں۔

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تاریخ گوئی

سید محمد عبداللہ قادری، واہ کینٹ

اعلیٰ حضرت بریلوی شاہ احمد رضا خاں قادری ابن مولانا نقی علی خان بریلوی ابن حضرت مولانا شاہ رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہم (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں!

ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں۔

وہ (احمد رضا خان) جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول ﷺ کا ماہر رضویات، ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی۔ اپنی تالیف فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں تحریر کرتے ہیں۔............ "فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی وسخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو مسلک شعری کے طور پر اپنایا اور اس میدان میں خوب داد سخن دی۔"............ آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سرو پا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق ومحبت کی آئینہ دار ہیں اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

حضرت داغ دہلوی بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کی شاعری کے معترف تھے۔ ملک شیر محمد خان اعوان کی تصنیف، مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری، پر تبصرہ کرتے ہوئے۔ مولانا ماہر القادری تحریر کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے یہاں تک کہ ریاض میں بھی دست گاہ رکھتے تھے دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول ﷺ کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خان بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ

کہتے تھے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔

نامور محقق و نقاد سید نور محمد قادری علیہ الرحمۃ (۱۹۲۵ء۔۱۹۹۶ء) چک ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاؤ الدین (جن سے مجھے نسبت فرزندی ہے) نے اعلیٰحضرت، کی شاعری پر ایک جامع و مختصر کتابچہ، اعلیٰحضرت کی شاعری پر ایک نظر تحریر کیا جسے ۱۹۷۵ء میں مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور نے شائع کیا تھا۔ جس میں اعلیٰحضرت کی شاعری کی تمام اصناف کو متعارف کروایا۔

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، اقبال کا آخری معرکہ، اقبال کے دینی و لباس افکاری، اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں، میلاد شریف اور علامہ اقبال وغیرہ کے مصنف تھے سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ خود شاعر نہیں تھے۔ اس کے باوجود وہ بے مثل سخن فہم و سخن شناس تھے شعر و سخن کے محاسن و قبائح کی جانچ پرکھ سے قطع نظر تحقیق و تفحیص ان کا محبوب مشغلہ تھا اور علمی بحث و تمحیص آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔

۱۹۷۲ء میں، سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ نقوش محبت (شعری انتخاب) مرتب کیا اور خود ہی اپنے کتب خانہ ابن عبد اللہ چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات سے شائع کیا یہ مجموعہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں جن شعراء کے کلام کو شامل کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

میر تقی میر، شاد عظیم آبادی، مومن، فراق گورکھپوری، نظم طباطبائی، بے خود موہانی، حسرت موہانی، یاس یگانہ، قائم چاند پوری، تسکین، رضا بریلوی، حسن بریلوی جذبی، فیض احمد فیض سید نور محمد قادری علیہ الرحمۃ، نے ان شعراء کی صف میں جب، رضا بریلوی، حسن بریلوی کو شامل کیا تو کہنہ مشق شاعر وطرہ حیرت میں پڑھ گئے۔

سید نور محمد قادری علیہ الرحمۃ نے نقوش محبت، میں اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا انتخاب شامل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

سمجھا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچے ناگاہ
یہ درد کیا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

شوق روکے نہ رکے پاؤں اٹھائے نہ اٹھے
کیسی مشکل میں ہیں اللہ تمنائی دوست

تو نے کر دیا طبیب آتش سینہ کا علاج
آج کے دور آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

دید گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پہ
ہمصفیر و ہمیں پھر سوئے قفس جانے دو

آتش دل بھی تو بھڑکاؤ ادب داں نالو
کون کہتا ہے کہ تم ضبط نفس جانے دو

آج کی نشست میں اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی تاریخ گوئی کا ذکر خیر کرنا مقصود ہے۔ فن تعریف گوئی کی مختصر ترین تعریف، پروفیسر براؤن نے یوں کی ہے۔ تاریخ یا chronogram اسے کہتے ہیں جس میں حروف کا مجموعہ جمل (ابجد) کے قاعدے سے ایک مصرع، جملے یا کلمے میں واقع کی تاریخ یاد دلائے۔

تاریخ کی دو قسمیں ہیں۔ سالم اور ناقص۔ سالم تاریخ کی تعریف یہ ہے کہ اگر مادہ تاریخ کے سارے حروف کے اعداد بحساب جمل (صغیر یا جمل کبیر) جمع کئے جائیں تو وہ تاریخ جو ہمیں مطلوب ہو بلا کسی کمی بیشی کے نکل آئے۔ مثلاً حضرت سید کبیر الدین شاہدولہ سہروردی المعروف شاہدولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۱۰۸۵ھ

شاہدولہ بجنت رسیدہ ۱۰۸۵ھ اگرچہ یہ فن بہت ہی پیچیدہ ہے اس کے باوجود اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن کو خوب نبھایا ان کی ہوئی تاریخیں (جو دستیاب ہو سکی ہیں) قارئین، رضا بریلوی کی نذر کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر تاریخیں، عربی و فارسی زبان میں ہیں۔

قطعہ وصال: مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) والد ماجد اعلیٰ حضرت بریلوی۔

☆ وادخلی فی جنتی و عبادی.......... ۱۲۹۷ھ

☆ آمین اللہ فی الارض ابدا

☆ ان موتة العالم موتة العالم

☆ وفات عالم الاسلام ثلمة فی جمیع الانام

☆ جنة اعدت للمتقین

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی مرحومہ کا قطعہ وصال یوں تحریر کیا۔

من بندہ رضا کہ خانہ زادم چوں گوش بسوئے دل نہادم
محزوں زغمش فسانہ میگفت دروے درے سال می سفت
می داشت جلائل سیادت (۱۳۱۰ھ) ہم یافت بہم حج و شہادت (۱۳۱۰ھ)
دو رحمت فاطمہ بروحش (۱۳۱۰ھ) روحے ملکی پہ فتوحش (۱۳۱۰ھ)
فی اخلا الحسن ایا (۱۳۱۰ھ) رضوان واسعا علیا (۱۳۱۰ھ)

قطعہ وصال: مولانا ناصرالدین محمد شفیع صاحب رامپوری (م ۱۳۲۶ھ)

رفت بیاد حبیب، گفت رضا سال نقل یاد محمد شفیع، بہر محمد شفیع

قطعہ وصال: مولانا محمد شفیع احمد خاں قادری برکاتی رضوی (م ۱۳۲۸ھ)

تاریخ لکھی رضا نے فوراً یا رب تیرا شفیع احمد (۱۳۲۸ھ)

ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو علی گڑھ ابن مولانا محمد ظفرالدین قادری رضوی بہاری کا تاریخی نام مختارالدین، ۱۳۲۶ھ

قطعہ تاریخ وصال: شیخ سید آل رسولؐ مارہروی علیہ الرحمۃ ۱۲۹۶ھ (مرشد، مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی)

مادے: تواریخ الاولیاء ۱۲۹۶ھ

رضی اللہ عنہ والمحبوب......۱۲۹۶ھ

دیگر

خذ التاریخ فی التوشیخ نظما یلوح کانہ البدر المنیر
وخذ من کل قطر مثل سطر (۱۲۹۶ھ) تکن ستاولیس لہ نظیر (۱۲۹۶ھ)

ولی طاہر بر امام (۱۲۹۶ھ) وصول طیب بدر امیر (۱۲۹۶ھ)

اعلیحضرت بریلوی، نے اپنی تاریخ ولادت یوں کہی:

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ۔

۱۲۷۲ھ

اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ) کے وصال کی سولہ تاریخیں، ایک مربع کی شکل میں نکالی ہیں۔ اس مربع کی جتنی چالیس ہیں اتنی ہی تاریخیں نکل آئیں گی۔

فن تاریخ گوئی کا یہ کمال بہت ہی کم نظر آتا ہے بلکہ یہ مشکل فن ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

طارم محل ۳۲۸	واصل برب ۳۳۱	اصفی عمل ۳۲۱	اجود قرب ۳۱۶
بحر سمی ۳۲۰	اشبد بجد ۳۱۷	آل رسول ۳۲۷	اتقی صفا ۳۳۲
فرد اجل ۳۱۸	اصفی النسا ۳۲۳	آں روح دین ۳۲۹	جان عرب ۳۲۶
کنف صفی ۳۳۰	شاہ بدئی ۳۲۵	نور نجی ۳۱۹	افق العلی ۳۲۲

مولانا معین الدین نزہت مراد آبادی علیہ الرحمۃ م ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ (والد ماجد صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۴۸ء) کا قطعہ وصال مادہ: رزق ربک خیر: ۱۳۳۹ھ

دیگر

یک شہادت وفات در رمضان مرگ جمعہ شہادت دگرست
مرض تپ شہادت سو میں بہر ہر سہ شہادت خبرست
در حرارت چشم و العین پئے دیدار یار منتظر ست
مردہ ہرگز نہ معین الدین کہ ترا چون نعیم دیں پسرست
از رضا سال بے سر اہمال قرب صدق ملیک مقتدرست (۱۳۴۰-۱=۱۳۳۹ھ)

تاریخ وصال: مولانا رضا علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۲ھ) جد امجد مولانا احمد رضا

خان۔الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون:۱۲۸۲ھ

تاریخ وصال: سیدحمزہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

ادخلی فی جنتی..........۱۱۹۸ھ

نگارستان لطافت مطبوعہ ۱۳۰۲ھ پر اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تاریخیں کہی ہیں:

یافت حسن حسن تحسین از حسان در ذکر حسین
گفت رضا تاریخ چنیں نعت اشرف قبلہ دین (۱۳۰۲ھ)
دل و جانم حسن حسن گفت و در سفت بہ سلک مدحت میلاد اقدس
شنیدم نغمہ زد بلبل خلا مبارک شادی نعت مقدس

اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے برادر مولانا حسن رضا خاں بریلوی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے نعتیہ مجموعہ۔ ذوق نعت، المعروف بہ صلۂ آخرت۔ کی تاریخ طباعت اس طرح کہی ہیں۔ ہر مصرعہ سے تاریخ آمد ہوتی ہے۔

نعت حسن آمدہ نعت حسن (۱۳۲۶ھ) کلک رضا باد بزیں سلام (۱۳۲۶ھ)
ان من الذوق لسحر ہمہ (۱۳۲۶ھ) ان من الشعر لحکمۃ تمام (۱۳۲۶ھ)
کلک رضا داد چناں سال آں (۱۳۲۶ھ) یافت قبول از شہ راس الانام (۱۳۲۶ھ)
قوت بازوئے من سنی نجدی فگن حاج و زائر حسن سلمہ ذوالمنن
نعت چہ رنگیں نوشت شعر خوش آئیں نوشت شعر گو دیں نوشت دور ز ہر ریب و ظن
شعرز شعرش عیاں، عرش بہ پیش نہاں سنیہ را حرز جاں، نجدیہ را سرشکن
قاتل ایں تازہ جوش، بادہ ہنگام نوش نور فشاند گوش شہد چکاں در دہن
کلک رضا سال طبع گفت بہ افضال طبع زانکہ ز اقوال طبع کلک بود نغمہ زن
اوجہ بہیں محمدت جلوہ گر مرحمت (۱۳۲۶ھ) عافیت عاقبت باد نوائے حسن (۱۳۲۶ھ)
باد نوائے حسن، باب رضائے حسن (۱۳۲۶ھ) باب رضائے حسن باز بہ جلب منن (۱۳۲۶ھ)
باز بہ جلب منن بازوئے بخت قوی (۱۳۲۶ھ) بازوئے بخت قوی نیک حجاب محن (۱۳۲۶ھ)

نیک حجاب محن فضل عفو و بنی (۱۳۲۶ھ) فضل عفو و بنی، جبل وئی و جبل من (۱۳۲۶ھ)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۸۸ھ میں اپنے والد مکرم مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب پر اردو، فارسی میں قطعہ ہائے تاریخ، کہے۔

شد چو مطبوع ایں کتاب عجیب بود در فکر سال طبع رضا
ناگہاں داد ہاتف آواز ذکر حاوی چہ مرہم جانہا (۱۲۸۸ھ)
میرے والد نے جب کیا تصنیف یہ رسالہ بوصف شاہ ہدیٰ
جس کا ہر صفحہ تختہ فردوس ہر ورق برگ سدرہ و طوبیٰ
گیسوئے حور، سواد حروف مردم چشم حور، ہر نقطہ
با قلم اس کا ابر نیساں ہے ہر ورق اس کا علم کا دریا
ہر سطر رشک موج صافی ہے دائروں کے صدف لکھوں تو بجا
نقطے جن کے ہیں گوہر شہوار قیمت ان کی ہے جنت الماویٰ
سال تالیف میں رضا نے کہا وصف خلق رسول امی کیا، (۱۲۸۸ھ)

مولانا محمد اسماعیل قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ) کے وصال پر کہے گئے قطعہ ہائے تاریخ:

حمد الہ وصلوٰۃ علی محمد محکم۔ ۱۳۱۷ھ
عام وفات العلم الثبت
الفاضل الکامل المحسن الجلیل
قادری القدر اجل المرتب
والسق اسمعیل بجذمہ ابراہیم
اسمعیل اسمعیل سنہ احامی حالہ من کل فتنۃ (۱۳۱۷ھ)
اسمعیل اسمعیل صدق ارادع کل مین عین فطنۃ (۱۳۱۷ھ)
اسمعیل اسمعیل حق اتاک الحق تکب کل محنۃ (۱۳۱۷ھ)

لاسمعیل عند الله ان شاہ واحدہ بمکرمۃ و مر
الا لا یکبین نعتل سعد ایتم رجع نفس مطمو
رواح الرواح من کنف لسنی کنزتہ انجلی منھا ابن عزہ
ستاہ و نفعہ باق بھیا فقطرہ وجنہ و تمیر دہ
نیرف الی جناں عفو لانوار و اطیار عزہ
یتحف بہ ملئکۃ اعزہ باجنۃ کعب مرشدہ
وان اسئل لا سمعیل منھم اجب ثقۃ بنول الله الا
لاسامی لاسمعیل مدعا حلاہ سجایۃ دخلاہ بجد

دیگر

یتق فی تاریخ رحلۃ الرضا(۱۳۱۷ھ) سحاب مع اسفع سواک بلت(۱۳۱۷ھ)
بعد فی نعال فتر و افضل منزل(۱۳۱۷ھ) واشرف نزل حزداد ذق تلہ(۱۳۱۷ھ)
وتحک مواتی اللطف کل کریمۃ(۱۳۱۷ھ) ستتک سواق الواف ارج طلہ(۱۳۱۷ھ)

حکیم محمود خاں ابن حکیم صادق علی دہلوی کی وفات پر اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل قطعہ تحریر کیا۔

بلکت العیون اماترید جمودا ابکت شریفا صادقا محمودا
اسفت لفقد الطب عصر قوامہ فامنت وھل یاسا تحص فقیدا
الملت علی شواہ یوم معادہ قبر الذلحا فی الطب مات حمیدا

تصانیف رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے تاریخی نام

مولانا عبدالحکیم خاں اختر مجددی مظہری شاہ جہان پوری صاحب نے اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی، پر ایک کتابچہ ۱۹۸۶ء میں مرتب کیا تھا جو ادارہ غوثیہ رضویہ۔ جامع مسجد مدینہ مصری شاہ لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔ جو ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اختر شاہ جہان پوری نے اعلیٰحضرت کی تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تمام تصانیف، کے نام بھی تاریخی رکھے ہیں۔ جن سے سن ہجری کا پتا چلتا ہے۔ جناب اختر شاہ جہان پوری صاحب نے تو تصانیف کا مختصر تعارف لکھا ہے۔ لیکن میں (سید محمد عبداللہ قادری ولد سید نور محمد قادری)

کتب کے نام اور سن ہجری تحریر کروں گا۔ میں مولانا اختر شاہ جہان پوری کی تصنیف مذکورہ سے استفادہ کررہا ہوں۔

(۱) سلطنة المصطفى فی ملکوت کل الوریٰ: ۱۲۹۷ھ. ۱۸۸۰ء (۲) احلال جبریل بجعله خادما للمحبوب الجمیل: ۱۲۹۸ھ. ۱۸۸۱ء (۳) اقامة القیامه علی طاعن القیام لبنی تهامة: ۱۲۹۹ھ. ۱۸۸۲ء (۴) منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین: ۱۳۰۱ھ. ۱۸۸۳ء (۵) الهاد الکاف فی حکم الضعاف: ۱۳۰۱ھ. ۱۸۸۳ء (۶) احلی من السکر لطلبة سکر روسر: ۱۳۰۳ھ. ۱۸۸۶ء (۷) انوار الانتباه فی حل ندا یارسول الله: ۱۳۰۴ھ. ۱۸۸۷ء (۸) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین: ۱۳۰۵ھ. ۱۸۸۸ء (۹) انحصار الانوار من یتم صلوة الاسرار: ۱۳۰۵ھ. ۱۸۸۸ء (۱۰) حیات الموت فی بیان سماع الاموات: ۱۳۰۵ھ. ۱۸۸۸ء (۱۱) اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین: ۱۳۰۵ھ. ۱۸۸۸ء (۱۲) سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح: ۱۳۰۷ھ. ۱۸۹۰ء (۱۳) الیاقت الواسطه فی قلب عقد الرابطه: ۱۳۰۹ھ. ۱۸۹۲ء (۱۴) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوة الجنان: ۱۳۱۱ھ. ۱۸۹۴ء (۱۵) الامن والعلیٰ لناعتی المصطفی بدافع البلاء. ۱۳۱۱ھ. ۱۸۹۴ء (۱۶) سلب الثلب عن القائلین بطهارة الکلب. الکوکبة الشهابیه مخاکفریات ابی الوهابیه ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء (۱۷) حاجزین البحرین الواقی عن جمع الصلواتین: ۱۳۱۳ھ. ۱۸۹۶ء (۱۹) القطوف الداینة لمن احسن الجماعة الثانیة: ۱۳۱۳ھ (۲۰) الفضل الموهبی فی معنیٰ اذا صح الحدیث فهو مذهبی: ۱۳۱۳ھ (۲۱) الصمصام علی مشلک فی اية علوم الارحام: ۱۳۱۵ھ. ۱۸۹۸ء (۲۲) جمان التاج فی بیان الصلوٰة قبل المعراج. ۱۳۱۶ھ. ۱۸۹۹ء (۲۳) الجام الصاد عن سنن الضاد: ۱۳۱۷ھ. ۱۹۰۰ء (۲۴) جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة: ۱۳۱۷ھ. ۱۹۰۰ء (۲۵) مالی الحبیب بعلوم الغیب: ۱۳۱۸ھ. ۱۹۰۱ء (۲۶) اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان ومایکون. ۱۳۱۸ھ. ۱۹۰۱ء (۲۷) انباء المصطفیٰ بحال سروا خضیٰ: ۱۳۱۸ھ. ۱۹۰۱ء (۲۸) الدولة المکیة بالمادة الغیبة: ۱۳۲۴ھ. ۱۹۰۷ء (۲۹) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین: ۱۳۲۴ھ. ۱۹۰۷ء (۳۰) حسن التحمم لبیان حدا التیمم: ۱۳۲۵ھ.

۱۹۰۷ء(۳۱) تمهيد ايمان بآيات القرآن: ۱۳۲۶ھ. ۱۹۰۸ء(۳۲) كنز الايمان في ترجمة القرآن: ۱۳۳۰ھ. ۱۹۱۲ء(۳۳) تدبير فلاح و نجات و اصلاح: ۱۳۳۱ھ. ۱۹۱۳ء(۳۴) اجلى الاعلام ان الفتوى مطلقاً على قول الامام: ۱۳۳۴ھ. ۱۹۱۶ء(۳۵) قوانين العلماء في متيمم علم عند زيد الماء. ۱۳۳۵ھ. ۱۹۱۷ء(۳۶) الطلبة البديعة في قول صدر الشريعة: ۱۳۳۵ھ. ۱۹۱۷ء(۳۷) السنية الانيقة في فتاوى الافريقة: ۱۳۳۶ھ. ۱۹۱۸ء(۳۸) الاستمداد على اجيال الارتداد: ۱۳۳۷ھ. ۱۹۱۹ء(۳۹) الزبدة الزكية في تحريم سجود التحية: ۱۳۳۷ھ. ۱۹۱۹ء(۴۰) المحجة المؤتمنة في اية الممتحنة: ۱۳۳۹ھ. ۱۹۲۰ء

حواشی

۱۔ اعلیٰحضرت کی شاعری پر ایک نظر، سید نور محمد قادری۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۳،۲۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ۱۹۷۳ء ص ۸۵،۸۶،۳۔ ماہنامہ فاران کراچی، مدیر مولانا ماہر القادری ستمبر ۱۹۷۳ء ص ۴۴،۴۵،۴۔ نقوش محبت، مرتبہ سید نور محمد قادری مطبوعہ ۱۹۷۲ء ص ۵۹،۵۔ سہ ماہی اردو نامہ، کراچی جنوری ۱۹۷۰ء مضمون ابراہیم خلیل ص ۱۰۱،۶۔ مجمع الواصلین از محمد فاضل مظہر الحق مظہر غمگین دہلی ۱۳۸۵ھ ص ۱۲۵،۷۔ حیات اعلیٰحضرت از مولانا محمد ظفر الدین بہاری مطبوعہ کراچی ص ۱۴۷،۸۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہ جہان پوری ص ۲۲،۹۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہ جہان پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۵،۱۰۔ حیات اعلیٰحضرت از مولانا محمد ظفر الدین بہاری جلد اول: ص ۱۴۶،۱۱۔ حیات اعلیٰحضرت از مولانا محمد ظفر الدین بہاری جلد اول: ص ۱۴۶،۱۲۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہ جہان پوری ص ۱۹،۱۳۔ سوانح اعلیٰحضرت از مولانا بدر الدین احمد مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۲۸،۱۴۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری ص ۱۹،۱۵۔ حیات صدر الافاضل از مفتی غلام معین الدین۔ مطبوعہ لاہور ص ۷۶،۱۶۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۸،۱۷۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری ص ۲۰،۱۸۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری ص ۲۱،۱۹۔ ذوق نعت از مولانا حسن رضا خان بریلوی مطبوعہ لاہور ص ۱۳۴، ۱۳۵،۲۰۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری ص ۱۸،۲۱۔ حیات اعلیٰحضرت از مولانا محمد ظفر الدین بہاری جلد اول ص ۱۴۴،۲۲۔ بحوالہ اجمل میگزین دہلی فروری ۱۹۳۶ء ص ۴،۷ شمولہ قطب العارفین از سید نور محمد قادری (مئی ۱۹۲۵ء۔ نومبر ۱۹۹۶ء) ناشر حکیم عبدالرشید سلطانی نیو شاد باغ لاہور ۱۹۸۵ء،۲۳۔ اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از عبد الحکیم خان اختر مجددی مظہری شاہ جہان پوری مطبوعہ ادارہ غوثیہ رضویہ مصری شاہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۳۸ تا ص ۵۸

امام احمد رضا ایک عظیم محقق

صلاح الدین رضوی۔۔۔(انڈیا)

یہ بڑی ٹھوس اور نا قابل انکار حقیقت ہے کہ انسان عروج و ارتقاء کی منزلیں اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب کہ اسلاف کی ذوات مقدسہ پیش نظر ہوں اور ان کے نقوش قدم کی پیروی سے ذہن و دماغ اور قلب و جگر میں تازگی بھر لائے۔

اسلاف کرام کی جماعت میں ایک وہ قمر درخشاں بھی ہے جسے دنیا امام احمد رضا کہتی ہے وہی امام احمد رضا جس نے سنت رسول میں نئی روح پھونک دی اور مذہب ابو حنیفہ کو اور زیادہ سنوار کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔

امام احمد رضا میں تحقیقی بلندیاں اور فقہی بصیرتیں اتنے زوروں پر تھیں کہ جب بھی لوگوں نے آپ کی تحریروں کا مطالعہ کیا دل کی دنیا سیراب ہوگئی کسی مسئلہ پر قلم چلتا تو تحقیق کا ہجوم نظر آتا اور اس وقت تک قلم کی روانی کم نہ ہوتی جب تک کہ مسئلہ بالکل ظاہر و باہر نہ ہو جاتا اور ایسے فقیہہ کی تصویر جھلکتی جو قوت اجتہاد، فقاہت و بصارت اور ذہانت و فطانت میں بہت دور تک نظیر نہیں رکھتے۔

امام احمد رضا تفقہ کے اس درجہ پر فائز تھے اور اتنی مہارت تامہ حاصل تھی کہ جب بھی کوئی کسی مسئلہ کے تعلق سے سوال کرتا تو سائل کے فہم و ادراک کے مطابق جواب عنایت فرماتے اور نہایت سہل و آسان انداز سے مسئلہ کو حل فرما دیتے تا کہ کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے۔

ایک مرتبہ وکیل صاحب نے امام احمد رضا کی بارگاہ میں سوال کیا کہ اے فقیہہ ملت یہ بات میرے فہم و ادراک سے بالاتر ہے کہ آج ساری مسجدوں میں اندرون مسجد اذان ثانی دی جاتی ہے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہندوستان کا جو رواج ہے کہ اندرون مسجد اذان دی جاتی ہے غلط ہے۔ تو آپ نے ان کے پیشہ اور مشغلہ کے مطابق بہت اچھوتے انداز میں جواب ارشاد فرمایا کہ آپ شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ جج اس کسی مدعی، مدعی علیہ یا شاہدوں کو حاضر ہونے کے لئے کچہری کے اندر سے آواز نہیں لگاتا

بلکہ باہر جا کر پکارتا ہے اگر چہ اسی اندر ہی سے چلانا شروع کر دے تو دربار عدالت کی توہین سمجھی جائے گی اور حکام کراہت محسوس کریں گے تو آپ خود ہی عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں کہ جب دنیاوی دربار عدالت کے اندر سے آواز لگانا خلاف ادب سمجھا جاتا ہے تو یہ مسجد جو احکم الحاکمین کا دربار عالی ہے اس کے اندر اذان ثانی دینا کیسے درست اور موافق شروع ہو سکتا ہے لہٰذا اندرون مسجد اذان ثانی مکروہ اور خلاف شرع ہے۔

جس فن پر بھی نظر ڈالی جائے امام احمد رضا کی شخصیت منفرد اور امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ فقہ امام احمد رضا کا محبوب ترین فن تھا کسی مسئلہ کا جواب صادر فرماتے تو تحقیق کے دریا بہا دیتے۔ اکثر جواب تو کتابی شکل اختیار لیتا۔ فتاوی رضویہ جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور امام احمد رضا کی بے مثال تحقیقات کا خزینہ ہے۔

امام احمد رضا کی فکر و نظر کا کیا کہنا کبھی بھی آپ کو کسی مسئلہ سے رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی ہندو پاک کے مشہور علماء و اہل قلم اور غیر جانب دار حلقے حتیٰ کہ مخالفین نے بھی جب امام احمد رضا کی وسعت فکر و نظر اور فقاہت و بصارت کو دیکھا تو حیرت و استعجاب سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور امام احمد رضا کے کمالات اور تبحر علمی کا بعض مواقع پر کھلے دل کے ساتھ اعتراف بھی کیا چند غور طلب تاثرات پیش ہیں۔ یہ تاثرات مولانا یٰسین اختر مصباحی کی کتاب ''امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں'' سے ماخوذ ہیں۔

ملک غلام علی صاحب نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تحریر کرتے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعلق سے ہم لوگ سخت غلط فہمی کا شکار رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی اور بساطت فکر و نظر ان کے یہاں پائی جاتی ہے بہت کم علماء میں نظر آتی ہے اور خدا اور رسول کے عشق کا چشمہ تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ (ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء)

مولانا خلیل الرحمٰن سہانپوری نے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے ایک منعقد کردہ جلسہ میں آپ کی پر مغز اور محققانہ تقریر سن کر یہ تاثر پیش کیا ''اگر اس وقت میرے والد ماجد (مولانا علی احمد محدث سہانپوری محشی بخاری) ہوتے تو وہ آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہیں اس کا حق بھی تھا

مولانا وصی احمد محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھی اس کی تائید کی (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اپریل ۱۹۷۷ء)

حکیم عبد الحئی رائے بریلوی سابق ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء نے تحریر کیا ہے بہت سے فنون بالخصوص فقہ و اصول میں اپنے ہمعصروں پر فائق تھے۔ (نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۸)

دوران حج دینی، ملی اور علمی موضوعات پر محققانہ تبادلہ خیال اور آپ کی بعض کتب و رسائل کے مطالعہ کے بعد علماء حرمین شریفین پر جو تاثر قائم ہوا اس کے بارے میں مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

''وہ حضرات آپ کے وفور علم اور فقہی متون و مسائل خلافیہ پر دقت نظر، وسعت نظر، سرعت تحریر اور ذکاوت طبع دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۹)

شیخ المعقولات مولانا محمد شریف کشمیری صدر المدرسین مدرسہ خیر المدارس ملتان تو عالم استعجاب میں یہاں تک کہا گئے کہ وہ اپنی مثال آپ تھا اس کی تحقیقات علماء کو دنگ کر دیتی ہیں۔ (الشاہ احمد رضا مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی فاضل دیوبندی سابق صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنے علمی ماہنامہ برہان دہلی میں رقمطراز ہیں ''مولانا احمد رضا صاحب بریلوی سرسید احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد کے ہمعصر تھے وہ ایک زبردست صلاحیت کے مالک تھے ان کی عبقریت کا لوہا پورے ملک نے مانا۔ (برہان دہلی اپریل ۱۹۷۴ء)

جناب محمد دین کلیم صاحب مورخ لاہور لکھتے ہیں ''آپ کے تبحر علمی کی صرف برصغیر ہندو پاک کے علماء نے ہی تعریف نہیں کی بلکہ عرب و عجم کے علماء و فضلاء نے آپ کے علوم و فنون سے استفادہ کیا۔ (ماہنامہ عرفات، لاہور، ستمبر اکتوبر ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر اقبال امام احمد رضا کی بارگاہ میں حقیقت کا پھول برساتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا میں نے یہ رائے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، اور جودت طبع کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں پھر فرمایا کہ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار کافی غور و خوض کے بعد کرتے تھے لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور

فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہ پڑی۔ (ہفت روزہ افق کراچی ۲۳ تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء)

امام احمد رضا مقام فقہ کی بلندیوں پر اس طرح فائز تھے کہ کوئی مسئلہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اپنی قوت اجتہاد اور فقہی بصارت سے نہایت حسین اور دلکش انداز میں ظاہر و باہر فرما دیتے چنانچہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ سادات کرام کی تعظیم ہم پہ ضروری ہے لیکن جب حد کا مسئلہ سامنے آیا تو کسی کے ذہن ودماغ میں سے یہ سوال گردش کرنے لگا کہ اگر کوئی سیدزادہ زنا کا مرتکب ہو جائے تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اور اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے امام احمد رضا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سوال کیے اے فقیہ اسلام! ایک طرف شریعت ہے دوسری طرف عقیدت ہے کسی سیدزادہ سے زنا کا جرم صادر ہو جائے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ جو آل رسول ہونے کے باوجود زنا کے جرم میں گرفتار ہو جائے۔ اس پہ درے برسائے جائیں یا نہیں؟ تو امام احمد رضا نے اپنی فقہی بصارت اور ذہانت و فطانت سے بہت ہی پیارا جواب دیا کہ یقیناً آل رسول کا احترام ضروری ہے لیکن جہاں تک درے لگانے کا سوال ہے تو قاضی اسلام درے ضرور لگائے گا مگر دل میں اس خیال کو کوئی جگہ نہ دے۔ کہ آل رسول پہ کوڑے برسا رہا ہوں بلکہ ہاتھ میں کوڑا ہو دل میں یہ بات ہو کہ آل رسول کے پاؤں میں کیچڑ ہے جس کو صاف کر رہا ہوں۔ ہاتھ میں درہ ہو دل میں یہ خیال ہو کہ آل رسول کی پشت سے گرد و غبار جھاڑ رہا ہوں۔

قربان جائیے امام احمد رضا کی فقہی بصیرت پر کہ قانون اسلام کا مکمل نفاذ بھی ہوا اور سیدزادہ کی تعظیم بھی ہوگئی۔ شریعت پہ عمل بھی ہو گیا اور آل رسول کی عزت بھی ہوگئی۔ امام احمد رضا کی خداداد قوت وصلاحیت کو ملاحظہ کیجئے کہ لاینحل مسائل کو بھی نہایت انوکھے انداز سے حل فرما دیا۔

اگر امام احمد رضا کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو دل سے یہی بات نکلے گی کہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں جتنا بھی خراج محبت پیش کیا جائے کم ہے۔ کیونکہ امام احمد رضا نے دین میں پیدا ہونے والی ساری خرابیوں کو دور فرما کر ہمیں تاریکیوں سے بچا لیا۔ ساری دنیا میں عشق رسول کا ڈنکا بجایا۔ اور خود بھی عشق مصطفیٰ ﷺ میں سلگتے رہے۔ امام احمد رضا کا حال تو یہ تھا۔ کہ رسول گرامی وقار ﷺ کے اسم مبارک پر ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں جہاں قربان کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ آپ آقا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا

نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اس بات سے بھی امام احمد رضا کی وسعت فکر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ فقہائے کرام نے چوہتر چیزوں سے تیمم کے جواز کا قول کیا ہے لیکن امام احمد رضا کی فکر و نظر کا یہ عالم ہے کہ آپ نے ایک سو اکیاسی چیزوں سے تیمم کے جواز کو ثابت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ا ص ۶۹۲)

عقل حیران ہے کہ فقہائے کرام نے صرف چوہتر چیزوں کو شمار کیا جب کہ امام احمد رضا کی تنہا ایک ذات نے چوہتر چیزوں پر ایک سو سات چیزوں کا اضافہ فرما کر ایک سو اکیاسی چیزوں سے دنیائے اسلام کو مطلع کیا۔

اس طرح فقہائے کرام نے اٹھاون چیزوں سے تیمم کے عدم جواز کی بابت کہا ہے جب کہ امام احمد رضا نے مزید بہتر چیزوں کا اضافہ فرما کر ایک سو تیس چیزیں بیان فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۹۹)

تیمم کے سلسلے میں ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص تیمم سے نماز پڑھ رہا ہو اور قبل نماز کے فوراً بعد معلوم ہوا کہ پانی مل رہا ہے پانی حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں ہے تو ایسے شخص کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں تو فقہائے کرام نے اس مسئلہ کے حل میں بڑی لمبی بحثیں کی ہیں۔ دلائل و براہین کا ہجوم نظر آتا ہے۔ لیکن یہ ساری بحثیں نظم وضبط سے خالی تھیں۔

امام احمد رضا نے سارے مباحث کے انتشار کو اس طرح دور فرما کر منظم شکل دی کہ پہلے آپ نے ان حاوی کتابوں سے تین قوانین وضع کیے پھر ان قوانین پر فقہی دلیل کے اعتبار سے پائی جانے والی کمزوریوں پر مفصل کلام کیا اس کے بعد مسئلہ تیمم کے صرف ایک جزئیہ پر قانون رضوی کے نام سے ایک نیا قانون ایجاد کیا اور یہ کمال بھی مخفی نہ رہے کہ اس ایک جزئیہ پر آپ نے چار سو چھبیس اقسام بیان کیں اور ان اقسام و انواع کو قاعدوں کے تحت ترتیب دے کر ایک حتمی منظم شکل امت مسلمہ کے سامنے پیش کر دیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۷۸۷)

امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور فکر و نظر پر اس بیان سے بھی بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے کہ

اسراف فی الوضوء کے مسئلہ پر فقہا کا بظاہر بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ حلبی نے غنیۃ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح درمختار میں بغیر سبب پانی صرف کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ مدقق علائی نے مکروہ تحریمی کا قول کیا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے مکروہ تنزیہی بتایا ہے۔ جب کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولی ہونے کا فتوی صادر فرمایا ہے۔ ان اقوال کو پڑھنے کے بعد عام لوگوں کے ذہن میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوتی تھی کہ ایک مسئلہ پر جب مختلف اقوال ہیں تو آخر کس قول پر عمل کیا جائے؟ جب یہ اقوال جدا جدا پائے جاتے تھے اور تطبیق بین الاقوال کے لیے کوئی صورت یہاں موجود نہ تھی تو امام احمد رضا نے چاروں اقوال کے الگ الگ محل ظاہر کیے اور تطبیق دے کر بظاہر نظر آنے والے تضاد کو اس طرح رفع کیا کہ اگر سنت سمجھ کر پانی کو زیادہ خرچ کیا جائے اور پانی کا ضیاع بھی ہو تو یہ حرام ہے۔ اگر سنت سمجھے بغیر پانی زیادہ خرچ کیا جائے اور پانی کا ضیاع ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پانی کا ضیاع نہ ہو لیکن پانی ضرورت سے زیادہ خرچ ہو جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر پانی کا ضیاع بھی نہ ہو عادت بھی نہ ہو مگر اتفاقاً زیادہ خرچ ہو جائے تو یہ خلاف اولی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ا ص ۱۶۶)

اسطرح آپ نے تطبیق بین الاقوال دے کر اس مسئلہ کو واضح کر دیا تا کہ بعد میں آنے والوں کے لیے کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

دار العلوم منظر اسلام...... منزل بہ منزل

از قلم: مفتی عبد الواحد قادری

منظر اسلام کا پس منظر:

ہندوستان کی سرزمین پر جس وقت مسلمانوں کا کوئی باضابطہ، دینی اور تعلیمی مرکز نہیں تھا، اس وقت دہلی، لکھنو (فرنگی محل) خیر آباد اور بدایوں کی محدود درسگاہوں میں طالبان علوم دینیہ اپنی دینی وعلمی پیاس بجھانے کو حاضر ہوتے، اور علوم تفاسیر و احادیث نیز فقہ اسلامی سے سیراب ہو کر ملک کے مختلف گوشوں کو علمی فیاضیوں سے مالا مال کرتے تھے اور جب مذکورہ درسگاہوں کی لو مدھم ہونے لگی تو اسلامی علوم وفنون کے شائقین اور باذوق حضرات کو کربناک دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا، انہیں ایام میں ہندوستان کے معتبر عالم علوم ربانی بقیۃ السلف سند الخلف مفتی دوراں حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے شفاف دل میں یہ جذبہ بیکراں پیدا ہوا کہ ایک ایسے باضابطہ دینی ادارہ کی بنیاد رکھی جائے۔ جس سے مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ماحولیاتی مسموم فضاؤں سے بچایا جا سکے اور اس کے ذریعہ صالح مبلغین کو علوم وفنون دینیہ سے آراستہ کر کے اسلامیان ہند کے بنیادی عقائد و اعمال کو کفر و بدمذہبیت کی آلودگی سے محفوظ رکھا جا سکے۔ چنانچہ اسی جذبہ صادق کے سہارے حضرت موصوف نے ''مصباح التہذیب'' کے نام سے ایک دینی وملی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نہ دار العلوم دیو بند کا وجود تھا نہ مدرسہ اہل حدیث امرتسر و دہلی کا نشان تھا اور نہ ہی ندوۃ العلماء لکھنو کا نام لوگوں کے حاشیہ خیال میں آیا تھا۔ لیکن بریلی کی سرزمین پر اسلامی تہذیب کا چراغ جل رہا تھا جس سے شہر اور شہر کا قرب و جوار روشن تھا حضرت موصوف کے علاوہ علامہ محمد حسن علمی (مصنف خطبہ علمی) اور دوسرے مقامی بزرگ اساتذہ کرام علوم وفنون کے گوہر لٹا رہے تھے۔ مگر ''مصباح التہذیب'' کا فیضان زیادہ دنوں تک جاری نہیں رہا جس کی ایک خاص وجہ یہ ہوئی کہ بانی ''مصباح التہذیب'' ادارے کے شعبہ مالیات کی طرف توجہ نہ دیتے ہاں ذاتی طور پر جس قدر ممکن تھا مالی تعاون فرماتے رہے۔ بیرونی آمدنی کا کوئی

ذریعہ نہیں تھا پھر بھی مصباح التہذیب اور اس کے بانی نے عالم اسلام کو ایسی نادرہ انمول شخصیتیں عطا کیں جن کے احسانات سے آج بھی اہل سنت کے سر جھکے ہوئے ہیں ان میں امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا اسم گرامی تسبیح کے دانوں میں امام کی طرح نمایاں ہے۔ اگر چہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی فراغت علمی 1286ھ میں ہو چکی تھی مگر آپ ہی کے ارشاد گرامی کے مطابق ''فراغت علمی کے بعد افتا نویسی میں مہارت کاملہ حاصل کرنے کے لیے ایک راسخ العلم متبحر مفتی کی خدمت میں سات سال تک مزید زانوئے ادب تہہ کرنا پڑا'' وہ راسخ العلم مفتی وفقیہ النفس اور طبیب حاذق آپ کے والد گرامی علیہ الرحمہ والرضوان ہی کی ذات گرامی تھی جو ان دنوں اپنے علم وفضل سے ''مصباح التہذیب'' کو مصباح التہذیب بنا رہے تھے۔

صاحب خطبہ علمی:

مجدد اعظم کے علاوہ حضرت علامہ محمد حسن علمی علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے کون مسلمان واقف نہیں ہے جنھوں نے ''خطبہ علمی'' لکھ کر تمام عجمی مسلمانوں بلکہ عالموں پر احسان فرمایا ہے۔ آپ بھی اگر چہ مصباح التہذیب کے قیام سے پہلے ہی اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے جد امجد اعرف العرفاء حضرت علامہ مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے فیض صحبت سے مستفیض و مستفید ہو کر فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ مگر مدرسہ مذکورہ میں درس وتدریس کے دوران آپ نے بارہ مہینوں کے جمعات واعیاد کے خطبوں کو نہایت رواں اور سہل عربی میں جمع فرمایا اور پھر ان خطبوں کو وعظ ونصائح پر مشتمل اردو اشعار سے مزین کیا تاکہ سامعین خطبہ کو قبل خطبہ سنا دیا جایا کرے، آج ''خطبہ علمی'' (جو دراصل ''مصباح التہذیب'' کی دین ہے) نہ صرف برصغیر ہندو پاک وبنگلہ دیش، میں بے امتیاز مسلک مقبول عام ہے بلکہ یورپ وامریکہ اور افریقہ تک کی مساجد میں عموماً ''خطبہ علمی'' کے خطبات گونج رہے ہیں۔ اسی طرح مصباح التہذیب نے کئی دوسرے رہنمایان مذہب وملت سے بھی مسلمانوں کو سرفراز کیا جو ماضی کے مورخین کی ستم ظریفیوں کے نذر ہو گئے مصباح التہذیب کے بعد بریلی کی سرزمین میں کوئی باقاعدہ دار العلوم یا دینی جامعہ نہیں تھا جبکہ ملک کے مختلف شہروں اور بڑی آبادیوں میں بدمذہبوں کے بڑے بڑے مدارس قائم ہو چکے

تھے۔ اور ان کے مسموم اثرات سے اسلامیات ہند متاثر بھی ہونے لگے تھے۔ اہلسنت بدمذہبیت کی جادوئی سیلابی یلغار کو کما حقہ روک نہیں پائے اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہوئی کہ بدمذہبوں کے مدارس کے استحکام ووسعت کے پس پردہ سامراجی طاقت وتعاون کا عمل دخل تھا۔ جس کے اثرات کو زائل کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ پھر بھی صحیح العقیدہ حضرات اپنے اپنے طور پر بدمذہبوں سے برسرپیکار رہے۔ لیکن کوئی ایسی اجتماعی دینی قوت یکجا نہیں کر سکے جس کے ذریعہ بدمذہبوں اور ان کے معاونین فرنگ کو منہ توڑ علمی جواب دیا جا سکے اور اس بات کا شدید احساس اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے احباب مخلصین اور متوسلین حضرات کو تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ اس اہم دینی ضرورت کی طرف توجہ مبذول فرمائیں لیکن عظیم البرکت اعلیٰحضرت کو قدرت جل شانہ نے جس عظیم الشان کام کے لیے پیدا فرمایا تھا آپ اس میں شب وروز ہمہ تن مصروف عمل تھے ایک طرف کتاب وسنت کی اسلامی وایمانی تشریحات وتوضیحات سے اسلامیان ہند کے مشام ایمان کو معطر اور جان ایمان کے عشق ومحبت کا متوالا بنا رہے تھے تو دوسری طرف بدمذہبوں کی توہین آمیز تحریروں، ان کی دسیسہ کاریوں کا مسکت ومنہ توڑ جواب لکھ رہے تھے جو ان کی لمبی زبانوں کو ہمیشہ کے لیے انہیں کے تلووں سے چپکا رہے۔ تیسری جانب فقہ اسلامی کے ظاہری اختلافات کو توافق وتطابق کا وہ زرین وہمرنگ لباس پہنا رہے تھے جس میں فقہ حنفی اپنے تمام تر دلائل وبراہین کے ساتھ فقہ اربعہ میں ممتاز وبے مثال نظر آئے اور یہ کام کسی فرد واحد یا کسی ایک شخصیت کا نہیں بلکہ اس کے لیے علماء راسخین کی پوری تنظیم یا اکیڈمی چاہیے تھی لیکن اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے تن تنہا اس سنگلاخ زمین میں وہ نمایاں کردار ادا کیا جو اصحاب ترجیح اور مجتہدین فی المسائل کی جماعت کرتی ہے۔ اعلیٰحضرت کی مصروفیات یہیں پر ختم نہیں ہوتیں بلکہ چوتھی طرف پورے برصغیر، وسط ایشیاء اور افریقی ممالک سے آئے ہوئے بے شمار فقہی وغیرہ فقہی سوالات کے جوابات اس سرعت کے ساتھ دے رہے تھے کہ آج اس کا معتدبہ مجموعہ بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل بجا طور پر ''اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' کہا جاتا ہے گویا اعلیٰحضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمہ چو مکھی لڑائی میں مصروف جہاد تھے اور ہر محاذ پر نہایت کامیابی کے ساتھ پیش قدمی فرما رہے تھے۔ ایسے حالات میں متوسلین حضرات کی

جماعت اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہمہ وقت بے چین رہتی تھی۔ آپ کی مصروفیات کے پیش نظر کسی کو عرض مدعا کی جرأت نہیں ہوتی تھی حالانکہ اعلیحضرت کے مخلصین میں ایسی شخصیات موجود تھیں جن کو چلتا پھرتا اسلامی جامعہ یا اسلامی لائبریری کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔ مثلاً حضور صدر الافاضل، حضور صدر الشریعہ، شیر اسلام حضرت پیر جماعت علی شاہ، حضور محدث اعظم ہند اور اعلیحضرت کے شہزادگان والا شان علیہم الرحمہ والرضوان لیکن یہ سب حضرات یہ چاہتے تھے کہ کسی بھی ادارہ کے قیام سے قبل آپ کی صوابدید معلوم کر لی جائے تا کہ آپ کی روحانی توجہات کا وہ مرکز بن جائے۔

ایک سید کی سفارش:

بالآخر اعلیحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے مزاج شناس احباو متوسلین نے حضرت قبلہ سید امیر احمد صاحب کو اس سلسلہ میں واسطہ بنایا۔ حضرت قبلہ سید صاحب آپ کے خوشہ چینوں میں سے تھے۔ اکثر و بیشتر دیگر احباب کے ساتھ خدمت میں موجود رہتے۔ ایک دن موقع پا کر حضرت سید صاحب نے نہ صرف ایک دینی مدرسہ کے قیام کا تذکرہ کر دیا بلکہ پرزور سفارش کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیحضرت سے فرمایا کہ:

''حضرت! اگر آپ نے اہل سنت و جماعت کی بقا اور اس کی ترویج و اشاعت کے لیے مدرسہ قائم نہیں فرمایا اور بدمذہبوں وہابیوں، دیوبندیوں، مرزائیوں وغیرہم کی تعداد میں یونہی اضافہ ہوتا رہا تو میں قیامت کے دن آپ کے آقا و مولیٰ جان ایمان شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کروں گا۔''

یہ سننا تھا اور وہ بھی ایک سیدزادہ کی زبان سے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ لرزہ براندام ہو گئے۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اسی حال میں قائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا سید صاحب آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر مدرسہ ضرور قائم کیا جائے میں اس کے لیے زیادہ وقت تو نہیں دے پاؤں گا البتہ جب بھی ضرورت پڑے گی میں اس سے الگ نہیں رہوں گا ہاں اس کے پہلے ماہ کا کل خرچ میں خود ادا کروں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کے اخراجات کو سنبھال لیں۔

منظر اسلام کا قیام:

اعلیحضرت عظیم البرکت کی رائے عالی اور مدرسہ کے قیام سے متعلق آمادگی کا علم ہو جانے کے بعد آپ کے احباب و متوسلین کو بے حد خوشی حاصل ہوئی اور پھر شہر بریلی میں مصباح التہذیب کے بعد ۱۳۲۲ھ میں منظر اسلام کی بنیاد رکھی گئی اور یہ تاریخی نام آپ کے برادر عزیز حضرت علامہ استاذ زمن جناب حسن رضا خاں نے تجویز فرمایا۔

مہتمم اول:

مدرسہ کو باضابطہ اصولی طور پر چلانے کے لیے اس کے اصول و ضوابط تیار ہوئے مجلس مشاورت ورکنگ کمیٹی کا وجود عمل میں آیا اور مخصوص عہدیداروں کا انتخاب ہوا، نائب اعلیحضرت خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمۃ منظر اسلام کے پہلے سربراہ اور استاذ زمن علامہ حسن رضا علیہ الرحمۃ ذی المنان پہلے مہتمم ہوئے، مدرسہ نے اس حسن سرعت و کامیابی کے ساتھ منزل ارتقاء کی طرف بڑھنا شروع کیا کہ حیرت معلوم ہوتی ہے۔ منظر اسلام کے صرف تین سالہ مناظر گزرے تھے کہ اس کے درس و تدریس، تربیت اخلاق و تہذیب اور حسن اہتمام نے ملک بھر کے علماء اور عوام کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ شاہ سلامت اللہ صاحب مجددی رامپوری ملقب بہ سراج الدین علیہ الرحمہ (م ۱۳۳۸ھ) نے استاذ زمن حضرت حسن رضا کے دور اہتمام میں منظر اسلام کا معائنہ فرمایا۔ طلباء مدرسہ کا تحریری و تقریری امتحان لیا پھر اپنی تفصیلی رپورٹ تحریری شکل میں حضور سربراہ ادارہ اعلیحضرت کی خدمت میں پیش کی۔ اس رپورٹ کے اقتباسات سے آپ بھی لطف اندوز ہوتے چلیں تا کہ اس ابتدائی دور کے منظر اسلام کی اعلیٰ کارکردگی کا صحیح اندازہ آپ لگا سکیں حضرت سراج الملۃ والدین علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبہ و شوکت، جاہ و حشمت، اقبال و ہمت، قوت و ثروت ظاہری و معنوی، علمی و عملی حق تعالیٰ نے جناب حامی دین وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ، مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کو عطا فرمایا ہے۔ وہ آفتاب

سے زیادہ روشن ہے۔ ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے...... حضرت کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع انحاء سعادت ماحی بدعت، حامل لوائے شریعت، قرۃ العین العلماء مولوی حامد رضا خاں صاحب طولعمرہ زید قدرہ نے ایک مدرسہ خاص اہل سنت کی بنام منظر اسلام (۱۳۲۲ھ) بنیاد ڈالی، جس کی صرف بریلی والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام اہل سنت ہندوستان کے لیے اشد ضرورت تھی، اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ مفصل ہوں گی...... بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور، حسب الطلب فقیر راقم الحروف یہاں حاضر ہوا۔ احوال مدرسہ و مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی و متوسط اور منتہی کے متعدد جلسہ امتحان میں شریک ہو کر علوم دینیہ ضرور یہ معقول و منقول ہے خصوصاً علم تفسیر و حدیث، فقہ و سیر، اصول و قواعد وغیرہ میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔

الحمدللہ کہ ببرکتہ حسن سعی مدرسین اور خوبیٔ انتظام ناظمین اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا ''لایزال اللہ یغرس فی ھذا ادین غرسا یستعملھم فی طاعتہ'' (اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین حق زرخیز زمین میں ایسے پودے لگاتا رہے گا جس کی آبیاری کرنے والوں سے اپنی طاعت میں کام لے گا) بالخصوص منتہی طلبہ کی علوء ہمت اور حسن تقریر مطالب نیز تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔ حضرت سراج الملۃ والدین آگے تحریر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے، ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ایسے برکات جاری ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات و کدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔

استاذ الاساتذہ سراج الدین علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا معائنہ کے اقتباس کو بار بار پڑھیے تو اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے تجدیدی کاموں میں شب و روز

اس طرح منہمک تھے کہ دوسرے کاموں کی انجام دہی ممکن ہی نہ تھی اور یقیناً اس دور میں وہ کام ہزاروں مدارس کے قیام سے زیادہ اہم تھا۔ لہٰذا اعلیٰحضرت عظیم البرکت نے اپنے مشن کو جاری رکھتے ہوئے قیام مدرسہ کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار فرمادیا اور اس کے پہلے ماہ کا کل خرچ بھی اپنے اوپر لے لیا۔ آپ کے احباب و مخلصین نے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والسلام کی سربراہی اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی دعاؤں کے سایہ میں مدرسہ منظر اسلام قائم کیا جس کے بانی حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والسلام قرار پائے اور نظامت علیا کی ذمہ داری استاذ زمن علامہ حسن رضا علیہ الرحمہ کے تدبیر کشا ہاتھوں میں دے دی گئی جنھوں نے اپنی مختصر سے مدت نظامت میں (۱۳۲۲ھ تا ۱۳۲۵ھ) منظر اسلام کو شاہراہ ترقی پر ایسا گامزن کردیا کہ اس کے مبتدی اور متوسط طلباء کی راسخ العلم علماء کی بارگاہوں میں بہر نوع پذیرائی ہونے لگی اور اس کے منتہی طلباء اپنی فراغت علمی سے قبل ہی اپنی تحریرات، فتاویٰ اور متداول کتب معقول و منقول کے مطالب و عبارات کی تفہیم و تقریر میں مثال نہیں رکھتے تھے۔

معائنہ مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منظر اسلام نے اپنی سہ سالہ کم عمری میں ہندوستان کے مدارس عربیہ میں ایک امتیازی مقام حاصل کرلیا تھا۔ جس کی نظیر اقلیم ہند میں نہیں تھی۔ پھر ایک عالم ربانی مجدد ی ولی کامل حضرت سراج الملۃ والدین کی دلی تمنائیں اور دعائیں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں کہ وابستگان مدرسہ اور فارغین مدرسہ ھذا کے ذریعہ نہ صرف اطراف و جوانب کی ظلمتیں اور کدورتیں کافور ہوئیں بلکہ اس کے نور علم و عمل نے دنیا کے بیشتر براعظموں کو روشن و تابناک بنادیا۔

مہتمم ثانی:

۱۳۲۶ھ میں مدرسہ کے مہتمم اول استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد، سربراہی کے علاوہ مدرسہ کے اہتمام کی بھی پوری ذمہ داری حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام پر آگئی۔ حضور حجۃ الاسلام نے اہتمام و نظامت کے علاوہ باضابطہ درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری فرمایا۔ مدرسہ کے مدرس اول حضرت علامہ مولانا رحم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مستعفی ہو

جانے کے بعد کتب معقول و منقول کے ساتھ ساتھ دورۂ حدیث کی کتابیں بھی آپ کے زیر درس آ گئیں اور آپ نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو نہ صرف باحسن وجوہ انجام دینا شروع کیا بلکہ مدرسہ کے ہر شعبہ کو آگے سے آگے بڑھانے کی سعی بلیغ فرماتے رہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے زمانہ میں فارغین مدرسہ کی دستار فضیلت کے مواقع پر متحدہ ہندوستان کے مشہور و معروف اور جید علماء کرام کے علاوہ اساطین ملک و ملت اور مخیر اہل ثروت حضرات اجلاس میں شریک ہوتے اور فارغین کے جبہ و دستار کے وجد آفرین نظاروں سے محظوظ ہوتے تھے۔ ابتداً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ خود حجۃ الاسلام کے تلامذہ کرام کو اسناد و دعاء سے نوازتے رہے لیکن وصال اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے بعد برصغیر کے مجاہد جلیل شیخ طریقت حضرت علامہ پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، شیخ المشائخ سجادہ نشین حضور خواجہ غریب نواز حضرت دیوان صاحب، اور دیگر عمائد و اساطین ملت تشریف لاتے رہے اور فارغ التحصیل طلباء مدرسہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھتے رہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام ۱۳۲۲ھ سے تاحیات مدرسہ کی سرپرستی، نظامت واہتمام اور دارالحدیث کو اپنی مسلسل جدوجہد سے چار چاند لگاتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۲ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

مہتمم ثالث:

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ الاسلام نے اپنے دور اہتمام ہی میں اپنے داماد حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنا نائب مہتمم نامزد فرمادیا تھا۔ لہٰذا حضرت کے وصال پر ملال کے بعد آپ دارالعلوم منظر اسلام کے تیسرے مہتمم و ناظم ہوگئے۔ آپ کے دور نظامت میں مدرسہ کے اندر کوئی قابل ذکر اضافہ تو نہیں ہوا البتہ آپ نے نہایت حوصلہ مندی اور جرأت کے ساتھ مدرسہ کو اس معیار سے گرنے نہیں دیا۔ آپ نے بھی حسب سابق اہتمام کے علاوہ درس و تدریس کا شغل جاری رکھا، آپ کے دور نظامت میں دارالعلوم کی آمدنی نسبتاً محدود ہوتی گئی جس کا اثر اگرچہ دارالعلوم کے اخراجات پر پڑا اور بعض مدرسین مستعفی ہوئے پھر بھی دارالعلوم اپنے پرانے آن بان کے ساتھ چلتا رہا۔ آزادی اور پھر تقسیم ہند کے بعد برصغیر میں جو افراتفری مچی اس کی تباہی و بربادی کا کون انکار کرسکتا ہے اس کی وجہ سے نہ صرف منظر اسلام بلکہ ملک بھر کے مدارس دینیہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اسی دوران حضرت مہتمم ثالث نے ترک وطن کا ارادہ فرمالیا اور نقل وطن کرکے

مغربی پاکستان چلے گئے اور نہایت عجلت میں دارالعلوم کا اہتمام اور دفتر کا چارج فیاض نامی ایک شخص کو دے گئے۔ جس نے حکومتی اہل کاروں سے مل ملا کر مدرسہ کا اہتمام باضابطہ طور پر اپنے نام رجسٹرڈ کرالیا۔ اس کے بعد مدرسہ کی مجلس مشاورت ورکنگ کمیٹی کے افراد سے یک گونہ بے نیاز ولاپرواہ ہوکر مدرسہ میں ڈکٹیٹرشپ چلانا شروع کردی۔ فیاض صاحب کے اس طرز نظامت سے حضور حجۃ الاسلام کے مریدوں اور متوسلین رضویہ کو روحانی تکلیف پہنچی اور اپنی اپنی ناگواریوں کی شکایتیں حضور مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خان المعروف جیلانی میاں تک پہنچانے لگے۔ ادھر دارالعلوم کے مخلص اور بہی خواہ مدرسین نے یکے بعد دیگرے دارالعلوم کو خیر آباد کہنا شروع کردیا جس کے نتیجہ میں کثیر طلباء منتشر ہوگئے اور دارالعلوم زبوں حالی کا شکار ہوگیا۔ ادھر مفسر اعظم تک مسلسل شکایتوں کا سلسلہ جاری ساری رہا۔ حضرت نے دارالعلوم کے بہی خواہوں کو تسلی دیتے ہوئے فیاض کے خلاف کاروائی کا حکم دیا۔ معاملہ قانونی چارہ جوئی تک پہنچا۔ فیاض صاحب کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے حامدی و رضوی مخلصین و معاونین نے حضور مفسر اعظم ہند کے نام کو آگے رکھا۔ گویا فیاض کے خلاف یہ مقدمہ دارالعلوم کے اصل حقدار اور دیگر اراضیات و مکانات کے جائز متولی کی طرف سے دائر ہوا، چند ہی تاریخوں کے بعد فیاض کو مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

مہتمم رابع:

حضرت مفسر اعظم ہند کو عوامی حمایت اور رضوی و حامدی متوسلین کی اعانت پہلے ہی حاصل ہو چکی تھی اور اب قانونی طور پر بھی دارالعلوم کا اہتمام اور دیگر اراضیات کی تولیت مل گئی۔

مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ:

حضور مفسر اعظم ہند کی ولادت باسعادت دس ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کو بریلی میں ہوئی۔ چونکہ خاندان اعلیٰحضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمۃ میں یہ پہلی اولاد نرینہ تھی یعنی حامد منی انا من حامد کا وہ پہلا پودا تھا جو آگے چل کر تناور و بار آور درخت سرسبز بننے والا تھا اس لیے آپ کی پیدائش کی بے حد خوشی نہ صرف اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ یا آپ کے والدین کریمین کو ہوئی بلکہ جملہ متوسلین رضویہ مسرور و شاداں تھے۔ آپ کی پیدائش مبارک پر مدرسین دارالعلوم اور طلباء کرام کی ضیافت کا نہایت پر تکلف انتظام خود اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی نے اس موقع پر بڑے یادگار اشعار کہے انہیں اشعار میں ایک مصرع یہ بھی تھا ۔

علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

یہ مصرع اس قدر برجستہ اور برمحل تھا کہ اسی کے اعداد ابجد سے آپ کی تاریخ ولادت نکل

آئی، آپ کو خاندان رضا میں یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ بروز چہار شنبہ آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی۔ اسی وقت بیعت و اجازت، خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ

"میرا یہ پوتا میری زبان ہوگا"

آپ کی ابتدائی تعلیم، علوم وفنون کی چہار دیواری میں والدہ کریمہ اور جدہ محترمہ کی نگرانی میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کئے گئے۔

دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ کرام اور محدثین عظام کے زیر شفقت آپ کی تعلیمی وتہذیبی تربیت ہوتی رہی اور آپ پروان چڑھتے رہے، علوم اسلامیہ اور فنون مروجہ کے حصول کے دوران ہی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں آپ کے جد کریم لطف عمیم مجدد اعظم امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کا سایہ کرم بظاہر آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ پھر تقریباً ۱۹ سال کی عمر شریف میں حضور حجۃ الاسلام، حضور ملک العلماء بہاری، مجاہد ملت اڑیسوی، استاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی منگلوری، حضرت علامہ مولانا احسان علی صاحب محدث بہاری، ابوالعالی حضرت مولانا ابرار حسین تلہری علیہم الرحمہ کی موجودگی میں ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء کے جلسہ دستار فضیلت کے پرمسرت موقع پر آپ کے سر دستار فضیلت رکھی گئی اور اسی مبارک ساعت میں علماء ربانیین اور مشائخ کرام کی شہادت وموجودگی میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے آپ کو خصوصی طور پر اپنی نیابت و خلافت سے سرفراز فرمایا بائیس سال کی عمر شریف میں ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء کو آپ کی شادی ورخصتی ہوئی۔ حالانکہ آپ کا نکاح عالم صغر سنی ہی میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے دوسرے صاحبزادہ بلند اقبال، ولی کامل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بڑی صاحبزادی کے ساتھ دونوں صاحبزادوں کی موجودگی میں باندھ چکے تھے...... فراغت علمی اور شادی کے بعد، والد بزرگوار اور عم باوقار علیہما رحمۃ الغفار کی موجودگی میں آپ کی توجہ منظر اسلام کے اہتمام وانتظام کی طرف نہیں ہوئی بلکہ بیشتر وقت سیر وسیاحت اور بچی کھچی آبائی جاگیروں کی دیکھ دیکھ میں خرچ ہوتا۔ ہاں جب بریلی شریف میں قیام ہوتا تو دارالعلوم میں بھی تشریف لے جاتے تفاسیر واحادیث کی سماعت فرماتے اور اساتذہ کرام کے ساتھ علمی مذاق کا دور چلتا جب ۱۳۶۲ھ میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ الاسلام کا وصال ہوگیا اور مدرسہ کے مہتمم ثالث مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمہ نقل وطن کر کے پاکستان چلے گئے اور مدرسہ کی تعلیمی وانتظامی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تو احباب ومخلصین اور متوسلین رضویہ نے آپ کو مجبور کردیا تا کہ روبزوال دارالعلوم کو بچایا جائے کیونکہ وہ اعلیحضرت کی یادگاروں میں ایک عظیم یادگار ہے۔

عالم عرب میں "کنزالایمان" کی پذیرائی

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری۔ کراچی

از طفیل سرور ہر دو جہاں ﷺ
کنزالایمان در جہاں مشہور شد

(سید خضر نوشاہی)

یہ خبر مسلمانان عالم خاص طور سے مسلمانان برصغیر وہندو بنگلہ دیش کے لئے باعث طمانیت اور سرور قلب ہے کہ جامعۃ الازہر الشریف کے شیخ، شیخ اکبر علامہ دکتور محمد سید طنطاوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں "مجمع البحوث الاسلامیہ" (مرکز تحقیقات اسلامی) قاہری نے امام احمد رضا خاں قادری قدس اللہ سرہ العزیز کے ترجمۂ قرآن کریم (اردو) معنون بہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کو کئی ماہ کی بحث و تحیث اور تنقیدی وتحقیقی جائزے کے بعد اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک قابل اعتماد ترجمہ قرار دیا ہے اور اردو داں عامۃ المسلمین کے استفادہ کے لیے اس کی نشر واشاعت کو فروغ دینے کی ترغیب دی ہے۔

اس سلسلے میں شیخ الازہری کی سرپرستی میں "مجمع البحوث الاسلامیہ" قاہرہ نے ایک سرٹیفکیٹ کا بھی اجراء کیا ہے۔ یہ سند (سرٹیفکیٹ) ہندوستان میں اہل سنت وجماعت کے عظیم ترین ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ کے قابل استاذ مولانا شمس الہدیٰ صاحب کی کوششوں سے جاری کی گئی اس سلسلے میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان، (کراچی) کی سعی کاوش کا بھی بڑا دخل ہے جو گزشتہ چار سال سے جامعہ ازہر شریف کے مختلف شعبہ ہائے فنون کو امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف و تالیفات اور ان کی حیات اور علمی ادبی اور دینی کارناموں پر مبنی لٹریچر فراہم کررہا ہے۔ گزشتہ سال اس کے دورکنی وفد نے (جس میں راقم اور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مدظلہ شامل تھے) قاہرہ کا دورہ بھی کیا تھا اور جامعہ ازہر کے نامور اساتذہ کرام، علماء مصر اور شیخ الازہری الشریف حضرت علامہ دکتور محمد سید طنطاوی، مدظلہ العالی سے استاذ السید حازم محمد احمد المحفوظ زیدمجدہ کی رہنمائی میں ملاقاتیں بھی کی تھیں اور "کنزالایمان" سمیت ۳۵۰ کتب کا تحفہ بھی دیا تھا جس میں ادارہ کے جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

یہ وجہ ہے کہ ''کنزالایمان'' پر تھیسس بھی شامل تھی۔ ''کنزالایمان'' سے متعلق مندرجہ بالا خبر'' جمیعة الدعوة الاسلامیه العالمیه ''لیبیا کے زیراہتمام طرابلس سے عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں شائع ہونے والے ہفت روزہ ''الدعوة'' مورخہ ۲۶ ربیع الشریف من میلاد النبی ﷺ (۱۴۲۱ھ) کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

واضح ہو کہ امام احمد رضا القادری علیہ الرحمۃ نے یہ ترجمہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں مکمل کیا تھا جو آپ کی حیات میں ہی پہلی بار مرادآباد سے شائع ہوا دوبارہ یہ ترجمہ حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہ کے حاشیہ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد مرادآباد ہی سے شائع ہوا۔ اب تک اس پر متعدد حاشیے اور تفسیر لکھی جاچکی ہیں۔ ایک محتاط سروے کے مطابق برصغیر پاک و ہند میں اُردو تراجم قرآن میں سب سے زیادہ طلب اسی ترجمہ ''کنزالایمان'' کی ہے۔ ''کنزالایمان'' کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے برصغیر کے معروف مصنف اور محقق علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اردو کے مترجمین قرآن میں امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے تبحر علمی کی وجہ سے بے نظری و بے مثال معلوم ہوتے ہیں جس نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف علوم وفنون اور مختلف زبانوں میں ان کی مطبوعات ومخطوطات اور شرح وحواشی دیکھے ہیں وہ اس امر کی تصدیق کرسکتا ہے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ: ''وہ ایک باخبر ہوشمند اور باادب مترجم تھے۔ ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے آنکھیں بند کرکے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامین قرآن اور متعلقات قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔''

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ کتب تفسیر وحدیث یا ماقبل کے اردو اور فارسی تراجم کو سامنے رکھے بغیر فی البدیہہ کیا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ آپ بغیر کسی کتاب کی مدد کے آیات کریمہ کا ترجمہ فی البدیہہ ارشاد فرماتے جاتے اور آپ کے خلیفہ ارشد صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی صاحب علیہ الرحمہ اس کو قلمبند کرلیتے۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایک اور جگہ ''کنزالایمان'' کی اس خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں، یہ مولیٰ تعالیٰ کا کرم

ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم ودانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں۔ فی البدیہہ ترجمہ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہوجانا عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے۔ اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔''

بلاشبہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب رسول رؤف ورحیم کا خاص کرم تھا انہی خصوصیات کی بنا پر امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو دنیائے علم وآگہی میں ایک گونہ گو پذیرائی اور روز افزوں مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ واحد ترجمہ قرآن ہے جس کی خصوصیات، فنی، علمی، اور ادبی خوبیوں پر اس کی اشاعت سے لے کر آج تک سینکڑوں مقالات اور ہزاروں تبصرے لکھے جاچکے ہیں اور لکھے جارہے ہیں۔ یہ امتیاز کسی اور ترجمہ کو حاصل نہیں۔ متعدد اسکالرز ملکی اور عالمی جامعات میں ''کنزالایمان'' کو ایم۔فل اور پی ایچ ڈی کی تھیس کا موضوع بنارہے ہیں۔ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کے جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زیدہ مجدہ نے ''کنزالایمان'' کے حوالے سے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی جو کتابی صورت میں ادارۂ ہٰذا کی جانب سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوچکی ہے۔ برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش کے بے شمار علماء نے ''کنزالایمان'' کی جامعیت، ادبیت، معنویت، مقصدیت، زبان وبیان کی چاشنی، اور سلاست وروانی کی خوبیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کو تمام سابقہ معروف تفاسیر کا نچوڑ قرار دیا ہے۔

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ، استاذ شعبہ عربی، جامعہ ملیہ دہلی اور شاہی امام وخطیب مسجد فتح پوری دہلی ''کنزالایمان'' کی خصوصیات پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہیں:

''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی علمی اور ادبی صلاحیتوں میں معاصرین اور متاخرین میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے پایہ کا عالم نہ ان کے دور میں تھا نہ آج ہے۔ قرآن کریم کا محتاط اور جامع ترجمہ وہی عالم کرسکتا ہے۔ جس کو عربی فارسی اور اُردو زبانوں میں مہارت ہو جو محاورات اور ادبی فصاحت وبلاغت سے خوب واقف ہو جو سیرت پاک مصطفیٰ ﷺ سے باخبر ہو۔ جس کو علوم قرآنیہ کے ساتھ ساتھ فن حدیث پر بھی مکمل دسترس ہو۔ جو آیات کریمہ کے شان نزول اور اس وقت کے کوائف و حالات سے باخبر ہو۔ جس کے پاس عشق مصطفیٰ ﷺ کا خزانہ ہو جو مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ بین الخوف

والر جا، لکھنے کا عادی ہو۔ جب ہم فاضل بریلوی کی حیات اور علمی مقام ومرتبہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صرف وہی مجمع الکمالات کے پیکر میں سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''کنزالایمان'' دنیا بھر میں مقبول ہے نہ صرف عوام وخواص بلکہ ہر طبقہ فکر کے علماء اس سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔''

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث والتفسیر، جامعہ اسلامیہ لاہور ''کنزالایمان'' پر اپنے ایک مختصر مگر جامع تبصرے میں یوں رقمطراز ہیں:

''قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف ونحو، علم معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں۔ تفسیر وحدیث، عقائد وکلام اور تاریخ وسیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحب قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔ اور ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی، ساتھ ہی آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی محبت میں فدا تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوض الہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کا بے مثال اردو ترجمہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے کیا۔ مخالفین کی سازشوں کی بناء پر بعض ممالک میں اس ترجمہ پر پابندی عائد کی گئی۔ لیکن (بحمداللہ) اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے انگریزی، فرنچ، ڈچ، ترکی، بنگالی، سندھی، اور پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کے ترجمے کیے جا چکے ہیں۔''

حضرت علامہ نے جس پابندی کا ذکر کیا ہے اس کا قصہ کچھ یوں ہے:

امام احمد رضا کا یہ ترجمہ قرآن ۱۹۱۱ء میں مکمل ہوا۔ ان کی حیات میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اگر تاریخ اشاعت (جو محقق نہیں ہے) ۱۹۱۸ء بھی متصور کی جائے تو اس وقت سے لے کر ۱۹۸۲ء تک یعنی ۶۴ برسوں میں لاکھوں کی تعداد میں اس کے متعدد ایڈیشن ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کے مختلف شہروں سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ مسلکی اور نظریاتی طور پر ان سے اختلاف کرنے والے خود ان کے ہم عصر اور بعد کے جید علماء نے اس کو پڑھا اور دیکھا، لیکن کسی کو ''کنزالایمان'' یا اس کے حاشیہ خزائن العرفان میں کوئی لغزش، خامی، یا خلاف شرع امر نظر نہیں آیا ورنہ مخالفین علماء ضرور بالضرور اس کی گرفت اور تشہیر کرتے۔''

۱۹۸۲ء میں پاک و ہند کے بعض متعصب ومتشدد دیوبندی، تبلیغی، وہابی علماء، اور جماعت اسلامی کے اراکین نے ''کنزالایمان'' کی مقبولیت اور امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کی روز افزوں شہرت سے خوفزدہ ہو کر ''رابطہ عالم اسلامی'' (جس کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے) کے پلیٹ فارم کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' اور اس کے حاشیہ ''خزائن العرفان'' پر پابندی لگوائی اور پھر ''رابطہ عالم اسلامی'' کی اپیل اور سفارش پر سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں نے اپنے اپنے ملک میں اس کے داخلہ اور اشاعت پر پابندی لگائی۔ اس کی خبر اخبار ''خلیج ٹائمز'' مورخہ ۵ مارچ ۱۹۸۲ء ص ۲، (متحدہ عرب امارات) پر شائع کرائی گئی اور یہی خبر ''رابطہ عالم اسلامی'' کے اخبار مورخہ ۲ مئی ۱۹۸۲ء (جدہ) میں بھی شائع ہوئی۔ ان دونوں اخبارات کا موقف یہ تھا۔ ترجمہ قرآن اور اس کا حاشیہ دونوں ناقابل اشاعت ہیں اس لئے کہ اس میں قابل اعتراض مواد پایا جاتا ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان اخبارات نے قطعاً ان غلطیوں کی نشاندہی نہیں کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی تصنیف پر پابندی لگائی جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کے ناشر، مصنف یا اس کے ورثاء یا متعلقہ ادارہ یا فرد یا ذمہ دار گروہ کو اس کے وجوہ سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس کو صفائی کا موقع دیا جاتا ہے۔ لیکن ''کنزالایمان'' کے سلسلہ میں بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ اس اصول کی خلاف ورزی کی گئی اور آج تک رابطہ عالم اسلامی یا متذکرہ حکومتوں پر اس کی وجوہ کی نشاندہی قرض ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی فرد یا ادارے پر کوئی فرد جرم عائد کی جائے لیکن نہ تو اس کو اس کا جرم بتایا جائے اور نہ ہی اس کو صفائی کا کوئی موقع دیا جائے۔ اس خبر کی اشاعت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے معاندین نے اس پر پابندی کی حمایت اور ''کنزالایمان'' کی مخالفت میں اخبارات وجرائد میں مضامین لکھنے شروع کردیے۔ بعض نے کتابی صورت میں بھی شائع کیے اور یہ سلسلہ معاً اس پابندی کے بعد اس سرعت وتواتر سے شروع ہوا کہ گویا درون خانہ ان کو پہلے سے اطلاع تھی اور وہ اس کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ جب اس پابندی کی مخالفت اور ترجمہ ''کنزالایمان'' کی حمایت میں برصغیر پاک و ہند کے طول وعرض میں اسلامی سے احتجاجی مراسلات واخبارات وجرائد میں مضامین کی اشاعت، پمفلٹ وہینڈ بل کی تقسیم اور احتجاجی جلسہ وجلوس کا سلسلہ شروع ہوا تو ''رابطہ عالم اسلامی'' کے کارپردازوں نے یہ کہہ کر گردن چھڑانے کی کوشش کی کہ اس پر پابندی عرب کی آزاد حکومتوں کا اپنا اختیاری معاملہ ہے ہم اس معاملے میں کچھ نہیں کرسکتے۔ بعد میں جید علماء نے حرمین شریفین کی خدمت

کے دعویدار بادشاہ اور امارات کی ریاستوں کو خطوط لکھے لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ قارئین کرام اس گفتگو سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ سارا اہتمام محض امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی قد آور شخصیت ان کے شاندار علمی و دینی کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لیے کیا لیکن اب جامعہ ازہر کے علوم اسلامیہ کے تحقیقی ادارے نے ان کی پول کھول دی۔

''شیخ الازہر'' کا منصب عالم اسلام کا ایک اہم ترین منصب ہے اور جامعہ ازہر، قاہرہ، اسلام کی گزشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ میں سب سے بڑی اور مستند یونیورسٹی سمجھی اور تسلیم کی جاتی ہے۔ اب جب کہ عالم اسلام کی اس سب سے بڑی یونیورسٹی کے سربراہ، شیخ الازہری محمد سید طعطاوی مدظلہ العالی اور ان کے زیر نگرانی چلنے والے تحقیقی ادارے ''مجمع البحوث الاسلامیہ'' (مرکز تحقیقات اسلامی) کے محقق علماء نے ''کنز الایمان'' کے مستند اور معتبر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو ہم ''رابطہ عالمی اسلامی'' کے ارباب بست وکشاد اور ان کی وساطت سے سعودی عرب اور خلیج کی امارات کی حکومتوں سے مودبانہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہوشمندی اور علمی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے نیز عالم اسلام کے مسلمانوں کے فکری اتحاد کی خاطر ''کنز الایمان'' سے پابندی ختم کرنے کے بانگ دہل اعلان شائع کریں اور ''کنز الایمان'' کے علمی اور شرعی حیثیت سے، شیخ الازہری الشریف حضرت علامہ دکتور محمد سید طعطاوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ کا عکس اور اس کی متعلقہ خبر فوری طور سے شائع کر کے مسلمانوں کے عالمگیر اتحاد ویگانگت کے فروغ کو یقینی بنائیں جس کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ اس لئے کہ جامعہ ازہر کی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ ''کنز الایمان'' احادیث مبارکہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے اور یہ کہ اس میں کوئی خلاف شرع یا خلاف اسلام مواد نہیں ہے۔ یہاں ہم امام احمد رضا سے علمی اور مسلکی اختلاف رکھنے والے علماء اور اسکالرز سے بھی درخواست گزار ہیں کہ آپ علم و تحقیق کے میدان میں ذاتی بغض وعناد، گروہی حسد اور مسلکی تعصب کی عینک اتار کر ''نگاہ عشق ومستی'' کی ٹھنڈی روشنی میں ''کنز الایمان'' کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آپ کو یہاں ''ایمان'' کا بیش بہا ''خزانہ'' اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''دولت بیدار'' ملے گی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کو ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر علم کسوٹی پر پرکھیں۔ ان شاء اللہ ان کو کھرا پائیں گے اور فکری اتحاد و یگانگت کی راہ پیدا ہوگی۔ جس کی آج ہمیں شدید ضرورت ہے۔ ''دانش نورانی'' کی روشنی میں ان کی شخصیت وتصانیف کا مطالعہ کریں انشاء

اللہ اندھیروں سے اجالوں میں آجائیں گے اس لئے کہ نور بصیرت سے مزین مطالعہ اندھیروں سے اجالے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

زمشتاقاں اگر تاب سخن بردی نمی دانی
محبت می کند گویا نگاہ بے زبانے را

پاکی ہے اس رب ذوالجلال خالق کائنات کی جس نے ہمیں قرآن کریم کی دولت عظیم سے نوازا اور لاکھوں درود وسلام ہوں آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ پر جن کے قلب اطہر پر قرآن مجید فرقان حمید کی آیات کریمہ کا نزول ہوا اور جن کی وساطت سے یہ نور ہدایت ہم تک پہنچا کہ ہم جہل کی ظلمت سے نکل کر علم وہدایت کے اجالے کی طرف آئے اور صبح ومسا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر رحمت و رضوان کی بارش ہو کہ جن کی تعلیم اور ترجمہ قرآن نے ہمیں قرآن حمید کی روح یعنی عشق مصطفیٰ ﷺ سے روشناس کرایا۔ (آمین) بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

امام احمد رضا اور تجارت و بینکنگ کا نظریہ

تحریر: علامہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف انڈیا

تجارت کی اہمیت وافادیت ہر قوم کے نزدیک مسلم ہے۔ ملک وقوم کی خوشحالی اور معاشی استحکام میں تجارت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آج امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک جیسے، برطانیہ، فرانس، روس، اٹلی اور جرمن نیز ایشیا میں جاپان تجارت ہی کے سبب دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔ تجارت کی وجہ سے صنعت وحرفت، معاشیات یہاں تک سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے میدان میں بھی انقلابات رونما ہورہے ہیں۔ تجارت کی وجہ سے معاشی طور پر مستحکم ممالک سیاسی اعتبار سے بھی طاقت پکڑ رہے ہیں۔

اسلام میں بھی تجارت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بعض نے جہاد کے بعد تجارت کو سب سے افضل بتایا ہے۔ حضور ﷺ کی اس حدیث پاک سے تجارت کی فضیلت واضح ہے:

''سچا اور دیانت دار تاجر انبیا، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا'' (حاکم، ترمذی)

خود پیغمبر اسلام ﷺ، صحابہ کرام اور دوسرے بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی تجارت فرمایا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ تجارت ہی کی غرض سے مسلمان عرب سے نکل کر دور دراز ملکوں میں پہنچے اور تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا زبردست کارنامہ بھی انجام دیا۔ البتہ اسلامی اور غیر اسلامی تجارت میں فرق ہے۔ اسلام نے تجارت میں بدعہدی، خیانت، فریب، مال میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی بیشی، ذخیرہ اندوزی (Hoarding) اور کالا بازاری (Black-Marketing) اور سودی کاروباری کو ممنوع قرار دیا ہے اور جو چیزیں اسلام میں حرام وناجائز ہیں ان کی تجارت بھی حرام وناجائز ہے۔ البتہ سونے اور ریشم کی تجارت میں حرج نہیں کہ یہ چیزیں عورتوں کے لئے جائز ہیں۔

اسلام نے اس آیت کریمہ:

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو'' (سورۃ النساء: ۲۹۔ کنزالایمان) کے مطابق تجارت کو دو شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا

ہے۔(۱) باہمی رضامندی (۲) ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔

تجارت کے فروغ میں بینک کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اس لیے کہ سرمایہ کے بغیر تجارت کا تصور بے کار ہے اور بینک نئے نئے کاروباری امور کو بڑھاوا دینے ،کل کارخانوں ملوں نیز گھریلو صنعت، حرفت وغیرہ کے لیے تاجروں کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔موجودہ دور اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ مختلف ممالک میں ماہرین اقتصادیات ملکی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندیوں میں لگے ہوئے ہیں۔اقتصادی منصوبہ بندی میں منصوبہ کی تکمیل کے لیے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جاسکتی ہے اس پر بھی خیال رکھا جاتا ہے اور اس کا سب سے آسان طریقہ ہے ملکی بچت یعنی ملک میں بچت کی ہمت افزائی کی جائے۔

آج ہندوستان میں بھی شہر شہر گاؤں گاؤں بینکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ بینک عوام کی بچت کے سلسلے میں حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کی رقوم ایک متعین منافع (Interest) کی شرح پر بینکوں میں جمع کراتے ہیں اور پھر اس کثیر سرمایہ کو تاجروں، صنعت کاروں کو اپنے متعینہ سود کی شرح پر قرض دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب حکومت چھوٹے چھوٹے کاریگروں اور معمولی دکانداروں اور گاؤں میں عورتوں تک کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے کے لئے قرض دے رہی ہے اور جانے کتنی تجارتی وصنعتی یونٹیں (Units) قائم ہیں اور کتنی اسکیمیں چلائی جارہی ہیں۔

اس تمہید سے بتانا مقصود یہ ہے کہ روز بروز تجارت اور بنکاری نظام (Banking System) کی اہمیت وافادیت بڑھتی چلی جارہی ہے۔تجارت کی اہمیت وافادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۴ویں صدی ہجری کے عظیم مجدد، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نوراللہ مرقدہ نے بھی مسلمانوں کو تجارت صنعت وحرف اور اپنے اسلامی بنکاری نظام (Islamic Banking system) کو فروغ دینے کی طرف متوجہ کیا ہے۔انہوں نے اپنے مختلف فتاویٰ اور تصانیف میں تجارت ،اقتصادیات ومعاشیات اور بنکاری کے نظریوں اور اصولوں پر روشنی ڈالی ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱، المنی والدرلمن عمد منی آرڈر" عنوان کے تحت تجارتی و بنکاری نظام کے نظریات پر روشنی ڈالی ہے نیز زمین اور مکان کی خرید وفروخت اور رہن وغیرہ کے سلسلے میں مختلف حالات اور شرائط کے ساتھ تجارت کے جائز وناجائز ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۷ میں صفحہ ۱۱۱ تا ۱۹۱ حصص (Share) بیمہ (Insurance) برطانوی ہند میں گورنمنٹ بینکوں اور ڈاک خانوں میں جمع کردہ رقم پر منافع کے حصول پر بحث کی ہے۔

ان سب کے باوصف امام موصوف قدس سرہ العزیز نے اپنی ایک کتاب تصنیف "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" میں ملت کی بحالی کے لیے جو چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ تجارت، معاشیات اور بنکاری کے نظریہ کے اعتبار سے بڑے ہی گراں قدر ہیں۔امام احمد رضا نے بے سودی اسلامی بنک کے ذریعہ نفع لینے کے مختلف طریقوں کی بابت اپنی ایک تصنیف "کفل الفقیہ الفاھم فی قرطاس الدراھم" کا حوالہ بھی دیا ہے۔

رسالہ تدبیر فلاح ونجات واصلاح میں چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ اس طرح ہیں:

۱: باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں،گھر کے گھر تباہ ہوئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

۲: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

۳: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے۔سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ "کفل الفقیہ الفاھم" میں چھپ چکا ہے۔ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔اگر مدیون کی جائیداد ہی لی جاتی،مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

۴: سب سے زیادہ اہم ،سب کی جان،سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا،نان شبینہ کے

محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے سے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ فاللہ و انا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ دین متین علم دین سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہان کی زندگی جانتے وہ انہیں بتا دیتا اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔

گو چوتھا نکتہ تجارت یا بینکنگ نظام سے متعلق نہیں ہے لیکن قوم مسلم کے لیے اصل اور اہم نکتہ یہی ہے۔ مسلمانوں کا حقیقی معنی میں مسلمان بن کر رہنا نہایت ضروری ہے۔ دین سے بے بہرہ ہو کر مسلمان دنیوی ترقی بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہی وقار کی زندگی گزار سکتا ہے۔ دین سے وابستہ رہ کر جو دنیوی ترقی حاصل ہوتی ہے وہی اصل ترقی اور کامیابی و کامرانی ہے غلبۂ اسلام کے ساتھ زندگی گزارنے ہی میں عزت و وقار ہے۔ دین علم دین سے وابستہ ہے اور علم دین مسلمانوں کے لیے زندگی کے ہر موڑ اور ہر شعبہ میں ضروری ہے۔ تجارت میں بھی علم دین سے واقفیت ضروری ہے تاکہ مسلم تاجر حلال اور حرام کی تمیز کو قائم رکھ سکے۔

امام احمد رضا کے ان چار نکات کے تجزیے میں اقتصادیات و معاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے ''فاضل بریلوی کے معاشی نکات'' نام سے مقالہ پیش فرمایا۔ جس میں انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی علم معاشیات (Economics) میں بصیرت، ان کے مسلم بینک کے قیام کے نظریہ کی تابانی، ان کی دور اندیشی اور تفکر و تدبر کو واضح کیا ہے اور یہ حقیقت عیاں کردی ہے کہ جب جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء بھی نہ ہوئی تھی اور بنکاری نظام کو مغربی ماہرین تجارت و اقتصادیات نے اس شدت سے محسوس تک نہ کیا تھا جو آج وہ عمل میں لا رہے ہیں۔ حضرت فاضل بریلوی نے اس سے تقریباً ۲۵ سال قبل اپنے معاشی نکات اور بنکاری نظام کا نظریہ پیش فرما دیا تھا اور برطانیہ کے مشہور ماہر اقتصادیات جے۔ ایم۔ کینس (J.M.Kenes) کے مشہور زمانہ نظریہ۔ ''روزگار و آمدنی'' کے پیش کرنے سے قبل اقتصادیات کا یہ مساوات ''پس اندازی، سرمایہ کاری'' اپنے اس چار نکاتی پروگرام کے نکتہ کے ذریعہ پیش فرما دیا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جے۔ ایم۔ کینس (J.M.Keynes) کو اس کے نظریہ ''روزگار و آمدنی'' پر تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا (۱۹۳۶ء) جب کہ ۱۹۱۲ء میں پیش فرمودہ معاشی،

تجارتی نظریات کی طرف امام احمد رضا کی قوم نے دھیان تک نہ دیا۔

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی شدید رنج و قلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اب اہل دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کو ابہات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں جب کہ حکومتیں اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں! نیز کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بناء پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کروا چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی''

(فاضل بریلوی کے معاشی نکات)

حضرت امام احمد رضا بریلوی کے بنکاری نظام کے نظریے کے بارے میں مزید تحریر کرتے ہیں:

''۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں۔ اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان تاجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں؟''

(فاضل بریلوی کے معاشی نکات)

عصر حاضر کے ایک دانشور برطانوی نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے اپنے چھ انگریزی مقالات کے توسط سے حضرت فاضل بریلوی کے اس چار نکاتی پروگرام کا جائزہ وسیع پیمانے پر لیا ہے۔

انہوں نے ان چار نکات کے ذریعہ امام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات کو اجاگر کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ عہد رضا میں رضا کا یہ چار نکاتی فارمولہ قوم مسلم کی بحالی کا واحد حل تھا اور آج بھی یہی پروگرام ملت کی بحالی کی کلید ہے اور آئندہ بھی اس منصوبہ رضا پر عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

راقم الحروف نے ڈاکٹر محمد ہارون کے ان انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ کر کے ''امام احمد رضا کا ۱۹۱۳ء کا منصوبہ'' نام سے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے اور راقم کا یہ ترجمہ ادارہ مسعودیہ کراچی سے بھی شائع ہو گیا ہے۔

اب پروفیسر رفیع اللہ صدیقی اور ڈاکٹر ہارون صاحبان کے جائزوں سے الگ ہٹ کر ان چار نکات نیز رسالہ کفل الفقیہ الفاہم (اردو ترجمہ) کی روشنی میں امام احمد رضا کے تجارتی اور بنکاری نظریات کا جائزہ لیتے ہیں:

تجارت کے لیے سرمایہ اور تجارتی اشیاء دونوں لازمی ہیں۔

تجارتی اشیاء کے لیے زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین سے ہی غلہ، پھل، پھول، سبزی، نیز دیگر خام مال، جیسے کپاس، مختلف قسم کے دھات وغیرہ اور پھر خام مال وہ زمین سے حاصل ہوا ہو یا کسی اور ذریعہ سے اس کی تیاری اور اس سے مصنوعات بنانے کے لئے صنعت وحرفت ضروری ہیں:

سرمایہ کے حصول کا ایک ذریعہ بچت ہے یعنی آدمی کے پاس خود کاروبار کے لئے ضروری سرمایہ ہو جیسے ظاہر ہے اس نے پس انداز کر کے ہی جمع کیا ہوگا یا پھر دوسرا ذریعہ ہے قرض اور ظاہر ہے مہاجنی قرض تباہی کا باعث بھی ہے اور سود کی لعنت میں بھی گھیرنے والا۔ تیسرا طریقہ بینک سے قرض لیکن یہ اگر آج کی طرح گورنمنٹ بینک سے قرض (Loan) لیا جاتا ہے تو انٹرسٹ (Interest) یہاں بھی دینا ہوتا ہے اور یہ بھی ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں کہ اس بوجھ کو برداشت کرسکے۔

اب آئیے مسلمانوں کے تجارت، صنعت وحرفت اور بنکاری نظام کو امام احمد رضا کے نکات کی روشنی میں دیکھیں کہ کس طرح مسلمانوں کو سود کی لعنت، مہاجنی قرض کی تباہی اور نوکری کرنے یا نوکری تلاش کرنے وغیرہ جیسی زحمتوں سے امام نے بچے رہ کر آزاد اور خوش حال بنے رہنے کا فارمولہ عطا کیا ہے

پہلا نکتہ ہے .... ''ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔''

اس نکتہ میں ایک تو فضول خرچی کی مذمت ہے جو بذات خود ایک لعنت ہے۔

دوسرے مقدمہ بازی وغیرہ سے روکنے اور معاملات کو باہم فیصل کرنے میں آپس میں میل محبت یعنی قومی اتحاد کا درس بھی ہے اور الجھنوں سے بچاتے ہوئے ذہنی سکون کے حصول کا راستہ بھی۔

امام نے اس نکتہ کے ذریعہ ''پس اندازی'' کا جو نظریہ واضح کیا ہے وہ جدید اقتصادیات کی جان ہے علم معاشیات کی رو سے سرمایہ کاری بچت ہی کے ذریعہ ممکن ہے یعنی (Saving)۔ سرمایہ کاری (Investment) مسلمانوں کی یہ بچت انفرادی طور سے بھی ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہے اور مجموعی طور سے پوری قوم کے لیے اور یہی قومی سرمایہ افراد قوم کے کاروبار میں کام آسکتا ہے انہیں قرض دے کر لیکن اس قومی سرمایہ کے لیے مسلم بینک کا قیام بھی ضروری ہے اور اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی نہ کر کے اسے گردش میں رکھے گا ہر ایک کے کام آئے گا۔ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت رفتہ رفتہ ختم ہوگی اور سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت نہیں ملے گی اور یہی سبب ہے کہ اس نکتہ اول میں بچت کی ہدایت کرتے ہوئے نکتہ سوم میں امام نے ''تو انگر مسلمانوں سے بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس اور حیدر آباد وغیرہ میں اسلامی بینک کے قیام کی اپیل کی تھی''۔

امام نے اس نکتہ میں یہ بھی صاف فرمادیا ہے کہ ''آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوتی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے''۔

مسلمان حکومتی بینک میں جو رقم جمع کرتا ہے اس سے اس کی قوم کو برائے نام فائدہ پہنچتا ہے اور دوسری قومیں پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اپنے اسلامی بینک میں اپنی رقم جمع ہوتی تو بجائے منافع اتنا ہی یا اس سے کم بھی ملتا لیکن اپنا سرمایہ اپنوں کے کام آتا اور پوری قوم معاشی طور سے مستحکم ہوتی۔

دوسرے نکتہ میں امام احمد رضا نے یہ کہہ کر ''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں'' تجارت کا زریں اصول مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا ہے یا یوں کہیے کہ تجارت کی روح نکال کر پیش کر دی ہے۔

(۱) مسلمانوں کو صرف اپنی ہی قوم سے خریداری کی تلقین کی ہے تاکہ اپنی رقم اپنوں ہی میں جائے

لیکن دوسروں کو اپنا مال بیچنے کی پابندی نہیں لگائی ہے یعنی اگر اپنوں میں مال کی کھپت نہ ہو سکے تو دوسروں کو فروخت کر سکتے ہیں۔ تاکہ ان کی رقم اپنے پاس آئے۔ آگے یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنا خام مال دوسروں کو بالخصوص دوسرے ممالک کو ان کے کسی سامان یا مصنوعات کے بدلے نہ دیا جائے یعنی درآمد (Import) نہ کیا جائے البتہ اپنی مصنوعات کی برآمد کی جاسکتی ہے یعنی ایکسپورٹ (Export) اور اس طرح زرمبادلہ (Exchange) میں اضافہ ہوگا یعنی قومی معیشت میں اضافہ ہوگا اور اسے استحکام حاصل ہوگا۔

اپنوں ہی میں کاروبار کا نظریہ دراصل نظریہ تامین (View Point of Protection) ہے۔ اور تامین اس لیے ضروری ہے کہ ملک کی دولت یا قومی سرمایہ ملک وقوم ہی میں رہے۔ اس سے روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذبہ حب الوطنی یا ملی وقومی محبت کے فروغ کا باعث ہے۔

امام کے اسی نکتہ پر برسوں بعد یورپین نے عمل کیا اور یورپین نے مشترکہ منڈی قائم کی جس میں انہیں زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور معاشی استحکام کی بدولت انہیں سیاسی استحکام بھی حاصل ہوا۔

(۲) ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا کی نگاہ اس پر بھی تھی کہ آج جو مسلم رؤسا نوابی اور زمینداری کے نشہ میں چور ہیں اگر کل یہ چھن گئیں تو یہ ناکارہ محض ہو کر رہ جائیں گے اور پسپا قوم ان پر پوری طرح حاوی ہو جائے گی۔ آخر زمانہ نے دیکھا کہ ہند کی آزادی اور ملک کی تقسیم کے بعد جب ریاستیں ختم ہوئیں اور زمینداری ٹوٹی (Zamindari Abolition) تو غیر مسلم راجاؤں اور زمین داروں نے کمپنیاں اور فیکٹریاں قائم کر لیں لیکن مسلمانوں میں شاید ہی معدودے چند کاروبار یا تجارت کے میدان میں آئے ہیں۔

عہد امام احمد رضا میں اس سے پہلے اور آج بھی ہر طرح کی حرفت اور کاریگری مثلاً کپڑا سازی (ہر طرح کا کپڑا سازی، تہبند، رومال، دری، قالین، کشمیری شال وغیرہ) کپڑوں کی رنگائی، چھپائی، دباغت (چمڑا سازی) ادویات سازی، عطر سازی، روغن سازی، سرمہ سازی، لکڑی کے فرنیچر، بیت کے کام، زری، زردوزی، پولٹری فارمنگ (مرغی وانڈے کے کام) فشیریز (مچھلی وغیرہ کے کام) (Fisheries) ہر طرح کی برتن سازی، سونے چاندی کے کام، شیشے کے کام، ہیرے و پتھر تراشنے کے کام اور بہت سارے حرفت وکاریگری نیز الیکٹریکل و مکینیکل (بجلی و مکینک والے کام) امور میں بھی

مسلمان کاریگر یا مستری کافی آگے تھے۔ اگر وہ اپنے انڈسٹری قائم کرتے، کاریگری کے کاموں میں انہیں سرمایہ فراہم کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرتے تو ہر طرح کی تجارت اور انڈسٹری پر مسلمان ہی چھائے رہتے اور دوسرے لوگ ان مسلم کاریگروں کا استحصال نہ کر سکتے تھے۔ آج مسلم کاریگروں کا یہی حال ہے۔ ان کی محنت، ذہانت اور کاریگری کا دوسری قومیں استحصال کر رہی ہیں اور ان کے حصے میں صرف مزدوری آتی ہے اور بیچارے ایسے عالم میں استعمال ہونے اور اپنا استحصال کرانے کے لئے مجبور ہیں۔

امام نے مسلم صنعت کاروں کے سرمایہ کے لیے اپنے دو نکات بچت کرنے اور بینک کے قیام میں پوشیدہ کر دیا تھا۔ کاش اس پر سے پردے اٹھائے جاتے اور امام کے نکات پر عمل کیا جاتا تو آج عالم ہی کچھ اور ہوتا۔

امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء منصوبہ کی خوبی یہ ہے کہ اس پر کسی بھی ملک (مسلم ملک یا سیکولر اسٹیٹ) میں آج یا مستقبل میں (کسی بھی عہد) میں عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اب جناب امام احمد رضا کے بے سودی اسلامی بینک سے نفع حاصل کرنے کے چند طریقے بھی ملاحظہ کریں۔ امام نے اپنے نکتہ سوم میں صاف لکھ دیا ہے کہ "سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کفل الفقیہ الفاھم میں چھپ چکا ہے"۔

"کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" امام احمد رضا کی وہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے جسے انہوں نے ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء میں اپنے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ایک روز اور کچھ گھنٹوں میں تحریر فرمایا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حنفی امام شیخ عبداللہ میرداد بن شیخ الخطبا، شیخ احمد ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کرنسی نوٹ سے متعلق امام کی خدمت میں بارہ سوالات پیش کیے تھے۔ امام نے ہر سوال کا ایسا جواب دیا کہ فقہائے کرام مطمئن بھی ہو گئے اور امام کی فقاہت اور ذہانت دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور ان کی علمی وفقہی وجاہت کے آگے عقیدت کی گردنیں خم کر دیں۔

امام احمد رضا نے ثابت کر دیا کہ نوٹ قیمتی مال ہے رسید نہیں۔

اسلامی نظام کے نفاذ اور اقتصادی نظام نیز بینکوں کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لیے یہ

ایک منعم نعمت ہے۔ مسلم علماء میں امام احمد رضا ہی کی ذات ایسی ہے جنہوں نے پہلی بار کرنسی نوٹ کے جواز کا فتویٰ دیا۔ یہ بھی عالم اسلام پر ان کا ایک عظیم احسان ہے۔ امام بلاشبہ ۱۴ ویں اسلامی صدی کے عظیم مجدد تھے۔ ان کی بہر تصنیف کا علم و تحقیق کا خزانہ، سچائی کا آئینہ اور ہر تصنیف کا لفظ لفظ معتبر ہے۔ ان کی ہر تصنیف سے ان کے کارنامہ تجدید کے ہر درخشاں کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔

امام نے یہ رسالہ فصیح عربی میں لکھا تھا۔ شہزادہ امام احمد رضا حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں قدس سرہ نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا۔

۶ سود سے بچنے کے طریقے کہ زیادہ لیں اور سود نہ ہو

(رسالہ کفل الفقیہ الفاہم سے)

امام احمد رضا نے اس طرح کے کئی طریقے بتائے ہیں کہ مسلمان اپنے روپیہ پر کسی مسلمان سے زیادہ لے اور وہ سود بھی نہ ہو۔

حیلہ (۱): ایک شخص کے دوسرے پر دس روپے آتے تھے اس نے چاہا کہ دس کے تیرہ کرلوں ایک معیاد تک۔ علماء نے فرمایا کہ وہ مدیون سے ان دس کے عوض کوئی چیز خرید لے اور اس پر قبضہ کرلے پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال بھر کے وعدہ پر کو بیچ ڈالے تو حرام سے بچ جائے گا۔ اور اس کا مثل نبی ﷺ سے مروی ہوا کہ حضور نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ (قاضی خاں ۲/ ۲۰۶ مطبوعہ نول کشور لکھنو) انتہی اور اسی طرح بحرالرائق نے بحوالہ خلاصہ نوازل امام فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے" (ص ۲۸۔۱۲۹ اردو ترجمہ)

اسی طرح اور بھی حیلے بیان فرمائے ہیں۔

اس طرح کے حیلہ کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے بیع عینہ کا نام دیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے عینہ کا جائز کیا ہے اور اس پر ثواب بھی بتایا ہے اسلئے کہ اس میں حرام یعنی سود سے بھاگنا ہے۔

(۲) نوٹ کی بیع کم زیادہ کو جائز ہے۔ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:...... "ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے۔ (صفحہ ۵۷)

(۳) ایک روپیہ ایک اشرفی کو بلکہ ایک ہزار اشرفیوں کو بیچنا جائز ہے" (صفحہ ۶۱)

اب اگر مسلم بینک قائم کیا جائے اور کھاتہ داروں کی جمع کردہ رقم پر امام احمد رضا کے بتائے ہوئے شرعی حیلوں سے زیادہ رقم دیا جائے تو جائز ہے۔ لہٰذا مسلم بنک کے ذریعہ بچت کھاتہ (Saving Account) اور ایک مخصوص مدتی رقم (Fixed Deposit) پر نفع دیا جا سکتا ہے اور جمع شدہ سرمایہ سے مسلم تاجروں اور صنعت کاروں کو قرضے بھی نفع پر دیئے جاسکتے ہیں اور اس طرح مسلم تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ دے کر قومی معیشت مستحکم کی جاسکتی ہے اور مسلمان حکومت یا کسی اور کے آگے نوکری کے لیے گڑگڑانے کے بجائے خود تجارت، اپنے ہی فرموں اور انڈسٹریوں میں ملازمت کرسکتا ہے اور اپنی کاریگری، صلاحیت اور محنت کو زیادہ بہتر طریقہ پر زیادہ خوشحالی کے ساتھ بروئے کار لاسکتا ہے۔

زیر نظر رسالہ میں امام احمد رضا نے یہ بھی لکھا ہے کہ خرید و فروخت میں کوشش کرنا سنت ہے۔

(ص ۵۷)

امام احمد رضا قوم کو کفر و شرک کی ہر جکڑ سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے اور اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو معاشی طور پر مضبوط ہو کر سیاسی اور سماجی اعتبار سے مضبوط اور طاقت ور ہونے کی تلقین کی ہے اور یہ تجارت اور صنعت و حرفت ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

ماخذ و مراجع

(۱) قرآن کریم (۲) حدیث شریف (۳) فتاوی رضویہ جلد ۷، ۱۱، از امام احمد رضا (۴) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۵) کفل الفقیہ الفاہم از امام احمد رضا (۶) فاضل بریلوی کے معاشی نکات از پروفیسر رفیع اللہ صدیقی (۷) امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء منصوبہ (انگریزی ڈاکٹر محمد ہارون، ترجمہ عبدالنعیم عزیزی)

امام احمد رضا کی فقہی مہارت کا ایک امتیازی پہلو

محمد کمال الدین مصباحی ۔۔۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور ۔۔۔ اعظم گڑھ بھارت

دنیائے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں، جنہوں نے اپنے علم وفضل اور عقل وبصیرت سے ساری دنیا کو مستفیض اور متحیر کیا۔ بوعلی سینا، عمر خیام، امام رازی، امام غزالی، فارابی وغیرہ وہ ہستیاں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جائے گا۔ ان میں کوئی فلسفہ وحکمت کا امام ہے۔ کوئی ریاضی و ہیئت کا کوئی منطق وجغرافیہ کا، لیکن ان سبھوں سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت وہ ہے جو سرزمین ہندوستان بریلی کے مقدس زمین پر پیدا ہوئی۔ جنہیں دنیائے اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے جانتی وپہچانتی ہے۔ ان کی شخصیت ایسی پہلو دار اور جامع علوم وفنون ہے کہ ان کے کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ فاضل بریلوی کے علمی کمالات کا جائزہ لینا ہمارے موضوع علم اور دائرہ فکر سے باہر ہے تاہم یہاں پر فاضل بریلوی کے فتاوے کی چند نمایاں اور امتیازی خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ فاضل بریلوی میدان تحقیق وافتاء میں بھی منفرد و یکتائے روزگار تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاویٰ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہائے کرام کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام کی شان روایت اور رنگ اجتہاد سے مزین فکر جوان کی خصوصیت تھی ان کے بعد صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو ملی اور مسائل کی تنقیح وتوضیح فقہ کی جملہ متداول کتابوں پر نظر رکھتے ہوئے جو علامہ ابن عابدین شامی کی ایک مسلمہ خصوصیت تھی وہ بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے حق میں مقدر ہوئی گویا کہ اعلیٰ حضرت بیک وقت ابن ہمام بھی تھے اور علامہ شامی بھی تھے۔

امام اہل سنت جس مسئلہ پر بھی خواہ وہ کلیہ ہو یا جزئیہ، جب قلم اٹھاتے ہیں تو اس کے ہر ایک پہلو پر بحث کرتے ہوئے اس کے ہر ممکنہ رخ یا صورت کو پیش فرماتے ہیں اس کے بعد اس کے جواز یا عدم



جواز استحسان یا استحباب کا حکم صادر فرماتے ہیں یہ ایک ایسی خوبی ہے جو ان کے ہمعصر فقہا میں نظر نہیں آتی بالخصوص وہ تعمق فکر، جودت طبع اور ذہن رسا کے ساتھ علم قرآن، علوم تفسیر وحدیث اور اصول حدیث پر کمال دسترس کے حوالے سے وہ منفرد نظر آتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ علوم منقولات پر آپ کی گرفت کافی قوی تھی بلکہ علوم معقولات پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ علم کلام، فلسفہ، منطق، فلکیات، طبعیات وغیرہ علوم پر بھی آپ کو کافی عبور حاصل تھا، اس لئے کہ ایک فقیہ اور مفتی کے پاس مختلف النوع قسم کے مسائل آتے ہیں اگر وہ ان تمام علوم سے بہرہ ور نہیں تو وہ جوب باصواب دینے سے قاصر رہے گا۔ فقہ کی دنیا بہت وسیع ہے اور اس میں جمیع علوم وفنون داخل ہیں اور یہ سب حسب ضرورت نہ صرف آپ کو حاصل تھے بلکہ ان میں استادانہ کمال رکھتے تھے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مسائل فقہی کے استدلال میں ایسا فقیہانہ اسلوب بیان اپنایا ہے کہ فصاحت وبلاغت، براعت، استقلال اور تسلسل بیان کا اعلیٰ معیار ان کے ہر جملہ سے جھلکتا نظر آتا ہے۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ ایک نمایاں خصوصیت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ میں یہ ہے کہ جب کسی عالم دین کی طرف سے کوئی سوال پیش کیا جاتا تو آپ اس کا جواب بھی عالمانہ رنگ میں مرحمت فرماتے اگر وہ عام یا معمولی لیاقت رکھنے والے شخص کی جانب سے ہوتا جس کا انداز ام مسئول اور سائل کی زبان ہی سے ہو جاتا تو آپ اس کا جواب سوال کے انداز بیان ہی کے رنگ میں آسان اور سادہ اسلوب میں مرحمت فرماتے اسی طرح آپ سوال کی زبان کا بھی خیال رکھتے تھے اگر سوال اردو میں کیا جاتا تو جواب بھی اردو میں دیتے اور اگر سوال عربی میں کیا جاتا تو آپ جواب بھی عربی زبان میں دیتے۔ اگر سائل فارسی زبان میں مسئلہ دریافت کرتا تو آپ اس کا جواب بھی فارسی زبان میں دیتے اور اگر کوئی انگریزی زبان میں استفتاء کرتا تو آپ جواب بھی اسی زبان میں دیتے یہاں تک نہیں بلکہ منظوم سوالوں کے جوابات بھی منظوم عربی فارسی اور اردو زبان میں دیتے، حقیقت یہ ہے کہ آپ ان تمام زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے اور آپ کی اسی قابلیت کے نمونے فتاویٰ رضویہ کے مختلف جلدوں میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ یہاں پر ہم بطور شاہد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے منظوم، فارسی، عربی اور انگریزی فتاوے کی ایک جھلک ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

منظوم فتاوے:

مسئلہ: مسئولہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی۔ عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوشخصال گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا اور ہوا سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے پس سبکدوشی کے اس کے شکل کیا ہوگی جناب چاہیے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقیں فرق یہ ہے فہم معنی شرط اس میں کچھ نہیں آیت سجدہ کی جانا کہ ہے سجدہ کی اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے نظم ومعنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے تا کہ من وجہ تو صادق ہو سنا قرآن کو ورنہ ایک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو ہے یہی مذہب یفتی علیہ الاعتماد شامی از فیض ونہر واللہ اعلم بالرشاد سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی ہیر فیہ میں اسی انکار کی تصریح کی کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت فیدہ گر ہوتا تو یوں نہ واجب ہوتا جبر یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں جزا دا یا تو بہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے آخر ایک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے قلتہ اخذا من التعلیل فی امر الصلوٰۃ وھو بحث ظاہر والعلم حقا للالہ (فتاویٰ رضویہ، صفحہ ۶۵۴، ۶۵۵، جلد ۳)

فارسی فتاوے:

مسئلہ: مسئولہ رجب علی رامپور

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ چند مولیان معہود وبمکان شخصے کہ از ذکارے خلاف شرع سرزدشدہ بود یعنی بازن مغلظ خود تا مدت دو سہ ماہ باعیش ازواج اوقات بسر برد بوجہ علم بلا تعمل وتنبیہ خوانی کردہ طعام فوری نمودند ازیں جہت شخصے فقیر عالم دوست حاجی الحرمین کہ از مریدان جناب شاہ عبداللطیف شہوی است وجناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع اوراتا کید، بسیار نمودہ او برائے تعمیل درشان جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف ومعاملات دینوی فیصلہ می کند وفی الحال درکار شرع بسیار مستحکم ومستقیم است تراگفتہ کہ مولویان ایں زمان دیدہ سرگیں دہان افگنند ومیان حلال وحرام تمیز نہ کنند پس دریں صورت شخصے موصوف موافق شرع کافر شود یا نہ یا بروے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یا نہ، گر

شرعا کافر نہ شود کے اورا کافر گوید بر ویش چہ حکم بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب

الجواب

کسیکہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت وزوز ناشوئی باخت بجائے خود بزہ کاراست و باچنیں گنہ گاراں معاملہ پیشوایان ایں مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند و ہم بدرشتی چنانکہ دراحیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند مولویاں کہ بہ خانہ او ختم خواندند و چیزے خوردند گناہے نہ کردند کسیکہ آناں رابدانسان الفاظ بدیاد کرد چیزے شنیع آورد باحکم خاص بر آناں نہ نمود بلکہ عام مولویان ایں زماں شناعتش از حد گزشت تکفیر او نشاید اما تجدید اسلام ونکاح سزد کہ باید و آنکہ تکفیر او کردہ است نیز کار از حد بیروں بردہ است اورا نیز توبہ باید واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ جلد ۶، صفحہ ۲۷)

عربی فتاوے:

مسئلہ: مسئولہ وحید اللہ صاحب مدرسہ اسلامیہ چاٹگام

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ہذہ المسئلة ان رجلااخا الجہل قال لمعلم العلوم العربیه اعنی المبادی و المقاصد ما انت الا بشر مثلنا فقال له ان کان الامر کذلک فما اضع فی المدرسة العالیه مثلا فاجاب له یاراعی البقر و الخنزیر ترعیہما فیہما و ایضا اعتقد ان اللہ یغفر و یدخل الجنة من یشرک به لمن یشاء فذکر العالم شیا من اية القرآن و الاحادیث الصحیحة فقال هذا لیس بشی ففی الصورة المسئوله هل یجب التوبه و تجدید النکاح علیه ام لا من قال و اعتقد ان تارک الصلوة کافر فالقائل هل هو خارج عن مذہب ابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ ام لا بینوا و توجروا

الجواب

اماما خاطب به العالم فهو من جهله و سوء ادبه یستحق به التحریر الشدید اللائق بحال انواجر له ولال منافقی الحدیث عنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ثلثة لا یتخنف بمقهم الا منافق بین النافق عالم و ذواه فی الاسلام و امام مسقط ما قوله ان اللہ یغفر لمن یشرک به لمن یشاء فمخالف للقرآن العظیم قال اللہ عزوجل ان اللہ

لا یغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذلک لمن یشاء وما قواله "آیات القرآن العظیم والاحادیث هذا لیس بشی' فلیس بشی الا الکفر الجلی به علیه احکام المرتدین فعلیه ان یسلم و اذا اسلم فلیجد د نکاحه برضاء المرٔة و ان لم ترض فلها الخیار تعتدوتنکح من تشاء و اللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم الحکم بالکفر علی تارک الصلوة و لرد فی صحاه الاحادیث وعلیه جمهور الصحابة و التابعین و لیست المسألة فقیهة بل کلامیة فیها اهل السنة قدیما فمن قال باحد القولین لا یخرج به عن الحنفیة. واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۴۳ ۲ ۔ ۴۴ ۲)

انگریزی فتاویٰ:

Rangoon
The 19th May 1908

To
Maulvi Haji Ahmad Raza Khan
Mohalla Saudagran, Bareilly.

Honoured Sir,

We desire to place befoere you and certain religious matter on which we solicit your valuable opinion the facts are briefly thus. There is Chulia Mosque in moving Loulay street. There are five duly elected trusted or Motawallies who manage the affirs of the said mosque according to scheme framed by the Chief court of lawer Barma. The trustees are given the power of the dispensing with Imam, Muazzin and warders of the Mosque. By virtue of the said power the trustees at the meeting dischared the Imam. Syed Maqbool for misconduct and disobedienc. After the discharge the trustees field a suit in the chief court, lawer Barma for a declaration that the discharge of the Imama may be confirmed that inspite of the misconduct they have no power to discharge.

Having placed the facts briefly, we request you humbly to give your Fatwa as to wether the trustees have the power to discharge the Imam when they find if neccessary to do so. This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohamdan Community and we shall thank you very much if you can send your Fatwa before 1st week of

June.

Thanking you in antiception. We beg to remain Honoured Sir.

You most & humble flowers.

M.Qadir Ghani

President, The Madrasa Muslim Association,

No.37 Tokakey Mig Lovely Stree.

الجواب

Breilly

The 28th of May 1908

Sir.

With reference to your dated 9th of May 1908, I send my Fatwa for your persual.

The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which my be the sufficient reason of share for him to be dismissed.

wide Lisonal Hukkon printed almirs(Egypt) Page 123

فی فتاوی قاضی خان اذا عرض للامام او للموذن عذر منعه عن المباشرة

مدة ستة اشهر فلمتولی ان یغرالله ویولی غیره و ان کان للمعذور نائب

Translation:- There is a Fatwa Qazi Khan, when an Imam and Muazzin my have some certain business which my be cause of six months absence form the mosque, not with standing, he may have given some person for him to act. At such opportunity trustees can discharge him and my establish or appoint another Imam in his place.

Tahtawi printed Misr and Shami printed constantipls volume 3 page 639

ونقدم ما یدل علی جوز عزله اذا مضی شهر

Translation:- Birizada has said that the books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month's absence from the mosque the trustee has no need of taking sanction of discharging the Imam from the court or from any higher Officer or Governor because the authority of trustee in these months is over the power of a Mohamedan Governer, although the same Motawllies or trustees my have been fixed by the some Mohamedan Governor.

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179 copied from the Fatwa

Rashiduddin.

لا یملک القاضی التصرف فی الوقف مع وجد ناظره ولو من قبله

Translation:- A Qazi can not inteference a waqf in the presence of a trustee may have been fixed by the some Qazi. Hamwi Sharhe Ashbah printed Lucknow page 179 copied from Fatwa Zahiruddin.

قاضی البلد اذا نصب رجلا متولیا للوقف بعد قلده الحاکم للحکومیة

فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتی لا یملک الا جذة ولا غیرها

Translation:- A king appointed a qazi and after it the qazi fixed a trustee on a waqf. Now the king has no connection with the waqf nor has he any power of its contract etc.

Another style from Lisonal Hukum copied from Fatwa Imam wahri.

لا تدخل ولایة السلطان علی ولایة المتولی فی الوقت

Translation:- A king can not interfere a waqf against a trustee authorities.

In this case the higher officer or Governors are not Mohamedon once and therefore they do not know the schemes of "Share " as a Mohamedon trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the sunni doctrine or open sin against "Share" or there may be found in him something which may be the cause of abbhorrence which decrees number of people at prayers or he may be disobedient against the managing rules affairs of the mosque or assembly or persons at prayers or there may be something such in him. Otherwise he will not be discharge without fault.

See Raddul Muhar constant in ople volume page 597

قال فی البحر و استفید من عدم و صحة عزل الناظر بلا جنحة عدها

لصاحب وظیفة فی جنحة وقف بغیر جنحة و عدم اهلیه.

Translation:- It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults from this, it is manifested that any recievers of a salary of a waqf can not be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امر برقه عبده المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنه بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی الله تعالی علیه وسلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم، صفحہ ۴۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت

علامہ محمد ابو الحسن علی رضوی ۔ (انڈیا)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ چودھویں صدی ہجری کی اس عظیم ترین عبقری شخصیت کا نام ہے جس نے ۶۸ سالہ دور حیات میں ۵۵ مروجہ وغیر مروجہ علوم پر تقریباً چودہ سو کتب و رسائل کا علمی وتحقیقی سرمایہ عالم انسانیت کو دیا ہے۔ لیکن اس عظیم محسن پر حالات نے جو تعصب وتنگ نظری کی دبیز چادر ڈالی ہے ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس علم وآگہی کے یکتائے روزگار ہستی کے ساتھ وقت کی ستم ظریفی پر رونا آتا ہے۔ اپنوں کی تن آسانی اور جمود اور غیروں کی خطرناک سازشوں نے علم وفضل کے اس صدر نشین منفرد العصر اسلامی مفکر کی صورت دھندلی کر دی ہے۔

آیئے قارئین! اس امام وقت کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں ایسی یگانہ روزگار شخصیتیں منصۂ شہود پر آتی رہی ہیں جن کی عظمتوں کو حالات کے تیز دھاروں نے بھی سلام کیا ہے لیکن اس مقام پر یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ کچھ شخصیتیں تاریخی ہوتی ہیں اور کچھ تاریخ ساز۔

ایسی شخصیتوں کے کردار کا ہر پہلو اتنا جاذب اور پرکشش ہوتا ہے کہ طبیعتیں اس کی طرف خود بخود کھنچتی چلی جاتی ہیں۔ خلوص وللّٰہیت ان کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ ایسی ہی عہد ساز شخصیتوں میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ ایک عظیم ترین شخصیت ہیں۔

آپ نسبتاً افغانی پٹھان ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑھیچ کے نوابوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ ہجری روز شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ کو بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ تاریخی نام المختار 1272ھ ہے۔ امام احمد رضا نے اپنا سنہ ولادت حسب ذیل آیت کریمہ سے نکالا ''اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ'' ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی۔

جدمحترم حضرت مولانا رضا علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔ اگر چہ اسی نام کے ذریعہ سے مشہور ہوئے لیکن آگے چل کر ہمیشہ اپنے نام سے پہلے عبدالمصطفیٰ لکھنا شروع کیا۔

خداداد ذہانت کا یہ عالم کہ چار سال کی عمر شریف میں قرآن مجید ناظرہ ختم فرمایا۔ چھ سال کی عمر میں ربیع الاول شریف کے مبارک موقع پر بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھی۔ آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی شرح لکھی۔ دس سال کی عمر میں مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا۔ والد ماجد نے مصنف مسلم الثبوت مولانا محب اللہ البہاری کی ایک عبارت پر اعتراض کر کے حاشیہ لکھ دیا تھا۔ امام احمد رضا نے مصنف کی عبارت میں ایسے نکات پیدا کیے کہ سرے سے کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہوا۔ عربی کی ابتدائی کتابوں سے فراغت ہوئی تو دینیات و اسلامیات کی تکمیل پدر بزرگوار امام الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی نے کرائی۔ ۱۲۸۶ھ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں جوہر شناس والد نے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ پر مہارت تامہ دیکھ کر دستار فضیلت عطا فرمائی۔ اسی دن بالغ ہوئے۔ نماز فرض ہوئی۔ اور اسی سال والدہ محترم نے مسند افتاء کی عظیم خدمت سپرد کی۔

کسی ضرورت سے ایک بار رامپور جانا ہوا وہاں پر مولانا عبدالعلی صاحب علیہ الرحمۃ ہیئات و ریاضی کے مشہور فاضل تھے۔ چند روز ان کی خدمت میں رہ کر شرح چغمینی کے کچھ اسباق پڑھے۔

۱۲۹۴ء میں بائیس سال کی عمر شریف میں حضور تاج العلماء، بقیۃ السلف، فضائل مآب حضرت سیدنا آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کی۔ اور اسی وقت تمام سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ تعلیم طریقت حضور پیر طریقت مرشد برحق سے حاصل کی۔ ۱۲۹۲ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے سیدنا شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین مارہرہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت و علم تکسیر و علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔ مذکورۃ الصدر چھ نفوس کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور آپ کی محنت و ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم و فنون کا جامع بنایا کہ تقریباً ۵۵ فنون میں آپ کی تصانیف موجود ہیں۔ خداداد ذہانت کا یہ عالم کہ چوتھائی کتاب سے زائد استاذ سے کبھی نہیں پڑھی۔ بقیہ کتاب از خود یاد کر کے سنادیا کرتے۔

قوت حافظہ:

ایک روز ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف لوگ میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں۔ اور پھر اسی روز سے دور شروع فرمادیا۔ جس کا وقت عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرماتے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ خود ہی فرمایا کہ بحمداللہ کلام پاک بکوشش بالترتیب یاد کرلیا۔ اور اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ہو۔ پیلی بھیت میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی صاحب سے "العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ" جو دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ مطالعہ کے لیے لی اور ایک رات میں دونوں جلدوں کا مطالعہ کر کے فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے مجھے امید ہے کہ دو تین مہینوں تک جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتویٰ میں لکھ دوں گا۔ اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لئے حفظ ہوگیا۔ اکثر فتاویٰ لکھانے کے دوران ملک العلماء، مولانا ظفر الدین صاحب اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب وغیرہ سے فرماتے ہیں۔ الماری سے فلاں جلد نکالو اور فلاں صفحہ دیکھو۔ اور فلاں صفحہ پر اتنی سطر کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے اسے نقل کردو۔ اس قدر جلد لکھتے تھے کہ کئی شخصوں کو امام احمد رضا کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا تو راتوں کو نقل کیا جاتا۔ ایک اندازہ کے مطابق اگر ان کی اڑسٹھ سالہ زندگی پر ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو تقسیم کردیں تو ہر پانچ گھنٹے پر وہ قوم کو ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی عبارتوں میں دادا رحمۃ اللہ کے علاوہ آج تک کسی نے غلطی نہیں نکالی۔ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ اپنے زمانہ میں مرجع فتاویٰ رہے۔ ان کے پاس جتنے فتاویٰ آتے اعلیٰ حضرت قبلہ ان کا جواب لکھتے، باپ کو دکھاتے اور وہ خوشی سے جھوم جھوم جاتے۔ اس لئے کہ امام احمد رضا کے جوابات میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ملتی۔

ذہن نشین رہے مجملہ ۵۵ علوم میں سے اعلیٰ حضرت نے ۲۲ علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے تھے۔ ۱۲۹۵ھ تیئس سال کی عمر میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اور حضرت شیخ زین دحلان مفتی شافعیہ اور اجلہ علماء و مشائخ حرمین سے سند حدیث اور فقہ اور اصول تفسیر حاصل فرمائی۔

ایک دن مقام ابراہیم میں نماز مغرب ادا کرنے بعد بیٹھے تھے۔ بلا تعارف امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا۔ اور اپنے دولت کدے پر لے گئے۔

پیشانی پکڑ کر فرمایا "انی لا جد نور الله فی هذا الجبین" (بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں) پھر صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی سند اپنے دست مبارک سے لکھ کر عطا فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے اس سند میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک صرف گیارہ واسطے ہیں۔ اس سفر میں میں حضرت جمل اللیل کی ایک کتاب کا ترجمہ بھی فرمایا۔ جس کا نام "النیرة الوضیئة فی شرح الجوهرة المضیئة" ہے مدینہ شریف میں مفتی شافعیہ محمد ابن محمد ابن عرب سے مدفونین بقیع کی افضلیت کے بارے میں بحث ہوئی۔ اعلیٰ حضرت عثمانی غنی کو افضل ثابت کرتے ہیں اور مولانا محمد صاحب حضرت ابراہیم ابن رسول اکرم ﷺ کو۔

دوسرا حج ۱۳۲۲ھ۔ ۱۹۰۵ء میں کیا اس سفر کے دوران علم رسول کے بارے میں چہ می گوئی و دریدہ ذہنی کے جواب میں علمائے حرمین شریفین کی خواہش کے مطابق سے صرف آٹھ گھنٹے کے اندر آقائے کائنات کے علم غیب پر ایک معرکۃ الآرا، نادرالمثال کتاب "الدولة المكية" تصنیف فرمائی۔ چونکہ بعض علماء دیوبند نے براہین قاطعہ، تحذیر الناس، فتاوی رشیدیہ وغیرہ لکھ کر شان رسالت میں کھلی گستاخی کی جرأت کی تھی۔ سالہا سال تک امام احمد رضا ان کے کفر وفسق وسرکشی واہانت رسول وخدا وجرأت وبے باکی کی نشاندہی فرماتے رہے۔

بار بار توجہ ورجوع کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اپنی ان خرافات کو نہیں بدلا۔ اسی سفر حج میں "المعتمد المستند" کو علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا اور ان کی کفری عبارتوں کی نشاندہی فرمائی۔ علمائے مکہ ومدینہ نے ان مذکورہ کتب کے مصنفین کے کفر وضلال کی تصدیق کی اور ان کی کفریات پر مکمل مطلع ہو کر جو ان کے غیر مسلم ہونے میں شک کرے انہیں بھی کافر بتایا۔ علمائے حرمین کے فتاوی کے مجموعے کا نام "حسام الحرمين على منحر الكفر و المين" ہے۔ جو ۱۳۲۴ھ میں اردو ترجمے کے ساتھ ۱۳۲۶ھ میں تمہید ایمان سمیت منظر عام پر آ گیا۔ اس مقدس سفر میں علماء حرمین نے امام احمد رضا کا بے حد اعزاز واکرام کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ سے سندیں اجازتیں لیں جو "الاجازت المتینه" میں موجود ہیں۔ علماء حرمین نے آپ کو مرجع خلائق، مرکز دائرہ تحقیق، بحر العلوم، امام زمانہ، یگانہ روزگار اور چودھویں صدی کا مجدد نامدار تسلیم کیا۔ چنانچہ حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریظ میں فرمایا۔ بل اقول فی حقه انه لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرن لکان حقا و صدقا۔ یعنی

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر امام احمد رضا کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد ہیں تو بے شک یہ بات صحیح و سچ ہوگی۔

۱۳۳۰ھ۔ ۱۹۱۱ھ میں امام احمد رضا نے قران کریم کا وہ نادر ترجمہ فرمایا جو ہر حیثیت سے عام مترجمین کی سطح سے بالاتر اور بے مثل ہے۔ ایسے حالات میں جب کہ علوم عالیہ کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ تھی۔ ریاضی، فلسفہ، اقلیدس وغیرہ کو لوگ محبوب جانتے تھے۔ ترجمۃ القرآن کے نام پر لوگوں نے قرآن کی غلط ترجمانی کر کے عقیدہ وایمان کی سرحد پر شب خون مارنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ امام احمد رضا نے کنزالایمان کے ذریعہ قرآن کا مفہوم بدلنے والوں کا راستہ روکا اور ہمارے عقیدے کا تحفظ فرمایا۔

امام احمد رضا کے تفقہ فی الدین کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے یہ بتا دینا زیادہ اچھا ہوگا کہ ان کے فتاویٰ کے مجموعے کا نام "العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویه" جو بارہ ضخیم جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس شان کا مدلل فتویٰ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان میں دوسرا نہیں ہے۔ اور عربی کتابوں کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے مفتی بہ مسائل کا مجموعہ اس سے اچھا نہیں مل سکتا۔ پورے ہندو پاک میں کوئی بھی دارالافتاء ایسا نہیں ہوگا جس میں فتاویٰ رضویہ موجود نہ ہو۔ حتیٰ کہ امام احمد رضا کے مخالفین جب کہیں پھنس جاتے ہیں تو آخری ہتھیاری کے طور پر اسی کا سہارا لیتے ہیں۔ دنیائے فقہ حیرت میں ہے اتنی کتابوں کا عطر اس ایک کتاب میں کیسے جمع کر دیا گیا۔

مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری کے ایک فتویٰ کے خلاف ایسے وقت میں جب کہ اکثر علماء نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی تھی جواب لکھا نواب رامپور نے دیکھا تمام فتاوے مولانا کے خیال کے مطابق ہیں سوائے مولانا احمد رضا خان کے تو انہیں حیرت ہوئی۔ مولانا ارشاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلائے گئے انہوں نے انصاف پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا کہ درحقیقت حکم وہی صحیح ہے جو مولانا نے لکھا ہے ان علماء نے میری شہرت کی وجہ سے میری تصدیق کر دی۔

۸ سال کی عمر میں فرائض کا ایک فتویٰ لکھا اتفاقاً والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی فرمایا معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں نے لکھا ہے۔ ان کو ابھی نہیں لکھنا چاہیے۔ مگر اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھا دے تو جانیں۔ ایک بار سید محمود جان صاحب قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔ حضور میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔ آپ کی نوک زباں پر ہے کبھی یہ نہیں فرماتے کہ کتاب دیکھ کر جواب دوں گا۔ یہ س

کرامام احمد رضا کی آنکھیں بھیگ گئیں اور فرمایا کہ قبر میں ہر مسئلہ کے متعلق مجھ سے سوال ہوگا وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے زمانے میں سائنس نے اپنا ایک مقام بنالیا تھا۔ لیکن آپ نے سائنس کی ہر تھیوری کو آنکھ بند کر کے نہیں قبول کیا۔ وہ ایک خالص مذہبی انسان تھے۔ ایک زبردست عالم دین اور مصلح قوم، ماہر فلکیات اور جامع معقول و منقول تھے۔ وہ ہر حکم کی صداقت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ بلکہ مذہب کی روشنی میں ان کے اقوال کا جائزہ لیتے تھے۔ یعنی کامل کی روشنی میں ناقص کو دیکھتے تھے۔ ناقص کی روشنی میں کامل کو نہیں۔

امریکی ہیئت داں البرٹ پورٹا کی سائنسی پیشنگوئی اور اس کے نظریات کے رد میں امام احمد رضا نے ''معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین '' نامی ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس کے سارے اندازے اور اٹکل غلط ثابت ہوئے۔

الکلمة الملهمه اور فوز مبین در رد حرکت زمین ان کی دو مشہور کتابیں ہیں۔ فوز مبین میں انہوں نے گردش زمین کے نظریئے کو باطل قرار دیا ہے۔ سائنس اور ریاضی کے ۱۱۵، اصولوں کے ذریعہ نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کو بھی باطل قرار دیا ہے۔

امام احمد رضا کی ریاضی اور سائنس میں مہارت کا لوہا ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی اور پروفیسر حاکم علی لاہوری جیسے ماہرین نے بھی مانا ہے۔

امریکی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے ''ہندوستان میں مسلم مذہبی قیادت اور مصلح علماء ۱۸۶۰ تا ۱۹۰۰ء کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ ان کی کتاب انگریزی میں برکلے سے شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی امام احمد رضا کی خدمت میں آکر ریاضی کے مسئلہ حل کرانے کے موقع کو اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔ وہ مسائل جن کے حل کے لیے وہ جرمن جانے والے تھے۔

پروفیسر مسعود احمد صاحب، پروفیسر ابرار حسین صاحب، ایم حسن بہاری وغیرہ نے امام احمد رضا کی سائنس اور ریاضی میں حیرت انگیز مہارت پر مقالے لکھے ہیں۔ جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ مخالفین نے جس طاقت سے ان کی شخصیت کو دبانا چاہا الحمد للہ وہ اتنی ہی تیزی سے نکھری کر تاریخ کے آئینے میں ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ اب وہ ایک عالمی حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔ ایک

اندازے کے مطابق کتابوں اور رسالوں کے علاوہ ۵۰۰ سے زائد مقالے ان کی زندگی کی مختلف گوشوں پر لکھے جا چکے ہیں۔ جو مطبوعہ ہیں۔ اور ان تمام مقالوں کو سندھ یونیورسٹی کی ایک فاضلہ نے مرتب کر دیا ہے۔ غرض ان کی حیات پاک کا ایک ایک گوشہ ہماری زندگی کے لئے مشعل راہ ہے۔ تاریخ اس علم و فضل کے نا قابل تسخیر چٹان کی طرف ہمیشہ حیرت و اشتیاق سے دیکھتی رہے گی۔

امام احمد رضا جہاں ایک عظیم المرتبت فقیہ تھے۔ وہیں ایک ماہر فلکیات بھی تھے۔ تفسیر، اصول، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام سلوک و تصوف، تاریخ و سیر ان کا خاص موضوع تھا۔ لیکن خداداد ذہانت کی بنیاد پر وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ مناقب، جفر، ہیئت، توقیت، ریاضی، علم مثلث، جبر و مقابلہ، لوگارثم، زائچہ، ارثماطیقی، نجوم، نحو، صرف، لغت، تجوید، زیجات، منطق، فلسفہ، سب پر ایک حیرت انگیزی صلاحیت پیدا کی اور ان تمام فنون پر تصنیفات کا ایک انبار لگا دیا جن کی تعداد ایک ہزار ہے۔ ۸۴۴ تصانیف کی فہرست دائرۃ المعارف لاہور سے ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب شائع کر چکے ہیں۔

امام احمد رضا کے علمی کارنامے، جودت فکر، مضامین کی بلندی اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ایک پوری اکیڈمی کی خدمات پر بھاری ہیں۔ ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا۔ امام احمد رضا نے تنہا انجام دے کر تاریخ عالم سے اپنی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے۔ امام احمد رضا کی علمی لیاقت اور فنی قابلیت دیکھ کر اس اقرار کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان کا علم کسبی تحصیلی نہیں تھا۔ بلکہ وہبی لدنی تھا، ورنہ یہ جامعیت تحصیل سے ممکن نہیں ہے۔

دانشوران قوم کی نظر میں ان کا مقام کیا ہے۔ اس کا ایک سرسری جائزہ لیجئے تا کہ ان کی عبقری شخصیت کی مقبولیت کا اندازہ لگے۔ مبلغ خودی ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ۔ ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ایک موقع پر کہا کہ یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔ سعود یونیورسٹی ریاض کے پروفیسر عبد الفتاح ابو غدہ کہتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ میں عبارت کی روانی اور کتاب و سنت اور اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اقبال اوپن یونیورسٹی کے پروفیسر جناب ابرار حسین صاحب کہتے ہیں کہ ریاضی کے ان میں اعلیٰ حضرت کا مقام بہت بلند ہے۔ پروفیسر علاء الدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب

یونیورسٹی نے اپنی عقیدت کا ثبوت یوں دیا کہ فاضل بریلوی کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ ڈاکٹر خلیل الرحمن صدر شعبہ اردو علی گڑھ نے حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے اردو کی نعتیہ شاعری کا کوئی جائزہ حضرت کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ شعبہ اردو علی گڑھ کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ پروفیسر مختار الدین احمد یوں گویا ہیں کہ۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے۔ کامل یونیورسٹی کے مایہ ناز پروفیسر عبدالشکور صاحب شاد یوں رقمطراز ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تحقیقی کاوشیں اس قابل ہیں کہ تاریخ ثقافت اسلامی ہندوستان و پاکستان میں بالتفصیل ثبت ہوں۔ جناب پروفیسر محمد مسعود صاحب نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ ایسی جامع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت شاذ و نادر ہی پیدا ہوئی ہے۔

جناب ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ (شخصیات، ص ۲۸۰)

جناب ابوالحسن علی ندوی سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا ایک اعتراف سنئے۔ "(امام احمد رضا) نہایت کثیر المطالعہ وسیع المعلومات اور متبحر عالم تھے۔ رواں دواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانے میں ان کی نظیر نہیں ملتی"۔

مولانا حبیب اللہ دمشقی جنہوں نے دنیائے اسلام کی سیاحت کی تھی ان کی عمر کا اکثر حصہ سیاحت میں گزرا تھا۔ دوران سیاحت بریلی کے بھی کئی دورے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ اس شان کا جامع عالم میری نظر سے کہیں نہیں گزرا۔

علم و فضل کا یہ آفتاب شریعت و طریقت کے نقیب محافظ دین مصطفیٰ وارث علوم نبی سرشار حب نبی ہم سب کے امام امام اہل سنت ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک ۲ بجے کے بعد پانی طلب فرمایا اور پانی پی کر کلمہ طیبہ پڑھنے لگے کچھ دیر کے بعد اسم جلالت اللہ اللہ کا ورد فرمایا۔ یہاں تک کہ دو بج کر ۳۸ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کی روح اپنے رفیق اعلیٰ کی بارگاہ میں چلی گئی شریعت و طریقت کا آفتاب بریلی شریف میں غروب ہو گیا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"

فاضل بریلوی کی مقبولیت اور ہمہ گیریت

تحریر: میاں عطا محمد نعیمی، نور پور تھل

ارشاد ربانی ہے فاذکرونی اذکرکم کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اسی طرح حدیث قدسی ہے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے کہ جو شخص مجھے (اللہ کو) چھپ کر یاد کرے گا میں اسے اعلانیہ یاد کرتا ہوں جو میری طرف ایک بالشت آئے گا میں دس قدم چلوں گا بلکہ ایک دوسری حدیث پاک کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ ایسے نیک آدمیوں کے ہاتھ پاؤں بن کر اس کے جملہ امور خود انجام دیتے ہیں اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ماضی قریب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے فرمان کا مصداق اعلیٰحضرت فاضل بریلوی ضرور نظر آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام نامی اسم گرامی اور آپ کے شہر مقدس کو اہل حق کا علامتی نشان بنا دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایسا غیر معمولی کام لیا ہے جو رہتی دنیا تک بطور مثال رہے گا اور اہل حق تا قیامت ان کے عظیم کارناموں کو مشعل راہ بناتے رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ہمارے ممدوح فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اقدس ﷺ کی رضا کے لیے وقف کیا اور ان کی دوستی دشمنی کا معیار الحب للہ و البغض فی اللہ کے تابع رہا فاضل بریلوی اپنی حیات مستعار کو اپنی اس فارسی رباعی میں پیش کر کے ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے واقعی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زندگی وقف کی۔

نہ مرا نوش ز تحسین   نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوش بمدحی نہ مرا ہوش ذمی

صنم و کنج خمولی کہ نگنجد دروی   خبر من و چند کتابی و دوات و قلمی

یوں تو فاضل بریلوی کی سیرت پاک کا ہر پہلو تابناک ہے مگر زیر نظر مقالے میں آپ کی دو اہم خصوصیات کا ذکر کیا جائے گا اولین عشق رسول مقبول اور دوئم آپ کی مقبولیت اور ہمہ گیریت

ارشاد ربانی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے محبوب کی اطاعت کرو پھر خود اللہ تعالیٰ نہ صرف تم سے محبت کرے گا بلکہ تمھارے جملہ گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔

بقول اقبال:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ۔۔۔ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تو فاضل بریلوی نے آقا و مولیٰ کی غلامی اور محبت کا پٹہ گلے میں ڈالا اور ثابت کیا کہ

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال اولاد سے پیارا

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس آدمی کو دل و جان سے عزیز جانا اسے سر آنکھوں پہ بٹھایا جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی سرکار اقدس سے تھا اور اس آدمی سے ہر طرح نفرت کی جس کے اندر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں کمی دیکھی یا ادنیٰ سی گستاخی پائی اسے اپنے سے دور پھینکا، غیر جانا۔ خواہ وہ ظاہری جاہ و جلال رکھتا ہو یا بڑے کروفر جبہ اور قبا کا مالک ہی کیوں نہ ہو۔

بعض لوگ آپ پر سخت گیری اور تعصب کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ آپ نے اپنے ذاتی دشمنوں سے کبھی بھی تعرض نہ کیا مگر دین دشمنوں اور سرکار اقدس کے احترام میں کلام کرنے والوں کو ہرگز معاف نہ کیا چودھویں صدی ہجری میں جب کہ برصغیر پاک و ہند میں مولوی اسماعیل دہلوی نے گستاخی رسالت مآب کا دروازہ کھولا پھر رہی سہی کسر اکابرین دیوبند کی امیان سوز اور دل خراش تحریروں نے پوری کی۔

کیونکہ وہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس کی بارگاہ میں سانس بھی آہستہ کا حکم ہے کے متعلق یہ فرسودہ خیالات یہ باطل نظریات کہ آنخضرت کا نماز میں خیال بیل اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے کبھی یہ واہیات کہ نبی کا درجہ گاؤں کے چودھری اور نمبر دار سے زیادہ نہیں کبھی اس لرزہ خیز عقیدہ کا اظہار کہ بعض اوقات عمل میں امتی بھی نبی کے مساوی ہو سکتے ہیں کبھی نواسہ مصطفیٰ ﷺ راکب دوش مصطفیٰ شہید کربلا کے متعلق کہنا کہ واقعات کربلا صحیح روایات سے بھی بیان نہ کرنے چاہیں۔

اس وقت عالم اسلام پر کسمپرسی کا عالم تھا برصغیر کے مسلمان روحانی کرب و درد میں مبتلا

ہوئے کہ منبر محراب کے وارثوں سے ایسے غلیظ خیالات کا اظہار اور پھر اسے خالص توحید کا نام دینا اس وقت عاشق صادق اور نائب غوث الوریٰ فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جلال میں آئے اور فرمایا کہ جس ہستی کے صدقہ میں ہمیں ایمان نصیب ہوا ہے اور جس ذات کا کلمہ پڑھ کر ہم مسلمان ہوئے ہیں اس ہستی کے متعلق یہ ناپاک خیالات

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے ۔۔۔ پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

آپ نے فرمایا ظالمو جب خدا خود اس ہستی پر درود پاک بھیجتا ہے ملائکہ درود پڑھتے ہیں اور تم امتی ہو کر یہ واہیات کہتے ہو پھر تو آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ مخالفین کا اس مجددانہ انداز میں رد کیا کہ اپنے شاداں و فرحاں ہوئے تو معاندین حاسدین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

تو آب یہ بات بلا تردید کہی جا سکتی ہے کہ اگر اس وقت فاضل بریلوی ان ناعاقبت اندیشوں کا تعاقب نہ فرماتے اور ان کے غلط نظریات کی بیخ کنی نہ کرتے تو یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور عشق ادب شرم حیا نامی جنس ناپید ہو جاتی۔

جس نے ہر دل میں لگائی عشق احمد کی لگن ۔۔۔ وہ امام عاشقاں احمد رضا خان قادری

اعلیٰحضرت نے کھرے کھوٹے اپنے پرائے بے ادب باادب کا فرق بتلایا اور گستاخ و باادب کی پہچان کرائی اور ہمیں صاف بتایا کہ۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑا ہو ۔۔۔ قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

آج فاضل بریلوی علیہ الرحمہ عظمتوں اور رفعتوں کے بلند مقام پر فائز ہیں کیونکہ آپ کی نسبت پیاری نسبت ہے آپ کی نسبت اہل عشق و محبت کا علامتی نشان ہے یہ کھرے کھوٹے کے لیے کسوٹی کا کام دے رہا ہے حالانکہ فاضل بریلوی نے کوئی نیا فرقہ یا مذہب ایجاد نہیں کیا بلکہ اسی دین کی آبیاری کی جس کے لیے امام عالی مقام نے گھربار قربان کیا تھا آج وہ آدمی بھی اپنے آپ کو فخریہ بریلوی کہلوائے گا جس نے بریلی شریف کا نام بھی نہ سنا ہو۔ یہ تمام چیزیں فاضل بریلوی کو سرکار ابرار کے عشق کی بدولت نصیب ہوئی ہیں آج دانش ور انہیں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں مختلف ممالک میں یونیورسٹیوں میں ان پر مقالے لکھے جا رہے ہیں کئی ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں علماء

انہیں اپنا پیشوا جانتے ہیں مشائخ ان سے رہنمائی لیتے نظر آتے ہیں سائنس دان آپ کی تحقیقات سے استفادہ کر رہے ہیں سیاست دان ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے نظر آتے ہیں اور شعرا ان کے کلام سے خوب حظ اٹھاتے ہیں۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضؔا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

آج دنیا میں آپ کا صد سالہ جشن عقیدت واحترام سے منایا جا رہا ہے لوگ آپ کے علمی و ادبی کارناموں کا احاطہ نہیں پا رہے رئیس تحریر علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب فرماتے ہیں۔ گزشتہ صدی عیسوی کے آخری تین عشروں میں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا پر جو کام ہوا ہے یا اس وقت ہو رہا ہے ایم فل پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جا رہے ہیں غالباً اتنا کام کسی دوسری شخصیت پر نہیں ہوا ہے۔ (امام احمد رضا محدث بریلی پر دنیا بھر میں نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں۔

فاضل بریلوی نے کملی والے کے مقام اور نام کا تحفظ کیا آج دنیا کے گوشے گوشے میں ان پر کام ہو رہا ہے جگہ جگہ یوم رضا منایا جا رہا ہے مفکرین انہیں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں مولفین مورخین درجنوں کتابیں تحریر کر رہے ہیں گویا آپ پر کام کرنا اہل حق کا کام ہے یہ زندہ لوگوں کا دستور ہے اور آپ سے نفرت آپ کے کام سے روگردانی گویا صراط مستقیم سے روگردانی ہے آج جس ادبی علمی محفل کے اختتام پر آپ کا مشہور زمانہ پیارا اور نورانی سلام...... مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام...... نہ پڑھا جائے وہ مجلس کتنی پھیکی لگتی ہے۔

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے اور اس کی اشاعت کے سامان فراہم کرتا رہے گا مگر جس بھرپور انداز سے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے مسلک اولیاء کی ترجمانی کی وہ آپ ہی کا حصہ ہے لہذا ہم جس انداز سے ہی صد سالہ جشن منائیں آپ کی سیرت وصورت کے تذکرے کریں وہ کم ہے۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اور عربی شاعری پر جامعہ ازہر شریف، مصر کے استاذ

پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس کے تاثرات

ترجمہ وتلخیص: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور درود وسلام ہو ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد ﷺ پر جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے اور آپ کی تمام آل واصحاب پر۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور بارگاہ خیر الانام میں صلاۃ وسلام کے بعد عرض ہے کہ یہ ایک مبارک علمی نشست ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے منعقد ہوئی ہے اور آج ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اس مقالے کا تنقیدی جائزہ لیں جو کلیۃ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ میں پیش کیا گیا ہے اس مقالہ نگار نے قابل ستائش محنت اور کوشش کی ہے۔ اس نے ایک عظیم شخصیت کا مطالعہ کیا ہے۔ شاید بہت سے سامعین (یاد رہے کہ اس مناقشے میں تیس سے زیادہ ممالک کے طلباء اور اساتذہ حاضر تھے) نے اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا ہوگا۔ مقالہ نگار نے عربی زبان وادب کے نکتۂ نظر سے اس شخصیت کا مطالعہ کیا ہے، مولانا احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ عربی نہیں تھے لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر ان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ہندوستانی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر گمان کریں گے۔ آج ہم یہاں اس لیے جمع ہوئے کہ اس مقالے کا جائزہ لیں جس کا موضوع ہے "مولانا احمد رضا بریلوی بحیثیت عربی شاعر" ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے ان کی شاعری کے متعدد موضوعات اور مقاصد ہیں۔ ان کے دل ودماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے اور جب ہم حاصل قصیدہ شعر کا سراغ لگاتے ہیں تو ہمیں ایک قصیدے میں ایک سے زیادہ ایسے اشعار ملتے ہیں اور بعض اوقات ایسا شعر ایک مختصر سے قطعے میں بھی جلوہ فگن ہوتا ہے۔

ہم مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں ہم ان کا حق ادا نہیں کرتے۔ جس طرح مقالہ نگار (ممتاز احمد سدیدی) نے ادا کیا ہے۔ میرے خیال میں مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم عربی شاعر تھے جو برصغیر میں پیدا ہوئے انہوں نے تقریباً پچپن علوم وفنون میں مہارت حاصل کی

وہ 1857ء میں پیدا ہوئے اور 1920ء میں اس جہان فانی سے دار آخرت کی طرف منتقل ہوئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ عربی زبان وادب کے مطالعہ میں ذوق وشوق سے صرف کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ادبی صلاحیتوں سے نوازا تو انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو کبھی شاعری میں اور کبھی تصنیف وتالیف میں صرف کیا۔ انہوں نے ایک سے زیادہ زبانوں میں تالیفات یادگار چھوڑیں، علاوہ ازیں عربی، فارسی اور اردو میں شاعری کی۔ لیکن ان کی عربی شاعری زیادہ جاندار تھی۔ جیسا کہ ان لوگوں کا بھی خیال ہے جنہوں نے ان کی شاعری کا تینوں زبانوں میں مطالعہ کیا ہے چونکہ مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان پر قابل ذکر توجہ دی۔ اس لیے ہم پر بھی لازم تھا کہ ہم ان کی شخصیت پر اسی طرح توجہ دیں جیسے انہوں نے ہماری عربی زبان کو دی۔ ان کے عربی دیوان کو پروفیسر حازم صاحب نے جمع کیا اور ترتیب دیا اور اس مقصد کے لیے قابل تعریف کوشش کی۔ ان کا عربی کلام کتابوں اور مجلات میں بکھرا ہوا تھا۔ لیکن پروفیسر حازم صاحب نے اس دیوان کے ذریعے عرب دنیا کو ایک نئی چیز سے متعارف کروایا ہے اور کیا خوب ہو کہ ہم ان لوگوں سے متعارف ہوں جن کے بارے میں ہم بہت کم جانتے ہیں۔

ہمارے شاعر مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت سے ایک سال قبل انگریز ہندوستان میں قدم جما چکے تھے۔ اس طرح ہمارے شاعر نے ایسے زمانے میں زندگی گزاری جو سیاسی حوادث سے بھرپور تھا۔ انگریزوں نے برصغیر میں قدم جما لیے اور مسلمانوں سے حکومت چھین لی اور اللہ تعالیٰ نے ہندوستانی مسلمانوں کو خوب نوازا لیکن انگریز آئے اور انہوں نے مسلمانوں سے فراخدلی چھین لی اور برصغیر میں ایسی شورش برپا ہوئی جس کا خاتمہ دین کی بنیاد ملک کی تقسیم کے ساتھ ہوا۔ اور اس تقسیم میں دین کا بنیادی کردار تھا اور مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ کی تائید کی تھی اور اس بنیاد پر ہندوستان، اسلامی پاکستان اور مختلف ادیان والے ہندوستان میں تقسیم ہو گیا۔ مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف، سیاست، فقہ اور عقیدہ میں بھی بھرپور خدمات سرانجام دیں جیسے کہ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا قلم پچپن علوم وفنون میں جلوہ افروز ہوا۔ یہ حضرت مولانا کے بارے میں مختصر گفتگو تھی لیکن ہم ان کے بارے میں بہت کچھ سننا چاہتے ہیں۔ ابھی ہم ممتاز احمد سدیدی ابن محمد عبدالحکیم شرف قادری سے ان کے مقالے کا خلاصہ سنیں گے اور اس کے حالات نے اسے مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلقہ کتابوں پر مطلع کیا اور مقالہ نگار ان معدودے چند طلبہ میں سے ہیں جس پر فیکلٹی

آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (Faculity of Islamic & Arabic Studies) کے شعبہ عربی کو فخر ہے۔ کیونکہ وہ میری رائے کے مطابق اپنے مقالے میں سنجیدہ اور مثالی طالب علم ہے۔ اسے اپنے نگران سے ملے ہوئے کبھی زیادہ وقت نہیں گزرا۔ بلکہ وہ اپنے نگران کے ساتھ برابر رابطے میں رہا۔ بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس مقالے کو میری اور مقالہ نگار کی نیکیوں کے پلڑے میں شمار فرمائے۔ آمین۔

﴿پروفیسر ڈاکٹر رزق مری ابوالعباس مدظلہ نے یہ گفتگو مورخہ 25/07/1999 کو فرمائی اور اس گفتگو کے ساتھ انہوں نے مناقشے کا آغاز فرمایا﴾ الحمد للہ! فاضل علامہ ممتاز احمد سدیدی کا یہ عربی مقالہ "الشیخ احمد رضا خان الھندی البریلوی .... شاعراً عربیاً" کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ صفحات 720 ہدیہ =/450

ملنے کا پتا: مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ لاہور۔ فون: 7226193

تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا قدس سرہ

ازقلم: پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جنہوں نے عقائد جمہور امت اور طریقہ سلف کی حفاظت و بقا کے لیے تمام مخالفین معاندین اور کفار سے مقابلہ کیا۔ آپ 14 جون 1856ء کو بریلی میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام مولانا نقی علی خان تھا پانچ برس کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور 1869ء میں تمام علوم دینی و عقلی کی تکمیل کر کے منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ 1877ء میں شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے آپ نے بعض علوم میں ذاتی مطالعہ اور غور و فکر سے کمال حاصل کیا خصوصاً ریاضی اور نجوم فلکیات میں۔ 1878ء میں اپنے والد کے ہمراہ پہلی بار حج کیا دوسری بار 1905ء میں حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔

آپ نے ساری عمر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا قرآن مجید کا ترجمہ ''کنزالایمان'' کے نام سے کیا آپ کا فقہی شاہکار ''فتاویٰ رضویہ'' ہے۔ جو بارہ جلدوں میں بارہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے کم و بیش ایک ہزار تصانیف (پمفلٹ سے لے کر ضخیم تک) آپ کی یادگار ہیں جو کم از کم پچاس علوم و فنون پر حاوی ہیں بقول علامہ اقبال

''ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، کمال فقاہت اور علوم دینی میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں''

شاعری میں آپ کا ذوق سلیم حمد و ثناء اور نعت و منقبت کے علاوہ کسی اور صنف سخن کی طرف متوجہ نہ ہوا آپ کے مشہور زمانہ سلام حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی گونج برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے میں سنی جاتی ہے۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

آپ کا وصال 25 صفر 1340 ہجری بمطابق 28 اکتوبر 1921ء کو بریلی میں ہوا۔

اسلامی اقدار کے تحفظ اور جمہور امت کے چودہ سو سال سے جاری و مستند عقائد و اعمال کی پاسبانی اور فقہ حنفی

کی آبیاری کے لیے آپ نے بریلی سے جو تحریک شروع کی وہ ''بریلوی تحریک'' کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی آپ کے مقلدین اور منتسبین کو ''بریلوی سنی'' کہا جاتا ہے۔ ۱

احمدیہ جماعت (جو بعد کو قادیانی، مرزائی اور پھر لاہوری مرزائی یا قادیانی مرزائی کے نام سے مشہور ہوئی) کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی نے 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں صوفی احمد جان کے مکان پر رکھی۔ ۲۔ اس وقت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی عمل و تحریک کی بلندیوں پر تھے اور آپ کا علمی مقام ورعب سارے ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں پہنچایا جاتا تھا۔ آپ نے مرزائیت اور مرزا قادیانی کے عقائد و عزائم کے کفر کو کھولا۔ ان کی شناعت اور باطل ہونا واضح کیا اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کے بارے میں فتاویٰ رضویہ میں فتوے قلم بند کیے۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مجموعہ رسائل کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

''آپ (احمد رضا خاں بریلوی) چودھویں صدی ہجری کے وہ عظیم عالم ہیں اور دنیائے اسلام کے وہ نامور مفتی ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی عقائد اسلامیہ کا پہرہ دیتے ہوئے گزاری ان کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی فتنوں کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے اسلامی حرمت کے پیش نظر کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ان کے بے لاگ فتوؤں اور غیرت ایمانی میں ڈوبی ہوئی تنقیدوں کو بعض طبقے شدت پسندی سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن انصاف پسند حضرات جب معاملے کی گہرائی تک پہنچتے ہیں تو انہیں آپ (حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کے فیصلوں پر صاد کرنا پڑتا ہے وہ مرزائیوں اور مرزائی نوازوں میں فرق نہیں کرتے اور عموماً دونوں کے یکساں احکام بیان کرتے ہیں۔'' ۲

جب انگریزوں کی شہہ پا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا اور پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء عظام کی مقدس شانوں میں گستاخیاں کرنا شروع کیں۔ (بالخصوص شان عیسیٰ ابن مریم میں) تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہ نامہ بنام ''قہر الدیان علی المرتد بقادیان'' جاری کیا۔ ۳

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے اپنے دور کے تمام گمراہ اور مشکوک گروہوں کے بارے میں ایک استفتاء بعنوان: حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کے نام سے لکھ کر مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے علماء کے پاس بغرض فتویٰ بھجوایا۔ اور ان کی کفریہ عبارتیں نقل کر کے سوال کیا تھا کہ ان کا قائل کافر ہے

یا نہیں۔ ان میں سرفہرست مرزائیوں کا ذکر تھا۔ اس فتویٰ کے جواب میں علمائے مکہ و مدینہ نے باتفاق مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔ اس استفساء کو ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' کا نام دیا گیا اور آج یہ کتاب اسی نام سے موجود ہے۔ ۳۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حضرت امام احمد رضا خان صاحب نے مرزائیوں کی تکفیر کے سلسلے میں یہ مستقل رسائل اور فتاویٰ قلم بند فرمائے۔

(۱) جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ (دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی بدلہ سزا)

(۲) المبین ختم النبیین (ختم النبیین آیت کی وضاحت کرنے والا رسالہ)

(۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (قادیانی مرتد پر فیصلہ کن قہر خداوندی)

(۴) السوء والعقاب (جھوٹے مسیح پر وبال اور لعنت)

(۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (قادیانی مرتد پر خدائی شمشیر براں خدائی خنجر) ۴

(۶) فتاویٰ رضویہ کے متعدد فتاویٰ برعنوان (رد مرزائیت و اثبات ختم نبوت محمدی)

(۷) احکام شریعت اور فتاویٰ افریقہ میں قادیانیوں کے خلاف فتوے (رد مرزائیت) ۵

(۸) ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی (چاروں حصے) متعلقہ سوالات و جوابات ۷

(۹) کنز الایمان اردو ترجمہ القرآن مع تفسیری حاشیہ بعنوان خزائن العرفان از علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

(۱۰) کنز الایمان اردو ترجمۃ القرآن مع تفسیری حاشیہ بعنوان نور العرفان از مفتی احمد یار خان نعیمی ۸

درج بالا فہرست کتب پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت اظہر من شمس ہو جاتی ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے مرزا قادیانی کے رد میں چار رسائل اور کتب تحریری فرمائی ہیں (جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوت۔ قہر الدیان علی اعتراف بقادیان۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔ الصارم الربانی علی المرتد القادیانی۔ پہلی کتاب مرزا قادیانی اور اس کی امت کے افراد، قادیانیوں کے دجل و کفر پر فیصلہ کن ہے جبکہ باقی چار کتابیں خالصتاً مرزا قادیانی کے رد میں ہیں۔ دو کتابیں مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے رد کے حوالے سے اور دوسری دو مرزا قادیانی کے ارتداد کے حوالے سے) باقی کتابوں میں اعلیٰ حضرت نے مرزائیت کا رد، قادیانیت کا ابطال اور مرزا قادیانی کا ارتداد ثابت کیا ہے۔ ذیل میں آپ کے قلم براں سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

(الف): ''مرزا قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کہا اور ان سے جھوٹی پیشگوئیاں کہلوائیں جس نے ایسے کو رسول بنایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں بلکہ اس کی نفی نبوت پر دلیل قائم (خاک بدبن ملعوناں) ولدالزنا تھا۔ جس کی تین دادیاں، نانیاں، زنا کا رکسبیاں۔ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اس پر یہ فخر کہ ڈینگ ماری کی ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے۔ (مرزا قادیانی) ایسے کو خدا مانتا ہے جس نے ایک بدچلن، عیاش (اشارہ ہے مرزا قادیانی کی عبارت کی طرف) کو اپنا نبی کیا جس نے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا۔ جس کے پہلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ (مرزا قادیانی) ایسے کو خدا مانتا ہے جو اس کو ایک بار دنیا میں لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے وہ جس نے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات، قابل نفرت حرکات جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بنیات بتایا۔ ۱

(ب) مرزا قادیانی ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے اپنا سب سے پیار بروزی خاتم النبیین (مرزا اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا بروز (معنی ظاہر ظہور کرنے والا) کہا کرتا تھا۔ اس طرف اشارہ ہے بنا کر دوبارہ قادیان میں بھیجا مگر اپنی جھوٹ، فریب، تمسخر اور ٹھٹھول کی چالوں سے اس کے ساتھ بھی نہ چوکا (اس کے بعد اپنے بیٹے (اپنی نبوت کے شان) کے پیدا ہونے پر اور پھر پیدا نہ ہونے پر بات بدلنے پر، پھر عرش الٰہی پر بیٹھ کر اللہ کی تعریفیں گانے پر، مرزے کے منہ سے خطاب الٰہی کی کہہ مکرنیوں کی مثالیں دی ہیں۔ ۲

(ج) مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے اور مرزا قادیانی کافر و مرتد تھا۔ ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

(جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے اور اس کے کفر پر عذاب میں شک کرے پس اس نے کفر کیا) ۳

(د) مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کی تصنیف ''المعتقد المنتقد'' پر مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی نے حاشیہ لکھنے کی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کی تو آپ نے اپنے دور کے مبتدعین نو

پیدا فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ''مرزا قادیانی'' کے بارے میں لکھا۔

''ان میں سے مرزائیہ بھی ہیں ہم انہیں غلام قادیانی کی نسبت سے علامہ غلامیہ کہتے ہیں۔ وہ (مرزا قادیانی) اس زمانے میں پیدا ہونے والا دجال ہے اس نے پہلے تو مسیح کے مماثل ہونے کا دعویٰ کیا بے شک اس نے سچ کہا وہ یقیناً مسیح دجال کذاب کا مثیل ہے۔ پھر اس نے ترقی کی اور وحی کا دعویٰ کر دیا بخدا یہ بھی سچ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

و کذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا

(اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے انسانوں اور جنوں (میں سے) شیطان کہ ان میں سے ایک خفیہ طور پر جھوٹ بات دوسرے پر القا کرتا ہے دھوکہ دینے کے لیے)

جہاں تک وحی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے اور اپنی کتاب براہین غلامیہ (براہین احمدیہ) کو کلام الٰہی قرار دینے کا تعلق ہے تو یہ بھی ابلیس کا القا ہے کہ مجھ سے حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دو۔ پھر اس (مرزا قادیانی) نے نبوت اور رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کہا۔ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ نازل کیا ہے۔ **انا انزلنہ بالقادیان بالحق نزل** (بے شک ہم نے اسے قادیان میں نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا)'' وہ (مرزا قادیانی) کہتا ہے کہ ''میں ہی وہ احمد ہوں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا مبشرا برسول یاتی من م بعدی اسمہ احمد (بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی اپنے بعد، جس کا نام احمد ہوگا) ۲

وہ (مرزا قادیانی) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو اس آیت کا مصداق ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۳ (وہ اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے)

پھر اس (مرزا قادیانی) نے اپنے نفس خبیث کو بہت سے انبیاء مرسلین ﷺ سے افضل قرار دینا

شروع کیا خصوصاً کلمۃ اللہ، روح اللہ اور رسول اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ کو افضل قرار دیا چنانچہ وہ (مرزا قادیانی) کہتا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اور جب اس پر اعتراض کیا گیا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مماثلت کا دعویٰ کرتے ہو تو وہ روشن معجزات کہاں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد نابینا اور برص کے مریض کو شفایاب کرنا اور مٹی کا پرندہ بنانا اور اس میں پھونک مارنا اور اس کا حکم خداوندی سے اڑ جانا اور اس نے جواب دیا کہ

''عیسیٰ (علیہ السلام) یہ سب کچھ مسمریزم اور شعبدہ بازی کے زور سے کیا کرتے تھے اور اگر میں اس کو ناپسند نہ کرتا تو میں بھی ایسے کام کر دکھاتا۔''

اس کے بعد مرزا کے چند مزید کفریات کا ذکر کر کے آخر میں فرماتے ہیں۔

''اس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور دیگر تمام دجالوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔'' ۴

(ہ) مرزا قادیانی کے وجوہ کفر گنواتے ہوئے آپ یوں لکھتے ہیں۔

کفر اول: مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ''ایک غلطی کا ازالہ'' اس کے صفحہ 673 پر مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ ''میں احمد ہوں جو آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے .... ازالہ کے قول ملعون مذکورہ میں صراحۃ دعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: مرزا نے ''توضیح مرام'' میں لکھا ہے ''میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔''

کفر سوم: ''دافع البلاء'' میں مرزا لکھتا ہے ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔

کفر چہارم: مجیب پنجم نے نقل کیا و نیز میگوید کہ ''خدائے تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔''

کفر پنجم: ''دافع البلاء'' ص ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔ (مرزا کا ایک مشہور عام شعر دافع ابلاء، ص ۱۷ کے حوالہ سے ہر مرزائی کی زبان پر ہوتا ہے

بالخصوص حیات مسیح کے مناظروں میں)

کفر ششم: اشتہار ''معیار الاخبار'' میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے۔ ''میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں'' یہ ادعا بھی باجماع قطعی کفر و ارتداد یقینی ہے۔

کفر ہفتم: ''ازالہ اوہام'' ص ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوندی تعالیٰ نے بطور احسان فرمایا ہے مسمریزم لکھ کر یوں کہتا ہے۔ اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

کفر ہشتم: ''ازالہ اوہام'' ۶۲۹ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ ''ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشن گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے یہ صراحۃ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تکذیب ہے۔ ۲

(و) مرزا قادیانی کی دشنام طرازی کا ذکر کرتے ہوئے اور ان سے کفر و ارتداد کا حکم اخذ کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں۔

فصل اول: (۱) ''اعجاز احمدی'' ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ ''یہود عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے۔ اور کوئی دلیل (جب کہ قرآن نے دلیلیں بھی دی ہیں ان مرزا قادیانی انکار کر رہا ہے) ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں''

(۲) ایضاً ص ۲۴ ''کبھی آپ (مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔''

(۳) ایضاً ص ۲۴ ''ان کی اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پر ہیں'' یہ بھی صراحۃ نبوت عیسیٰ سے انکار ہے۔

(۴) ''دافع البلا'' ٹائٹل پیج ص ۳ ''ہم مسیح کو بے شک راستباز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ اعلم مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔'' ۳

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے زمانہ والوں سے زیادہ راستباز اور اچھا ہونے کا ازالہ مرزا قادیانی نے نوٹ میں اس طرح کر دیا کہ

''ہمارا یہ بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بعض راستباز اپنی راستبازی میں عیسیٰ علیہ السلام سے بھی اعلیٰ ہوں۔''

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مرزا قادیانی کے اس نوٹ پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اے سبحان اللہ''

ایماں یقیں شعار باید

حسن ظن تو چکار آید

(۶) پھر ساتھ لگے خدا کی شریعت بھی ناقص وہ تمام ہوگئی دافع البلاء کے ص ۴ پر کہا ''عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔

(۷) دافع البلاء ص ۴ ''مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ علیہ السلام کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یعنی یحییٰ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا نام ''حصور'' رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا۔

(۸) رسالہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ ''آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے (یعنی عیسیٰ علیہ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ .... سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے''۔

(۹) ''اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو (مرزا قادیانی دشنام گو نے) نادان اسرائیلی، شریر، مکار، بدعقل، زنانے خیال والا، فحش گو، بدزبان، کٹیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں دینے والا، بدقسمت، زافریبی، پیرو شیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجال نے دیئے۔''

(۱۰) ''حق بات یہ ہے کہ آپ (مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ الی بنی اسرائیل) سے کوئی معجزہ صادر نہ ہوا۔''

(۱۱) ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ علیہ السلام کا وجود ہوا۔

(۱۲) ''خدا ایسے شخص (یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا۔ جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ و برباد کردیا ہے۔''

(۱۳) ''کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ'' وغیرہ وغیرہ

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو (مرزا قادیانی) نہایت کھلے طور پر تمام معجزات مسیح و تصریحات قرآن عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا دعویٰ۔ مسلمان تو مکذب قرآن کو بھی مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ (لہٰذا مرزا قادیانی) قطعاً کافر، مرتد، زندیق، بے دین ہے نہ کہ نبی و رسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے۔ الا لعنة الله علی الکفرین ۔ [1]

(ز) پھر اس سے مرزا قادیانی کا مرتد (ہونا ثابت ہوتا ہے) رسول اللہ کا مثیل کیوں کر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر اس کے کذب، اس کی وضاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں، اس کی بے باکیاں، کہ عالم آشکار ہیں چھپ سکیں گی؟ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا ابلیس کو جبرئیل کا مثیل مان لے گا؟ اس کے خروار ہزار ہا کفریات سے مشتے نمونہ رسائل السوء والعقاب علی المسیح الکذاب و قہر الدیان علی مرتد بقادیان و نور الفرقان و باب العقائد والکلام وغیرھا میں ملاحظہ ہوں کہ یہ نبیوں کی اعلانیہ تکذیب کرنے والا۔ یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا۔ یہ قرآن مجید کو طرح طرح سے رد کرنے والا۔ (اس کا) مسلمان بھی ہونا محال نہ کہ رسول اللہ کی مثال۔ قادیانیوں کی چالاکی (دیکھو) کہ اپنے مسیلمہ کے مسلم ہونے سے یوں گریز کرتے اور اس کے ان صریح ملعون کفروں کی بحث چھوڑ کر حیات و وفات مسیح کا مسئلہ چھیڑتے ہیں'' [1]

(ح) آج کل قادیانی (مرزا قادیانی) بک رہا ہے کہ ''خاتم النبین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی شخص (نبی) اس شریعت مطہرہ کا مروج اور تابع ہو کر آئے تو کچھ حرج نہیں''۔ اس طرح وہ خبیث اپنی نبوت بچانا چاہتا ہے۔'' [2]

(ط) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے ''ہدایت نوری'' کے نام سے ایک سلسلہ تحریر شروع کیا اور ''قہر الدیان علی مرتد بقادیاں'' اس سلسلہ ''ہدایت نوری'' کی پہلی کڑی ہے اس رسالہ میں آپ نے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی طرف سے انبیاء کرام اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دشنام طرازی پر گرفت کی ہے اس طرح آپ نے مرزا قادیانی کے کردار کا جائزہ بھی لیا ہے اور اس کے دعویٰ مسیحیت و مجددیت کو بھی طشت ازبام کیا ہے چنانچہ فاضل

بریلوی لکھتے ہیں کہ

''مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ مثیل مسیح ہے (اس طرح) وہ مسیح علیہ السلام کی شان کو گھٹا کر اپنے درجہ پر لانا چاہتا ہے اسی وجہ سے وہ ایسی تمام برائیاں'' جو خود اس میں موجود ہیں'' ان کو ناحق حضرت عیسیٰ کی طرف بھی منسوب کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔''

فاضل بریلوی مزید کئی گستاخیوں کا حوالہ دے کر پھر لکھتے ہیں کہ

''یہ خدائے قہار کا حلم ہے کہ رسول اللہ کو حیلہ و بے حیلہ نہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا''۔ ۲

مرزا قادیانی کی یاوہ گوئی، ہفوات اور ہزلات کے حوالے دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں اور یونہی (مرزا قادیانی) شقاوت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا یہاں تک کہ انہی جھوٹی پیشگوئیوں میں سے (جو وہ انبیاء کے ساتھ ناحق منسوب کرتا ہے) واقعہ حدیبیہ کو گنادیا تو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جس نے ایذا دی رسول اللہ ﷺ کو اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر جس نے کسی نبی کو ایذا دی اور اللہ تعالیٰ کی درودیں اور برکتیں اور سلام اس کے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر اور جب کہ اس (مرزا قادیانی) نے چاہا کہ مسلمان زبردستی اس کو ابن مریم بنالیں اور مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل انہوں نے پڑھنا شروع کیے تو (مرزا قادیانی) لڑائی کے لیے اٹھا اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام میں عیب اور خرابیاں بتانی شروع کیں یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ تک ترقی کی جو صدیقہ ہیں اور غیر خدا سے بے علاقہ اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی سے چنی ہوئی اور ستھری اور بے عیب ہیں اور (مرزا قادیانی نے) تصریح کر دی کہ یہودی جو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں پر طعن کرتے ہیں ان کا ہمارے پاس کچھ جواب نہیں نہ ہم اصلاً ان پر رد کر سکتے ہیں اور ان پاک بتول کو اپنی طرف سے اپنے خبیث رسالوں میں جابجا وہ عیب لگائے کہ مسلمان پر جن کا نقل کرنا بھی گراں ہے اور تصریح کر دی کہ عیسیٰ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ متعدد دلیلیں ان کے بطلان نبوت پر قائم ہیں پھر اس خوف سے کہ تمام مسلمان اس سے نفرت کر جائیں گے یوں اپنے کفر پر پردہ ڈالا کہ ہم انہیں صرف اس وجہ سے نبی مانتے ہیں کہ قرآن مجید نے انہیں انبیاء میں شمار کر دیا ہے پھر پلٹ گیا اور بولا کہ ان کی نبوت کا ثبوت ممکن نہیں اور

اس کے اس قول میں جیسا کہ دیکھ رہے ہو قرآن مجید کا بھی جھٹلانا ہے کہ اس نے ایسی بات فرمائی جس کے بطلان پر دلائل قائم ہیں ان کے سوا اس (مرزا قادیانی) کے کفریات ملعونہ اور بہت ہیں۔'' ۱

حضرت العلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نہ صرف مرزا قادیانی اور اس کی ذریت مرزائیہ بلکہ تمام ان افراد کو بھی جو عقیدہ ختم نبوت میں کسی احتمال، کسی شک، کسی تردد کو راہ دیں یا اس عقیدہ انیقہ کے منکر کے انجام بد و جزائے بد کے بارے میں کوئی نرمی و خوش امیدی کا اظہار کریں۔ ان کو بھی آپ کڑی نظر سے دیکھتے ہیں۔ دیکھیے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

''اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد الصمد لاشریک لہ جاننا فرض اول ومناط ایمان ہے یوں ہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جزو ایقان ایلقان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قران ہے اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ اک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سا تو ہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر معلون مخلد فی النیر ان ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفران ہے۔............ یہ جو میں کہہ رہا ہوں میرا فتویٰ نہیں اللہ واحد قہار کا فتویٰ ہے خاتم الانبیاء الاخیار کا فتویٰ ہے علی المرتضیٰ و بتول زہرا، حسن مجتبیٰ و شہید کربلا تمام آئمہ اطہار کا فتویٰ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدھم و مولاھم و علیھم وسلم'' ۲

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے ان حوالوں سے حقیقت مصدق ہو چکی ہے کہ آپ ہمیشہ مرزا قادیانی کو کافر مرتد سمجھتے رہے اور اس کے نام کو ہمیشہ مرزا قادیانی اور اس کی امت کو ''غلامیہ'' کہتے رہے۔ اور عقیدہ ختم نبوت کا روشن پھریرا ہمیشہ سربلند کرتے رہے۔

پھر سرور عالم کے تقدس کو بڑھایا
اور ظالموں سے ختم نبوت کو بچایا

امام احمد رضا قدس سرہ اور اساتذہ فن

تحریر: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی، جامعۃ الزہراء اہل سنت مصریال روڈ راولپنڈی

اردو کے عظیم شعراء نے میدان شاعری میں اپنا اپنا اسلوب اپنایا ہے۔ عموماً ان شعراء کو باکمال سمجھا جاتا ہے جو ان اساتذہ فن کے اسالیب اور طرز بین کو ان کے ساتھ ان کی بحور وقوانی میں چل سکے ہیں۔ ہم جب امام رضا کے کلام سے ایسے اشعار کا انتخاب کرتے ہیں تو اسے انتخاب لاجواب پاتے ہیں۔ بندش کلام، استعمال محاورات، عظمت خیال، شکوہ الفاظ اور رفعت معانی ہیں اگر امام رضا اساتذہ فن سے آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں ہیں۔ ہمیں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ یہ اساتذہ فن صرف شاعری کے لیے ہی وقف ہوگئے تھے۔ اس کے بغیر ان کا کوئی اور کام نہیں تھا۔ دوسرے لفظوں میں ان کی زندگی ہی شاعری تھی مگر جناب بریلوی کے لیے یہ ایک عارضی شے تھی۔ علم ومحبت کی دنیا سے کبھی نکلے تو زمین کو نم دیتے اور یادِ محبوب سے غم لیتے آگے بڑھ گئے کہ:

چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

اس واضح فرق کے بعد امام بریلوی کے کلام کا موازنہ فرمالیں لطف آجائے گا۔

استاد داغ اور امام رضا:

کون نہیں جانتا کہ حضرت داغ اردو کے عظیم استاد ہیں۔ علامہ اقبال جیسے باکمال شاعر کے استاد ہیں اور ان کی وفات پر اقبال نے جو مرثیہ لکھا ہے اس میں ان کی علمی وادبی عظمت کا یوں اعتراف کیا ہے۔

اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دن پر تیر کون

جناب داغ کی مشہور غزل ہے جس کی زمین میں کئی شاعروں نے شعر کہے ہیں۔ حضرت رضا بھی اس راستے سے نعت کہتے گزرے ہیں اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ غزل میں شاعر کے سامنے میدان وسیع ہوتا ہے جو چاہے اور جس طرح چاہے کہتا چلا جاتا ہے۔ مگر نعت کے تو کچھ آداب ہیں کچھ حدیں ہیں اور کچھ انداز ہیں۔ جن سے آگے بڑھنا عام شاعر کے لیے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ امام رضا ہوں۔ ان سب باتوں کو ذہن میں رکھیں اور پھر دونوں حضرات کو پڑھیں۔

داغ:

جملہ رفیق و ہم طریق رہزن راہ عشق ہیں
سایہ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں

امام رضا:

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

''جان سفر نصیب'' کتنی اچھوتی ترکیب ہے اس کی لطافتیں اصحاب ذوق ہی جانتے ہیں۔ تصور تو فرمائیں کہ ایک جان محبت کی گہرائیوں میں کھوگئی ہے۔ محبوب کے حسن کی دنیا کی انتہا نہیں ہے اور جو عشق اس حسن کا مسافر ہے بھلا اس کے سفر کی انتہا کیا ہوگی؟ اور یہ سدا کی مسافر جان دنیائے حسن سے کب نکل سکے گی اور وہ پھر مزے سے کیسے سو سکے گی۔ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

داغ:

عشق و جنوں سے مجھ کو لاگ ہوش و خرد سے اتفاق
پر یہ کہوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں

امام رضا:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

جناب داغ خرد و ہوش سے اتفاق کرنے کے باوجود حیران ہیں کہ وہ پھر محبت میں کیوں گرفتار ہوئے اور اس بلاخیز مصیبت کے جال میں کیوں پھنسے۔ ایک اضطراری کیفیت ہے جس کا اظہار بڑے اچھے پیرائے میں داغ نے کیا ہے مگر امام رضا علیہ الرحمۃ محبت و عشق کو اضطرار نہیں سمجھتے کیونکہ ان کا عشق داغ کی طرح مجاز کی بھول بھلیوں میں بھولا اور کھایا ہوا نہیں ہے۔ ان کا عشق اس سرکار عرش وقار سے ہے جو باعث تخلیق کل ہیں وہ اس عشق کو اپنی جان یقین کرتے ہیں۔ اس میں اضافہ کے طلبگار ہیں۔ درد اگر لطف بن جائے تو اس کو دور کرنا مذہب عشق میں حرام ہے۔

داغ:

ہاں نہیں غیرت رقیب خبر میں بے حیا سہی
جو نہ دوبارہ آسکے بزم سے تیری جائے کیوں

امام رضا:

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

داغ ترکیب کو برداشت تو فرما رہے ہیں مگر اسے بطور بے حیائی کے تسلیم کرتے ہیں۔ امام رضا جس سرکار کے عاشق ہیں وہاں رقیب کوئی نہیں ہوتا تو حسن کی خیرات وہاں بٹتی ہے۔ رضا کے ساتھی رقیب نہیں دوست اور حبیب ہیں۔ سب نے غنی سرکار کو دیکھا تو فقیرانہ ڈیرے ڈال دیئے۔ فقیروں نے خیرات کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے کہ وہاں تقسیم میں کمی ہوگی نہ یہ ڈیرے اٹھائیں گے اب قیامت تک فقیر ہیں اور در غنی ہے۔ داغ کی طرح بزم سے اٹھنے کا امکان ہی نہیں رہا۔ واہ رضا واہ کیا خیال ہے جو حقیقت کا ترجمان ہے۔

داغ:

لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں
بن کے فرشتہ آدمی بزم جہاں میں آئے کیوں

امام رضا:

سنگ در حضور سے ہم کو خدا صبر نہ دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

استاد داغ انسانی فطرت کا پیارے انداز میں بیان فرما رہے ہیں کہ لاگ اور لگاؤ ہی زندگی کے دو پہیے ہیں۔ اگر یہ چلی نہ ہوں تو انسان فرشتہ بن جاتا ہے اسے پھر عالم ملکوت میں رہنا چاہیے۔ اس عالم ناسوت میں اس کا گزارا نہ ہوگا۔ مگر امام رضا صرف نسبت و تعلق اور الفت و لاگ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور سنگ در حضور کے ہٹنے کو موت سمجھتے ہیں۔ یہاں ہی وہ سر دینا چاہتے ہیں وہ قرار نہیں مانگتے تڑپ مانگتے ہیں کیونکہ قرار جذبہ محبت کو چنگاری کے بجھ جانے کا دوسرا نام ہے۔

امیر مینائی اور امام رضا:

امیر مینائی علم و فضل میں جناب داغ سے بھی آگے تھے انکی غزلوں کی برصغیر میں دھوم رہی اور

داغ کے دور میں انہوں نے خود کو پورے برصغیر سے منوائے رکھا ان کا یہ مطلع کتنا حسین ہے۔

جب سے باندھا ہے تصور اس رخ پر نور کا
سارے گھر میں نور پھیلا ہے چراغ طور کا

رخ پرنور کے تصور سے گھر میں چراغ طور کا جگمگانا کتنا پاکیزہ خیال ہے۔ مرحوم امیر غزل کے ساتھ ساتھ۔ نعت کے میدان میں بھی اپنا لوہا منوا چکے تھے اور سکہ جما چکے تھے۔ ان کا طوطی بول رہا تھا اور ان کے اشعار زبان زد عام وخاص تھے۔ اب اعلیٰ حضرت کے قصیدہ پرنور کا ایک شعر بھی ملاحظہ فرماتے جائیں تا کہ امیر کی نازک خیال کے ساتھ ساتھ امام رضا کی حسین خیالی کا نقشہ بھی دل ودماغ کو معطر کرتا جائے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
گلے میں آج تک کورا ہے کرتا نور کا

بتلائے نور اتنا مصفی ہو کہ حیات طیبہ طویل عرصہ پر پھیل جائے اور کرتا گلا مبارک میں یوں رہے گویا ابھی پہنا ہے یہ امام رضا کے صرف حسین خیال کا نام نہیں بلکہ اس کی حقیقت احادیث میں یوں بھی آتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جس دسترخوان کے ساتھ کھانے کے بعد ہاتھ مبارک مس فرمائے تھے۔ اگر وہ میلا ہوجاتا تو اسے جلتی آگ میں ڈال دیا جاتا۔ میل جل جاتا اور دسترخوان صاف بھی ہوتا اور اسے آگ بھی نہ لگتی۔

امیر مینائی:

اے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو
دل میں ہزار درد اٹھے آنکھ تر نہ ہو

محبوب عاشق کی واردات قلبی سے باخبر نہ ہو کہ وہ رسوا نہ ہو دل کا درد خود دل تک محدود رہے۔ آنکھوں میں آنسو بن سکے۔ یہ آنسو محبوب کی محبت کا اظہار نہ کردیں۔ لیجئے امام احمد رضا فرماتے ہیں اا یوں فرماتے ہیں۔

امام رضا:

کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

مینائی کے پاس اپنا دل ہے اسے ضبط سے کام لینا ہے مگر امام رضا خود۔ بیخودی میں ہیں ان کا دل وجگر تو محبوب علیہ السلام پر نثار ہو چکا ہے وہ درخواست بھی اپنے آقا سے ہی فرماتے ہیں کہ آپ یہ کانٹا یوں نکال باہر کریں کہ جگر کو خبر تک نہ ہو سکے۔ انہوں نے اپنے آقا کو دل وجگر میں متصرف مانا ہے۔ اپنے باطن کا نگہبان مانا ہے اور یہ فنافی الرسول ہونے کے بغیر ناممکن ہے۔

امیر:

یہ تر و تازہ چمن ہے کہ تمہارا عارض
یہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ تمہارے گیسو

امام رضا:

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہوجائے
چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

دونوں شاعروں نے گیسوؤں کو گھٹا قرار دیا ہے مگر امام بریلوی جس گیسو کا ذکر کررہے ہیں وہ رحمت کی گھٹا ہے جو سوکھے دھانوں کو اپنے پانی سے ہرا کرتی ہے۔

امیر:

بال کنگھی سے جو سلجھائے تو دل الجھایا
تیرہ بختوں کو بگاڑا جو سنوارے گیسو

امام رضا:

شانہ ہے پنجہ قدرت تیرے بالوں کے لیے
کیسے ہاتھوں نے شہا! تیرے سنوارے گیسو

پنجہ قدرت جن بالوں کے لیے کنگھی ہو وہی بال تو اس قابل ہیں کہ اللہ کریم فرمائیں۔

واللیل اذا سجی (اور رات کی جب پردہ ڈالے)

امیر:

دن کو رخسار دکھاتا ہے فروغ خورشید
شب کو چمکاتے ہیں افشاں کے ستارے گیسو

امام رضا:

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

رخسار کو صبح کہنا اور ان پر گرنے والے قطرات کو ستارے کہنا بہت اچھی تشبیہ ہے۔ یہ زمین بڑی سنگلاخ ہے ہم نے دونوں ائمہ فن کا کلام تفصیل تنقید کے بغیر پیش کر دیا ہے تا کہ قارئین خود اپنی رائے قائم کر سکیں۔

امام فن غالب اور امام ملت رضا:

غالب اردو ادب کے عظیم محسن ہیں۔ قدرت بیان میں وہ اردو کا شاہکار ہیں۔ بلند خیالی اور معنی آفرینی میں انہیں امام جانا جاتا ہے۔ نازک سے نازک مضمون یوں باندھتے ہیں کہ قاری وجد میں آجاتا ہے۔ طبعاً مشکل پسند ہیں لہٰذا مشکل زمینوں میں اشہب قلم دوڑاتے ہیں اور مشکل تراکیب میں بہت دور کے مضامین کو شکار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کو سمجھنے میں اکثر لوگ دقت محسوس کرتے ہیں۔ جب تک اردو زندہ ہے غالب کا سکہ رواں دواں رہے گا اور اس کی شاعرانہ عظمت اور فلسفیانہ نازک خیالی کے سامنے ادبا، وشعراء سرنگوں رہیں گے۔ امام رضا جو شاعری برائے شاعری کے خلاف ہیں۔ انتہائی مشکل بحروں میں حضرت غالب کے ساتھ ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلے ہیں۔ ان کی غزلوں کے انداز پر نعتیں کہی ہیں اور خوب کہی ہیں۔ آیئے دونوں کو پڑھ لیں۔

غالب:

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

معانی میں اتنی وسعت کہ معشوق اور عاشق کی اصلیت وکیفیت کو صرف ایک شعر میں ڈھال دیا ہے۔ پہلا مصرعہ محبوب کے لیے ہے اور دوسرا محب کے لیے۔ کتنا دلکش انداز ہے کہ جسے دین و دل عزیز ہو وہ عاشق نہیں۔ لہٰذا اسے محبوب کی گلی میں جانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ عوامی شعر اتنا لطیف ہے کہ بے شمار غزلیں اس پر قربان کی جاسکتی ہیں پھر ردیف تو اتنی دلچسپ ہے کہ اس سے بہتر یہاں چسپاں ہی نہیں ہوسکتی۔ آیئے اب امام رضا کا بھی ایک شعر اسی بحر میں سن لیں۔

امام رضا:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

غالب نے حرف میں استعمال کیا تھا امام رضا نے اسے "سے" حرف سے تبدیل کر دیا ہے۔ محبوب کی گلی سے دل کیوں نکلے اگر نکلتا ہے تو وہ پھر عاشق نہیں دل کو عقل ملے تو وہ نہ جائے یہ دل کا عقل کیا ہے؟ یہی تو علمی نکتہ ہے دل کا عقل ہی تو دوسرے لفظوں میں عشق ہے اگر دل عشق سے لبریز ہے تو جائے گا کہاں۔ وہ کیوں گلی گلی کی ٹھوکریں کھائے گا اور سب کی ٹھوکروں کی زد میں کیوں آئے گا وہ صرف ایک کا ہو کر رہے گا وہیں ڈیرے ڈال دے گا اسی لیے فرماتے ہیں۔

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سائے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

غالب غزل لکھ رہے تھے انکی بلند پروازی اور نازک خیالی کا کیا کہنا۔ اعلیٰ حضرت نعت لکھ رہے تھے ان کے بھی انداز بیان اور لطیف خیالی کا کیا کہنا۔ غالب بھی عظیم ہیں اور رضا بھی عظیم۔ میدان اپنا اپنا ہے۔ غالب نے اپنی مہارت کے جھنڈے گاڑتے ہوئے ایک انتہائی مشکل بحر میں یوں دعوت سخن دی ہے۔

غنچہ نا شگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسہ کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

غنچہ نا شگفتہ کو بوسہ سے تشبیہ دینا ضرور ندرت خیالی کا کرشمہ ہے اور غالب نے جس والہانہ انداز سے اس کا اظہار کیا ہے وہ ادب پسندوں سے مخفی نہیں۔ عظیم شاعر کا انداز بیان اور طرز فکر بھی عظیم ہے مگر اس زمین میں جب نعت کہنے کے لیے امام رضا آگے بڑھتے ہیں تو مذہبی لٹریچر میں وہ بھی لاجواب بن جاتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

اس نعت میں آٹھ شعر ہیں آپ تبرکاً کچھ اور بھی سن لیں۔

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روح قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں
دل کو دے نور و داغ عشق پھر میں فدا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شق ماہ، آنکھوں سے اب دکھا کے یوں
باغ میں شکر وصل تھا، ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں
جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوہ زمزمہ رضا کہ یوں

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ داغ، امیر اور غالب جیسے شاعری کے آئمہ کے ساتھ ساتھ کس پیارے انداز سے امام رضا چلے ہیں۔ وہ کسی استاد کے شاگرد نہیں یہ فطری انداز ہے جو انہیں نعت گوئی کے لیے قسام ازل نے عطا فرمایا ہے۔ اگر وہ زندگی شاعری کے لیے وقف کر دیتے تو یقیناً برصغیر کے سب سے اونچے شعراء میں شامل ہوتے مگر وہ تو کسی اور کام کے لیے پیدا ہوئے تھے یہاں چند لمحے آ کر رکے اور میدان شاعری میں سدا بہار پھول کھلا گئے۔ ان کے کلام کو دیکھ کر ان کا اپنا ایک نعتیہ مصرعہ سامنے آ جاتا ہے کہ

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اگر امام احمد رضا نے خود اپنے لیے فرمایا تھا تو اس میں نہ تعلّی تھی اور نہ ہی نخوت وغرور بلکہ نعمت ربانی کا بیاں اور عطائے رحمانی کا اظہار تھا کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

نثر ہو یا نظم، علم ہو یا حکمت، بیان ہو یا بدیع، نجوم ہو یا جفر، فلسفہ ہو یا منطق، قصیدہ ہو یا نعت، جدھر جدھر بھی یہ عبدالمصطفیٰ بڑھے ہیں۔ سکے بٹھاتے گئے ہیں۔ دھاک جماتے گئے ہیں۔ اپنوں اور غیروں سے اپنی علمی وادبی عظمت منواتے گئے ہیں اور غلامان مصطفیٰ سے داد پاتے گئے ہیں۔

تقدیر نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا، یہ سمجھنا محض جھوٹ اور ابلیس لعین کا دھوکہ ہے کہ جیسا لکھ دیا ویسا ہی کرنا پڑتا ہے ایسا نہیں، بلکہ لوگ جیسا کرنے والے تھے ویسا ہی ہر ایک کی نسبت لکھ دیا ہے لکھنا علم کے مطابق ہے اور علم معلوم کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ معلوم علم کے مطابق ہونا پڑتا ہے۔ .... (امام احمد رضا بریلوی .... فتاویٰ افریقہ)

سیدنا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی چشم کشا تحقیق

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل زمین پر کسی قوم کا وجود تھا؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

''ان (میناروں) کی تعمیر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ہے پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العلمین حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر اسی آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے۔ (حضرت آدم و حضرت نوح علیہم السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا۔ دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا سوق الثمانین نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و مینار کے باقی رہ گئی تھیں۔ جنھیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی۔

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انھیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے۔ بنی الھرمان النسر فی سرطان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں۔ نسر واقع اور نسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازہ پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں کنگچہ جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا اس

وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال (۱۲۶۴۰) ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ (۶۴) برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولھویں درجہ میں ہے۔ تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔''

اللہ اکبر! یہ ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی علم النجوم، علم تاریخ اور ہندسہ پر مضبوط گرفت کی ایک چھوٹی سے مثال۔ مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف ''فوز مبین در ردحرکت زمین'' میں گیلیلیو کے گرنے والے اجسام کے اصول اور کشش ثقل کا اصول (Laws of falling badies) کا رد کیا ہے۔ البرٹ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت پر (Theory of relatity) کی گفتگو کی ہے۔ ارشمیدس کے اصول (کہ اپنی میں اشیاء کے وزن میں ہٹائے ہوئے پاین کے وزن کے بقدر کمی ہو جاتی ہے) کی تائید کی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں اعلیٰحضرت نے مدو جزر کی تفصیلات پر بہت طویل بحث کی ہے۔ دیگر سیاروں پر اجسام کے اوزان میں کمی و بیشی پر تبصرہ کیا۔ Centiri figal (مرکز گریز یا دافع عن المرکز) کے اصولوں پر کلام کیا ہے۔ علاوہ ازیں سمندر کی گہرائی زمین کے قطر، مختلف سیاروں کے اہم فاصلے، مختلف مادوں کی کثافت نسبتی (Relative Densities) ہوا کے دباؤ پر سائنسی دعووں کی تفصیلات اور اعداد وشمار سے نہ صرف واقف نظر آتے ہیں بلکہ اپنے دلائل کے ثبوت میں ان اعداد وشمار کا استعمال بھی کیا۔

بارگاہ رسالت میں امام احمد رضا کا نذر عقیدت

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے ٭ ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں ٭ آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں
کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار ٭ اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

تحریک پاکستان میں خلفائے اعلیٰ حضرت کا کردار

تحریر وتحقیق: سید صابر حسین شاہ بخاری

اعلیٰ حضرت کے گرامی خلفاء و شاگرد
کشور پاک کے تائید کناں تھے اکثر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں جب گاندھی کی خوفناک آندھی چلی تو مسلمانوں کے کئی بڑے لیڈر اس کی زد میں آکر خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے اور وہ قشقہ لگانے لگے۔ جسے پکارنے لگے۔ مشرکوں کی تعزیت کرنے لگے۔ گائے کی قربانی ترک کرنے لگے۔ رام لیلا منانے لگے مشرکوں کو مسجدوں میں لے جا کر منبر پر بٹھانے لگے الغرض اپنا سب کچھ ہندوؤں پر قربان کرنے لگے۔ (۱) تو ان نازک حالات میں بریلی کے مرد مجاہد امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے ''ہندو مسلم اتحاد'' کے خلاف صدائے حق بلند کی، تحریری طور پر ''دوقومی نظریہ'' قوم کے سامنے پیش کیا۔ (۲)

دوقومی نظریہ کی حفاظت کے لیے ''جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی'' قائم کی۔ (۳) ۱۹۲۱ء میں آپ رحلت فرما گئے مگر اپنے پیچھے خلفاء و تلامذہ کی ایک ایسی منظم جماعت چھوڑ گئے جس نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا بلکہ آپ کی حیات ہی میں یہ حضرات سرگرم ہو گئے تھے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے مشاہیر خلفاء و تلامذہ اور دیگر متعلقین ومعاصرین نے دوقومی نظریہ کی افادیت واہمیت کے پیش نظر سردھڑ کی بازی لگا دی اور میدان عمل میں کود پڑے، ان کی راہ میں کئی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی اور وہ نہایت تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے اور بالآخر اس خطہ میں ایک الگ اسلامی مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آ گئی جو آج عالم اسلام کی پہلی واحد ایٹمی طاقت ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء و تلامذہ اور دیگر سنی علماء ومشائخ نے تحریک پاکستان میں نہایت موثر کردار ادا کیا۔ ان تمام کی خدمات کو احاطہ تحریر میں لانا ایک دشوار گزار مرحلہ ہے

۔پیش نظر مقالہ میں صرف امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند مشاہیر خلفاء کی سیاسی خدمات کی صرف ایک جھلک دی جارہی ہے تاکہ تحریک پاکستان میں ان کے روشن کردار سے آگاہی ہوسکے اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاسکے۔

امام المحدثین سید ابو محمد دیدار علی شاہ الوری

۱۲۷۳ھ.............۱۳۵۴ھ

دو قومی نظریہ کی حمایت میں امام المحدثین سید ابو محمد دیدار علی شاہ الوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کردار نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ آپ نے دو قومی نظریہ کی حمایت میں ایک جامع فتویٰ مرتب فرما کر شائع کیا جس سے کانگریس نواز علما، بڑے چراغ پا ہوئے اور پورے ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی۔ ہندو اور کانگریسی علماء نے شدید مخالفت کی مگر آپ نے سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے دو قومی نظریہ کی تائید میں آپ کے ٹھوس دلائل سنے تو انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور لاہور کی تاریخی جامع مسجد وزیر خاں میں منعقدہ عظیم الشان جلسہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے دو قومی نظریہ کی مکمل تائید کا اعلان کر دیا۔ (۴)

ایک دفعہ مسجد وزیر خاں میں کانگریسی اور احراری علماء نے ایک بہت بڑے سیاسی جلسے کا اہتمام کیا آپ خطیب مسجد ہونے کی حیثیت سے مدعو تھے۔ آپ نے اسی اسٹیج پر اس شد و مد سے کانگریس اور احرار کے سیاسی خیالات پر تنقید کی کہ حاضرین جھوم اٹھے اور کانگریسی علماء وہ خیالات اپنے ساتھ ہی لے کر چلے گئے جو لاہور والوں تک پہنچانے کے لیے آئے تھے۔ (۵)

فقیہ اعظم علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی

۱۲۸۰ھ.............۱۳۷۰ھ

تحریک پاکستان میں فقیہ اعظم علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کردار روز روشن کی طرح واضح ہے۔ آپ نے تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے حق میں جگہ جگہ پر جوش تقریریں کر کے مسلمانان ہند کو پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں بیدار اور منظم کیا۔

۲۶ تا ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امرتسر کے زیر اہتمام حضرت امام ابو حنیفہ رضی

اللہ عنہ کا عرس منعقد ہوا۔ عرس کی تقریبات کی صدارت حضرت امیر ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کر رہے تھے۔ ان تقریبات میں حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ، محدث اعظم سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں۔ ان تمام علمائے حق نے تصور پاکستان اور مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء میں انتخابات کے موقع پر کوٹلی لوہاراں کے مولانا محمد احمد چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ ووٹ کسے دینا چاہیے مسلم لیگ یا کانگریس کو؟ تو آپ نے جواب میں صریحاً مسلم لیگ کی حمایت کرنے اور اس کو ووٹ دینے کی ہدایت کی۔

تحریک پاکستان کی حمایت میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی حمایت کا واضح اور دو ٹوک موقف بنارس سنی کانفرنس (منعقدہ ۲۷۔۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) میں ظاہر ہوا۔ حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیگر علمائے سیالکوٹ کے ہمراہ بنارس سنی کانفرنس میں شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کو تقویت پہنچائی۔

تحریک پاکستان کے آخری دور میں حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا فقیر اللہ نیازی، مولانا محمد یوسف سیالکوٹی، مولانا عبد العزیز ہاشمی، مولانا محمد امام الدین قادری، مولانا محمد نور الحسن سیالکوٹی اور سید فتح علی شاہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہمراہ متحدہ پنجاب کے تقریباً تمام اضلاع کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے سامنے ہندو اور انگریز دونوں کے سامراجی عزائم کو بے نقاب کیا اور مسلم لیگ کی حمایت پر زور دیا۔ (۶)

حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان قادری

۱۲۹۲ھ.............۱۳۶۲ھ

دو قومی نظریہ (جس کی بنیاد پر مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی) کی پاسبانی میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور سیاسی ترقی کے لیے مقتدر علمائے حق نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے بانی ارکین میں شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ کانفرنس کے پہلے تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم

۱۳۴۳ھ/ ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی، معاشرتی، عمرانی ترقی کے واضح اور مکمل لائحہ عمل پر مبنی ہے۔ وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشان راہ ہے۔ اسی خطبے میں آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی بجائے مسلمانوں کے آپس میں اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

''بے شک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے لیکن بکری اور بھیڑیئے کو ایک جگہ جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا''۔ (۷)

مسلمانوں کو ہندوؤں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ سمجھتے رہنا چاہیے کہ یہ دشمن موقع کی تاک میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کمی کرنے والا نہیں ہم اپنے آپ کو اس موقع سے بچاتے رہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمنوں پر اعتماد کیا جائے، اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی جائے، اپنی کشتی کا ناخدا ان کو مان کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے، آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کرنے لگیں جس راہ وہ میں لے چلیں، ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں، ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کمیٹیوں کے اغواء سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استحصال پر کمر باندھ لی ہے۔ کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں۔ کہیں تیغ و تفنگ سے حملے ہیں۔ کہیں قانونی شکنجوں میں کسا جاتا ہے۔ یہ سب اسی ہندو پرستی کا صدقہ ہے جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کر چکے ہیں''(۸)

مزید فرمایا:

''الحاصل مسلمان، ہنود اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں، اپنے امور ان کے ہاتھ میں نہ دیں، اپنے آپ کو ان کی رائے کے سپرد نہ کریں، رہزنوں کو رہنما نہ بنائیں، ان کی مجالس میں شرکت نہ کریں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور درد اسلام کے دعاوی سے دھوکہ نہ کھائیں حریفان چابک فن سے بچیں''۔(۹)

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری

۱۲۹۶ھ ۱۳۶۷ھ

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (مصنف بہار شریعت) دو قومی نظریہ

کے عظیم مبلغ اور راہنما تھے۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مشہور کانگریسی راہنما ابوالکلام آزاد کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ جمعیت کے لیڈر اس جوش وخروش سے آئے تھے کہ گویا ''ہندو مسلم اتحاد'' کے مخالف علماء اہل سنت کو لاجواب کر دیں گے۔ صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت رضائے مصطفی بریلی کے شعبہ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے ہندوؤں سے اتحاد و وداد کے بارے میں ستر سوالات (اتمام حجت نامہ) مرتب کر کے قائدین جمعیت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور راہ فرار اختیار کی۔ (۱۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ کے پچیسویں عرس مبارک منعقدہ ۲۳۔۲۵ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ/ ۲۸۔۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں تحریک پاکستان کی راہ ہموار کرتے ہوئے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں، چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔ سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں، اس وقت (عرس کے موقع پر) ہم پھر، یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعت جمعیت علماء، دیوبند پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ احرار و خاکسار، یونینسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہے یا جو کانگریس کو ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔''(۱۱)

اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر منعقدہ عظیم الشان سنی کانفرنس کو قیام پاکستان کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ (۱۲)

عارف ربانی علامہ سید فتح علی شاہ قادری

۱۲۹۶ھ ۱۳۷۷ھ

عارف ربانی علامہ سید فتح علی شاہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس

بنارس کے فقیدالمثال اجلاس میں شریک ہوئے۔ قصبہ قصبہ گاؤں گاؤں جاکر نظریہ پاکستان کی پرجوش تبلیغ کی اور قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کے لیے زبردست جدوجہد فرمائی۔ (۱۳)

صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی

۱۳۰۰ھ.........۱۳۶۷ھ

تحریک پاکستان میں صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ کی خدمات اظہرمن الشمس ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے الہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں اجلاس میں سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔ پھر یہی تجویز ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر انگلستان میں حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی گئی۔ صدرالافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ طبقہ علماء میں غالباً وہ پہلے عالم ہیں جنھوں نے ۱۹۳۰ء میں مشہور سنی رسالہ ''السواد الاعظم'' میں اس تجویز کی پرزور تائید کی۔ آپ نے فرمایا:

''ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دوحصوں پر تقسیم کردیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیراقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے.......... ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا۔ یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو ہندوؤں کو بھی اس نسبت سے نفع ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اسی میں اپنا کیا ضرور نظر آیا بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقاء کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظہور کرے گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا لیکن ہنوز اس وقت ایسی خالی بات بھی نوک زباں پر لانے کے تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس!

کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہوجائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ایک مطالبہ ہو اور ایک آواز، گو اس میں اندیشہ ہے کہ بعض صاحبوں کی لیڈری اور پیشوائی کا علم بلند ہونے سے رہ جائے گا مگر وہ اپنی خواہش کو کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھیں''۔ (۱۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پچیسویں سالانہ عرس مبارک منعقدہ ۲۳۔۲۵ صفرالمظفر ۱۳۶۵ھ/ ۲۸۔۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں آپ کے مشاہیر خلفاء و تلامذہ نے تحریک پاکستان کی تائید و حمایت میں پرزور تقاریر کیں اس موقع پر صدرالافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت مطہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔ مسلمان یہ عزم کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم ہونے سے روک نہیں سکتی اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے تب محلّہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہوگا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہو کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبہ صادقہ آپ کی رگ و پے میں سرایت کرچکا اور جب آپ کا اس جوش صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی بھی روکنے والا نہیں''۔ (۱۵)

۱۹۴۶ء کی معروف سنی کانفرنس بنارس (جو قیام پاکستان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے) کے آپ روح رواں تھے اس موقع پر آپ نے یہ اعلان فرمایا تھا:

''اگر آل انڈیا مسلم لیگ پاکستان کے مطالبے سے دستبردار بھی ہوجائے تو آل انڈیا سنی کانفرنس اس مطالبے سے دست کش نہیں ہوگی''۔ (۱۶)

آپ کی بھرپور کوششوں سے کانفرنس میں یہ قرارداد بھی متفقہ طور پر منظور کرلی گئی:

''آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو''۔ (۱۷)

۱۹۴۶ء میں بمقام بھوماوڈالہ ضلع امرتسر میں تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک نہایت یادگار تاریخی تقریر میں فرمایا:

''اگر قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہوجائے تو آل

انڈیا سنی کانفرنس اس نیک مقصد کو حاصل کیے بغیر نہیں رہے گی۔'' (۱۸)

تحریک پاکستان سے آپ کو قلبی عشق تھا۔ چنانچہ مولانا ابوالحسنات احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ایک خط میں بھی اسی عزم کو یوں دہرایا:

''پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں''۔(۱۹)

مسلم لیگ کی حمایت میں آپ کا درج ذیل تاریخی اعلان بھی نا قابل فراموش ہے:

''مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار، یونی نسٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت سے کٹ کر گاندھی نہرو کے زرخرید غلام ہیں۔ انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف انہی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جاکر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں۔'' (۲۰)

تحریک پاکستان کا آغاز ہوتے ہی حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے نظریہ پاکستان سے روشناس کرانے کے لیے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے غیر منقسم برصغیر کے ہر شہر وقریہ میں علماء اہل سنت کی جماعت کے ساتھ دورے شروع کر دیئے۔ صوبہ جات مدراس وگجرات، کاٹھیاواڑ، جونا گڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، غیر منقسم بنگال میں کلکتہ، ہگلی، چوبیس پرگنہ اور ڈھاکہ، کرنافلی، چاٹگام، سلہٹ وغیرہ میں بغیر سکون وقفہ کے طوفانی دورے شروع فرمائے۔ غرضیکہ نظریہ پاکستان کی پرزور حمایت اور سنی کانفرنس کی تنظیم واحیاء کے سلسلہ میں آپ نے دن رات ایک کر دیا تھا۔(۲۱)

قیام پاکستان کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ، سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مفتی محمد عمر نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ دہلی سے بذریعہ طیارہ پاکستان تشریف لائے اور یہاں اسلامی دستور کے نفاذ کے لیے قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ تعالیٰ، نواب زادہ لیاقت علی خاں اور دوسرے مقتدر افراد سے گفتگو فرمائی۔ انہی دنوں آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی جس کی وجہ سے آپ کو فوراً مراد آباد واپس جانا پڑا اور ان صاحبان سے وعدہ فرمایا کہ دستور اسلامی مرتب کر کے بھیج دوں گا۔ ہندوستان پہنچنے کے بعد کچھ طبیعت سنبھلی تو آپ نے پاکستان کے دستور اسلامی کی تدوین وترتیب شروع کر دی۔ دستور کی تیاری کے لیے مختلف اسلامی ممالک کے

دساتیر وقوانین کے مسودے جمع کیے اور اسلامی دستور کے خاکہ کے لیے چند ہی (گیارہ) دفعات لکھی تھیں کہ آپ کی صحت دوبارہ خراب ہوگئی اور آپ تکمیل پاکستان کی آرزو دل میں لیے عالم بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔(۲۲)

مفتی اسلام مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

۱۳۱۰ھ............۱۴۰۵ھ

مفتی اسلام مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا آل انڈیا سنی کانفرنس میں بڑھ چڑھ کر کاوشیں کیں۔ جبل پور میں اس کی شاخ قائم کی اور بنارس کانفرنس میں شرکت فرمائی۔(۲۳)

تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے آپ کو مسلم لیگ جبل پور کا صدر منتخب کیا گیا۔ یکم تا ۳ جنوری ۱۹۴۰ء کو جبل پور (سی۔پی) میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں آپ نے جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا اس کا ایک ایک لفظ آپ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (۲۴)

مذکورہ خطبہ میں آپ نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے کی یوں تلقین فرمائی:

''اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں اور اپنے اضلاع صوبہ سی۔پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں۔'' (۲۵)

تحریک پاکستان کے دوران جب کانگریسی علماء نے قائداعظم کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا تو علمائے اہل سنت نے اپنے اس محسن کا دفاع کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ چنانچہ اسی صدارتی خطبہ میں آپ نے قائداعظم کو ان القاب اور دعائیہ کلمات سے نوازا:

''میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدر اعظم قائد المسلمین سلطان زعماء الہند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں، ہمت میں، عزم واستقلال میں، صلاح وہدایت کے ساتھ برکت وقوت عطا فرمائے اور ہمیں ان کی آواز پر لبیک کہتا ہوا ان کے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق بخشے''۔(۲۶)

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد آپ نے ملک کے طول وعرض میں دورے کیے، سرحد، پنجاب اور سندھ میں تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں، پاکستان کی آزادی کے لیے آپ کی کوششوں کو قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی سراہا اور شکریہ کا خط بھی لکھا آپ خود فرماتے ہیں:

''فقیر نے تعمیر پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لیے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو بعونہ تعالیٰ قلم بند ہے۔ مگر فقیر اپنی شہرت کا نہ کبھی طالب ہوا نہ اس کی ضرورت سمجھی، مسٹر جناح کے ایک شکریہ کا خط بھی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم کے شر وفساد اور پریشانی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ واللہ الموفق''۔ (۲۷)

ایک انٹرویو میں فرمایا:

''خوش قسمتی سے اس زمانے میں جب برصغیر میں فرنگی تسلط کے خلاف آزادی کی جدوجہد جاری تھی، کانگریس کی اپنی سوچ اپنا انداز تھا، آل انڈیا مسلم لیگ قائداعظم محمد علی جناح کی راہنمائی میں تحریک پاکستان شروع کر چکی تھی۔ مجھے مسلمانوں کی اس عظیم اور تاریخی جدوجہد میں موثر کردار ادا کرنے کا موقع ملا، قدم قدم پر مسلم لیگ کی قیادت عوام کو یہی یقین دلاتی تھی کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ خودمختار وطن کے مطالبہ کا مقصد واحد یہ ہے کہ وہاں اسلام کا پرچم لہرائے گا اور وہاں رہنے والے مسلمان ایک مکمل اسلامی معاشرے میں زندگی بسر کریں گے۔ انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین کی بجائے ہر قاعدہ قانون اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوگا''۔ (۲۸)

علامہ مولانا عبدالسلام جبل پوری

(م۱۳۷۲ھ)

علامہ مولانا عبدالسلام جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوقومی نظریہ کی حفاظت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی یہ آپ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے ہونہار فرزند مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پوری زندگی دوقومی نظریہ کی پاسبانی کرتے ہوئے گزار دی تھی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح آپ کی مساعی جمیلہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قائداعظم نے انہیں یقین دلایا تھا کہ مملکت خداداد پاکستان میں

اسلامی قوانین رائج کریں گے۔ مفتی اسلام مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک انٹرویو میں اس حقیقت کو کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''قائداعظم محمد علی جناح ایک مرتبہ جبل پور تشریف لائے۔ دوران ملاقات میرے والد بزرگوار مولانا عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ نے اس امر (پاکستان بن جانے کے بعد یہاں نفاذ اسلام) کی صراحت چاہی تو قائداعظم نے نہایت پرعزم لہجہ میں فرمایا: مولانا! جداگانہ مسلم قومیت کی بناء پر خودمختار ریاست کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان وہاں اسلامی قوانین رائج کریں اور قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کریں، قائداعظم علیہ الرحمہ نے مزید کہا، مولانا! دعا فرمایئے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے۔'' (۲۹)

مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری

۱۳۱۰ھ.............۱۴۱۲ھ

مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے ہر اجلاس میں باقاعدگی سے شرکت فرمائی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں مشائخ وعلماء کی جو کمیٹی دستور مرتب کرنے کے لیے منتخب کی گئی آپ کو اس میں سرفہرست رکھا گیا نیز مرکزی ''دارالافتاء'' کے سرپرست بھی تجویز کیے گئے۔ (۳۰)

تحریک پاکستان کی حمایت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء ومشائخ کا متفقہ فیصلہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں شائع ہوا جس میں مفتی اعظم ہند کا نام سرفہرست ہے۔ اس تاریخی فیصلہ کا متن ملاحظہ فرمایئے:

''آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود ومستحسن ہے۔'' (۳۱)

مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے وائسرائے ہند کے نام ایک ٹیلی گرام میں بھی اس بات پر زور دیا کہ صرف مسلم لیگ ہی ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں آپ کے تار کی خبر اور دیگر علمائے بریلی کا بیان ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں بھی شائع ہوا تھا۔ (۳۲)

۱۹۴۶ء کے فیصلہ کن الیکشن میں مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ لیگی رضا کار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے نعرے لگاتے ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لائے۔ اس تاریخی واقعہ کو مولانا مفتی تقدس علی خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کے نام ایک خط میں کچھ اس طرح تحریر فرمایا ہے:

''حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز غالباً ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا سخت مقابلہ تھا اور یہ فیصلہ ہونا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟ اس میں اول ووٹ حضرت کا ہوا۔ امیدوار عزیز احمد خان ایڈووکیٹ تھے۔ عزیز احمد خان مسلم لیگ کی طرف سے تھے اور ووٹ ڈالنے کے بعد حضرت کو جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضا کار ''مفتی اعظم پاکستان'' کے نعروں کے ساتھ آستانہ شریف پر واپس لائے۔'' (۳۳)

مشہور نقاد و صحافی شوکت صدیقی نے آپ کی خدمات کا یوں اعتراف کیا:

''مولانا مصطفیٰ خاں (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ہمیشہ تحریک پاکستان کی کھل کر حمایت کی'' (۳۴)

سفیر اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

۱۳۱۰ھ ۱۳۷۴ھ

تحریک پاکستان میں مبلغ اسلام علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے مطالبہ کی پرزور حمایت کی۔

چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد مقاصد کی منظوری سے قبل جسے بعد میں قرارداد پاکستان کہا گیا آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے سیاسیات کا کام لیں۔ کیونکہ فی زمانہ علماء کرام یورپین سیاسیات اور ہندوستان کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی ڈپلومیٹک ریشہ

کاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں، موجودہ زمانے میں ہندوستان کے اندر آئینی جنگ ہو رہی ہے۔ اس جنگ میں وہی مسلمان کامیاب ہو سکتا ہے جو انگریزوں اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو۔'' (۳۵)

قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مبلغ اسلام حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور مختلف بلاد و امصار کے دورے کر کے علمائے اہل سنت، مشائخ عظام اور عوام الناس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تاکہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لیے موثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جا سکے۔

۱۹۴۵ء کے اواخر میں انتخابات کے موقع پر جہاں دیگر علمائے اہل سنت، مسلم لیگ کے لیے انتخابات میں کامیابی کے لیے کوشاں تھے وہاں آپ بھی سرگرم عمل تھے۔ آپ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں بغرض حج عازم حجاز ہوئے تو مسلمانان ہند کے نام اپنے پیغام میں فرمایا کہ ''تمام برادران ملت کو علی العموم وقت سفر حجاز مقدس میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جدید میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور آ بنائے تزویر میں آکر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں تاکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الٰہیہ کے لقب سے ملقب کیا جائے''۔ (۳۶)

مبلغ اسلام نے پنڈت نہرو سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔

تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان کانگریسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقاریر سے ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ (۳۷)

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ حج کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک فلسطین،

شام، لبنان، اردن اور عراق وغیرہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ ہندوؤں کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بناء پر عالم اسلام کے مسلمان ہندی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو "دیوانے کا خواب" سمجھا جاتا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتے تھے اس لیے یہ ذمہ داری آپ کو سونپی گئی، آپ مذکورہ ممالک کے حکام سے ملے وہاں کے دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں اور نظریہ پاکستان کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں وہاں کے عوام تحریک پاکستان کو صحیح طور پر سمجھنے لگے۔ (۳۸)

مذکورہ دورہ کی کامیابی کے بعد آپ جب اکتوبر ۱۹۴۶ء میں وطن واپس پہنچے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے ایک کثیر اجتماع نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی تحریک پاکستان کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماء ومشائخ نے شرکت کی اس موقع پر آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا فلک بیا فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر منتج ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لحہ بہ لحہ، روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین والمرسلین) کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین حکومت ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی ہے۔ اسی لیے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو "قدرتی پاکستان" کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشادات مصطفوی پر ہوں گی۔ ہمارے علماء ومشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے "پاکستان لشکر" کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ میدان عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کے لیے "قدرتی پاکستان" مقدر بن چکا ہے۔" (۳۹)

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ عبد العلیم صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کا اہم فریضہ سونپا۔ چنانچہ آپ نے تن تنہا بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد پر طویل لیکچر دے کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آپ کی

انہی اسلامی اور ملی خدمات کے پیش نظر قائد اعظم نے آپ کو "سفیر اسلام" کا خطاب دیا تھا۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان کی دعوت پر آپ اپنی تبلیغی مصروفیات مختصر کر کے واپس پاکستان تشریف لائے۔ قیام پاکستان کے چند دنوں بعد کراچی میں سرکاری سطح پر نماز عید الفطر ادا کی گئی۔ اس عظیم الشان اجتماع کے موقع پر آپ ہی نے نماز عید کی امامت فرمائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ بانی پاکستان قائد اعظم، وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم اور دوسرے اہم سرکاری و غیر سرکاری شخصیات نے حضرت علامہ میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز عید پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ (۴۰)

مملکت خداداد پاکستان سے حضرت علامہ میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہایت والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دعا سے بھی ہوتا ہے:

"اے عظمت والے! اے عزت والے! اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے! ہم بے کسوں کی سن لے! ہم سیاہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے، علم توحید کو سرنگوں نہ ہونے دے۔ ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے، برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار "پاکستانی حکومت" تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، اس کی حفاظت فرما، اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور ایسی حکومت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں۔ تیرے دین کا علم بلند ہو اور تیرے نام کا ابد الآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر"۔ (۴۱)

محدث اعظم ہند علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی

۱۳۱۱ھ ۱۳۸۱ھ

محدث اعظم سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیگر مشائخ اہل سنت کے شانہ بشانہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر طوفانی دورے کیے اور عوام کو مسلم لیگ کے منشور سے آگاہ کر کے نظریہ پاکستان کا حامی بنایا۔ (۴۲)

آپ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے

تا حیات صدر رہے۔ بنارس سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے موقع پر آئندہ کے لیے بالاتفاق صدر منتخب مقرر ہوئے اور اسی کانفرنس کے استقبالیہ کے صدر بھی آپ ہی تھے اس سے آپ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (۴۳)

محدث اعظم ہند خطابت کے شہسوار تھے۔ آواز میں بلا کی کاٹ اور لہجہ میں شیرینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جو بات منہ سے نکالتے، دلوں میں اترتی چلی جاتی۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس اور اجمیر کی سنی کانفرنس میں آپ کے خطبات تحریک پاکستان کی حمایت وتائید کے زندہ ثبوت ہیں۔ ان خطبات کو شہرت عام حاصل ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں آپ کے خطبہ صدارت سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

''میرے دینی راہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔ در و دیوار پر ''پاکستان زندہ باد'' تجاویز کی زبان ''پاکستان ہمارا حق ہے''، نعروں کی گونج میں ''پاکستان لے کے رہیں گے''، مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہوگیا اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو، اس کے معنی مشکوک ہوجاتے ہیں جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتادے۔ یونینسٹ کا ''پاکستان'' وہ ہوگا جس کی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

لیگ کے ''پاکستان'' کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ توبتائے؟ اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے ایک دوسرے سے متضاد بتائے، اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کی جان ومال، عزت وآبرو کو حسب حکم شرع امان دی جائے ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے وہ جانیں ان کا دھرم جانے۔ ان کو اتمموا الیھم عھدھم سنا دیا جائے اور بجائے جنگ وجدل کے صلح وامن کا اعلان کر دیا جائے ہر انسان اپنے پرامن ہونے پر مطمئن ہوجائے

۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا۔ ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں نہ اخبارات کے ہفواتی اڈیٹوریل دیکھے ہیں نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سنے، وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہوگئے ہیں اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی اس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہے؟ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کرلیا ہے وہی دستور اساسی بھی وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں۔ لیکن ان کے لیے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر، ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے بلکہ لیگ ان کے جذبات کی محض ترجمان ہے جس کو ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں خیر یہ تو لیگی زبان میں پاکستان کی بحث تھی لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہوجائے۔'' (۴۴)

۸ جون ۱۹۴۶ء کو سنی کانفرنس اجمیر شریف میں آپ کے خطبہ صدارت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

'' اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے باز آؤ، اٹھ پڑو، کھڑے ہوجاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالو، جا کر دم لو تو کہ یہ کام اے سنیو! سن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے اور نہ سنی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔ اب پاکستان کار سنیان است، یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لیے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوف لومۃ لائم کر دیا ہے۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو، الکفر ملۃ واحدۃ، سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بے

شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس نے پہنچایا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو وہ صرف سنی ہیں، پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوالیا ہے اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتادے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی میں موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے۔'' (۴۵)

مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

۱۳۱۴ھ.............۱۳۸۰ھ

تحریک پاکستان میں مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کردار بھی نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ آپ نے مسلم لیگ کا پروگرام عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو علامہ ابوالحسنات اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں حج مبارک کے لیے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا ہمنوا بنایا، بعد میں قائد اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا اور اس وقت کے مشہور اخبار روزنامہ احسان میں نظریہ پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون لکھ کر پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ قائد اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ، پیر صاحب مانکی شریف رحمہ اللہ تعالیٰ اور پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل کر ملک گیر انقلابی دورے کر کے عوام کو نظریہ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۴۶ء، ۱۹۴۷ء میں جب مسلم لیگ نے ایجی ٹیشن شروع کیا تو آپ نے علماء و مشائخ کے وفود لے کر ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ پاکستان بننے کے بعد جمعیت علمائے ہند کے مقابلہ میں جب جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو اس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ (۴۶)

استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری

۱۳۱۶ھ.............۱۳۹۸ھ

استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تحریک پاکستان میں مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے۔ تحریک پاکستان کی حمایت و تائید کرتے ہوئے آپ نے نہ صرف دوقومی نظریہ اور قرار داد پاکستان کو تقویت پہنچائی بلکہ مطالبہ پاکستان کی تائید کے لیے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ کانگریسی علماء کی تردید اور نظریہ پاکستان کی تائید مزید کے لیے اپنے دار العلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں کو وقف کر دیا تھا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں سرگرمی سے حصہ لیا اور پاکستان کی حمایت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے تاریخی فتوے پر اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ مطالبہ پاکستان ہی کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کا خاکہ مرتب کرنے کے لیے جن اکابر علماء کو نامزد کیا گیا ان میں بھی علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نمایاں طور پر موجود ہے۔ (۴۷)

علامہ دوراں مفتی محمد غلام جان ہزاروی

۱۳۱۴ھ.............۱۳۷۹ھ

علامہ دوراں مفتی محمد غلام جان قادری ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرارداد پاکستان کی پرزور حمایت کی تھی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس میں نمایاں طور پر پیش پیش رہے۔ تقسیم ملک کے بعد جمعیت العلمائے پاکستان سے منسلک رہے اور جمعیت کے مشاورتی بورڈ کے رکن بھی تھے۔ (۴۸)

ناصر الاسلام علامہ سید محمد عبدالسلام باندوی

ناصر الاسلام علامہ سید محمد عبدالسلام باندوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دوقومی نظریہ کے پرچار کے لیے ملک کے گوشے گوشے میں طوفانی دورے کیے۔

ملی جذبہ سے سرشار ہونے کی بناء پر آپ آل انڈیا سنی کانفرنس کے شعبہ تبلیغ کے ناظم قرار پائے۔ آپ کی کوششوں سے بابو تالاب، ہوڑہ، کلکتہ، پارسی بگان، چرگاؤں، ہڈیا، کیونی، بلند شہر، قصبہ

رانچھ، چوبیس ہرگنہ وغیرہ مختلف مقامات پر آل انڈیا سنی کانفرنس کی مقامی شاخیں قائم ہوئیں۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسہ ۱۹۴۶ء میں آپ نے جو نظم آل انڈیا سنی کانفرنس پر فلک شگاف نعروں کی گونج میں پڑھی اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کس گل کی چمن آرائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس — کیا تازہ بہاریں لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
گلزار سخن شاداب ہوا، الفت کا چمن آباد ہوا — ہر گل میں تری رعنائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
کہتا ہے سلام خستہ جگر ہو جاؤ جمع سب سنت پر — پیغام شریعت لائی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو مسلم لیگ کی اپیل پر پورے برصغیر میں یوم پاکستان منایا گیا اسی سلسلہ میں پارسی بگاں (کلکتہ) میں آپ کی زیر صدارت یوم پاکستان نہایت شان وشوکت سے منایا گیا۔ فلک شگاف نعروں کی گونج میں آپ کی تقریر ہوئی اور پاکستان کے متعلق ریزولیشن پاس ہوا۔ (۴۹)

قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی

۱۲۹۴ھ ۱۴۰۱ھ

قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی رحمہ اللہ تعالی کو تحریک پاکستان سے از حد محبت تھی۔

مولانا نور احمد قادری (سفارت خانہ، انڈونیشیا، اسلام آباد) اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

"تحریک پاکستان کے آخری کٹھن مراحل کے وقت آپ کی دعائے مستجاب نے بڑا کام کیا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے تقریباً نو دس ماہ قبل جو حج ہوا اور اس حج پر جانے والے برصغیر کے ان لوگوں نے جن کے دل میں پاکستان کا درد تھا اور آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں آ کر جب آپ کے ہاں قیام کیا تو آپ سے عرض کیا کہ پاکستان کی تحریک آخری مراحل میں ہے مگر ہندو اور انگریز کا گٹھ جوڑ پاکستان بننے کی راہ میں حائل ہے۔ دعا فرمائیں کہ مشکل حل ہو جائے اور پاکستان بن جائے اس لیے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی آبرومندانہ زندگی اسی میں ہے تو آپ نے حرم شریف میں جا کر دعا فرمائی اور پھر ان تمام پاکستان کے متمنی لوگوں سے آپ نے فرمایا! فکر نہ کرو ان شاء اللہ پاکستان ضرور بنے گا اور دنیا کی کوئی بھی دشمن طاقت پاکستان کو بننے سے نہیں روک سکتی۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ تعالی کی قیادت میں تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور

پاکستان بن کر رہا۔ پاکستان کے دشمن خائب وخاسر ہوئے"۔ (۵۰)

مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی

۱۳۰۴ھ ۱۳۶۷ھ

مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی رحمہ اللہ تعالی نے قیام پاکستان سے ایک سال قبل اپنے فرزند مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ اللہ تعالی سے فرمادیا تھا کہ مجھ سے ایک صاحب خدمت نے کہا کہ پاکستان بن جانے کی منظوری تمام اولیائے کرام نے دے دی ہے۔ صرف حضرت بھرے صاحب (جن کا مزار مبارک دہلی شاہجہانی مسجد کے سامنے ہے) کی منظوری باقی ہے جو چند دن میں حاصل ہو جائے گی۔ (۵۱)

اس واقعہ سے موصوف کی تحریک پاکستان سے لگن اور محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اسی لگن ہی کی وجہ سے آپ کے فرزند ارجمند مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی پوری زندگی تحریک پاکستان کے لیے وقف کر دی تھی۔ (۵۲)

رئیس المتکلمین مولانا پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری

۱۲۹۵ھ ۱۳۵۸ھ

رئیس المتکلمین مولانا پروفیسر محمد سلیمان اشرف بہاری رحمہ اللہ تعالی سیاسی بصیرت میں لاثانی تھے۔ ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ/۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو جماعت رضائے مصطفی بریلی کے زیر اہتمام "ہندو مسلم اتحاد" کے بارے میں ایک فیصلہ کن علمی مناظرہ ہوا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی کی طرف سے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہم اللہ تعالی علیہم شامل ہوئے۔ ان سب کی قیادت مولانا پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری رحمہ اللہ تعالی نے کی۔ آپ نے بڑی جرأت وہمت کے ساتھ مسلمانوں کو مشرکین ہند کے ساتھ اختلاط واتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا اور دوسری طرف گاندھوی علماء جن کی قیادت ابوالکلام آزاد کر رہے تھے کو بھی عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ (۵۳)

اہل سنت کی ملک گیر تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کا پہلا اجلاس مرادآباد میں ۱۴ مارچ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو ہوا جس میں مولانا پروفیسر سید محمد اشرف بہاری رحمہ اللہ تعالی نے نمایاں طور پر شمولیت فرمائی۔ (۵۴)

آپ نے ایک نہایت وقیع کتاب ''النور'' کے نام سے لکھی جس میں دوقومی نظریہ پر کھل کر بحث کی اور کانگریسی لیڈروں کے کفریہ کلمات کا رد بلیغ فرمایا اور آیات واحادیث سے ثابت کر دیا کہ کفر ''ملۃ واحدۃ'' ہے۔ اس کتاب نے دارالعلوم علی گڑھ کے طلبہ پر بڑا گہرا اثر ڈالا اور دوقومی نظریہ کو عام کرنے میں یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوئی۔ (۵۵)

''گائے کی قربانی کے موضوع پر ایک کتاب ''الرشاد'' لکھ کر ہندوؤں کی تحریک گاؤکشی کو سخت دھچکا پہنچایا۔ (۵۶)

مولانا پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری رحمہ اللہ تعالی مشرکین ہند سے کس قدر متنفر تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے۔ کہ ''ایک مرتبہ علی گڑھ یونیورسٹی کی مسجد میں بعض لوگوں نے گاندھی کو تقریر کے لیے بلایا تو سید صاحب (مولانا محمد سلیمان اشرف بہاری) نے بعد میں خود اپنے ہاتھ سے ساری مسجد کو دھوکر صاف کیا''۔ (۵۷)

ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری

۱۳۰۳ھ.........۱۳۸۲ھ

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی کے دیگر اکثر خلفاء وتلامذہ کی طرح ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری رحمہ اللہ تعالی بھی تحریک آزادی ہند اور دیگر اسلامی تحریکات میں (جنہوں نے تحریک آزادی کی راہ ہموار کی) بھرپور حصہ لیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۱۹۴۶ء میں شریک ہوئے اور کانفرنس کی طرف سے جن کمیٹیوں میں نامزد ہوئے ان میں سے نصاب تعلیم بنانے والی کمیٹی، عائلی قوانین مرتب کرنے والی کمیٹی اور آئین ساز کمیٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۵۸)

مولانا نثار احمد کانپوری

۱۸۸۰ھ.........۱۹۳۱ھ

مولانا نثار احمد کانپوری رحمہ اللہ تعالی نامور سیاسی اور مذہبی رہنما تھے۔ آپ نے ۱۹۰۰ء سے ملکی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ پورے ملک میں آپ کے وعظ کی دھوم تھی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ ایک دفعہ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہوگئے اور اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی کے عتاب کا نشانہ بنے مگر جلد ہی

راہ راست پر آگئے اور توبہ کر لی۔

مولانا نثار احمد کانپوری رحمہ اللہ تعالی کو انگریز سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں آپ کو مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ تعالی کے ساتھ بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا اور خالق دینا ہال کراچی میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور دو سال کی سزا سنائی گئی۔ الغرض آپ نے پاک وہند میں اٹھنے والی ہر اس تحریک میں نمایاں حصہ لیا جس نے آگے چل کر حصول پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ (۵۹)

مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی

۱۸۶۰ھ.........1915ھ

مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی رحمہ اللہ تعالی نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی کی طرح سرزمین پر فرنگیوں کے تسلط کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ آپ انگریزوں کے کالے قوانین کی منسوخی کے لیے برابر جدوجہد کرتے رہے۔ آپ کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ انگریزوں نے سازش کے ذریعے تخت دہلی پر قبضہ کیا لہٰذا ہندوستان کا اقتدار مسلمانوں کے حوالے کر کے انہیں سرزمین سے نکل جانا چاہیے۔ جدوجہد آزادی کی ان کوششوں میں آپ بارہا پابند سلاسل ہوئے اور قید وبند کی اذیتیں برداشت کیں لیکن آپ کے پائے ثبات کو ذرا لغزش نہ آئی۔ (۶۰)

مولانا حامد علی فاروقی

(م۔۱۳۸۸ھ)

مولانا حامد علی فاروقی رحمہ اللہ تعالی سیاسی امور میں دلچسپی لیتے تھے۔ متعدد بار قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انگریزوں سے غداری اور شدھی آندولن کی مخالفت کے جرم میں گرفتار ہوئے اور دو سال کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔ (۶۱)

مولانا عبدالحئی پیلی بھیتی

(م۔۱۹۴۰ء)

مولانا عبدالحئی پیلی بھیتی رحمہ اللہ تعالی ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔

پیلی بھیت میں مسلم لیگ کی ابتدائی تنظیم اور کامیابی میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ (٦٢)

مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی

(١٨٨٣ء.....................١٩٣٣ء)

سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی رحمہ اللہ تعالیٰ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست مخالف تھے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریک خلافت کے زمانے میں جب ہندو مسلم اتحاد کے خلاف آواز بلند فرمائی تو مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیر و مرشد کی اس تحریک کو پورے ہندوستان میں روشناس کرایا اور مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کے لیے آخر دم تک اعلیٰ حضرت کے مسلک پر قائم رہے۔ وہ آزادی ہند کے دل دادہ اور ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کے اشتراک کو مذہب کے سخت خلاف سمجھتے تھے ۔ انہیں تحریک خلافت علی برادران اور خلافت کے دوسرے رہنماؤں سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں تھا۔ البتہ ہندو کے ساتھ وہ کسی قیمت پر اتحاد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی تمام کوششیں صرف اس نکتے وابستہ رہیں کہ کفر و اسلام دو متضاد نظریات ہیں جو کبھی متحد نہیں ہو سکتے۔ (٦٣)

مولانا محمد یعقوب خاں بلاسپوری

مولانا محمد یعقوب خان بلاسپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی دو قومی نظریہ کی پاسبانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے تاسیسی اجلاس مراد آباد ١٦ تا ١٩ مارچ ١٩٢٥ء میں شریک ہوئے۔ (٦٤)

مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی

١٢٩٤ھ.....................١٣٥٧ھ

مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ آپ نے نہ صرف آل انڈیا سنی کانفرنس کے تاسیسی اجلاس میں نمایاں طور پر شرکت فرمائی بلکہ کانفرنس میں جو مختلف تجاویز منظور ہوئیں جن کا تعلق عہدیداروں، مرکزی کمیٹی اور نظام عمل وغیرہ سے تھا۔ ان قراردادوں کے پیش کرنے کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی تھی۔ (٦٥)

عارف ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی

١٢٨٦ھ.....................١٣٤٣ھ

عارف ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ اہل سنت کی عالمگیر تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کے تاسیسی اجلاس میں نمایاں طور پر موجود تھے۔ آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ سال کے شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کو متفقہ طور پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا سرپرست منتخب کیا گیا۔ (٦٦)

مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی

١٢٨٤ھ.....................١٣٦٢ھ

ملت اسلامیہ پر جب بھی کٹھن وقت آیا تو مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ دیوانہ وار میدان عمل میں کود پڑے۔ مراد آباد آل انڈیا کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ترک موالات کے زمانہ میں کانگریس کی عیاروں اور ابلہ فریبیوں کے پردے چاک کیے، مضامین، تقاریر اور نظموں کے ذریعے مسلمانوں کو راہ راست دکھائی۔ (٦٧)

یہ تھی اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند مشاہیر خلفاء تلامذہ کی سیاسی بصیرت کے چند حرف چند جھلکیاں ورنہ تفصیل کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ آسمان سیاست پر نہ صرف یہ خود آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے بلکہ ان کے خلفاء و تلامذہ اور متعلقین نے بھی ملک کے طول و عرض میں پھیل کر دو قومی نظریہ کی پاسبانی کی اور قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی۔ یہاں ان تمام کی خدمات کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ بعض دیگر مشاہیر اہلسنت کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

مفتی اعجاز ولی خان رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا) شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا) مفتی تقدس علی خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا) مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی مدظلہ (ابن ابو یوسف محمد شریف خلیفہ امام احمد رضا) علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (ابن مولانا حبیب اللہ قادری خلیفہ امام احمد رضا) علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ (ابن علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی خلیفہ امام احمد رضا) مولانا نذیر احمد صدیقی خجندی رحمہ

اللہ تعالیٰ (برادر شاہ عبدالعلیم صدیقی خلیفہ امام احمد رضا) مولانا غلام یزدانی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ مفتی امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا) مولانا مفتی وقار الدین پیلی بھیتی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ مفتی امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا) مفتی محمد عمر نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی خلیفہ امام احمد رضا) مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی خلفیہ امام احمد رضا) مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی خلفیہ امام احمد رضا) سید امیر الدین قدوائی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ سید سلیمان اشرف بہاری خلیفہ امام احمد رضا) محدث اعظم مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا) مولانا عبدالصبور بیگ منشور ہزاروی مدظلہ (خلیفہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا) علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلفاء اور تلامذ کے علاوہ ان کے ہم مسلک ہزاروں مشائخ کے لاکھوں متوسلین اور نیشن نے تحریک پاکستان میں نہایت مثبت کردار ادا کیا جس کی تفصیل تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام مرتبہ محمد صادق قصوری میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الحاصل برصغیر پاک وہند میں دوقومی نظریہ کی آبیاری کرنے میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء وتلامذہ اور دیگر متعلقین نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔

نہایت دیانتداری سے دوقومی نظریہ اور تحریک پاکستان پر نہایت مثبت تحقیقی کام کریں اور سواداعظم کی خدمات کا اعتراف کریں۔

علماء ومشائخ عظام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ''تکمیل پاکستان'' کا فریضہ سرانجام دیں اور اس میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ عمل میں لائیں۔

حواشی وحوالے

(۱) (الف) محمد سلیمان اشرف بہاری، سید مولانا: الرشاد مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۳ تا ۱۷ (ب) محمد مسعود احمد، پروفیسر: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۳۴ (۲) احمد رضا خان بریلوی، مولانا: المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ مطبوعہ لاہور۔ (۳) محمد شہاب الدی رضوی، مولانا: تاریخ جماعت

رضائے مصطفیٰ مطبوعہ ممبئی ۱۹۹۵ء (۴) محمود احمد رضوی، سید، مولانا: سیدی ابوالبرکات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۸ (۵) اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: تذکرہ علماء اہل سنت لاہور مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۷۴ (۶) مجیب احمد، پروفیسر: تذکرہ فقیہ اعظم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۴۶ تا ۴۸ (۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۵۶ (۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۷۲ (۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۷۴ (۱۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا: ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء (۱۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۱۰ (۱۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۰۹ (۱۳) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۶۸ (۱۴) محمد مسعود احمد، پروفیسر: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۷۶ (۱۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۱۱ (۱۶) محمد حسین بدر، حکیم: سات ستارے مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۶۸ (۱۷) غلام معین الدین نعیمی مولانا: حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۱۸۹ (۱۸) محمد حسین بدر، حکیم: سات ستارے مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۳ (۱۹) غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۱۸۶ (۲۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۹ (۲۱) غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۱۴۸ (۲۲) محمد حسین بدر، حکیم: سات ستارے مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۴۸ (۲۳) محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۲۷۵ (۲۴) محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا: تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء (۲۵) محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا: تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۳ (۲۶) محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا: تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۵ (۲۷) محمد برہان الحق جبل پوری مولانا: اکرام امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۱۸ (۲۸) زین الدین ڈیروی (مرتبہ): تحریک پاکستان نمبر ماہنامہ کنز الایمان لاہور اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۹۲ (۲۹) زین الدین ڈیروی: تحریک پاکستان نمبر ماہنامہ کنز الایمان لاہور اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۸۶ (۳۰) محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص

۲۹۵ (۳۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا : خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۳۸ (۳۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۵۳ (۳۳) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا : اندھیرے سے اجالے تک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۲۷۱ (۳۴) ہفت روزہ الفتح کراچی ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء ص ۳۱ (بحوالہ محمد جلال الدین قادری) (۳۵) خواجہ رضی حیدر: شاہ عبدالعلیم اوران کی سیاسی جدوجہد مشمولہ مجلّہ مینارہ نور کراچی نومبر ۱۹۸۰ء ص ۲۷ (۳۶) خواجہ رضی حیدر: شاہ عبدالعلیم اوران کی سیاسی جدوجہد مشمولہ مجلّہ مینارہ نور کراچی نومبر ۱۹۸۰ء ص ۲۸ (۳۷) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری ، پروفیسر : تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۵۹ (۳۸) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری ، پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۶۰ (۳۹) خواجہ رضی حیدر : شاہ عبدالعلیم اوران کی سیاسی جدوجہد مشمولہ مجلّہ مینارہ نور کراچی نومبر ۱۹۸۰ء ص ۲۹ (۴۰) (الف) محمد سلیم مست قادری: مبلغ اسلام اور روحانی پیشوا مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۸۹ء ص ۲۲ تا ۲۴ (ب) خلیل احمد رانا: مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۴۸ (۴۱) محمد عبدالعلیم صدیقی ، مولانا: ذکر حبیب مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۸۵ء ص ۱۴۳ ۔ (۴۲) (الف) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان مطبوعہ لاہور ۔ ۱۹۷۹ء (ب) ماہنامہ آستانہ کراچی محدث اعظم ہند نمبر (تمام خصوصی شمارے) (۴۳) محمود احمد قادری ، مولانا: تذکرہ علماء اہل سنت مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء ص ۲۳۶ (۴۴) سید محمد محدث کچھوچھوی ، مولانا: الخطبات الاشرفیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۲۰ (۴۵) سید محمد محدث کچھوچھوی ، مولانا : الخطبات الاشرفیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۳۳ (۴۶) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۷ (۴۷) (الف) محمود احمد رضوی ، سید مولانا: سیدی ابو البرکات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء (ب) محمد جلال الدین قادری ، مولانا : خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء (۴۸) محمد امیر شاہ قادری ، سید مولانا : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۳۴۴ (۴۹) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری پروفیسر : تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۱۲ (۵۰) خلیل احمد رانا: انوار قطب مدینہ مطبوعہ لاہور ۔ ص ۱۳۷ (۵۱) شاہ محمد عارف اللہ قادری مولانا: اذکار حبیب رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۴ (۵۲) (الف) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان مطبوعہ لاہور ۔ ۱۹۷۶ء ص ۱۰۲ (ب) محمد صادق قصوری: تحریک پاکستان اور علمائے کرام مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء ص ۳۸۳ (۵۳) محمد جلال الدین قادری مولانا: ابوالکلام آزاد کی تاریخی

شکست مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء (۵۴) محمد جلال الدین قادری مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷۹ (۵۵) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۴۸ (۵۶) محمد سلیمان اشرف بہاری ، سید مولانا: الرشاد مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء (۵۷) عبدالنبی کوکب ، قاضی: مقالات یوم رضا (حصہ سوم) مطبوعہ ۱۹۷۱ء ص ۱۰ (۵۸) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری ، پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۱۱ (۵۹) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری ، پروفیسر : تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۵۰ ، ۳۵۱ (۶۰) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری ، پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۵۹ (۶۱) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اپریل ۱۹۹۷ء ص ۳۰ تا ۳۱ (۶۲) محمد صادق قصوری ، مجید اللہ قادری ، پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۸۵ (۶۳) مانا میاں قادری ، شاہ: سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی مطبوعہ کراچی ۔ ص ۵۷ (۶۴) محمد جلال الدین قادری ، مولانا : خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۰ (۶۵) محمد جلال الدین قادری ، مولانا : خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۵ (۶۶) محمد جلال الدین قادری ، مولانا : تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء ص ۳۷ (۶۷) محمد صادق قصوری: امیر ملت اوران کے خلفاء مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۱۶۸ (۶۸) محمد جلال الدین قادری مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۰۲

مہر و رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مرشدان وقت ، مخدومان ارباب صفا
جاں نثاران نبی ، مدحت گران مصطفیٰ

دونوں شمشیر برہنہ ، مصلحت نا آشنا
کچھ نہ تھا ان کی زباں پر کلمۂ حق کے سوا

برق خرمن سوز باطل تھے یہ دونوں حق نوا
حفظِ ناموسِ محمد ﷺ اُن کا نصب العین تھا

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرائے ذرا
مصطفیٰ ﷺ کا پرچم عظمت سدا اونچا رکھا

اصل دیں ہے عشق محبوب خدا ﷺ، واضح کیا
تھا یہی محبوب اُن کی زندگی کا مدعا

ہند میں اسلام پر فتنوں نے جب یلغار کی
ان بزرگوں سے خصوصی کام قدرت نے لیا

ان کے علم و فقر کی سطوت سے عاجز ہر حریف
ہر مقابل ان کے آگے خائف و خاسر رہا

اس حقیقت کو کیا تسلیم آخر وقت نے
اُن کا موقف تھا درست اُن کا وطیرہ تھا بجا

جلوہ گر ہوتا ہے صدیوں میں کوئی مرد خدا
گولڑے میں مہر انور یا بریلی میں رضا

طارق سلطانپوری

بریلی شریف .... اعداد بحساب ابجد ۸۴۲

بہ الفاظ دیگر

''بہارستان حب جان جہاں'' ...... ''مرکز عشق و ادب محمد ﷺ''

عمر مبارک امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ ۶۸ سال (بحساب سن ہجری)

بہ الفاظ ''حب محبوب'' ...... ''والا طیبہ''

۲۔ ۶۵ سال (بحساب سن عیسوی)

بہ الفاظ ''ادب محبوب'' ...... ''جدوجدی جدوجہد''

طارق سلطانپوری

ایک بہترین تربیت گاہ

منظر اسلام

از: مولانا محمد توصیف رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

منظر اسلام کے قیام سے تقریباً ایک دہائی قبل مجدد اسلام اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق دس نکات پیش فرمائے تھے۔ اس تعلیمی منصوبہ کا سب سے اہم نکتہ نمبر ۳ ہے جو عشق رسول ﷺ پر مبنی ہے۔ بلاشبہ زندگی اور بندگی ہر ایک میں اسی عشق کی بدولت نکھار ہے، یہی ایمان کی جان ہے اور اس عشق کے بغیر علم کو جلا نہیں مل سکتی۔ حضرت امام احمد رضا کے نکات میں حصول علم کے لیے خلوص وللّٰہیت اور علماء، اولیاء، اساتذہ، والدین غرضیکہ ہر مسلمان کا احترام اور محبت بھی شامل ہے۔ ان تمام امور کو دھیان میں رکھ کر جب طلبہ کی تعلیم و تربیت کی جائے گی تو یقیناً ان میں کا ہر فرد ایک نمونہ بن کر نکلے گا۔ جو پورے معاشرہ کو حقیقی معنی میں صالح صحت مند مسلم معاشرہ بنانے میں خود کو وقف کر دے گا اور قوم کی صلاح و فلاح میں اسے ہر حال کامیابی ملے گی۔

اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے ۱۹۰۴ء میں جب حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہما کے مشوروں نیز سید امیر احمد قدس سرہ کی سفارش پر ''منظر اسلام'' کا قیام فرمایا تو ظاہر ہے کہ خود ان کے اپنے تعلیمی نکات ان کے پیش نظر رہے ہوں گے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اس دارالعلوم کے فارغ اول ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر امام احمد رضا کے تعلیمی و تربیتی نظریات کا پورا پورا نور اور پوری پوری خوشبو رچی بسی تھی وہ بیک وقت جید عالم دین، مدبر و مفکر دانش ور، خطیب و مقرر، ادیب و مصنف، استاذ و مدرس اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ بالخصوص تکبیر، توقیر، شماریات ریاضیات،

ہیئت وغیرہ میں ماہر تھے۔حیات اعلیحضرت سے لے کر اب تک جو علماء اس دارالعلوم سے فارغ ہوئے ہیں اوران کی تعلیم وتربیت جس انداز میں ہوئی ہے وہ حضرت امام احمد رضا ہی کے نظریات پر ہوئی ہے اور فارغین نمونہ بن کر نکلے ہیں۔

منظر اسلام کے اساتذہ اور ممتحن بھی اپنے اپنے زمانے کے ماہرین تعلیم اور آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے اور الحمدللہ ناظمین منظر اسلام خانوادۂ رضا کے شہزادگان تھے ظاہر ہے جو ماحول دیکھ بھال، اہتمام اور تعلیم وتربیت ملی وہ اسقدر پاکیزہ اور نورانی تھی کہ فارغ ہونے والے علماء، قراء، حفاظ کی چمک دمک میں اس سے یقیناً اضافہ ہونا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ منظر اسلام کے ناظمین، اساتذہ اور فارغین سب کے سب ہر اعتبار سے اسلاف کا نمونہ اور دین کے سپاہی بنے۔

آج دنیائے سنیت کو جن علماء، فضلاء اور پیران طریقت پر فخر وناز ہے اور جن کا شمار مشاہیر عالم میں ہوتا ہے۔ وہ سب کے سب اسی دارالعلوم منظر اسلام سے متعلق تھے۔ مثلاً ملک العلماء مولانا ظفرالدین صاحب، صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد مصطفی رضا خاں صاحب، حضرت مولانا حامد علی خاں صاحب، شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی تقدس علی خان صاحب، حضرت مفتی وقارالدین صاحب وغیرہم رحمتہ اللہ علیہم۔

اساتذہ کرام میں مندرجہ بالا اساتذۂ منظر اسلام و فارغین منظر اسلام کے علاوہ حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری، حضرت مولانا ظہور الحسین رامپوری، حضرت مولانا نورالحسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب، حضرت محدث احسان علی صاحب، حضرت مفتی جہانگیر صاحب وغیرہم علیہم الرحمہ،

اللہ اکبر! یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے مریدین، خلفاء اور تلامذہ کی بدولت آج برصغیر سے لے کر مشرق ومغرب امریکہ وافریقہ میں دین اور علم دین کا پرچم بلند ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ناظمین منظر اسلام میں سب کے سب خانوادۂ رضا کے چشم وچراغ ہی تھے۔تو سبحان اللہ، ماشاءاللہ یہ حضرات ایسے نامور عالم تھے کہ ان میں کا ہر ایک بیک وقت مرشد وہادی، استاذ، خطیب وادیب، مہتمم ومنتظم سب کچھ تھا۔ان حضرات کے اسماء سن کر ہی عقیدت کی جبین جھک جاتی ہے۔استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں، داماد حجۃ الاسلام حضرت مفتی تقدس علی خاں، مفسر اعظم حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں قدس سرہم۔

ان ناظمین منظر اسلام کے خلفاء مریدین اور تلامذہ کی ایک کثیر تعداد بھارت، نیپال، بنگلہ دیش، پاکستان اور لنکا سے لے کر برطانیہ، ہالینڈ، ہورنیام، افریقہ، موریشس، آسٹریلیا اور متحدہ ریاست ہائے امریکہ تک پھیلی ہوئی ہے جو ''منظر اسلام'' کا حسین منظر دکھا کر ایمان کی درستگی سے لے کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کی درستگی اور پختگی میں مصروف ہے۔

یوں تو اعلیحضرت کی حیات ظاہری ہی میں سارا زمانہ ان سے واقف تھا اور انہیں کے حوالے سے منظر اسلام سے بھی متعارف تھا لیکن باقاعدہ غیر ممالک اور عالم اسلام وانسانیت کی قدیم وعظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر سے رابطہ میرے جدامجد سرکار مفسر اعظم ہند نے کرایا۔ازہر سے عربی زبان وادب کے عالم مولانا عبدالتواب علیہ الرحمہ کو منظر اسلام میں لائے اور شعبہ عربی ادب کا انہیں صدر بنایا بعد میں میرے والد ماجد حضرت ریحان ملت قدس سرہ العزیز نے اسے خصوصیت کے ساتھ افریقی وامریکی ممالک میں متعارف کرایا۔افریقہ اور ماریشس کے طلبہ یہاں سے پڑھ کر اور فارغ ہوکر گئے۔تعمیری امور میں بھی تیزی آئی۔عصری تعلیم سے اسے جوڑ کر اس کا حلقہ۔حلقہ دانش تک پہنچا اور ایک طرح سے اسے ایک اوپن یونیورسٹی (Open University) کی شکل میں تبدیل کردیا۔

آج ہمارے برادر اکبر مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں کے دور اہتمام میں جامعہ منظر اسلام نے اپنا سو سالہ سفر خوش اسلوبی سے طے کرلیا۔اللہ عزوجل اسے مزید ترقی اور اونچائی کے راستے پر گامزن کرے آمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

ہفتہ وار ورد

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ میں نے ان اوراد سے بہت کچھ پایا ہے۔

جمعہ کے دن اللّٰہ سو بار پڑھنے سے تنگی دور ہو جاتی ہے۔

ہفتہ کے دن لا الٰہ الّا اللّٰہ سو بار پڑھنے سے ہر غم دور ہو جاتا ہے۔

اتوار کے دن یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ہزار بار پڑھنے سے روزی غیب سے پہنچتی ہے۔

پیر کے دن بھی یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ہزار بار پڑھیں۔

منگل کے دن درود پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہزار بار پڑھیں ہر بلا ٹل جاتی ہے۔

بدھ کے دن استغفار ہزار بار پڑھیں عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے۔

جمعرات کے دن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ہزار بار پڑھیں ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں گے۔

سیدنا حضرت علی نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے سنا جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا جیسے ہی فوت ہوگا سیدھا جنت میں جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ ہم سب کے رزق میں اضافہ فرمائے (آمین)

حافظ محمد مسعود لکی ہاؤس سرگودھا روڈ خوشاب (فون: 712369)

مسلک اہلسنت کی ترویج وفروغ کے لیے

۱۲ نکاتی لائحہ عمل

مفتی محمد خان قادری: امیر، کاروان اسلام

۱۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا پرچار اور ان پر عمل کے لیے عقائد و اعمال میں اسلام کی عطا کردہ تقسیم اور درجہ بندی کو مدنظر رکھا جائے مثلاً ہر جگہ پہلے اللہ رب العزت کا تذکرہ پھر رسول کریم ﷺ کا تذکرہ۔ فرائض کو فرائض اور مستحبات کو مستحبات ہی سمجھا جائے نہ یہ کہ فرائض ترک کر دیئے جائیں اور مستحبات کی پابندی کی جائے۔ مثلاً نماز تو ترک کر دی جائے مگر مزار پر حاضری ضروری تصور کی جائے۔ حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر درود شریف تو نہ پڑھا جائے مگر انگوٹھے چومے جائیں۔

۲۔ اہلسنت کے عقائد و اعمال پر بزرگوں کا کام بذریعہ تراجم عوام کے سامنے لایا جائے مثلاً امام سیوطی، امام زرقانی، علامہ خفاجی، ملا علی قاری، قاضی عیاض، شیخ عبدالغنی نابلسی، شاہ عبدالحق دہلوی، امام نبھانی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی تصانیف کے تراجم کروائے جائیں تاکہ ہر کسی پر واضح ہو سکے کہ آج بھی ہم اسلاف کے راستے پر گامزن ہیں۔

۳۔ جدید دور کے لکھنے والے اہل علم خصوصاً عرب علماء کی تصانیف کو پاکستان میں شائع کیا جائے مثلاً شیخ محمد بن علوی، ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی، شیخ عبداللہ سراج الدین شامی، شیخ ابراہیم ملا خاطر شامی، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی وغیرہ کا کام سامنے لایا جائے جنھوں نے عالم عرب میں مسلک حقہ کا خوب دفاع کیا ہے تاکہ عوام محسوس کریں کہ عرب ممالک میں بھی ہمارے ہی عقائد و اعمال رائج ہیں۔

۴۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ برصغیر کی سرزمین پر جن لوگوں نے بد عقیدگی کے خلاف کام کیا ہے اس کام کو بھی سامنے لایا جائے۔ مثلاً تقویۃ الایمان کے رد میں تقریباً اڑھائی ہزار کتب لکھی گئیں ہیں مگر ان میں سے ایک دو ملتی ہیں۔ کم از کم ان اہل علم کے نام ہی شائع کر دیئے جائیں۔ اسی طرح مولانا عبدالحلیم لکھنوی، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی، شاہ فضل رسول بدایونی،

ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین وغیرہ کا کام شائع کیا جائے خصوصاً اعلیٰ حضرت کے والد گرامی مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کی اشاعت کا انتظام کیا جائے۔

۵۔ ان تمام علماء کی تصانیف کی زبان کو عام فہم کیا جائے تاکہ عوام ان سے استفادہ کرسکیں۔

۶۔ اعلیٰحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ رضویہ کو عربی زبان میں شائع کیا جائے تاکہ اہل عرب آپ کی جلالت علمی سے آگاہ ہوسکیں۔

۷۔ ہم حنفی ہیں مگر حنفیت پر ہمارا کام نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے شاگردوں پر ہماری طرف سے کام نہایت ضروری ہے۔

۸۔ مسلک اہلسنت کی صحیح تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرنے کا عملاً انتظام کیا جائے۔

۹۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولوی شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کو شامل نصاب کیا جائے تاکہ طلبہ صحیح عقائد و اعمال سے آگاہ ہوسکیں۔ اسی طرح اعلیٰحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ پر لکھی گئی کتب خصوصاً فاضل بریلوی اور امور بدعت، فاضل بریلوی اور رد بدعات و منکرات کا بھی مطالعہ کروایا جائے۔

۱۰۔ اہل ثروت حضرات کی تربیت کی جائے کہ وہ اپنے مسلک کی ترجیحات کے مطابق خرچ کریں تاکہ ان کے ایثار سے مفید ترین اور دوررس نتائج برآمد ہوسکیں۔ مثلاً ضروری کتب اور لٹریچر کی اشاعت۔ رجال دین کی تیاری وغیرہ۔

۱۱۔ وصال فرمانے والی علمی شخصیات کی سوانح لکھی جائیں۔ مثلاً سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، سید ابوالبرکات رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ عبدالغفوری ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ ابوالحسنات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا نوراللہ بصیر پوری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کیونکہ تاریخ کا حصہ وہی لوگ بنتے ہیں جن پر تحریری کام ہو۔

۱۲۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جدید درپیش مسائل کے لیے جید علماء اہلسنت پر مشتمل ''اسلامی سپریم کونسل'' قائم کی جائے تاکہ اہلسنت میں مرکزیت قائم رکھتے ہوئے اس اہم ذمہ داری سے بطریق احسن عہدہ برآ ہوا جاسکے۔ خصوصاً سیرت طیبہ پر لکھی گئیں دو اہم کتب سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد اللہ تام محمد بن یوسف شامی اور زرقانی علی المواہب کا ترجمہ کرواکے شائع کیا جائے۔

فروغ فکرِ رضا کے لیے حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات

سید سبط الحسن ضیغم

حکیم محمد موسیٰ مرحوم کی آبیاری میں امرتسر کی علمی، ادبی، مذہبی، سیاسی اور انقلابی فضا کا غیر معمولی اثر رہا ہے۔ بیسویں صدی کا آغاز جس انداز میں ہوا، مسلم انڈیا کو کئی لہروں نے متاثر کیا۔ امرتسر کا اپنا انداز تھا۔ اس دھرتی پر سکھ گوروصاحبان، پنجابی زبان وادب، پنجاب کی انگریز دشمنی، جلیانوالہ باغ میں قتل عام، قدآور مذہبی شخصیتوں کا مرکز، طب وحکمت، علم ومناظرہ کی فضا نے ان کے خمیر کو گوندھا، چشتی فکر نے ان میں عوام دوستی کا جذبہ پیدا کیا۔ ہندو ناشزم کی دور اندیشی اور مسلم قومیت کو ہڑپ کرنے کی منصوبہ بندی، پنجاب کی رواداری، نسلوں کے میل ملاپ اور سمیل نے جس نئی نسل کو گوندھ کر بنایا اس کے گہرے اثرات مرحوم میں موجود تھے۔

تحریک پاکستان ایک مسلم شناخت کی ایک لہر تھی۔ اس کا ادراک انہیں جوانی کے ابتدائی سالوں میں ہوگیا تھا جس کی وجہ سے وہ مجلس احرار اسلام کی طرف راغب ہونے کی بجائے مسلم لیگ کی جانب بڑھے۔ حالانکہ مجلس احرار میں شورش کاشمیری، مظفر علی شمسی اور جانباز مرزا کے علاوہ سب لوگ مذہبی شعائر کا عملی اظہار تھے اور مذہبی مدرسوں کے تربیت یافتہ تھے، مگر اس کے برعکس مسلم لیگی قیادت میں نواب بہادر یار جنگ مہدوی، مولانا عبدالحامد قادری بدایونی، مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی اور مولانا سید ابن حسن جارچوی کے علاوہ کوئی بھی مسلم لیگی نہ لباس کے لحاظ سے نہ شکل وصورت کی وجہ سے اور نہ ہی عادات وخصائل کے نقطہ نظر سے مذہب اور مذہبی اعتقادات سے کسی وابستگی کا اظہار کرتا، مگر حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری کا مسلم لیگی قیادت کا ہم فکر وہم خیال ہونا ان مسلمانوں کی قومی جدوجہد سے وابستگی کا ثبوت تھا، وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے اپنی نمو خصائص اور اعتقادات کے حوالہ سے ہندو سے ایک وکھری اور نرالی قوم ہیں۔ مسلم لیگ کے قرب کی وجہ کا

ایک اور بھی اہم فیکٹر (Factor) ان کا بریلوی مسلک سے متمسک ہونا تھا۔

پنجاب کی مخصوص فضا میں عظمت آدم کا تصور انتہائی جاندار ہے اور عظمت آدم کا شخصی اظہار حضور سرور کائنات کی ذات بابرکات کا وجود ہے، مسلم مسالک اور فرقوں میں اہلسنت کی بریلوی شاخ کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ حضور پاک ﷺ کے حوالہ سے وجہ وجود کائنات حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے، تمام کائنات کا وہی محور ہیں، متحدہ ہندوستان میں ان خیالات کی فکری بلوغت میں مولانا احمد رضا خان کے قلمی جہاد کو اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ امرتسر میں حکیم محمد موسیٰ چشتی نے جن اساتذہ سے علمی استفادہ کیا تھا، اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے وہ بلند مرتبت اور وقیع سکالر ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم کی فکر کے خوشہ چین بھی تھے۔ حکیم صاحب نے یہ اثر اپنے اساتذہ کا قبول کیا اور مولانا بریلوی کے فکری متبع بن گئے۔ تاریخ و ادب کا ذوق امرتسر کی مخصوص فکری فضا کی دین تھی۔ حکیم صاحب نے مسلم قومیت کی وکھری شناخت کے لیے دلائل ان مباحث سے اخذ کیے جو مولانا بریلوی کے اپنے معاصر دیوبندی مسلک کے علماء کے درمیان ہوئے۔ اس وقت ان مباحث کی تفصیل کتب و رسائل میں دستیاب تھی جن کا مطالعہ حکیم صاحب کے وظیفہ حیات کا حصہ تھا۔

قیام پاکستان پر امرتسر کے جڑواں شہر لاہور میں آ مقیم ہوئے۔ آباد کاری کے عبوری سال گزرنے کے بعد جب سماج میں ٹھہراؤ پیدا ہونے لگا تو ہر فرد نے اس نئی تبدیلی کا ادراک کرتے ہوئے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا تو دنیا، افراد، افکار میں ''گھس بیٹھ'' کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور ایسا لٹریچر اور کتب سامنے آ رہی تھیں جن سے پاکستان کی فکری تاریخ سے صریحاً انحراف روا رکھا گیا تھا اور ایسی قوتیں مسلم جنگ آزادی کا ہیرو بن کر ابھر رہی تھیں جو مسلم قومیت کے بنیادی فلسفہ ہی سے متفق نہ تھیں۔ بظاہر قد آور افراد مسلم تہذیب و ثقافت پر قلم اٹھانے والے اہل قلم کی کمی نہیں تھی جو اس تہذیبی، ثقافتی، علمی، سیاسی وکھرپ کا ادراک ہی نہیں رکھتے تھے، بلکہ جو مسلم قومیت کے خمیر اور ہندو دیو مالائی تصورات کے درمیان ابتداء ہی سے وجود میں آ چکا تھا انہی شخصیات میں شیخ محمد اکرام انڈین سول سروس کے ایک ہونہار قلم کار بھی تھے جن کا زمینی رشتہ رسول نگر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ انھوں نے مسلم تہذیب و ثقافت کے موضوع پر موج کوثر، رود کوثر، آب کوثر ایسی کتب ترتیب دیں جو بظاہر اہم ترین کتب کا درجہ حاصل کر چکی ہیں، مگر ان میں کئی ایسی کوتاہیاں بھی ہیں جن سے صرف نظر

کرنا ممکن نہیں، انہی کوتاہیوں میں ایک فاحش غلطی مسلم مسالک میں مولانا بریلوی کے بارے میں ان کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر تھا جس کی وجہ سے وہ ان سے نہ انصاف کر سکے اور نہ ہی بریلوی مسلک سے اور نہ ہی مسلم قومیت کی علیحدہ شناخت میں مولانا بریلوی کی دین پر کوئی روشنی ڈال سکے، کیونکہ ان کی کتابوں کا بنیادی ماخذ لٹریچر معلوم ہوتا ہے جو مولانا احمد رضا خاں مرحوم بریلوی کی فکر و عقائد کے رد میں لکھا گیا۔ یہی بات حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری کو کھٹکی، چنانچہ اس ازالۂ اوہام کے لیے انہوں نے مرکزی مجلس رضا قائم کی جس کا ایک مقصد تو مولانا مرحوم کی یاد میں وقیع جلسوں کا انعقاد تھا۔ مگر اس سے بھی اہم بات ان کا تحریری جہاد تھا جس میں حکیم صاحب نے مولانا بریلوی کی نگارشات کو بڑے وقیع انداز میں متعارف کرایا اور شیخ محمد اکرام کی تحقیق کا بطلان کیا کہ مولانا احمد رضا مرحوم نے صرف ردو، ساتے، ختم نذر و نیاز کے موضوع پر مختصر سے مناظرانہ پمفلٹ رقم کئے حالانکہ مرحوم ہزار سے زیادہ کتب کے مصنف و مولف ہیں۔ ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، سیرت، لغت، معانی، ریاضی، علم جفر و رمل، نعت و منقبت، صرف و نحو یہاں تک کہ موسیقی ایسے ادق اور منفرد موضوعات شامل ہیں۔ ملکی سیاست پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ چنانچہ ترک موالات کے نام سے چلنے والی تحریک کے باطن میں سب سے پہلے انہوں نے جھانکنے کی کوشش کی۔ مسلم قومیت کے وکھرپ پر گراں قدر لٹریچر فراہم کیا۔ کانگریس کی متحدہ قومیت کی فلاسفی کا رد کیا اور اس طرح انیسویں صدی میں اس سلسلہ میں سرسید احمد خان کی جانب سے جس تحریک کا آغاز ہوا تھا کہ مسلم اور ہندو دو وکھری اور علیحدہ علیحدہ تہذیب و ثقافت رکھنے والی قومیں ہیں، اس لہر کو مذہبی لٹریچر کے حوالہ سے تقویت پہنچانے والوں میں مولانا احمد رضا مرحوم بریلوی سرفہرست تھے۔ گویا انھوں نے مذہب، سیاست، اخلاقیات کے حوالوں سے بنارس یونیورسٹی کے اکابر اور برطانوی حکمرانوں کی جانب سے ہندو فاشزم کی بالادستی کے لیے جو علمی فضا بڑی محنت سے استوار کی تھی، اس سے پیدا ہونے والے منطقی مغالطوں کے رد کرنے والوں میں مولانا بریلوی بھی پیش پیش تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ان مدہم ہوتے ہوئے نقوش کو مرکزی مجلس رضا کے جھنڈے تلے نہ صرف حکیم محمد موسیٰ چشتی مرحوم نے ابھارا بلکہ ایک زندہ لہر بنا کر بریلویت کے احیاء میں ایک مجددانہ کردار ادا کیا اور پاکستانی فکر کی جڑوں کو بھی متعارف کرا کے تاریخ پاکستان پر کام کرنے والوں کو صراط مستقیم تک پہنچنے میں راہنمائی کی۔ تجدید و احیاء بریلویت کے حکیم صاحب سب سے بڑے محسن ہیں اسی کا نتیجہ ہے مولانا احمد رضا کی تمام نگارشات طبع ہو رہی ہیں۔

اُسے عشق تھا تو فقط مصطفیٰ ﷺ سے

محمد شہزاد مجددی۔۔ لاہور

ہے آئینہ ، رشد فضل خدا سے   جو صادر ہوا حرف کلکِ رضا سے
وہ قسام فیضان عشق رسالت   خدا کے کرم سے ، نبی کی عطا سے
محدث ، مفسر، فقیہ و مجدد   وہ تھا بہرہ ور سب علوم ھدیٰ سے
وہ اک عارف حق وہ اک شیخ کامل   تھی وابستگی جس کو غوث الوریٰ سے
تھا اعدائے دیں کے لیے تیغ قاطع   رعایت نہ رکھتا تھا اہل جفا سے
رہا عمر بھر وہ شریعت کے تابع   تھے پر جان و دل اس کے صدق وصفا سے
غرض اس نے رکھی نہ اہل دول سے   اسے عشق تھا تو فقط مصطفیٰ سے
عقائد میں اسلاف کا عکس تھا وہ   فقاہت عیاں اس کی ہر اک ادا سے
گندھا تھا خمیر اس کا عشق نبی میں   تھا معمور دل اس کا ذوق وفا سے
وہ بحر معارف تھا حکمت کا پیکر   اسے ربط تھا خاص باب ہدیٰ سے
لکھوں تاج دار بریلی کی مدحت   ملے بہرہ وافر جو فکر رسا سے
احاطہ علوم رضا کا کروں میں   یہ کیونکر ہو شہزاد مجھ نا رسا سے

داعیٔ تحریکِ یومِ رضا...... حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم

جانتے ہیں سبھی حقیقت یہ   اہلِ سنت کے سب رؤسا تک
اعلیٰ حضرتؒ کا چھڑ گیا جب ذکر   بات پہنچی جناب موسیٰؒ تک
ہے حکیم اہل سنتؒ کے طفیل   جابجا دنیا میں عرفانِ رضاؒ
فیض موسیٰ سے رہے گی تا ابد   جلوہ زا شمعِ شبستانِ رضاؒ
سنیت سے کر دیا ہے آشنا   دہر میں پھیلا دیا ذکرِ رضاؒ
مسلکِ حقہ کے ہیں روحِ رواں   حضرتِ موسیٰ نظامیؒ مرحبا
گل بستاں مہکا ہوا ہے موسوی افکار سے   خوش نما ذکرِ رضاؒ ہے موسوی افکار سے
فخر سے سر کو اٹھا کر زندہ رہنے کا شعور   اہلِ سنت کو ملا ہے موسوی افکار سے

سید عارف محمود مجہور رضوی۔ گجرات

عربی زبان پر

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی مہارت وقدرت

تحریر: حافظ محمد عطاالرحمان قادری رضوی

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ یوں تو عربی، فارسی، اردو اور ہندی سمیت کئی زبانوں کے ماہر تھے لیکن عربی زبان سے آپ کو خصوصی عقیدت و محبت تھی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ عربی اسلام، قرآن اور حدیث کی زبان ہے۔ حدیث وفقہ کی تقریباً تمام کتب اسی زبان میں ہیں سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سرکار دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ ان وجوہات کے ساتھ ساتھ اعلیٰحضرت کی عربی سے محبت کی ایک وجہ اس کا علمی زبان ہونا بھی ہے۔ خود اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''عربی لکھنا یا بولنا بہ نسبت اردو کے زیادہ سہل معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ علمی زبان ہے اور علم کے ادا کرنے کے لیے اس میں زیادہ الفاظ ملتے ہیں۔'' (۱)

بچپن میں عربی گفتگو:۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں: ''کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (۲)

بچپن میں عربی تصنیف:۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے صرف آٹھ برس کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' پڑھی اور خداداد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی ننھی عمر میں ''ہدایۃ النحو'' کی شرح عربی زبان میں لکھ ڈالی۔ (۳) قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ جب بچپن میں یہ کمال ہے تو جوانی کا عالم کیا ہوگا۔

علمائے عرب کا اعتراف:۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو

وہاں کے علماء سے بکثرت ملاقاتیں ہوئیں۔ گفتگو کا بھی موقع ملا۔ وہاں کے علماء کو اعتراف کرنا پڑا کہ آپ عربی اس انداز سے اور اس لب ولہجے سے بلاتکلف ادا فرماتے ہیں کہ اگر پردہ ڈالا جائے تو کوئی سننے والا یہ محسوس نہیں کرسکتا کہ یہ متکلم ہندی ہے یا عرب کا رہنے والا نہیں ہے۔ عربی میں آپ کی گفتگو کئی قسم کی تھی شہری عربی جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رائج ہے۔ دوسری بدوی عربی کے اسی لب ولہجہ میں الفاظ کو ادا کیا کرتے تھے۔ شام اور مصر کے لوگ جس قسم کی عربی بولتے ہیں اس کو بھی بلاتکلف اسی انداز سے بولتے تھے اور ایک یہ فصیح کتابی عربی جو زمانہ رسالت اور اس کے کچھ بعد تک جاری رہی۔ (۴)

علمائے مصر کا خراج تحسین:۔ خلیفہ اعلیٰحضرت، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے مصر کے فاضل ترین علمائے کرام کے اجتماع میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا قصیدہ عربیہ پڑھا تو انھوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ تو کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ فقیر نے انھیں بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں، جو عربی نہیں عجمی ہیں، تو علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔ قصیدہ عربی کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

الحمد للمتوحد	بجلاله المتفرد
وصلوته دوماً علی	خیر الانام محمد
والال والاصحابهم	ماوای عند شدائد(۵)

بساتین الغفران:۔ مصر ہی کے ایک فاضل، شعبہ اردو جامعہ ازھر کے پروفیسر سید حازم محمد احمد المحفوظ نے اعلیٰحضرت کا عربی میں منظوم کلام جو اب تک منتشر تھا، بڑی جدوجہد اور نہایت محنت سے جمع کر کے ''بساتین الغفران'' کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

ان کے اس تاریخی، تحقیقی کارنامے کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے انھیں ''امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ ۱۹۹۸ء'' پیش کیا ہے۔ (۶) یہ مجموعہ ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نہ صرف عربی نثر بلکہ

عربی نظم کے بھی ماہر تھے۔

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ:۔ اعلیٰ حضرت کی فصیح وبلیغ نثر کئی مقامات پر نثر میں نظم نظر آتی ہے۔ مسجع الفاظ کی لڑیاں اور مقفیٰ جملوں کی مالائیں آپ کے منظوم ومنثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ بہت دشوار ہے۔ تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ''فتاویٰ رضویہ'' کا عربی خطبہ ہے۔

قاضی عبدالدائم دائم لکھتے ہیں۔ ''فتاوی رضویہ کا خطبہ بلاشبہ فصاحت وبلاغت کا ایک اچھوتا شاہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات، خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات ومناسبات یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود وسلام...... یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں۔ یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود وسلام کی ڈالیاں تیار ہوگئی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعت استہلال ورعایت سجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرا بھر فرق نہیں پڑا۔ نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ (۷)

اس ضیابار خطبے میں سے طوالت سے بچتے ہوئے صرف حمد ونعت کی دو خوش نما جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

حمد باری تعالیٰ:۔ فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام ''الفقہ الاکبر'' ہے اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، درر، غرر بھی بلند پایہ فقہی تصنیفات ہیں، امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا اور کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں۔ فرماتے

ہیں۔

الحمد لله هو الفقه الاكبر و الجامع الكبير لزيادات فيضه المبسوط الدرر الغرر (سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

سبحان اللہ کیا دلپذیر حمد ہے یعنی فیضان الٰہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں۔ (۸)

نعت:۔ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات اس کے بعد اسمائے کتب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

والصلوة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام مالكي و شافعي احمد الكرام۔ (اور صلوٰۃ وسلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لیے شفاعت کرنے والے ہیں، ان کا نام احمد ہے بہت ہی عزت والے ہیں) (۹)

امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ائمہ مذاہب اربعہ کے معروف القاب واسماء مذکور ہیں، انہی کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان کی گئی ہے۔

الدولۃ المکیہ: الدولۃ المکیہ اعلیٰحضرت کی وہ معرکۃ الآراء کتاب ہے جسے آپ نے بخار کی حالت میں علمائے مکہ کے استفسار پر صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں عربی میں تحریر فرمایا۔ (۱۰) کتاب کا موضوع سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہے۔ اپنے موضوع پر لاجواب کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ یہ عربی ادب کا بھی شاہکار ہے۔ کتاب میں جہاں حقائق و معارف کے سمندر موجیں مار رہے ہیں وہیں عربی ادب کے خوشنما موتی اور مسجع ومقفع الفاظ کی حسین لڑیاں قاری پر ایک عجیب لطف وسرور کی کیفیت طاری کر دیتی ہیں۔ تفصیل مقصود نہیں صرف نام ہی پر غور فرمائیے۔ جہاں یہ نام اپنے موضوع کا نہایت احسن انداز میں اعلان کر رہا ہے وہیں سن تصنیف

بھی بتا رہا ہے۔ الدولة المكيه بالمادة الغيبيه کے ابجد کے حساب سے اعداد ۱۳۲۳ بنتے ہیں اور یہی سن تصنیف ہے۔

کنز الایمان:۔ محافظ ایمان، ترجمہ قرآن، کنز الایمان عربی زبان پر اعلیٰحضرت کی مہارت وقدرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ جہاں پر شان الوہیت اور عظمت رسالت کا پاسدار ہونے کے حوالے سے دیگر تراجم سے منفرد ہے وہیں عربی گرائمر کا بخوبی خیال رکھنے کے حوالے سے بھی ایک امتیازی شان کا حامل ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔

عربی قواعد کے اعتبار سے مرکب اضافی میں مضاف (جس کو نسبت دی جاتی ہے) پہلے آتا ہے اور مضاف الیہ (جس کی طرف نسبت کی جاتی ہے) بعد میں آتا ہے۔ مثلاً نبی اللہ مگر جب اردو زبان میں ترجمہ کریں گے تو اردو زبان کے قاعدے کے مطابق مضاف الیہ پہلے آئے گا اور مضاف بعد میں اس لیے ترجمہ ہوگا اللہ کا نبی اس قاعدے کی پابندی امام صاحب کے ترجمہ قرآن میں ہر جگہ نظر آئے گی۔ مثلاً

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

بسم اللہ کے ترجمہ میں ہر ایک مترجم نے اسم اللہ کو مضاف کے بعد رکھا ہے۔ جبکہ اردو قواعد کے مطابق اسم اللہ جو مضاف الیہ ہے پہلے آنا چاہیے۔ مگر سوائے امام احمد رضا بریلوی کے تقریباً بہت سے مترجمین نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے مضاف کا پہلے ترجمہ کیا ہے مثلاً شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے اس قسم کا ترجمہ قاعدے کے مطابق غلط ہے اور اس میں بلاضرورت اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں نہ لاکر کے بارگاہ الوہیت کے ادب کا بھی خیال نہ رکھا۔ (۱۱)

کنز الایمان میں ایسی ایک نہیں کئی مثالیں نظر آتی ہیں کہ جہاں دیگر مترجمین نے ٹھوکر کھائی ہے وہاں امام احمد رضا کی اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عربی زبان پر

مہارت و قدرت نور بکھیرتی نظر آتی ہے۔ مولائے کریم ہمیں قرآن حکیم سمجھنے کے لیے کنزالایمان کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حوالہ جات

(۱) عبد المنان اعظمی، علامہ، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص ۳۷ (۲) ظفر الدین رضوی، مولانا، ملک العلماء، حیات اعلیٰحضرت، ص ۲۲ (۳) بدرالدین احمد قادری رضوی، علامہ، سوانح امام احمد رضا، ص ۱۰۲ (۴) محمد عطاء الرحمٰن قادری (راقم السطور) سیرت صدر الشریعہ، ص ۱۷۵ (۵) خلیل احمد رانا، انوار قطب مدینہ، ص ۲۵ (۶) اقبال احمد اختر القادری، امام احمد رضا اور جامعۃ الازہر، ص ۱۳ (۷) عبدالدائم دائم، قاضی، فتاویٰ رضویہ کا خطبہ، مشمولہ مقالات تقریب تعارف فتاویٰ رضویہ ص ۲۹ (۸) ایضاً ص ۳۰ (۹) ایضاً ص ۳۲ (۱۰) بدرالدین احمد قادری رضوی، علامہ سوانح امام احمد رضا، ص ۳۰۵ الدولۃ المکیہ کو علمائے عرب کی تقریظات کے ساتھ عالمی معیار کے مطابق حال ہی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کیا ہے۔ (۱۱) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن، ص ۵۲۰

ماخذ

(۱) اقبال احمد اختر القادری، امام احمد رضا اور جامعۃ الازہر، بزم رضویہ، لاہور ۱۹۹۹ء (۲) بدرالدین احمد قادری رضوی، علامہ، سوانح امام احمد رضا، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر طبع ہفتم ۱۹۸۷ء (۳) خلیل احمد رانا، انوار قطب مدینہ، نعمان اکادمی، جہانیاں، ۱۹۹۷ء (۴) ظفر الدین رضوی، مولانا، ملک العلماء، حیات اعلیٰحضرت، مکتبہ رضویہ، کراچی (۵) عبدالدائم دائم قاضی فتاویٰ رضویہ کا خطبہ مشمولہ مقالات تقریب تعارف فتاویٰ رضویہ (جدید ایڈیشن) رضا فاؤنڈیشن، لاہور (۶) محمد عطا الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ۲۰۰۲ء (۷) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۱۹۹۹ء

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم   جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

اور

ان کے چند منتخب مستفتی

تحریر: مفتی محمد ابراہیم القادری......سکھر

اعلیٰحضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز علم کا بحر ذخائر اور خداداد ذہانت و فطانت، ضبط و حفظ اطلاع علی الکلیات والجزئیات میں عدیم النظیر ہیں۔ شریعت و طریقت کا مجمع البحرین ہیں۔

یوں تو انہیں ہر فن میں امامت کا درجہ حاصل ہے مگر فقہی بصیرت ان کا وہ وصف کمال ہے جس نے انہیں اپنے ہم اقران سے ممتاز کر دیا اس میدان میں دور دور تک ان کا مد مقابل نظر نہیں آتا۔

معرکتہ الآرا مسائل میں عوام و خواص کی نظریں انہیں کی طرف اٹھتی تھیں علماء عصر کے درمیان اختلافی مسائل میں ان کی تحقیق کو حرف آخر سمجھا جاتا تھا ان کا فتاویٰ رضویہ جو رضا فاؤنڈیشن لاہور کی ترتیب جدید کے بعد ۲۴ سے زائد مجلّات پر پھیل چکا ہے۔ ان کی فقہی بصیرت اور دقت نظر بلند فکر اور وسعت مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ عظیم الشان فتاویٰ جو در حقیقت فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا ہے فتاویٰ متقدمین و متاخرین میں اپنا جواب نہیں رکھتا اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی شان ثقاہت ایسی مسلم تھی کہ دنیا کے ہر ملک سے اور ہند و پاک کے ہر شہر سے دور دراز علاقوں سے ان کی خدمت میں سوالات بھیجے گئے۔ "فتاویٰ رضویہ" ایسے ہزاروں سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے۔

پاکپتن شریف ہو یا تونسہ مقدسہ۔ گولڑہ شریف یا بھرچونڈی شریف۔ مارہرہ مطہرہ ہو یا اجمیر معلی ہر گدی اور خانقاہ نے ان کے دریائے عظیم سے تشنگی مٹائی۔

کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

امام احمد رضا سے کن کن مقامات سے رجوع کیا گیا اور کون کون سی شخصیات استفادہ کے لیے

متوجہ ہوئیں اس کا احصاء واحاطہ ان محدود صفحات میں بہت مشکل ہے۔

سردست پاکستان کے چاروں صوبوں کے سائلین اور دنیا بھر کی سربرآوردہ مستفتی شخصیات کی مناسب فہرست قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا خادم حسین رضوی نے اعلیٰحضرت کے مستفتیین کی ایک طویل فہرست حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کی ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد اول میں شائع ہو چکی ہے جنہیں تفصیل میں جانا ہو اس فہرست کو ملاحظہ فرمالیں۔

اس کوشش کے باوجود بعض مستفتی حضرات ذکر سے رہ گئے ہیں۔ مثلاً افریقہ سے حاجی اسمٰعیل میاں صاحب نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں ایک سو گیارہ سوالات بھیجے جن کے جوابات کا مجموعہ فتاویٰ افریقہ کے نام سے شائع ہوا۔ یہ سوالات فتاویٰ رضویہ کی کسی جلد میں شامل نہیں۔ اسی طرح مولانا کرامت اللہ خان خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ۱۳۱۱ھ میں اعلیٰحضرت کی خدمت میں سوال بھیجا جو دلائل الخیرات اور درود تاج میں درج بعض الفاظ خصوصاً دافع البلد والوبا والقحط والمرض والالم کے بارے میں تھا اس کے جواب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مستقل رسالہ تالیف فرمادیا جو الامن والعلیٰ کے نام سے مشہور ہے جس میں امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ساٹھ آیات اور تین سو احادیث سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دافع بلا ہونا ثابت فرمایا۔

یونہی گونڈل کاٹھیاواڑ سے ۳۵ھ میں حاجی قاسم میاں نے نیچریوں کے ساتھ میل جول اور رعائت سے متعلق حکم دریافت کیا۔ جواب میں جو فتویٰ تحریر فرمایا وہ الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ کے ساتھ موسوم ہوا اور اس فتویٰ کی تصدیقات متحدہ ہندوستان کے علماء کرام سے کرائی گئیں۔

اس فقیر کے پاس بحمدہ تعالیٰ مستفتیین حضرات کی ایک جامع فہرست موجود ہے یہ اوراق اس کے متحمل نہیں تاہم کوشش کی ہے کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے مستفتی حضرات کی مکمل فہرست پیش کی جائے اور ان اوراق میں تمام مستفتی علماء کرام کا ذکر بھی مشکل ہے لہذا کوشش کی ہے کہ اہل علم و فضل کی ایک مناسب تعداد کا ذکر کیا جائے۔ ان بزرگوں کا جتنی بار فتاویٰ رضویہ میں ذکر آیا اسے تمامہ وتدریس۔ فتاویٰ کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر دے کر تاریخ و سن استفتاء کے ساتھ درج جائے۔

البتہ وہ مشاہیر اسلام جو علمی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور ان کا قلمی رابطہ اور علمی استفادہ حضرت فاضل بریلوی سے معروف نہیں تھا۔

یا ایسے اکابر علماء جو اپنے دور میں مرجع عوام وخواص تھے مگر مرور زمانہ سے ان کی شخصیت نظر عوام سے اوجھل ہوگئی اور ان کا ذکر فتاویٰ شریفہ میں موجود ہے کوشش کی گئی ہے کہ ایسی منتخب شخصیات کا تعارف اختصار کے ساتھ پیش کیا جائے اور ان کے سوالات کا خلاصہ اور مع جوابات کا حاصل احاطہ تحریر میں لایا جائے جسے آپ اگلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۱) حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز پیر ومرشد حضرت شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور ان کے پروردہ ہیں ۱۸۳۹ء میں ولادت ہوئی۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے اساتذہ سے کسب فیض کیا روحانی تربیت اپنے جد امجد سے پائی انہیں کے مرید وخلیفہ ہوئے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا انہیں کے خلیفہ اجل ہیں۔ ۱۴ رجب ۱۳۲۴ھ میں وصال ہوا۔ آپ کی تالیفات میں سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ''علم وعرفان کا خزینہ ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے مشہور زمانہ قصیدہ نور کے اس شعر میں۔

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور
ہو گئی تیری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

آپ ہی کی ذات والا کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ کے تین استفسارات کا ذکر فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں ملا ہے۔ ص ۵۷ اج ۳، ص ۳۷ ج ۸ ص ۹۳ ج جلد نمبر ۸ کا مسئلہ ہبہ سے متعلق ہے، اور جلد ۱۱ کا مسئلہ وصیت اور تخارج بحالت حیات مورث سے متعلق ہے۔ اور جلد سوم کا مسئلہ تین اجزاء پر مشتمل ہے ہم اسی کا خلاصہ ذکر کرنا چاہیں گے۔

سوال کے تین اجزاء یہ ہیں۔ ا۔ توتلے کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ ۲۔ ہکلے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا

ہے۔۳۔ بغرض دوا افیون کھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے جبکہ اسے قلت ومقدار کی بنا پر نشہ نہیں آتا۔

حضرت امام احمد حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے استفتا کے جواب میں جو تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ ۱۔ تو تلے کے پیچھے غیر تو تلے کی نماز باطل ہے۔ ۲۔ ہکلا اگر نماز میں نہ ہکلاتا ہو تو وہ حق نماز میں فصیح ہے اس کے پیچھے نماز صحیح ہونے میں کلام نہیں۔ اور اگر نماز میں ہکلاتا ہے تو دیکھیں گے کہ اور نماز میں کہلاتے وقت اگر حرف غیر نکلتا ہے۔ یا جس حرف پر رکتا ہے اس کی تکرار کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر اس کا ہکلانا ایسا نہیں بلکہ صرف ذرا سی دیر کے لیے رک جاتا ہے اور جب ادا کرتا ہے صحیح ادا کرتا ہے۔ تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔

حضرت استاذ الکل علامہ ہدایت اللہ خان رام پوری

استاذ الکل علامہ ہدایت اللہ خان امام حکمت وکلام علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے تلمیذ رشید علوم عقلیہ ونقلیہ کے شہرہ آفاق استاذ ہوئے ہیں ان کا تدریسی فیض بہت وسیع ہے اعلیٰحضرت امام احمد رضا کو ان کی تدریس پر بہت اعتماد تھا ان کے علمی وارثوں میں سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی علیہما الرحمۃ چمکتے دمکتے نام ہیں۔

۱۳۲۶ھ میں وصال فرمایا اور صاحب مناظرہ رشیدیہ علامہ عبد الرشید جونپوری علیہ الرحمۃ کی درگاہ کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں حضرت استاذ الکل کا ایک ہی سوال دستیاب ہوا جو جلد ۸ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے۔

سوال کا حاصل یہ ہے کہ ہندہ اور زید وعمرو میں ایک زمین کے بارے اختلاف ہے ہندہ کہتی ہے کہ یہ زمین اس کی ملک ہے اور اس پر اسی کا قبضہ ہے جبکہ زید وعمر کا کہنا ہے کہ یہ زمین بکر کی تھی قریبا ۵۵ برس ہوئے کہ بکر نے یہ زمین قبرستان کے لیے وقف کر دی تھی اور یہ زمین بکر کی موروثی ہے۔

زید وعمرو کی گواہی کہ یہ زمین بکر کی موروثی تھی پھر اس نے وقف کی محض سن کر تھی زید وعمرو موقع کے گواہ نہیں ہیں۔ اب دریافت طالب امر یہ ہے زید وعمرو کی شہادت سماعی سے وہ زمین وقف کی قرار دی جائے گی یا نہیں۔ سوال کا منشاء یہ ہے کہ شریعت میں نکاح، نسب وقف کی گواہی سن کر دینا درست

ہے اور ایسی شہادت سے نکاح۔ نسب اور وقف ثابت ہو جائے گا مگر شہادت سماعی سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی اب اگر شہادت سماعی سے وقف ثابت کیا جائے تو وقف خاکی خوت کا دار و مدار ملکیت کے ثبوت پر ہے تو جب شہادت سماعی سے وقف ثابت ہو گی تو شہادت سماعی سے ملکیت کا ثبوت بھی ماننا پڑے گا حالانکہ شہادت سماعی سے ملک ثابت نہیں ہوگا۔

فقیہ دوران ابو حنیفہ زمان امام احمد رضا بریلوی نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے ابتداءً ثبوت ملک کے لیے شہادت سماعی کافی نہیں مگر شہادت سماعی سے تضمیناً ثبوت ملک ممکن ہے۔ لہذا اگر زید وعمرو شرائط شہادت کے جامع ہیں تو ان کی شہادت سماعی سے زمین کا وقف برائے قبرستان ہونا ثابت ہو جائے گا اور چونکہ وقف بغیر ملک کے باطل ہے لہذا ثبوت وقف کے ضمن میں ملک بکر بھی ثابت ہو جائے گا پھر اسے بہت سے نظائر سے روشن فرمایا کہ بسا اوقات ایک چیز اصالۃً ثابت نہیں مگر ضمناً ثابت ہو جاتی ہے۔

مثلاً کافر کی خبر معاملات (خرید وفروخت ہبہ وغیرہ) میں معتبر ہے مگر دیانات حرام وحلال پاک وناپاک میں معتبر نہیں۔ مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کافر مسلم کو گوشت دے کر کہے کہ یہ فلاں مسلمان نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے تو مسلم کو جائز ہے کہ وہ قبول کرے اور اسے کھانا بھی حلال ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ کافر کی خبر دیانات میں معتبر نہیں پھر یہ گوشت کھانا مسلمان کو کیوں جائز ہے۔ اس لیے کہ کافر کی خبر سے اصل میں قبول ہدیہ درست ہوا پھر اس کے ضمن میں حلت ثابت ہوئی۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ

حضرت محدث سورتی کا شمار عظیم المرتبت اساتذہ حدیث میں ہوتا ہے استاذ العلماء علامہ لطف اللہ علیگڑھی سے کتب موقوف علیہ کا درس لیا اور محشی بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھی۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن مراد آبادی کے مرید اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں۔ مدرسۃ الحدیث کے نام پیلی بھیت میں دار العلوم قائم فرمایا اعلیٰحضرت کے بہت گرویدہ تھے ماہر حدیث ہونے کے باوجود احادیث کی تحقیق وتوضیح میں ان کی تسلی صرف اعلیٰحضرت امام احمد رضا سے ہوتی تھی حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری۔ حضرت سید محمد کچھوچھوی حضرت مولانا امجد علی

اعظمی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی ان کے نامور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا امام احمد رضا قدس سرہ العزیز سے قلمی رابطہ اس قدر قوی تھا کہ فتاویٰ رضویہ کے بیشتر مقامات پر آپ کے سوالات ملتے ہیں بعض سوالات کے جوابات میں اعلیحضرت نے مستقل رسائل تالیف فرمادیے۔ اس وقت ۱۸ مقامات پیش نظر ہیں۔ ۳/۱۰، ۳۱۵/۱، ۳۸/۱۰، ۳۹/۵، ۳۶۹/۴، ۳۶۹/۶، ۲۳/۶، ۵۱۳/۶، ۶۷/۸، ۱۷۷/۸، ۲۰۴/۸، ۷۴/۸، ۸۲۶/۸، ۷۵/۸، ۷۶/۳، ۱۷۷/۳، ۲۰۴/۳، ۷۴۰/۳، ۸۲۶/۳

فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۳۶ باب الولی میں غیبت ولی کی تفسیر کے بارے میں استفسار ہے اعلیحضرت نے اس کے جواب میں ایک رسالہ بنام تجویز الرد عن تزویج الابعد تحریر فرمادیا۔

یہاں جلد سوم ص ۷۶ کے سوال کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس سوال کے چار اجزاء ہیں۔

۱۔ حدیث صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ (ترجمہ نفل یا فرض نماز عمامہ کے ساتھ بغیر عمامہ کی ۲۵ نمازوں کے برابر ہے۔ عمامہ کے ساتھ جمعہ بغیر عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔) موضوع ہے یا ضعیف؟ ۲۔ اگر کوئی شخص نفسانیت سے اس حدیث کو موضوع کہے اور لوگوں کے عمامے اتروائے کو ثواب نہ جانے اس کا کیا حکم ہے۔ ۳۔ جامع الرموز کی اس حدیث کے بارے میں آگاہ کریں وینبغی ان یصلی مع الجماعۃ فی الحدیث الصلوۃ بالعمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ

(ترجمہ اور چاہیے کہ نماز عمامہ باندھ کر پڑھی جائے حدیث شریف میں ہے عمامہ کے ساتھ نماز بغیر عمامہ کی ستر نمازوں سے بہتر ہے جیسا کہ منیہ میں ہے) ۴۔ یہ منیہ جس کا حوالہ آیا ہے منیۃ المصلی مشہور کتاب ہے یا کوئی اور کتاب ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ سوالات کی ترتیب کے مطابق یہ ہے۔

۱۔ پہلے عمامہ کے فضائل پر بیس احادیث کا افادہ فرمایا پھر حدیث کی فنی حیثیت پر گفتگو کرنے سے پہلے اس کی تخریج فرمائی کہ اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور

دیلمی نے مسند الفردوس میں بطریق عدید وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ پھر اس کی فنی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا حق تو یہ ہے کہ حدیث موضوع نہیں پھر عدم وضع پر دلائل دیئے۔

۲۔ مسلمانوں کے عمامے اتروادینا اسے ثواب نہ جاننا قریب ہے ضروریات دین کا انکار اور سنت قطعیہ متواترہ کا استخفاف ہو لہٰذا اس شخص پر فرض ہے کہ تجدید اسلام کرے اور بیوی رکھتا ہے تو اسلام لاکر تجدید نکاح کرے۔

۳۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۴۔ یہ منیہ، منیۃ المصلی نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاذ زاہد معتزلی کی منیۃ الفقہاء ہے جس کی تلخیص قنیہ ہے۔

استاذ زمن علامہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ

ہندوستان کے مایہ ناز اساتذہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں شمار ہوتا ہے استاذ العلماء علامہ لطف اللہ علی گڑھی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں۔ حضرت مولانا نثار احمد کانپوری اور حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری حضرت استاذ زمن کے لائق فرزند ہیں اور علم وفضل میں اپنے والد کا عکس جمیل ہیں ۱۳۲۲ھ میں وصال فرمایا شرح مثنوی مولانا روم۔ اور حاشیہ حمد اللہ یادگار تالیف ہیں۔ حضرت مولانا احمد حسن علیہ الرحمۃ کا فتاویٰ رضویہ میں ایک ہی استفتاء مذکور ہے۔ جو جلد ہشتم کتاب الاضحیہ میں ہے۔ مولانا نظام الدین صاحب نامی احمد پور شرقیہ ضلع رحیم یار خان کے ایک عالم نے بھیڑ کی قربانی کو ناجائز کہا یعنی یہ ثابت کیا کہ بھیڑ قربانی کا جانور ہی نہیں ہے ہاں دنبہ کی قربانی جائز ہے نر ہو یا مادہ مولانا نظام الدین کا اصل فتویٰ عربی زبان میں ہے حضرت مولانا علامہ احمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ اس عالم کے جواب سے متاثر ہوتے ہیں اور اسے نعمان زمان علامہ دوراں ازکی علماء الامۃ الحمد یہ آیت من آیات اللہ امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس فتویٰ کا رد کیا۔ دلائل کا تجزیہ کیا دلائل قاہرہ کے بھیڑ کو قربانی کا جانور قرار دے کر مسئلہ بے غبار فرمادیا امام نے جو جواب کیا وہ بھی زبان عربی ہے جس کا خلاصہ اردو زبان میں

حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی ودامت برکاتہم نے فرمایا جو فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ آرزو باغ میں شامل ہے۔ فتویٰ کیا ہے تحقیقتا کا خزانہ ہے سرور قلب وراحت جان کا سامان ہے قاری پڑھتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آ گئے ہو دریا بہا دیئے ہیں

یہ اوراق اس شاندار تحقیقی فتویٰ کے اجمال کے بھی متحمل نہیں۔ کوئی اس کے اجمال واختصار پر مطلع ہونا چاہے تو جلد ہشتم طبع آرام باغ کراچی کے مقدمہ میں از قلم مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب کو ملاحظہ فرمائے۔

مولانا عبدالسمیع رام پوری (مولف انوار ساطعہ)

حضرت مولانا عبدالسمیع رام پوری علیہ الرحمۃ حضرت ابوایوب انصاری کی اولاد سے ہیں مفتی صدرالدین دہلوی سے کتب درسیہ کی تکمیل کی شاعری کا ذوق رکھتے تھے بے دل تخلص اختیار کیا تلاش معاش میں میرٹھ تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہے میرٹھ ہی میں انتقال ہوا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے عمر بھر بد مذہبوں کے رد میں کمربستہ رہے انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ان کا تذکرہ صرف جلد ۱۱ میں لکھا ہے۔

حضرت مولف انوار ساطعہ نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں وصیت سے متعلق ایک سوال بھیجا اور اپنا رجحان بھی ظاہر فرمایا۔ اعلیٰحضرت نے جواب میں ان کی رائے کی تائید فرمائی اور مسئلہ کے ہر پہلو کو شرح وبسط سے بیان فرمایا سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت نے کسی ایک کو ۱۵۰ روپے دیتے ہوئے وصیت کی کہ جب کوئی موسم کا میوہ چلا کرے اس پر میری فاتحہ دلا کر تقسیم کر دیا کرو۔ وصی نے ایسا ہی کیا لیکن یوں بھی ہوا کہ وصی نے کسی مستحق طالب علم کو کوئی دینی کتاب دلا دی اور یوں بھی ہوا کہ عورت کے چہلم وغیرہ میں مساکین کو کھانا کھلا دیا۔ اور ایسا بھی ہوا کہ اس عورت کی موت کی خبر سن کر چند جگہوں سے لوگ آئے اس نے ان روپوں سے مہمان نوازی کر دی۔ کچھ رقم بچی بھی ہے وصی کا ارادہ ہے کہ بنک میں جمع کرا دوں۔ آیا وصی کے یہ تصرفات جائز ہوئے۔ پھر سائل علیہ الرحمۃ نے آخر میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرمایا میرا رجحان تو جواز کی جانب ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا کہنا کہ اس پر میری فاتحہ دلا کر یہ بتا رہا ہے کہ مساکین پر تقسیم مقصود ہے اور جب وصیت محتاجوں کے لیے ہو اور رضا الٰہی کے لیے ہو تو وصیت صحیح ہوتی ہے۔ عورت نے یہ کہا کہ ہر موسم میں میوہ خرید کر لوجہ اللہ مساکین پر تقسیم کر دیا کرنا۔ لہٰذا یہ وصیت درست ہے۔

اور مفتی بہ قول کے مطابق وصیت کرنے والا جس شئی کی بابت مساکین کے لیے وصیت کرے وصی کو اختیار ہے کہ وہ نہ دے بلکہ کوئی اور چیز صدقہ کر دے لہٰذا جس طرح میوہ کے ذریعہ ایصال ثواب درست ہے کتاب کے ذریعہ بھی ایصال ثواب درست ہے اس قاعدہ کی رو سے مدرسہ کے طلبہ کو کھانا دینا یا کپڑے خرید کر دینا بھی درست ہے اور اس نے مہمانوں کو کھانا کھلایا اگر وہ مسکین تھے تو یہ عمل بھی درست ہے اور اگر ان میں نہیں تھے تو ناجائز ہے اتنے روپے کا تاوان ادا کرے۔

امام المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی محدث الوری علیہ الرحمہ

علم ظاہری وباطنی جامع بزرگ ہوئے ہیں حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں۔ حدیث شریف کا درس مولانا احمد علی سہارنپوری سے لیا حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات اور حضرت مولانا ابوالحسنات قادری آپ کے فرزند ہیں اور شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی آپ کے پوتے ہیں ۱۲۷۰ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۳۵۴ھ کو وصال فرمایا مزار مبارک قدیم دہلی دروازہ لاہور حزب الاحناف کے احاطہ میں واقع ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں حضرت محدث الوری کے استفتاء مذکور ہیں ایک فتویٰ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۲۶ دوسرا جلد دوازدہم ص ۱۵۵ پر ہے۔

یہاں جلد ششم کا استفتاء بطور خلاصہ پھر جواب کا حاصل پیش کرتے ہیں۔ خلاصہ استفتاء زید نے اثناء وعظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کہ نعوذ باللہ آپ یتیم غریب مسکین بچارے تھے۔ ایسے واعظ اور اس کے معاونین کا کیا حکم ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے جواب مرحمت فرمایا اس کی تین لائینیں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں

سوال کلمات خبیثہ کو دیکھ کر مدحت محبوب میں ان کی زبان کھلتی ہے قلم رواں ہوتا ہے ، وہ کلمات طیبات ضبط تحریر میں آتے ہیں جنہیں دیکھ کر سن کر ایمان کو جلا ملے نظر و قلب کو سرور و راحت ملے آپ بھی وہ کلمات پڑھ کر اپنا ایمان تازہ فرمائیں۔ امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں حضور اقدس قاسم النعم ، مالک الارض و رقاب امم ، معطی منعم ، قشم قیم ، ولی والی ، علی عالی ، کاشف و مکرمب ، رافع المرتب ، معین کافی ، حفیظ وافی شفیع شافی ، عفو عافی ، غفور جمیل ، عزیز جلیل ، وہاب کریم ، غنی عظیم خلیفہ مطلق حضرت رب ، مالک الناس و دیان العرب ، ولی الفضل جلی الافضال رفیع المثل ممتنع الامثال صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ شرف و اعظم کے شان ارفع و اعلیٰ میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز و حرام ہے۔

پھر ان الفاظ کے قائل کا حکم تحریر فرمایا کہ اگر قائل کے قول سے طرز تنقیص ظاہر ہو تو یقیناً کفر ہے ۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور قائل جاہل ہے اور ان الفاظ پر اصرار نہیں کرتا تو حاکم شرع تعزیر لگائے اور اگر قائل مدعی کو علم ہے اور ان الفاظ پر مصر ہے ۔ تو بے دین گمراہ ہے سلطان اسلام اسے قتل کرے۔

حضرت برہان ملت مفتی محمد برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمۃ

حضرت برہان ملت مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ ابن مولانا عبد السلام بن مولانا عبد الکریم حیدری علیہم الرحمۃ ۔

علم و فضل کے آفتاب جامع کمالات صوری و معنوی اور امام احمد رضا کے قابل فخر چہیتے اور لاڈلے شاگرد اور خلیفہ ہیں ۔ حضرت برہان ملت کے والد حضرت مولانا عبد السلام جبلپوری بھی اعلیٰحضرت کے شاگرد اور خلیفہ ہیں ۔ اعلیٰحضرت نے انہیں عبد الاسلام کا خطاب دیا ان سارے خاندان پر اعلیٰحضرت کی بے اندازہ نوازشات تھیں امام احمد رضا حضرت برہان ملت کو اپنے مکتوبات و فتاویٰ میں ولدی الاعز اور قرۃ عینی جیسے وجد آفرین کلمات سے نوازتے ۔ ۱۳۳۷ھ میں امام احمد رضا قدس سرہ جبل پور تشریف لے گئے عید گاہ کلاں میں بڑے جلسے سے خطاب فرماتے ہوئے انہیں اپنا روحانی فرزند کہا اور ان کے سر پر دستار فضیلت سجا کر ۴۵ علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت مرحمت فرمائی ۔ حضرت برہان ملت زہد و تقویٰ اور غیرت دین میں اپنے شیخ کا عکس جمیل تھے چہرے اور پیشانی سے علم و فضل کا وقار جھلکتا تھا۔

ولادت باسعادت ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔

۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ کو وصال ہوا۔ حضرت کے تین صاحبزادے دو صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حکیم مولانا محمود احمد صاحب مدظلہ العالی حضرت برہان ملت جانشین ہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۱۲ میں حضرت کی جانب سے سوال درج ہے۔

سوال یہ ہے کہ ضحوہ کبریٰ (زوال) نکالنے کا کیا طریقہ ہے

آنحضرت امام احمد رضا نے جواب سے پہلے ان محبت بھرے کلمات سے نوازا۔ نور دیدہ سعادت مولانا المحترم جعلہ المولی تعالیٰ کاسمہ برہان الحق ، پھر جواب تحریر فرمایا۔

حاصل یہ ہے کہ جس دن ضحوہ کبریٰ نکالنا مقصود ہو اس دن کے صبح صادق اور غروب آفتاب کے اوقات کو جمع کریں پھر اسے دو پر تقسیم کریں حاصل پر چھ گھنٹے بڑھا دیں یہ ضحوہ کبریٰ یعنی زوال کا وقت ہوگا جس میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی مدنی علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی بن مولانا عبد الحکیم علیہ الرحمۃ علوم جدیدہ و قدیمہ سے آراستہ تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے حوالہ سے شہرۂ آفاق بزرگ ہیں اسلامیہ کالج اناوہ کالج سے انٹر پاس کیا۔ ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی وکالت پڑھی فن طب کو حاصل کیا۔

اپنے والد ماجد کے مرید تھے اجازت و خلافت حضرت سیدنا علی حسین اشرفی میاں اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا علیہما الرحمۃ سے حاصل تھی (تذکرہ علما اہل سنت) اعلیٰحضرت سے خاص عقیدت تھی بقول حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی آپ اعلیٰحضرت کے متعلق فرمایا کرتے تھے ذالک بحر لا ساحل لہ۔

یہ علم کا وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

حضرت شاہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ پر اعلیٰحضرت کی خاص نگاہ شفقت تھی ایک بار زیارت حرمین طیبین سے واپس پر اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضری دی اور شان رضویت میں ایک منقبت پڑھی۔ امام احمد رضا نے اپنے عمامہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ جس پاک دربار سے تشریف لا

رہے ہیں اگر یہ عمامہ پیش کردوں تو یہ آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں۔ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے حاضر کیے دیتا ہوں کا شانہ اقدس سے سرخ کا شانی مخمل کا جبہ لاکر عطا فرمایا۔ زندگی خدمت اسلام اور تبلیغ دین میں بسر فرمائی ہزاروں لوگ آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ نائیجیریا، ساؤتھ افریقہ، انڈونیشیا، سیلون امریکہ، جنوبی چائینہ آپ کی تبلیغ کے خاص مراکز تھے۔ ۱۹۵۴ء میں مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔ دفن کے لیے بقیع شریف نصیب ہوا اور قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم کی صورت میں ملت اسلامیہ کو قیمتی اثاثہ چھوڑا فتاویٰ رضویہ میں حضرت مبلغ اسلام کا ایک ہی استفتاء دستیاب ہوا جو فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۳۵ پر درج ہے۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ مسجد کے روپوں کے پرامیسری نوٹ خریدے گئے اس پر جو سود بنا مسجد کے لیے لینا کیسا ہے۔

اس کا جواب تحریر فرمایا کہ سود حرام ہے مسجد اسے قبول نہیں کرسکتی۔ سود سمجھ کر لینے کا جواب تو یہی ہے۔ ہاں اگر اسے سود نہ سمجھیں نہ سود کہیں نہ سود کے نام سے مسجد کے لیے لیں بلکہ یہ جانیں کہ گورنمنٹ اپنی خوشی سے ایک مال زائد مسجد کے لیے دیتی ہے تو اس کے لینے اور مسجد میں صرف کرنے میں کوئی حرج نہیں (یادر ہے کہ مسلمان جو مال غیر مسلم سے جو نہ ذمی ہو مستامن کسی بدعہدی۔ دھوکے کے بغیر لے جائز ہے)

حضرت مفتی محمد عبداللہ ٹونکی علیہ الرحمۃ

مفتی عبداللہ ٹونکی علیہ الرحمۃ علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر عربی ادب کے نامور فاضل ہوئے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں علامہ لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمۃ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری کے نام ہیں قریباً تین سال لاہور میں بسر کیے اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ دار العلوم دیو بند کے شیخ الحدیث محمود الحسن کے رسالہ جہد المقل کے رد میں عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب کے نام سے کتاب لکھی ۱۳۰۶ھ میں انھوں نے محمود الحسن سے لاہور میں مناظرہ کیا۔ اور محمود الحسن کو اس مناظرہ میں ذلت آمیز شکست ہوئی ۱۹۳۰ء میں وصال ہوا۔ (تذکرہ علماء اہل سنت)

فتاویٰ رضویہ کے متعدد مقامات پر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے استفتاء موجود ہیں اس

وقت چار مقامات پیش نظر ہیں۔ جلد پنجم ص ۴۰ پر مہر وغیرہ سے متعلق سوال ہے۔ جلد ۷ ص ۴۱۹ میں دو مسئلے دریافت کیے ہیں دونوں کا تعلق قضا سے ہے جلد ۸ ص ۸۱ پر وراثت کی بابت سوال ہے اسی طرح جلد ۷ ص ۳۱۸ پر بھی وراثت سے متعلق سوال ہے۔

یہاں جلد ۵ کے سوال وجواب کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کے لیے ایک قبالہ نامہ لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ جو کچھ شادی وغمی کی تقریبات میں تم خرچ کروگی وہ میرے ذمہ ہے اب اگر شوہر یا شوہر کے بعد اس کی اولاد شرط مذکور کا پاس نہ رکھے اور جو کچھ عورت کو دیں اسے عورت کے مہر میں شمار کریں۔ آیا وعدہ کے بعد جو کچھ عورت کو دیا مہر میں شمار کرنا درست ہے یا نہیں۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں ہو سکتا۔ شوہر نے جو کچھ عورت کو دیا اگر دیتے وقت مہر کا نام نہیں لیا بلکہ اسے ہبہ، عطیہ، گفٹ کا نام دیا۔ یا گفٹ، مہر کسی کا ذکر نہیں کیا مگر جو دیا وہ عرف عام میں ہدیہ ہی قرار پاتا ہے تو شوہر اسے مہر میں شمار نہیں کرسکتا اگر دینا ان صورتوں سے جدا ہے تو اس میں شوہر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ یہی تفصیل شوہر کے بعد اس کی اولاد کے معاملہ میں جاری ہوگی۔

عارف باللہ حضرت حافظ عبداللہ قادری علیہ الرحمۃ بھر چونڈی شریف

بھر چونڈی شریف جس کا پہلے ضلع سکھر تھا اور اب گھوٹکی ہے۔ ڈہرکی سے قریباً ۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب شمال ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

جسے ایک مرد حق آگاہ جنید وقت حافظ الملت حافظ محمد صدیق قادری علیہ الرحمۃ نے آباد فرمایا تھا۔ یہ بستی یاد خدا سے آباد تھی اور اس کی فضائیں ذکر الٰہی سے گونجتی تھیں۔ اس بستی میں بہت جاذبیت تھی دور دراز علاقوں سے شہروں دیہاتوں سے لوگ ہدایت کا نور پانے کے لیے پروانہ وار کھینچے چلے آتے تھے۔ بستی صرف ذکر صوم وصلوۃ کے پابند فقیروں کا مسکن نہیں تھی بلکہ تحریک آزادی ہند کا مرکز تھا جہاں سرفروشی، جانثاری کا درس دیا جاتا اور راہ خدا میں مر مٹنے کا سچا جذبہ پیدا کیا جاتا تھا۔

یہاں ایک ایسا شفا خانہ آباد تھا جہاں روحانی مریضوں کا قلب ونظر سے علاج کیا جاتا اور انہیں

حب الٰہی کا شربت پلایا جاتا اور انگریز دشمنی کا انجکشن لگایا جاتا تھا۔ اسی پاکیزہ فضا میں ایک سعادت مند بچہ پیدا ہوا جس کی تربیت کا خود حافظ الملت نے انتظام فرمایا یہی ہونہار بچہ بعد میں حافظ الملت کا جانشین بنا اور ہادی گمراہاں۔ جو الشیخ الثانی حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ العزیز کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت حافظ صاحب نے بھر چونڈی شریف ہی میں حفظ قرآن عظیم کیا۔ اور علوم رسمیہ دینیہ سے فراغت پائی۔ آپ حضرت حافظ قاضی اللہ بخش علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے اور حافظ ملت کے بھیجے ہیں۔ حضرت نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں انہیں اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ حضرت مجاہد اسلام ناصر تحریک پاکستان پیر عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ حضرت حافظ صاحب ہی کے لائق فرزند ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کا ۲۵ رجب ۱۳۴۶ھ میں وصال ہوا حضرت حافظ ملت کے پہلو میں دفن ہوئے۔

درگاہ معلی بھر چونڈی شریف کا بریلی شریف سے ہمیشہ رابطہ رہا۔ درگاہ شریف کے سجادہ نشین ہوں یا دوسرے فقراء دینی سیاسی مسائل میں ان کا رجوع ہمیشہ بریلی شریف کی طرف رہا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر حضرت شیخ ثانی حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر ملتا ہے۔ ہندوستان میں کئی تحریکیں چلیں ان میں سے ایک تحریک ہجرت ہے۔ اس میں دیوبندی مولوی پیش پیش تھے۔ وہ کہتے تھے ہندوستان دار الحرب ہے یہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے۔ حضرت شیخ ثانی حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ اس مسئلہ میں پریشان تھے کہ اس ہجرت کی شرعی حیثیت کیا ہے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے انھوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا ان کا استفتاء فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۳۱۵ پر ہے جو بزبان فارسی ہے سوال کے شروع میں انھوں نے امام احمد رضا کو جن القاب وخطابات سے یاد کیا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔ بخدمت تاج الفقہاء سراج العلماء المدققین حامی السنۃ والدین غیاث الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضرہ، جناب احمد رضا خان صاحب قادری۔ ان کے مدعا کا حاصل یہ تھا کہ مسئلہ ہجرت جس کا آج کل ہندوسندھ میں بہت جوش وخروش ہے۔ علماء اسے فرض بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو ہجرت نہیں کرے وہ ایمان سے نکل جائے گا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ آپ دلائل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں تاکہ تردد اور اضطراب دور ہو۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ ہند اور سندھ

دارالاسلام میں جو شہر یا ملک دارالاسلام ہو پھر اس میں دارالاسلام کے تھوڑے بہت احکام موجود ہیں وہ دارالسلام ہی رہتا ہے۔

پھر ہجرت دو قسم کی ہے ایک ہجرت خاصہ جو کسی خاص فرد کو کسی خاص سبب سے لازم آئے۔ دوسری ہجرت عامہ جو دارالحرب سے ہوتی ہے جب ہندوستان دارالاسلام ہے تو دارالاسلام سے ہجرت کو فرض کہنا باطل محض اور غلو فی الدین ہے۔ آخر میں امام احمد رضا نے فرمایا کہ اگر ہجرت کا سبب انگریزوں کا تسلط ہے تو وہ آج کا نہیں سو برس سے ہے حالانکہ ان کے اجداد یہاں رہتے رہے اور یہ خود رہ رہے ہیں۔ اور اگر ہجرت کا سبب دوسرے ممالک میں حالات کا دگرگوں ہونا ہے۔ تو یہ عجیب حکم ہے کہ حادثہ کسی اور ملک میں پیش آیا اور ہجرت فرض کسی دوسرے ملک پر ہوگئی۔

حضرت مولانا رکن الدین الوری علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا رکن الدین الوری علم ظاہری وباطنی کے جامع سلسلہ نقشبندیہ کے باکمال بزرگ تھے۔ حضرت سیدنا ابوایوب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ ولادت قصبہ کھیرطلہ ضلع گڑگاؤں میں ہوئی چھ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تو ترک وطن کر کے اپنے ماموں شیخ فریدالدین علیہ الرحمۃ کے پاس الوری (راجستان) تشریف لے گئے۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت عارف باللہ شاہ مسعود دہلوی علیہ الرحمۃ (جد امجد حضرت ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے (ماخوذ از مجلّہ المنظہر) ۱۳۵۵ میں حضرت کا وصال ہوا۔ متعدد کتب تحریر فرمائیں لیکن ان کی کتاب ''رکن دین'' کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عامہ سے نوازا ہے۔ حضرت مولانا حکیم مفتی محمد محمود احمد الوری حیدرآباد آپ کے صاحبزادے ہیں محترم ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر ممبر قومی اسمبلی پاکستان حضرت کے پوتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں حضرت مولانا رکن الدین الوری علیہ الرحمۃ کا ذکر کچھ مقامات پر ملتا ہے۔ ص ۱۱۶ جلد ۹ ص ۴۶۱ ج ۳

جلد سوم کا سوال جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے چھوٹنے سے متعلق ہے کہ اگر یہ چھوٹ جائیں تو جمعہ کے فرض کے بعد انہیں پڑھنا ادا کہلائے گا یا قضا اس کے جواب میں اعلیٰحضرت نے تحریر فرمایا کہ انہیں

وقت میں پڑھنا ادا کہا جائے گا نہ کہ قضا۔

جلد نہم کا سوال دو عبارتوں کے حوالے سے متعلق ہے۔

سوال کا آغاز ان القاب سے فرمایا

تاج العلماء مایہ ناز ماسنیان مخزن علوم حضرت مولانا الحاج مولوی احمد رضا خان صاحب مداللہ ظلالکم۔ پھر عرض مدعا کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جے پور میں ایک وہابی مولوی سے گفتگو ہوئی اس نے مولانا عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت پر اعتراض کیا کہ مولانا مرحوم نے حدیث صحیح ما احدث فی امرنا ھذا مالیس فھو رد (یعنی جو کام دین کا حصہ نہ ہو اور اسے دین میں نکالا گیا وہ مردود ہے) کی تشریح میں کہا ہے کہ شارحین حدیث نے یہ لکھا ہے فیہ اشارۃ الی ان احداث مالاینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم۔ (یعنی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو کام کتاب وسنت سے متصادم نہ ہو اس کی ایجاد مذموم نہیں)

حالانکہ یہ الفاظ کسی شرح میں نہیں۔

مولانا فرماتے ہیں میں نے صحیحین کو دیکھا نہ مولوی احمد علی سہارنپوری نے یہ عبارت لکھی نہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں کوئی ایسی عبارت لکھی۔

نہ مولانا عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ مولانا رکن الدین صاحب کا دوسرا سوال یہ تھا کہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ نے تحقیق حق المسائل ثبوت سوئم و چہلم میں یہ عبارت نقل فرمائی۔

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان یقرؤن القرآن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولاینکر ذالک منکر فکان اجماعا عند اھل السنۃ والجماعۃ خلافا للمعتزلۃ (ترجمہ مسلمان ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پاک پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب مردوں کو ہدیہ کرتے اور اسی طریقہ پر مالکی شافعی مسلک کے نیک صالح لوگ عامل ہیں اور اس طریقہ محمودہ کا کوئی انکار نہیں کرتا تو اہل سنت کے نزدیک یہ اجماع ہے برخلاف معتزلہ کے) شاہ صاحب نے بھی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اور فقیر کی نظر سے بھی نہیں گزرا آپ سے عرض ہے کہ آپ

دونوں عبارتوں کا حوالہ تحریر فرمادیں۔

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے آغاز جواب میں حضرت مولانا کو القاب ودعا سے نوازا۔ پھر فرمایا پہلی عبارت مرقات شرح مشکوۃ علی قاری طبع مصر جلد اول ص ۱۷۷ سطر آخیر شروع باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ اور دوسری عبارت بنایہ شرح ہدایہ۔ مطبوعہ لکھنو جز ثانی از جلد اول آغاز باب الحج میں ہے۔

حضرت پیر سید سردار احمد شاہ صاحب قادری علیہ الرحمۃ

سید سردار احمد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم المرتبت بزرگ ہیں کتب درسیہ مقامی علماء سے پڑھیں نصوص الحکم اور حدیث شریف کا درس مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی سے مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفا میں لیا۔

عربی۔ فارسی۔ سندھی اور سرائیکی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ اعلیحضرت امام اہل سنت سے تحریری رابطہ تھا۔ مدینہ منورہ میں سات برس مقیم رہے اسی دوران ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیحضرت مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو دونوں بزرگوں میں ملاقات ہوئی۔

سید سردار احمد شاہ سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی عظیم درگاہ بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین حضرت عارف باللہ حافظ محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اور مجاہد اسلام شیخ المشائخ پیر عبدالرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ کے استاذ محترم ہیں۔ ولادت ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔

حضرت سید سردار احمد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دو استفسار فتاوٰی رضویہ میں ہیں۔ ایک جلد سوم ص ۶۴۶ دوسرا جلد پنجم ص ۹۹ باب الولی پر اتفاق سے دونوں جلدوں میں کاتب کی غلطی سے فقیر سردار شاہ کی بجائے فقیر سرور شاہ مکتوب ہے۔ جلد سوم کا سوال سجدہ سہو سے متعلق زبان فارسی میں ہے اور جواب بھی فارسی میں ہے۔

اور جلد پنجم کا سوال و جواب بھی فارسی زبان میں ہے۔ جلد پنجم کا سوال ولایت سے متعلق ہے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے والد کی زندگی میں اس کی مرضی کے بغیر اپنی نابالغ بہن کا نکاح ادلے بدلے میں کیا والد کو معلوم ہوا تو اس نے انکار کر دیا۔ کچھ مدت بعد باپ نکاح پر راضی ہو

گیا اور اپنے بیٹے کے لیے بدلے کا رشتہ لے لیا۔ پھر انکار کر دیا۔ آیا انکار اول سے نکاح باطل ہو گیا یا نہیں۔

اس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ کی اجازت کے بغیر بھائی نے جو نابالغہ کا نکاح کیا یہ نکاح فضولی ہے جو باپ کی اجازت پر موقوف ہے پھر باپ نے جیسے ہی انکار کیا نکاح باطل ہو گیا اور ایک دفعہ نکاح باطل ہو جائے تو وہ محض رضامندی سے دوبارہ صحیح نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا محمد یار فریدی علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا محمد یار فریدی علیہ الرحمۃ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے علوم درسیہ کی تکمیل مدرسہ عربیہ فریدیہ چاچڑاں شریف میں کی درس حدیث اسی مدرسہ میں مولانا تاج محمود سے لیا۔ حضرت عارف باللہ خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ شیخ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش نازک سے کسب فیض کیا پھر ان کے صاحبزادے اور خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ کے پوتے خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہے اور خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت مولانا محمد یار فریدی علیہ الرحمہ میدان خطابت کے شہسوار تھے۔ مثنوی مولانا روم پڑھنے کا انداز نرالا تھا۔ ان کی خطابت کی شہرت دور دور تک پہنچی تھی۔ یہاں تک کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس العزیز نے بھی خطابت کا شہرہ سن رکھا تھا۔ ایک بار بریلی اعلیٰحضرت کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ اعلیٰحضرت کی فرمائش پر وعظ فرمایا امام احمد رضا نے خوش ہو کر گلے میں پھولوں کا ہار ڈال دیا اور فرمایا سر آمد واعظین پنجاب۔

ایک بار حزب الاحناف لاہور کے جلسے میں اپنے مخصوص مترنم انداز میں مثنوی مولانا روم کے اشعار پڑھے محفل میں موجود حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی سمیت کئی علماء نے زبردست داد دی۔ ۱۳۶۷ھ میں وصال فرمایا۔ مزار شریف گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان میں ہے۔

حضرت مولانا محمد یار فریدی کا فتاویٰ رضویہ میں دو مقام پر ذکر ملتا ہے۔ ایک جلد ۷ ص ۵۲۹ میں دوسرا جلد ۶ ص ۱۹۸ پر جلد ہفتم کا سوال مدعی کا مدعیٰ علیہ سے خرچ وصول کرنے کے بارے میں ہے جو بزبان فارسی ہے اور جلد ششم کا سوال۔ قصیدہ معراجیہ کے چند اشعار سے متعلق تھا جن میں دلہن

اور دولہا کا لفظ لایا گیا ہے۔ مولانا محمد یار فریدی کے ہاں شب معراج میں یہ قصیدہ پڑھا گیا تو علاقہ کے وہابیہ نے کہرام کھڑا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ان الفاظ کا استعمال کفر ہے۔ مولانا محمد یار فریدی امام احمد رضا سے درخواست گزار ہوئے کہ اس تشبیہ کی تشریح فرمائیں پھر امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک شعر معمولی تغیر کے ساتھ پیش کیا جس سے ان کی کمال درجہ عقیدت ظاہر ہوتی ہے وہ شعر یہ ہے

اے مجدد بمن بے سروسامان مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایمان مددے

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ قصیدہ معراجیہ میں چار اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دولہا کہا گیا ہے اور بے شک سرکار سلطنت الٰہیہ کے دولہا ہیں۔ چنانچہ مواہب لدنیہ میں ہے ہو صلی اللہ علیہ وسلم قرأی صورۃ ذاتہ المبارک فی الملکوت فاذا ہو عروس المملکۃ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارکہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنت الٰہی کے دولہا ہیں۔ اس طرح اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح برات کے مجمع کا سب دولہا ہوتا ہے تمام مملکت الٰہی کے وجود کا سبب صرف مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور محاورات میں جب کسی کو دولہا سے تشبیہ دی جائے تو ضروری نہیں کہ دولہا کو دلہن کے مقابلہ میں قرار دیا جائے۔ (جیسا کہ وہابیہ نے سمجھا کہ جب حضور دولہا ہیں تو نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ دلہن قرار پایا۔ یا یہ کہ جب حضور دولہا ہیں تو دولہن کون ہے) حدیث شریف میں ہے عسقلان احدی العروسین یبعث منھا یوم القیامۃ سبعون الفا بغیر حساب سرزمین عسقلان دو دلہنوں میں سے ایک دلہن ہے بروز قیامت اس سے ستر ہزار ایسے اٹھیں گے جن پر حساب نہیں۔ بتائیے یہاں دولہا کون ہے؟ اور مولیٰ علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لکل شئ عروس وعروس القرآن الرحمٰن ہر شی کی جنس میں ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن عظیم میں سورۂ رحمٰن دلہن ہے۔ بتائیے یہاں کسے دولہا ٹھہرائیں گے۔

اهل پاکستان کے نام

مستفتی	پتہ	تاریخ	جلد	صفحہ
سید محمد مجید الحسن صاحب	از پنجاب ضلع جہلم ڈاکخانہ ریلوے اسٹیشن ترقی موضع ناڑہ	۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ	ج۴	ص۴
مولوی غلام ربانی صاحب	از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب	۱۱ جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ	ج۴	ص۱۳۱
مولوی غلام ربانی صاحب	از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب	۱۰ جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ	ج۶	ص۱۷۵
مولانا خلیل اللہ خان پشاوری		۱۹ شوال ۱۳۲۵ھ	ج۱۰	ص۱۴۰
محمد قاسم صاحب کھوکھر	ضلع سیالکوٹ پنجاب	۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ	ج۲ ج۱۰	ص۱۱۸
مرزا عبدالرحیم بیگ	مدرس مدرسہ ناروواڑی محلہ رنچھوڑ لائن کراچی	۲۷ ربیع الاخر ۱۳۳۵ھ	ج۲ ج۱۰	ص۱۳۳
اللہ دتہ زرگر صاحب	از موضع مزنگ لاہور بڑا بازار	۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ	ج۲، ج۱۰	ص۲۷۳
حافظ سجاد شاہ صاحب	از موضع سران ڈاکخانہ جندور تحصیل و ضلع جہلم	۱۸ شعبان ۱۳۳۷ھ	ج۲، ج۱۰	ص۲۰۲
حاجی ابوبکر و حاجی ایوب	از صدر بازار کراچی	۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ	ج۲ ج۱۰	ص۲۷۶
محمد جی صاحب	از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی	۱۸ ذوالحجہ ۳۹ھ	ج۲ ج۱۰	۳۱۱

مولانا احمد دین صاحب	از لاہور مسجد بیگم شاہی	کیم ذوالقعد ۳۸ھ	ج۲ ج۱۰	ص۳۱۲
فقیر عبداللہ قادری	دربار عالیہ بھرچونڈی شریف اسٹیشن ڈھرکی	۲۸ ذالقعد ۳۸ھ	ج۲ ج۱۰	ص۳۱۵
ابوالنصر فقیر سرور شاہ	ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈیرکی ڈاکخانہ خیرپور درگاہ دربار محلہ قادریہ بھرچونڈی شریف	۱۷ جمادی الاخر سن درج نہیں	ج۳	ص۶۳۶
خدا بخش صاحب	ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈیرکی ڈاکخانہ خیرپور درگاہ دربار محلہ قادریہ بھرچونڈی شریف	۲۳ رمضان ۳۱ھ	ج۸	ص۳۱۴
مولانا عبدالرحمن صاحب	از گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی	۹ ذیقعدہ ۲۹ھ	ج۲ ج۱۰	ص۳۲
مولانا عبدالرحمن صاحب	از گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی	۲۶ صفر ۳۶ھ	ج۴	ص۵۸۶
مولانا عبدالرحمن صاحب	از گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی	۷ جمادی الاخر ۳۳ھ	۷	۴۸۹
مولانا ملا حسن پشاوری	پتہ درج نہیں	۲ ذوالحجہ ۱۱ھ	ج۱ ج۱۰	۱۷۱
مولانا صلاح الدین	دادا ساکن ضلع پشاور	۲۱ صفر ۳۵ھ	ج۶	ص۴۸۹
سید سردار احمد شاہ	درگاہ بھرچونڈی شریف	۱۷ جمادی الاخرہ ۳۹ھ	۵	۹۹
ہدایت یار خان صاحب	از شاہ پور جہلم رسالہ چھاؤنی نمبر ۵ ڈاکخانہ نمبر ۳۸ رسالہ براہ متلک پنجاب	۹ جمادی الثانی ۳۴ھ	۶	۴۸۹

محمد قاسم صاحب قریشی	از ڈاکخانہ وہاموں کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ	۲۷ ذیقعدہ ۳۵ھ	۱۲	۲۱۳
مولانا محمد یار صاحب واعظ	از موضع گڑھی اختیار خان تحصیل خانپور ریاست	۹ شعبان ۳۴ھ	ج۶	ص۱۹۸
مولانا محمد یار صاحب واعظ	از چاچڑوں ریاست بہاول پور تحصیل خانپور	۴ ربیع الآخر ۳۸ھ	ج۷	ص۵۲۹
امام بخش فریدی صاحب	از جامپور ضلع ڈیرہ غازی خان	۳ محرم ۳۵ھ	ح۲	ج۱۳۴۰
امام بخش زیدی صاحب	از جامپور ضلع ڈیرہ غازی خان	۳ محرم	۲	۱۲۲
مولانا احمد صدیق نقشبندی	از کراچی بندر گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ	۲۶ ربیع الاول ۳۴ھ	۲	۱۱۴
تاج الدین امام مسجد	از رامہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی	۱۶ صفر ۳۸ھ	۲	۱۴۰
تاج الدین امام مسجد	از رامہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی	۱۸ شوال ۳۸ھ	۸	۳۵۳
تاج الدین امام مسجد	از رامہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی	۱۵ محرم ۳۹ھ	۸	۱۵
میاں تاج الدین خیاط	از لاہور محلہ سادھواں	۱۳ ذوالحجہ ۳۵ھ	۲	۱
سید اکبر شاہ طالب علم	ضلع سیالکوٹ از کوٹلی لوہاراں		۲	۲۳
دین محمد صاحب	از راولپنڈی لال کرتی میوہ شریف	۱۳ رمضان ۳۵ھ	۴	۴۹۲

مولانا محمد عبداللہ صاحب	از ریاست کشمیر ضلع میر پور ڈاکخانہ نوشہرہ موضع بڈہ	۴ ذوالحجہ ۲۱ھ	۴	۴۹۶
ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی	از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ	۳۹ھ	۲	۳۱۹
محمد عبدالحمید قاری رضوی	از بزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور	۲۴ جمادی الاولیٰ	۱۱	۲۷۸
سراج الدین صاحب جج	از بہاولپور پنجاب	۱۵ شعبان ۳۴ھ	۷	۲۰۳
پیر نور محمد صاحب	از ریاست بہاولپور پنجاب تحصیل فیخن آباد ڈاکخانہ صادق پور موضع واڑہ سراج الدین	۳ رجب ۲۷ھ	۷	۴۴۳
مولانا محمد یار صاحب	از چاچڑان ریاست بہاولپور تحصیل خان پور	۷ ربی الاخر	۷	۵۲۹
میر غلام صاحب	از دیوی تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی	۱۳ ربیع الاول	۷	۵۴۰
قاضی تاج محمود صاحب	از تحصیل گوجر خان رامہ ضلع راولپنڈی	۱۷ محرم	۷	۵۴۲
قاضی تاج محمود صاحب	از تحصیل گوجر خان رامہ ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی	۱۸ شوال ۳۸ھ	۵	۳۹ مہر
مولانا احمد اللہ قادری	از پچی ضلع پشاور مسجد چپل گزی	۲ ربیع الاخر	۷	۵۴۳
قادر بخش صاحب	از چوہر کوٹ بلوچستان بارکھان	۱۴ ربیع الاول ۳۷ھ	۷	۹۹

قادر بخش صاحب	از چوہر کوٹ بلوچستان بارکھان	۱۴ ربیع الاول ۳۷ھ	۸	۱۶۹
قادر بخش صاحب	از چوہر کوٹ بلوچستان بارکھان	۱۴ ربیع الاول ۳۷ھ	۸	۳۱۹
مولانا احمد بخش صاحب	از تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں مہتمم جامعہ محمودیہ	۲۴ ذی قعدہ ۳۶ھ	۳	۲۳۹
قاضی تاج محمود صاحب	رامہ جاتلی تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی	۱۵ محرم ۳۹ھ	۵	ص ۸۸
فضل حق چشتی	از بھیرہ شریف ضلع شاہ پور ملک پنجاب	۵ رمضان ۳۹ھ	۳	۲۳۰
حمید اللہ صاحب	از گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی	۱۲ صفر ۳۸ھ	۳	۶۶
ادخان شنواری	از قلعہ لنڈی کوتل ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور	۲۴ صفر ۳۸ھ	۳	۶۷
عبد الغفور صاحب	از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں	۱۴ محرم ۳۹ھ	۳	۱۳۴
نور احمد مولیڈ نہ واکانی مہمیز	از کراچی گاڑی احاطہ محلہ آرام باغ	۱۸ ربیع الاخر ۳۶ھ	۳	۲۵۴
نور احمد مولیڈ نہ واکانی مہمیز	از کراچی گاڑی احاطہ محلہ آرامباغ	۱۹ ربیع الاخر ۳۶ھ	۳	۵۲۹
عبد اللہ ولد حاجی	از کراچی بندر صدر بازار دوکان سیٹھ حاجی کریم شریف	۲۳ ربیع الاخر ۳۶ھ	۳	۲۵۴

عبد اللہ ولد حاجی	از کراچی بندر صدر بازار دوکان سیٹھ حاجی کریم شریف	۲۳ ربیع الاخر ۳۶ھ	۳	۵۳۰
امام علی شاہ صاحب	از سرکار پاک پتن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس	۷ ربیع الاول ۳۱ھ	۳	۴۳۹
غلام رسول صاحب	از کراچی صدر بازار دفتر انجمن حزب الاحناف	۲۸ رمضان ۳۷ھ	۳	۷۶۶
مولانا محسن علی ہاشمی	از مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریلوے ہمایوں تعلقہ شکار پور سکھر	۸ شوال ۳۵ھ	۸	۳۲۰
مولانا ابو المنظور محمد غوث بخش	از مہر وچڑیاں موضع کوٹلہ ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور	۱۱ ذیقعدہ ۳۷ھ	۸	۱۱۰
مولانا ابو المنظور محمد غوث بخش	از مہر وچڑیاں موضع کوٹلہ ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور	۱۳ ذیقعدہ ۳۷ھ	۸	۲۲۸
نور احمد فریدی	از فرید آباد ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور	۲۷ صفر ۳۸ھ	۸	۱۱۷
انوار الحق صاحب	از شہر لاہور تحصیل چونیاں	۱۲ ذالحجہ ۳۳ھ	۸	۳۱۷
بھولا گھمیار	ڈاکخانہ پتی تحصیل قصور ضلع لاہور	۱۵ ربیع الاول ۳۵ھ	۸	۳۱۷
عبد اللہ صاحب	از چوٹی زیریں مسجد کلاں ضلع ڈیرہ غازی خان	۱۲ رمضان ۳۹ھ	۸	۳۱۸
مولانا اکبر حسین صاحب	از ڈیرہ اسماعیل خاں ملک وزیرستان ٹانک	۱۳ رمضان ۳۸ھ	۸	۳۲۱

غلام نبی صاحب	ساکن موضع میانہ ٹھٹھہ، ضلع گوجرانوالہ	۳ربیع الاول ۳۵ھ	۸	۲۶۳
قاضی غلام گیلانی	شمس آباد ضلع اٹک	۱۱محرم ۱۳۳۰ھ	۵	۷۴۰
قاضی غلام گیلانی	شمس آباد ضلع کیمبل پور علاقہ اٹک	۹جمادی الاولی ۳۸ھ	۵	۱۲۴
نور محمد	ڈاکخانہ اختر پور اسٹیشن صادق آباد ضلع خانپور ریاست بہاولپور		۵	۷۶۵
مولانا احمد بخش صاحب	بلاک نمبر۱۲ ضلع ڈیرہ غازی خاں	۲۱ذیقعدہ ۳۹ھ	۵	۷۸۶
قاضی غلام گیلانی صاحب	شمس آباد ضلع کیمبل پور علاقہ اٹک	۱۶صفر۳۸ھ	۵	محرمات۹۵
مولانا غلام محی الدین	امام و مدرس جامع مسجد پنڈی گھیپ ضلع اٹک	۲۰محرم۳۹ھ	۵	۸۸
کرم الدین صاحب	جلال پور جٹاں محلہ سائندوال ضلع گجرات ملتان چھاؤنی	تاریخ درج نہیں	۵	۵۹ باب الاولی
کریم بخش صاحب	ملتان چھاؤنی	۲۴ربیع الاخر ۳۶ھ	۵	۶۸
نظام الدین عثمانی	مکڑ منڈی وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ	۱۲شوال۳۹ھ	۹	۲۰۱
نظام الدین عثمانی	مکڑ منڈی وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ	۱۷ربیع الاخر ۳۷ھ	۶	۷۲

سید کریم شاہ صاحب	جونا مارکیٹ کراچی	۴ربیع الآخر ۳۶ھ	۹	۳۶۹
عبدالرحمن صاحب	از جاکلاں سب آفس بلوکی ضلع لاہور	۵شعبان ۳۷	۹	۳۷۴
امام الدین صاحب	پنج کورا بازار سیالکوٹ شہر	۵شعبان ۳۷	۹	۳۷۴
مولانا حکیم عبدالحمید	خواجگان منزل بزم حنفیہ	۶جمادی الاول ۳۸	۹	۳۷۸
مولانا احمد بخش چشتی	سجادہ نشین بچھ شریف ریاست بہاولپور	۱۳ذیقعدہ ۳۶	۹	۳۸۴
مولانا سراج احمد صاحب	مدرس علوم عربیہ بچھ شریف	۱۳ذیقعدہ ۳۶	۹	۳۸۴
محمد معصوم شاہ	گجرات	۷جمادی الاولی ۳۱ھ	۱۰	۶۵
حافظ شاہ ولی اللہ	گوجرانوالہ	۷جمادی الاولی ۳۱ھ	۳	۳۹۶
مولانا محرم علی چشتی	انجمن نعمانیہ لاہور		۱۲	۱۲۸
محمد دین صاحب جج	از کچہری چیف کورٹ ریاست بہاولپور	۲۳رمضان ۳۱ھ	۱۱	۱۹۶
میاں محمد غوث	ضلع اٹک ڈاک خانہ خود	۵رجب ۳۴ھ	۵	۹۸
مولانا وصی احمد محدث سورتی	از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۲جمادی الاولی ۲۶	۱	۳۱۵
= = = = = =	از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۴صفر ۰۹	۱۰۰۱	۳۸

= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۱۰رجب۱۵	۵	۳۶
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۱۳رمضان	۴۲۵	۴۶۹
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۲۸جمادی الآخر۲۷	۶	۳۶۹
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۴ذیقعد۳۲	۶	۲۳
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۱۹صفر۲۷	۶	۵۱۳
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۴ذالحجہ۲۲	۸	۶۷
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۲۲ربیع الاول۱۴	۸	۱۷۷
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	تاریخ درج نہیں	۸	۲۰۴
= = – = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	تاریخ درج نہیں	۸	۷۴
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۸ذرالحجہ	۸	۸۲۶
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۱۸ھ	۸	۷۵
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۴ذالحجہ۲۲ھ	۳	۷۶
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۲۲ربیع الاول۱۴ھ	۳	۱۷۷
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	تاریخ درج نہیں	۳	۲۰۴
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	تاریخ درج نہیں	۳	۷۴۰
= = = = = =	= = ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث	۸ذالحجہ۲۷	۳	۸۲۶
مولانا محمد ظفر الدین بہاری	پتہ درج نہیں	۱۰شوال۲۴	۱	۶
= = = = = =	= پتہ درج نہیں	تاریخ درج نہیں	۱۲	۱۹۵
= = = = = =	= ازسہسرام عربیہ	۱۵ذالحجہ۳۶	۴	۵۶۴
= = = = = =	= درج نہیں	۲۶محرم۳۵ھ	۱۰،۲	۳۷
= = = = = =	= درج نہیں	۳۵ھ	۲	۳۱۶

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی	مرادآباد	۲۸صفر۳۲ھ	۳	۷۲۸
حضرت سید ابراہیم	ازمارہرہ شریف	۸جمادی الاول۱۱ھ	۱	۲۴
= = = = = =	= ازمارہرہ شریف	۱۹رجب۸ھ	۴	۱۲۷
= = = = = =	= ازبلگرام شریف محلہ میدان پورہ	۱۸ذیقعدہ۱۱ھ	۱۰،۱	۶۵
= = = = = =	= ازبلگرام شریف محلہ میدان پورہ	۱۴رمضان۱۱ھ	۴	۵۹۹
= = = = = =	= ازبلگرام شریف محلہ میدان پورہ	۱۸ذیقعدہ۱۱ھ	۴	۶۱۳
= = = = = =	= ازبلگرام شریف محلہ میدان پورہ	۲۳رمضان۱۲ھ	۴	۶۶۰
مولانا علی احمد صاحب	پتہ درج نہیں	۱۵جمادی الاول۱۴ھ	۱	۹۴
= = = = = =	= پتہ درج نہیں	۱۹جمادی الاول۳۱ھ	۴	۱۲۷
مولانا سلطان احمد خان	ازشہر محلہ بہاری پور	۲۸ذیقعدہ۳۰ھ	۱	۳۱۶
= = = = = =	= ازوطن	۲رمضان۱۰ھ	۱۱	۱۱۷
= = = = = =	= پتہ درج نہیں	۲۹محرم۳۵ھ	۱۲	۱۹۴
= = = = = =	= ازنواب	۲۲ذیقعدہ۲۲ھ	۴	۶۶۳
= = = = = =	= ازبریلی	۳رمضان۱۰ھ	۴	۱۸
= = = = = =	= ازبریلی	تاریخ درج نہیں	۸	۱۹۴
حضرت محمد میاں صاحب	ازسیتاپور کوٹھی حضرت محمد صادق	۱۴رمضان۳۲ھ	۱	۵۷۲
= = = = = =	= ازمارہرہ شریف	۳ذوالحجہ۱۳ھ	۱۰،۱	۸۷
= = = = = =	= ازمارہرہ شریف	۷شعبان۳۱ھ	۴	۶۲۱
= = = = = =	= ازمارہرہ شریف	تاریخ درج نہیں	۱۰،۲	۱۰۹
= = = = = =	= ازمارہرہ شریف	۵جمادی الاول ۳۳ھ	۴	۱۱۳

= = = = =	= از مارہرہ شریف	۲۴ ذیقعدہ ۳۴ھ	۱۲	۱۴۳
= = = = =	= از کچھوچھہ شریف	۹ صفر ۳۶ھ	۷	۲۳۸
مولانا تمیز الدین صاحب	از ملک بنگالہ ضلع نصیر آباد	۸ ذیقعدہ ۲۲ھ	۷	۱۱۹
مولانا عبدالعلیم میرٹھی	از بمبئی دکان ایس کریم نمبر ۹	۱۵ صفر ۳۷ھ	۷	۱۲۵
مولانا محمد رضا خان	از کرتونی ضلع بدایوں	۲۰ ربیع الاول ۳۶ھ	۷	۲۳۹
= = = = =	= از کرتونی ضلع بدایوں	۳۸ھ	۸	۴۹۲
مولانا محمد حشمت علی خان	از شہر بریلی محلہ سوداگران	۱۵ صفر ۳۹ھ	۷	۴۰
= = = = =	= از شہر بریلی محلہ سوداگران	۱۳ جمادی الاول ۳۸ھ	۹	۱۵۷
= = = = =	= از شہر بریلی محلہ سوداگران	۲۴ ذالحجہ ۳۷	۶	۱۴۰
مولانا محمد حشمت علی لکھنوی	پتہ درج نہیں	تاریخ درج نہیں	۳	۷۵۵
مولانا عبدالاحد صاحب	از پیلی بھیت	۳ جمادی الاول ۳۶ھ	۷	۵۳
حضرت ابوالقاسم صاحب	از مارہرہ شریف	۲۷ محرم ۵۶ھ	۱۰،۱	۶
جناب مرزا غلام قادر بیگ	از میرٹھ	۱۲ رمضان ۵۷ھ	۱۰،۱	۳۳
= = = = =	= از کلکتہ	۵ جمادی الآخر ۱۲ھ	۱۱	۴۵
= = = = =	= از کلکتہ	۲۴ رمضان ۱۱ھ	۴	۵۳۶
= = = = =	= از میرٹھ	۱۲ رمضان ۵۷ھ	۴	۵۱۶
مولانا احمد حسن صاحب	از کانپور مدرسہ فیض عام	۱۲ جمادی الاول ۱۲ھ	۱۰،۱	۷۷
حضرت شاہ مہدی حسن	از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکار	۳ ربیع الاول ۱۶	۱۰،۱	۱۵۴
مولانا محمد عبدالعلی مدراسی	از لکھنو محمود نگر	۱۸ صفر ۱۳ھ	۱۱	۱۲۴

مولانا محمد عبدالعلی مدراسی	از لکھنو محمود نگر		۱۱	
مولانا مفتی عبدالقادر	از دیوانی ریاست	۱۱ ربیع الاول ۳۶	۱۱	۳۱۹
= = = = =	= از دیوانی ریاست	۱۱ ربیع الاول ۳۶	۱۱	۳۱۹
= = = = =	= از دیوانی ریاست	۳۳	۸	۱۴
= = = = =	= ریاست رام پور	۲۸ھ	۸	۲۹۰
مولانا محمد رکن الدین	جے پور مکان نواب واجد علی خان صاحب	۱۴ صفر ۳۶ھ	۱۲	۲۱۴
= = = = =	= جے پور مکان نواب واجد علی خان صاحب	۱۴ صفر ۳۶ھ	۹	۱۱۲
= = = = =	= ریاست الور (جماعت ثانیہ)	۲۲ ذالحجہ ۲۴ھ	۳	۴۶۱
مولانا محمد آصف صاحب	از کانپور محلہ ناچ گھر قدیم	۱۴ رمضان ۳۶ھ	۱۲	۲۲۴
= = = = =	= از کانپور محلہ ناچ گھر قدیم	۲۷ جمادی الاخر	۴	۵۱۵
= = = = =	= از کانپور محلہ ناچ گھر قدیم	۱۵ جمادی الاول ۳۷ھ	۹	۶۹
= = = = =	= از کانپور محلہ ناچ گھر قدیم	۱۲ رمضان ۳۶ھ	۹	۱۲۶
= = = = =	= از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم	۴ رمضان ۳۹	۶	۱۸۰
مولانا سید محمد آصف	از کانپور فیل خانہ قدیم	۲۸ صفر ۳۸ھ	۶	۱۳۶
= = = = =	= از کانپور فیل خانہ قدیم	۱۵ شعبان ۳۹ھ	۶	۴
= = = = =	= از کانپور فیل خانہ قدیم	۲۷ جمادی الاخر ۳۸ھ	۶	۶۸

حضرت سید ابوالحسین احمد نوری	مارہرہ	۱۲۹۸ھ	۱۱	۹۳
= = = = = =	از مارہرہ	۱۲۹۸ھ	۸	۳۷
= = = = = =	از مارہرہ	۱۳۱۲ھ	۳	۱۷۵
مولانا سید حسین حیدر میاں	از گونڈہ برانچ محلہ چھاؤنی	۱۳ جمادی ۰۷ھ	۴	۴۸۶
مولانا ابو المساکین مولانا ضیاء الدین	از پٹنہ	۱۶ ذالحجہ ۲۵ھ	۵	۱۶۵
مولانا حضرت سید حامد حسین میاں	از ممبئی محلہ سایان متصل کرافٹ مارکیٹ	۴ ذیقعدہ ۲۹ھ	۴	۴۸۹
مولانا حامد حسین صاحب	از ہردوئی	۲۵ جماد الاول ۲۲ھ	۴	۱۶
مولانا سید حامد حسن میاں	از مارہرہ شریف	۱۶ شوال ۳۱ھ	۴	۲۲۴
مولانا ریاست علی	از شاھجہاں پور	۲۲ ربیع الاخر ۲۱ھ	۱۰،۱	۲۲۱
مولانا حکیم امجد علی صاحب	از شاہجہاں پور	۱۱ رجب ۳۰ھ	۲، ۱۰	۴۲
مولانا حکیم امجد علی صاحب	از شاہجہاں پور	۸ رمضان ۳۱ھ	۳	۵۰۸
مولانا سید غلام قطب الدین	از شہر محلہ پاس منڈی	۲ ربیع الاول ۳۹ھ	۹	۷۳
= = = = = = =	از شہر بریلی	۴ ربیع الاول ۳۹ھ	۹	۷۸
مولانا احمد مختار صاحب صدیقی	از مانڈے سور کی مسجد ملک برما	۴ رجب ۳۲ھ	۲	۲۵
مولانا عبدالاول صاحب	از جونپور ملاٹولہ	۲ رمضان ۳۵ھ	۲	۳۷

= = = = =	از جونپور ملاٹولہ	۲۸ رمضان ۳۸ھ	۵	۲۱۷
مولانا سید سلیمان اشرف بہاری	از پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج	ربیع الاول ۳۹ھ		۱۱۰
= = = = =	از پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج	۲۴ شعبان ۳۳ھ	۸	۱۲۳
مولانا دیدار علی صاحب الوری	از اکبرآباد	۴ شعبان ۳۵ھ	۲	۱۲۶
= = = = =	از اکبرآباد	آخر شعبان ۳۸ھ	۱۲	۱۵۵
مولانا محمد شفیع احمد صاحب	از کنوڑہ ضلع ہوشیار پور	۱۲ جمادی الاخر ۳۶ھ	۲	۱۳۶
مولانا عرفان علی صاحب رضوی	از بیلپور ضلع پیلی بھیت	۱ شوال ۳۹ھ	۲	۴۸
مولانا ہدایت اللہ خاں	از رام پور	۲ ذوالحجہ ۱۹ھ	۷	۳۰۰
مولانا ہدایت الرسول	از رام پور	۲۰ ربیع الاخر ۳۲ھ	۷	۴۸۵
مولانا لطف اللہ صاحب	از رام پور	۱۶ ذیقعدہ ۲۶ھ	۷	۴۴۰
مولانا محمد سلامت اللہ	از رام پور	۲۳ صفر ۲۲ھ	۷	۵۹۸
مولانا عبداللہ صاحب	از علیگڑھ مدرسۃ العلوم	تو ربیع الاول ۳۷ھ	۷	۵۳۷
مولانا مشتاق احمد صاحب	از اجمیر شریف محلہ لاکن کوٹھری	کیم رجب ۳۸ھ	۵ ولی	۹۱
مولانا عبدالسمیع	از میرٹھ لال کرتی			۱۱۷
مفتی عبدالقادر	مفتی کچہری ایرانی ریاست		۱۱ج	۳۱۹
مفتی عبدالقادر خاں	ریاست	۳۳ھ	۸	۱۳

مفتی عبدالقادر خاں	رامپور	۲۸ھ	۸	۳۹۰
مولانا احمد مختار میرٹھی	۸ شعبان		۵	۱۳۰
قاضی غلام گیلانی	دموراجی کاٹھیاوار	۷ صفر ۳۹ھ	۳	۶۹
حضرت مفتی محمد برہان الحق جبل پوری	دموراجی کاٹھیاوار	۳۵ھ	۲	۴۱۶
مولانا عبدالسمیع لاہوری	ازکیمپ میرٹھ لال کرتی	۲۰ رمضان ۱۱ھ	۸	۱۹۷
مولانا امام الدین پیرسید غلام قادر شاہ	ریاست جموں	۳۱ھ	۸	۳۵۶
سید احمد اشرف میاں	از حیدرآباد دکن	۱۴ھ	۸	۳۸۰
حضرت سید میر حسن	سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ	۲۹ھ	۸	۳۹۱
علامہ احمد حسن کانپوری	مدرس اعلیٰ مدرسہ فیض عام کانپور	۱۴ھ	۸	۳۹۸
مولانا غلام محی الدین	قصبہ جام نگر علاقہ کاٹھیاوار	۱۸ شعبان ۳۹ھ	۶	۴۸۰
مولانا ظفر الدین بہاری	ازآرہ محلہ قرلی	۱۶ جمادی الاول ۳۵ھ	۹	۳۳۵
مولانا ظفر الدین بہاری	ازآرہ محلہ قرلی	جمادی الاول ۳۵ھ	۹	۳۳۶
مولانا عبدالعلی مدراسی	ازلکھنو محمود نگر	۱۷ صفر ۱۳ھ	۹	۲۳۲
مولانا عبداللہ ٹونکی صاحب	ازلاہور	۲۴ شعبان ۲۳ھ	۹	۳۱۸
= = = = = =	ازلاہور		۷	۴۱۹
= = = = = =	ازلاہور		۵	۴۰
= = = = = =	ازلاہور		۸	۴۱

مجدد اسلام اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمہ

ابوالکلام مولانا محمد اللہ یار اشرفی قادری

یہ ایک حقیقت ہے کہ زندگی کی سطح پر عزم وعمل اثبات واستقلال کی موجیں تسلسل سے ابھرتی ہیں اور انہیں سے حیات انسانی کی وسعتوں اور گہرائیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر جب عزم وعمل کا یہ تموج ختم ہو جاتا ہے تو زندگی کی شورشیں موت کی آغوش میں آسودہ نظر آتی ہیں اور حیات انسانی کا ارتقائی رشتہ منقطع ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ الغرض نصب العین کی بلندی عزم وعمل کی ہم آہنگی اور گفتار و کردار کا ارتباط ہی انسان کو ابدی عظمت دائمی بزرگی اور حقیقی کامرانی عطا کرتا ہے۔ گویا یہ ایک فطری ضرورت ہے کہ انسانی زندگی کو تسلسل کے ساتھ عزم وعمل اور گفتار و کردار کی صالح قوتوں سے مربوط رکھا جائے تا کہ مقصد زندگی کسی وقت بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ اور عزم وعمل کی حدت وحرارت میں کبھی فرق نہ آئے۔ یہ فطری ضرورت ہے اور فطری ضرورت کی تکمیل اس طرح ہوتی ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود، ترقی وخوشحالی کامرانی وکامیابی کے لیے ایسے صالح افراد عطا کرتا ہے۔ جو نہ صرف خود پیکر عزم وعمل ہوتے ہیں بلکہ ان کی ذات سے ان کے وجود سے دوسروں کو بھی جہد مسلسل کا پیغام ملتا ہے اور نہایت صبر و استقلال اور عزیمت واستقامت کے ساتھ اصلاح امت اور احیائے سنت وشریعت کا اہم ترین فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان کی صالح زندگی سے قلوب کو ایمان وایقان کی روشنی ملتی ہے۔ اور ان کے علمی، سیاسی اور مجاہدانہ کارناموں سے معاشرے کی رگ وپے میں جوش عمل کے شرارے رقص کرتے ہیں۔

اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا بریلوی کا شمار ایسے ہی یگانہ روزگار مصلحین امت میں ہوتا ہے۔ جن کے ایمان افروز واقعات وکارناموں سے قرون اولیٰ (صحابہ کرام) کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جن کی زندگی مثالی ہے۔ لاکھوں طالبان راہ معرفت نے روشنی وہدایت حاصل کی۔ قارئین حضرات سیدی اعلیٰ حضرت عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اس پیکر صداقت اس

وقار متانت اس عالم دین متین اس حامل علم ویقین کا نام ہے۔ جسے و علمناہ من لدنا کی تعبیر اور انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی تصویر اور والراسخون فی العلم کی تفسیر کہیں تو بے جا نہ ہو گا سچ تو یہ ہے۔

تمھاری شان میں جو کچھ کہیں اس سے سوا تم ہو　　قسم ہے جان عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
(مولانا عبدالعلیم صدیقی)

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے　　وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی
(اقبال)

اعلیٰحضرت محمد احمد رضا، اس صاحب طرز ادیب، اس پر جوش اہل قلم، اس حق گو سپاہی کا نام ہے جس کا شہرہ فرش وتا عرش گونجا جس کی دھوم اکناف عالم میں لہرائی جس کی حق گوئی نے منافقت کے قلعے مسمار کر دیئے جس نے کبھی تملق و چاپلوسی سے کام نہیں لیا جس کا قلم کبھی منافقت وریا کاری، خوشامد و مصلحت اندیشی کی غلاظت سے آلودہ نہیں ہوا۔ جس نے کبھی کسی راجہ، نواب، امیر، وزیر اور مشیر کے در دولت پر جبہ سائی نہیں کی۔ جس کے زور قلم نے عرب وعجم کی باطل قوتوں کو للکارا۔ جس نے کینہ پرور سازشی سینوں کے چیتھڑے اڑا دیئے جس کے بے پناہ سیل رواں کے آگے حرص وآز طمع ولالچ کا بند نہ باندھا جا سکا۔ جس نے پچاس سے زائد علوم وفنون پر ایک ہزار سے زائد ضخیم کتابیں اور رسائل لکھے جو پھر بھی یہی کہتا رہا۔

رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں　　ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں

اعلیٰحضرت محمد احمد رضا اس عاشق رسول کا نام ہے جس کی زندگی کی کوئی سانس اس کی حیات کا کوئی لمحہ اس کے ہوش کا کوئی پل عشق کی رعنائیوں سے خالی نہیں اور وہ تمام زندگی یہی فرماتے رہے۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پہ پڑ رہو　　قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

اور جب عشق مصطفیٰ ﷺ اپنی تجلیات کا دامن وسیع کرتا ہے۔ اور جب محبت کی بیکراں لہریں اپنی آغوش میں بھینچ لیتی ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتا ہے۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں　　مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں　　دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

اعلیٰحضرت محمد احمد رضا اس نعت خوان رسول کا نام ہے۔ جسے حافظ، جامی، بوصیری بلکہ حسان کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ آج ہم اگر ماضی وحال کا جائزہ لیں۔ اور شعراء کو دیکھیں ان کے کلام وسخن کا تجزیہ کریں تو شاذ و نادر ایسے اہل سخن ملیں گے جن کے کلام کی پرواز اعلیٰ حضرت کی رفعت سخن تک پہنچ سکے گی۔ بلکہ اکثر کلام رطب ویابس افراط وتفریط میں ملوث نظر آئیں گے مگر اعلیٰحضرت کا کوئی شعر انتہائی کیف وجذبات کے باوجود خلاف شرع نہ ہو۔ اور جب تمثیلات وتشبیہات، اشارات و کنایات حکایات واستعارات کا ہجوم ہوتا ہے تو آپ کے اشعار ایک عجیب حیات آفریں کیفیت اختیار کر جاتے ہیں۔

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں　　شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا　　حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اور پھر سلاست ولطافت تو آپ کے آستانہ کی باندی نظر آتی ہے۔ اور اس پر محبت کی فراوانی قابل رشک جاں نوازی پیدا کر دیتی ہے۔

دل سے اتارو راہگزر کو خبر نہ ہو　　جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا　　یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو
اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے　　یوں دل میں آ کہ دیدہ تر کو خبر نہ ہو

اعلیٰ حضرت اس محقق اور مفسر کا نام ہے جس کے علمی کارنامے انگنت و بے شمار ہیں اور جو خصوصیت ان کے ترجمہ قرآن کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں یہ ترجمہ تمام معتبر تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ آسان اور سادہ عبارت میں حقائق ومعارف کے خزینہ سمو کے رکھ دیئے ہیں۔ اس ترجمہ میں رازی کی موشگافیاں ہیں، غزالی کا تصوف ہے، جامی کی وارفتگی ہے نعمان کا تفقہ ہے ایلوی کی دقت ہے۔ اعلیٰحضرت کی تحریروں پر نظر پڑتی ہے تو ذہن کے اندر ایک ایسی شبیہہ ابھرتی ہے جس کی آنکھوں میں فاروقی جلال، لبوں پر ملکوتی تبسم، چہرہ ایسے جیسے کھلا ہوا قرآن، گفتار میں علی مرتضیٰ کی حلاوت،

کردار میں ابوذر کا استغناء نفس میں گرمی صدیق انداز میں بلا کی تاب۔ الغرض اعلیٰحضرت کی شخصیت کیا ہے۔ گویا انجمن عشاق مصطفیٰ کا ایک جامع عنوان ہے آیئے اب آپ کے سامنے ترجمہ اعلیٰحضرت کی خصوصیات میں سے ایک جھلک پیش کریں۔ آپ نے بے خودی کی حالت میں ترجمہ کیا ہے۔ نیازمندی وعقیدتمندی کے ساتھ توقیر رسالت کے جذبے سے معمور ہوکر وارفتگی عشق سے قلم اٹھایا ہے لہذا قرآن کریم کی آیات مقدسہ کا یہ ترجمہ قلب مضطر کے لیے باعث راحت، سکون ہوگا۔

۱۔ اور اللہ چاہے تو تمھارے اوپر اپنی رحمت وحفاظت کی مہر فرمادے۔

۲۔ تمھیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو راہ دی۔

۳۔ اور ابھی اللہ نے تمھارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر کی آزمائش کی۔

۴۔ تاکہ اللہ تمھارے سبب تمھارے اگلوں اور تمھارے پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے۔

برادران اسلام!

ان آیات کے ترجمہ سے آپ اندازہ کریں کہ عصمت انبیاء اور مقام مصطفیٰ کا تحفظ اعلیٰحضرت نے کس پیرائے کے ساتھ کیا۔ حقیقت ہے۔

ہر ایک پھول بجائے خود ایک گلشن ہے — میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

قارئین! اشاروں میں بیان کرنے کے دن باقی نہیں داستان اب صاف لفظوں میں سنائی چاہیے۔

اعلیٰحضرت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے ۴ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا اور چھ سال کی عمر شریف تھی کہ ماہ ربیع الاول میں کثیر مجمع کے سامنے رسالہ میلاد شریف منبر پر بیٹھ کر بے تکلف پڑھا۔ اور پونے چودہ سال کی عمر میں یعنی ۱۲۸۶ھ میں دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی اور فتویٰ نویسی پر مامور کیے گئے۔ جس کو آپ عمر عزیز کے آخری دم تک بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ ۱۲۹۴ھ میں حضرت شاہ آل رسول کے دست مبارک پر بیعت کی اور سلاسل اربعہ کی اجازت وخلافت اور علم حدیث کی سند حاصل کی۔ سنہ میں

اپنے والد ماجد کی رفاقت میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، اور وہاں کے مشہور علما شافعیہ حنفیہ وغیرہم سے علوم حدیث، فقہ، اصول تفسیر کی سندیں بھی حاصل کیں۔ مقام ابراہیم میں ایک مرتبہ نماز ادا فرمارہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام شافعیہ حسین ابن صالح جمیل اللیل اعلیٰحضرت کو بغیر سابق تعارف کے ہاتھ پکڑ کر مکان لے گئے اور دیر تک اعلیٰحضرت کی پیشانی پر ہاتھ رکھے رہے اور فرمایا انی لاجد نور اللہ من ہذا الجبین۔ میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے از راہ شفقت صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا تمھارا نام ہم نے ضیاء الدین احمد رکھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

قارئین حضرات! یہ اس وقت کی بات ہے جب برصغیر کا ذرہ ذرہ خونچکاں تھا۔ فضا کی بے کراں وسعتوں میں بارود وخون کی بورچی ہوئی تھی۔ لہلہاتی کھیتیاں جل چکی تھیں۔ سبز وشاداب باغ ویران ہو چکے تھے۔ ہنستی کھیلتی آبادیاں اجڑ چکی تھیں۔ ہرے بھرے گلستاں جھلس گئے تھے حسین قہقہوں سے محلات کھنڈر بن گئے تھے۔ مہکتے مہکتے پھول پامال کردیئے گئے تھے۔ دمکتی دمکتی کلیاں مسل دی گئی تھیں۔ رسول اللہ کے شیدائیوں کے ولولہ انگیز شیرانہ نعرے عرشیوں کی مخمور آنکھوں میں جاسوئے تھے۔ جب بہادر حیدر علی کے بیٹے سلطان فتح علی ٹیپو کا آہنی حصار ٹوٹ چکا تھا جب نواب سراج الدولہ کے بے باک نعرے اور پر جوش قیادت دم توڑ گئی تھی جب اسلامیان ہند کے عظیم مجاہد مولانا فضل حق خیرآبادی شہید کی گونج ختم ہو چکی تھی ملت کے وقیع وشجیع سپاہی مولانا عنایت احمد کاکوروی اور مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی کے باجبروت سر کاٹے جاچکے تھے۔ جب سیدنا مجدد الف ثانی کی جرأت آموزی لوگ بھولے جارہے تھے۔ جب جنرل بخت خاں کی پرجوش للکاروں کو غداریاں نگل چکی ہیں۔ جب ناامیدیوں کا سیلاب امنڈ رہا تھا۔ جب مایوسیوں کی گھٹا چھا رہی تھی جب مسلم معاشرہ میں یہودیوں کے ذہن کا ایک گروہ اپنے نمائشی اسلام کے چلمن میں بیٹھ کر حق پرست مسلمانوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنائے ہوئے تھا اور اپنی بدعقیدگی وکج فہمی سے منصب رسالت کی توقیر وتسلیم کی دھجیاں بکھیر رہا تھا اور عصمت انبیاء کو مجروح کرنے کی ناپاک سعی میں مصروف تھا۔ جب نام نہاد مجاہد کہلانے والے مولویوں کا ایک گروہ انگریزوں کی دوستی کو غنیمت، بدیسی سرکار کو رحمت اور ہندوؤں سے تعلقات کو راہ نجات سمجھ رہا تھا۔ اسی دور کشمکش میں سیدی اعلیٰ حضرت زیور علم سے آراستہ ہوئے اور پھر حریت وحق گوئی کا ایک ولولہ انگیز دور شروع ہوگیا۔

دجل وفریب کے پردے نوچ لیے گئے مکاری وریا کاری کی نقابیں کھینچ لی گئیں۔

برادران اسلام! یہ وہ دور تھا جب ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ بلند ہو رہا تھا، مومن مشرک ایک قوم کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ یعنی کفر واسلام نور وظلمت حلال وحرام ایک ہیں ایک رہیں گے کی کھا زوروں پر تھی یہ گروہ ایک طرف جہاد پر جا رہا تھا اور دوسری طرف انگریزوں کی دعوت اڑا رہا تھا جب کانگریسی علماء بت پرست ہندو لیڈروں کو خانہ خدا میں بیٹھا کر ان کی دلجوئی کرنا فرض عین سمجھتے تھے۔ جب بھارت کی نقاب پوش سیاست ان پر مسلط تھی۔ اعلیٰحضرت پوری جرأت کے ساتھ ان کے دھرم کا پول کھول رہے تھے۔ اور مرد حق مجدد برحق کا نعرہ حق افق تا افق گونج رہا تھا۔

۱۔ موالات مشرکین ۔۲۔ معاہدہ مشرکین ۔۳۔ استقامت بمشرکین ۔۴۔ مسجدوں میں اعلائے مشرکین

ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم   کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

آپ نے فرمایا خبردار

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے   گلیم بوذر و دلقِ اویس و چادر زہراء

لا تتخذوا عدوی و عدو کم اولیآء دیکھنا میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بنانا۔

والمومنون والمومنات بعضهم اولیآء بعض انما المشرکون نجس والله و رسوله احق ان یرضوه۔ بعض مومنین ومومنات ایک دوسرے کے ولی ودوست ہیں۔ بے شک مشرک ناپاک اے لوگو اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو راضی کرو۔

اعلیٰحضرت نے ملک کی گندی اور مخلوط سیاست سے دامن بچا کر پاکیزہ سیاست کو اپنایا۔ اسلام کی برتری وجمیع مسلمانان کی بہتری کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ مسلم لیگ نے بعد میں جو دو قومی نظریہ پیش کیا۔ اعلیٰحضرت بہت پہلے اس کی رہنمائی فرما چکے تھے۔ حالانکہ اس وقت ہندوستان کی سیاست پیچیدہ اور الجھی ہوئی تھی۔ سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ امن مفقود تھا۔ مسلمان انگریز کے مشق ستم بنے ہوئے تھے۔ آپ نے تمام فتنوں اور لیڈروں کی آندھی کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو دشمنوں کی سازشوں سے خبردار کیا۔ بخدا اعلیٰحضرت نے

پیہم دیا پیالہ مئے برملا دیا   ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

بلاتبصرہ

دار العلوم نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں جدوجہد آزادی۔ سے تعاون کیا انڈین نیشنل کانگریس اور دار العلوم دیوبند ایک ہی دور میں قائم ہوئے۔

دار العلوم دیوبند میں اندرا گاندھی کے خطاب کا مکمل متن

جناب صدر اور محترم حاضرین!

مجھے خوشی ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لیے بڑے بڑے عالم، فاضل دوسرے ممالک کے نمائندے اور ہمارے اپنے ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ آئے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ دار العلوم کو علوم اسلامیہ میں کیا خاص مقام حاصل ہے۔ میں اسے ہندوستان کی سرکار اور عوام کی جانب سے اظہار عقیدت پیش کرتی ہیں۔ یہ ادارہ ملک کی قومی بیداری اور نو آبادیاتی حکمرانوں کے خلاف جہاد کا ہی نتیجہ تھا ۱۸۵۷ء میں ہمارے ملک میں بیرونی طاقت کو نکالنے اور دوبارہ آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک بڑی بغاوت ہوئی۔ وہ بغاوت اگرچہ سیاسی طور پر کامیاب نہ ہوئی لیکن اس نے ہماری قوم میں از سر نو ثقافت اور فلاح کی ایک نئی روح پھونک دی۔

ہندوستانیوں کو ہندوستانی ہونے کا جذبہ محسوس ہوا اور انہوں نے سیاسی، تعلیمی اور تمدنی آزادی حاصل کرنے کا تہیہ کیا۔ اسوقت ان کا جوش پورے عروج پر تھا۔ اعلیٰ اور دور اندیش مفکرین، سماجی مصلح، شعراء، اور صوفیائے کرام میدان میں آگئے۔ دار العلوم بھی ان میں سے ایک تھا۔ انڈین نیشنل کانگریس بھی انہی دنوں ظہور میں آئی یہ انفرادی اور اجتماعی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہی تھا کہ ہندوستان نے دوبارہ مکمل آزادی ۱۹۴۷ء میں حاصل کی۔

دار العلوم نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں بالواسطہ جدوجہد آزادی میں تعاون کیا۔

اسی ادارہ نے قومی جذبے کو بیدار کرنے میں بڑی امداد دی اور یہاں کے مدبرین و مصلحین نے اپنا اور ملک کا نام اسلامی دنیا میں روشن کیا۔ اس سال اسلامی ہجری کا 4100 واں سال مکمل ہوا ہے اس موقع پر ہمیں پورے عالم اسلام کے گردو پیش نظر ڈالنی ہے اور محسوس کرنا ہے کہ اس نے عظمت، انسانی برابری اور بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے کیا مدد کی ہے۔

دنیا کے بہت سے مذاہب نے ہندوستان میں جنم لیا ہے جیسے ہندوازم، بدھ ازم، جین ازم اور سکھ

ازم۔دوسرے جیسے زردشتیت،عیسائیت اور اسلام ہمارے ہمسایہ ملکوں سے وارد ہوئے ہم نے کبھی بھی ان کو بیرونی مذاہب نہیں سمجھا ہم اسلام کو ہندوستان کا ایک مذہب تصور کرتے ہیں تقریباً ۶ کروڑ ہندوستانی اسے تسلیم کرتے ہیں۔اس پر عمل پیرا ہیں اور دوسرے اس کا احترام کرتے ہیں ہمیں فخر ہے کہ ہندوستانی روایت وتقویم جسے ہم قوم جدید سے تعبیر کررہے ہیں ان کی خاصیت ہر مذہب کا برابر احترام کرتا رہا ہے۔ ۲۲ صدی پہلی عظیم شہنشاہ اشوک نے فرمایا تھا کہ جوکوئی دوسرے کے مذہب کا احترام نہیں کرتا وہ واقعی اپنے مذہب کا بھی احترام نہیں کرسکتا۔یہ صرف برداشت کا جذبہ ہی ہے جس اس آج کی مشکلات بھری دنیا میں امن قائم کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

اسلامی فلسفہ اور تہذیب وتمدن جو مختلف اسلامی ذہن اپنے ساتھ لیکر ہندوستان میں وارد ہوئے انہوں نے ہندوستان کو مضبوط ترین کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ہم نے دیکھا ہے کہ مختلف خیالات ایک بڑی طاقت کا ذریعہ ہوسکتے ہیں جس طرح مختلف دھاتوں کا مجموعہ ان دھاتوں سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اسی طرح جب مختلف لوگوں کے گروہ یا مختلف خیالات ایک ساتھ آتے ہیں تو بعض اوقات ٹکراؤ ہوتا ہے لیکن اکثر باہمی ملاپ سے مثبت تخلیق ہوتی ہے۔اسلامی تدبر اور قدیم ہندوستان معاشرے نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نئے اذہان پیدا کیے عظیم مسلمان شاعروں کی تخلیق ومناجات ہندوستانیوں نے اپنائے ہیں اور ان کو روزمرہ کی گفتگو میں جذب کرلیا ہے۔صدیوں سے دیگر اسلامی دنیا کے ماہرین علم وفنون وصاحبان ادب نے ہندوستان میں اپنا گھر بنایا اس سرزمین میں کافی زندگی بسر کی۔ان میں سے بہت سے نہ صرف ہماری زندگی پر نقش چھوڑ گئے بلکہ ہماری سرزمین پر بھی نقش چھوڑ گئے ہیں میں اس موقع پر ہندوستانی تہذیب کی گلکاری کے اہم حصص کو خراج عقیدت پیش کرتی ہوں۔ایک بار پھر میں ہندوستانی عوام کی طرف سے اس عظیم ادارہ کے صد سالہ جشن پر مبارکباد پیش کرتی ہوں میں امید کرتی ہوں کہ یہ ہندوستان اور دنیائے اسلام کی خدمات نمایاں طور پر سرانجام دیتا رہے گا۔

(بشکریہ ہفت روزہ افق کراچی ۲۱ مئی ۱۹۸۰ء)

اہل سنت بے سبب نازاں نہیں — ان کی قسمت میں ہے دیدارِ رضا
مظہر اسلام کو کرتا ہے پیش — قابلِ تحسین ہے انوارِ رضا

سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

مشائخ بھرچونڈی شریف سندھ کے فاضل بریلوی سے روابط

علامہ صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری، ایم۔اے

تاریخ شاہد ہے کہ سندھ کو باب الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تو اس کی سرزمین سے علماء، فقہاء، محدثین اور صوفیا کی ایسی کھیپ میدان عمل میں آئی جس کے دم قدم سے اسلام کے چمن میں بہار آگئی۔حضرت بایزید بسطامی کے استاذ اور شیخ، شیخ ابوعلی سندھی ہوں کہ حدیث ومغازی کے امام شیخ ابو معشر نجح المدنی (م ۱۵۰ھ) فقہ میں ایک مستقل مسلک کے امام شیخ الاسلام عبدالرحمٰن بن عمر اوزاعی (۱۵۶ھ) ہوں کہ علم حدیث کے معروف عالم شیخ محمد حیات سندھی (م ۱۱۶۳ھ) اسی طرح ملا معین ٹھٹھوی اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ہوں یا حاجی فقیر اللہ علوی ابوالفضل اور فیضی ایسے نکتہ سنج، یہ تمام لوگ سندھ کی خاک سے اٹھے۔

ان بزرگوں کے دم قدم سے چند چیزیں سندھی مسلمان کے خون میں اس طرح رچ بس گئیں کہ صدیوں کے مادی طوفان آج تک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ان میں حبیب خدا، سرور انبیاء ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ محبت خانوادۂ نبوت سے بے پناہ عقیدت اور اولیاء اللہ سے وابستگی سرفہرست ہیں۔انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد اور تحریک پاکستان میں مسلمانان سندھ کی مردانہ وار جدوجہد ہماری ملی تاریخ کا قابل فخر باب ہے۔

سندھ کی اسلامی تاریخ جس عنوان سے بھی مرتب ہو، مشہور عالم خانقاہ ''بھرچونڈی شریف'' کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گی۔انگریزی سامراج کے خلاف آخری اور فیصلہ کن جدوجہد کا سارا مسئلہ حافظ الامت، صدیق الملت، سید العارفین حافظ محمد صدیق علیہ الرحمہ (۱۲۳۴۔۱۳۰۸ھ) کی بھٹی میں تیار ہوا۔سندھ کو دارالحرب قرار دے کر بعض لیڈروں نے افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کا نعرہ بلند کیا۔ سادہ لوح لوگ اپنی جائیدادیں اونے پونے بیچ کر کابل روانہ ہونا شروع ہوئے تو حافظ الملت کے

جانشین حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمہ (۱۲۸۳ھ۔ ۱۳۴۶ء) میں وہ صاحب بصیرت بزرگ تھے جنہوں نے فوراً فاضل بریلوی سے رابطہ قائم کیا اور فتویٰ منگوا کر پورے سندھ میں بڑے پیمانے پر اس کی تشہیر کرائی کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔ اپنی ہزار ہا وراثت اور دعویداری کو چھوڑ کر ہجرت کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ سندھ کی بڑی اکثریت نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ سے بچ گئی۔ اسی طرح تحریک پاکستان کا مرحلہ آیا تو حافظ الملت کے پوتے اور حضرت حافظ محمد عبداللہ کے لخت جگر اور جانشین مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن نے تاریخی کردار ادا کیا۔

فاضل بریلوی اور بھرچونڈی شریف کے شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ تقریباً ہم عصر ہیں ۔ہم عصری جو بجائے خود بڑی آزمائش ہے، پھر آج سے نصف صدی قبل ذرائع ابلاغ کی حالت کا اندازہ بھی کر لینا چاہیے۔ یہ ساری باتیں سامنے رکھ کر سندھ کے ایک دور افتادہ گاؤں ڈیرکی (ڈیرکی کو چند سال قبل اہمیت حاصل ہوئی ہے) میں ایک خانقاہ کے ماحول میں رہنے والے بزرگ کی مردم شناسی اور ملکی شخصیات سے واقفیت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے مسائل کے علاوہ اہم دینی اور ملکی مسائل کے حل کے لیے بلاتکلف فاضل بریلوی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس سے بھرچونڈی شریف کے شیخ طریقت اور فاضل بریلوی کے مابین اعتقادی، فکری اور روحانی رشتوں کی راہیں باآسانی نظر آجاتی ہیں۔ "یالوگوں" نے دارالحرب کا نعرہ لگا کر ہجرت کا نعرہ لگایا تو ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ کو عاکف باب اللہ فقیر عبداللہ قادری (حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری سجادہ نشین بھرچونڈی شریف (م ۱۳۴۶ھ) کی طرف سے دربار عالیہ بھرچونڈی شریف ڈیرکی ضلع سکھر سندھ سے فاضل بریلوی کی خدمت میں استفتا بھجوایا جاتا ہے (یہ سوال وجواب فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، حصہ دوم، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ ۳۱۵ میں چھپا ہوا موجود ہے) خط کا سرنامہ اس طرح تحریر کیا گیا ہے:

"بخدمت تاج الفقہاء، سراج العلماء المدققین حامی السنۃ والدین غیاث الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضرۃ".........سوال فارسی زبان میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوسندھ کے بعض علماء ہجرت معروف پر بڑے شدومد سے اصرار کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک ہجرت فرض ہے۔ جو اس کا قائل نہیں ہے یا ہجرت نہیں کرتا، وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے۔ فاضل بریلوی نے فارسی زبان میں ہی اس سوال کا نہایت مدلل اور تحقیقی جواب دیا ہے، جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے، نہ اس

سے ہجرت فرض یا واجب ہے۔

ایک اور سوال جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ کو بھرچونڈی شریف ہی سے فاضل بریلوی کی خدمت میں بھجوایا گیا۔ یہ سوال از طرف ابوالنصر فقیر سردار شاہ (فتاویٰ رضویہ میں غلطی سے سرور شاہ چھپ گیا ہے) کے عنوان سے بھجوایا گیا۔ یہ سوال نکاح صغیرہ کے بارے میں ہے۔

ابوالنصر سردار شاہ راقم الحروف کے حقیقی جد امجد اور بھرچونڈی شریف شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ کے خلیفہ ماذون شیخ المشائخ حضرت ابوالنصر سید سردار شاہ قادری علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ اس وقت بھرچونڈی شریف میں مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن کو درس نظامی کی آخری کتابیں پڑھا رہے تھے۔ جد امجد حضرت سید سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ کی اس سے پہلے مدینہ منورہ میں فاضل بریلوی سے کئی ملاقاتیں بلکہ ایک ماہ تک مسلسل صحبتیں ہو چکی تھیں۔ حضرت سید سردار احمد قادری (م ۱۳۵۱ھ) ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۴ھ تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ اسی اثناء میں ۱۳۲۳ھ میں فاضل بریلوی دوسری بار حج اور زیارت کے لیے حجاز مقدس تشریف لائے۔ حضرت حافظ خیر محمد صاحب سندھی علیہ الرحمہ (حافظ صاحب مرحوم جید عالم دین، اونچے درجے کے درویش تھے۔ بیس بائیس سال کی عمر میں سندھ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ ساری عمر وہیں گزاری اور مدینہ منورہ کی خاک پاک میں مدفون ہوئے۔ حضرت حافظ صاحب قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی کے بعد اہل سنت وجماعت کے لیے مرجع وماویٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ جلالی بزرگ تھے۔ مصر، شام، مراکش اور عراق کے بڑے بڑے علماء کو میں نے حافظ صاحب کے سامنے مودب، مہر بلب اور ان کی جاروب کشی کرتے دیکھا ہے۔ آپ بھرچونڈی شریف کے شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ کے خلیفہ اور راقم کے جد امجد حضرت سید سردار احمد کے پیر بھائی تھے) نے مجھ سے خود بیان فرمایا کہ "۱۳۲۳ھ میں فاضل بریلوی مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ایک ماہ کے قریب مدینہ منورہ ٹھہرے۔ عالم ربانی حضرت سید سردار احمد قادری علیہ الرحمہ نے دوسرے روز مجھے ساتھ لے کر فاضل بریلوی سے ملاقات کی پہلی ملاقات نے محبت ومودت کے ایسے بیج بوئے کہ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد حضرت سید سردار احمد، فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عصر اور مغرب کی نمازیں ان کے ساتھ ادا فرماتے۔ اس دوران ایک دفعہ حضرت سید سردار احمد نے اپنے ایک بدوی معتقد شیخ احمد جعفر کے ہاں فاضل بریلوی کی دعوت کا اہتمام کرایا۔ اس دعوت کا انتظام وانصرام میرے ذمہ تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اہل عرب کے قدیم کھانے تیار کیے گئے۔ شیخ احمد جعفر کے ہاں فرشی نشست پر سارے لوگ حسب مر

اتب بیٹھ گئے۔ فاضل بریلوی امیر مجلس تھے کہ حضرت سید سردار کے مریدوں میں سے حاجی کریم بخش مرحوم اٹھے اور اچانک دردوغم سے رندھی ہوئی آواز میں مولانا جامی کی یہ نعت پڑھنا شروع کردی۔ حاجی کریم بخش 'عاشق رسول' شب بیدار صاحب درد بزرگ تھے۔

وصلی اللہ علی، نور کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا
محمد احمد و محمود وے را خالقش بستود
از و شد بود ہر موجود ازو شد دیدہ ہا بینا

خدا جانے حاجی صاحب کی آواز میں کیا تاثیر تھی۔ حاضرین کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ فاضل بریلوی نے حاجی کریم بخش کو اپنا دوشالہ اوڑھایا اور ان کے لیے خصوصی دعا فرمائی''۔

بھرچونڈی شریف کے شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ اور راقم کے جد امجد حضرت سید سردار احمد قادری کے فاضل بریلوی سے ساری عمر برابر تعلقات رہے۔ حضرت حافظ محمد عبداللہ نے ایک موقع پر حاجی غلام محمد المعروف حامی پنجابی نامی اپنے ایک درویش کے ہاتھ کچھ تحائف بھی فاضل بریلوی کی خدمت میں بھجوائے۔

بعض لوگ تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے جان بوجھ کر فاضل بریلوی کو بریلوی فرقہ نامی ایک جماعت کا بانی قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ برصغیر میں ''اثر ابن عباس'' اور ''تقویۃ الایمان'' کے مسئلے پر ایک گروہ واضح طور پر سواد اعظم اور جمہور علماء سے الگ ہو گیا تھا۔ فاضل بریلوی کے ہم عصر مشائخ اور علماء جو ظاہر ہے اپنی اپنی جگہ خود لاکھوں لوگوں کے مرجع عقیدت اور صاحبان علم و فضل تھے۔ کسی فکری اور اعتقادی ہم آہنگی کے بغیر چونکہ فاضل بریلوی سے اپنا علمی اور اعتقادی رشتہ جوڑ رہے تھے۔ حالانکہ ان میں سے بیشتر لوگ نہ فاضل بریلوی کے شاگرد تھے اور نہ مرید۔ یہ تنازعہ فاضل بریلوی اور دارالعلوم دیوبند سے بہت پہلے پیدا ہو گیا تھا۔

فاضل بریلوی سے ڈیڑھ سو سال پہلے پیدا ہونے والے سندھ کے مشہور عالم سکالر مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے کس درس میں فاضل بریلوی سے علم حاصل کیا تھا؟ وہ اپنی مشہور تصنیف خزانۃ الروایات (چار جہازی سائز کی بڑی بڑی جلدیں) میں بیس صفحے صرف اذان میں آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں صرف کرتے ہیں۔ سندھ کے مایہ ناز عالم دین شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری ایسے بحر بے کنار مفکر کی کتابوں کا جس نے بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ کسی ایک مسئلے پر تو انگلی رکھ کر بتائے' جس میں شاہ فقیر اللہ

نے فاضل بریلوی سے مختلف بات کہی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ سندھ کے نامور علماء کا عمومی مزاج آج کی معروف اصطلاح میں دیوبندی نہیں۔ شروع سے بریلوی رہا یہی وجہ ہے کہ قبلہ عالم سید السادات حضرت سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ (مورث اعلیٰ خاندان پاگارا) ہوں یا سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق۔ ان کے اخلاف نے اپنے بزرگوں کی روایات، معمولات اور نظریات کے مطابق دیوبند کی بجائے اپنا اعتقادی رشتہ بریلی سے جوڑا اور یہ علمی اور اعتقادی رشتہ آج تک قائم و دائم ہے۔

خانقاہ عالیہ بھرچونڈی شریف کا مزاج اور ماحول شروع سے علمی رہا ہے۔ سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق اور ان کے جانشین حضرت حافظ محمد عبداللہ نے اپنے اپنے دور میں سندھ کے بیشتر علماء کو اپنے حلقہ عقیدت میں کھینچا۔ خانقاہ میں ہر وقت علمی چرچے' اہل علم کے جمگھٹے' چھوٹے چھوٹے مسائل تک پر علماء کے مذاکرات اور تحقیق اس خانقاہ کا خاصہ رہا ہے۔ اس خانقاہ کے سجادہ نشین (حضرت حافظ محمد عبداللہ' م ۱۳۲۶ھ) اور ان کے نامور خلیفہ اور خانقاہ کے مفتی اور صدر مدرس (حضرت سید سردار احمد' م ۱۳۵۱ھ) جو خود جید علماء اور فاضل بریلوی کے ہم عصر ہیں۔ ان کو کیا پڑی تھی کہ نکاح و طلاق کے مسائل سے لے کر اہم ملکی اور سیاسی مسائل کے لیے وہ فاضل بریلوی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ اس وقت برصغیر کی ایک ہزار سالہ اعتقادی اور روحانی تاریخ کی نمائندہ شخصیت فاضل بریلوی کی شخصیت تھی۔ نہ کوئی اور! یہی وجہ ہے کہ متحدہ ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بغیر کسی استادی شاگردی اور پیری مریدی کے واسطے کے' تمام روحانی خانوادوں اور علمی گھرانوں نے بلا حیل و حجت از خود فاضل بریلوی کو اپنی ہزار سالہ فکر اور عمل کا مسلمہ رہنما قرار دیا اور اپنے ہر مسئلے کے لیے ان سے رہنمائی حاصل کی۔

ہم قائد ملت اسلامیہ

چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن

اور

سربراہ متحدہ مجلس عمل

امام انقلاب حضرت علامہ مولانا

شاہ احمد نورانی صدیقی
دامت برکاتہم العالیہ

کو سینیٹر اور سینٹ میں **قائد حزب اختلاف** منتخب ہونے پر



پیش کرتے ہیں

منجانب

حلقہ قادریہ و بزم نعیمی کراچی

ایک ایسا مضمون جو امام احمد رضاؒ کی حیات مبارکہ میں شائع ہوا تھا

حضرت مولانا **فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی** اور حضرت شاہجی **محمد شیر میاں**

پیلی بھیتی کی نظر میں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

تحریر: حضرت شاہ محمد فضل حسن صابری فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ

ایڈیٹر: اخبار دبدبہ سکندری رامپور (بھارت)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا جو رتبہ ہے اسے تو آنکھ والوں سے پوچھیے۔ نابینا ہرگز کسی شے کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی کے قصرِ فضل و کمال کا کون سا درجہ کس صنعت و دست کاری سے بن سنور کر مرتب ہوا ہے بلکہ وہ تو ساری دنیا کو اپنا ہی مثل جانتا اور سمجھتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چند چشمانِ عقل کے اندھے اس ملائک صفات بشر کے علوءِ مرتبت میں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی اس میں معاذ اللہ کسی طرح کی مرتبت واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ علوءِ کمال میں بھی چار چاند لگ جاتے ہیں۔ وہ تو وہی ہیں مگر ہم ان کے پایۂ کمال کو نہیں جان سکتے...... ہم سے اچھے اچھوں نے ان کے مراتب کا لوہا مانا ہے۔

اگر انصاف کی دوربین عینک سے ملاحظہ فرمایا جائے تو عرض داشت ہذا کا ہر فقرہ منصف کور باطن کے لیے سرمۂ ضیاء و قدرتی بینائی ثابت ہوگا۔

اعلیٰحضرت علماء حرمین کی نظر میں

۱۔ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن دھان

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن دھان مدرس حرم شریف مدظلہ اپنی تقریظ "حسام الحرمین" میں فرماتے ہیں۔

شہدلہ، علماء بلد الحرام بانہ السید الفرد الامام۔

یعنی ان کے لیے علماء مکہ معظمہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار اور بے نظیر امام ہیں۔

ماشاءاللہ وبارک اللہ جس ارض مقدس کی خدائے کریم قسم یاد فرمائے وہاں کے ایک شیخ عالی مقام اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس کی نسبت ''السید الفرد الامام'' فرمائیں تو ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم ایسے بے نظیر امام کی قدر ومنزلت جان سکیں۔ اور ملاحظہ فرمائیے جب اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس نے رسالہ مبارکہ علم غیب مسمیٰ بہ اسم تاریخی ''الدولة المکیة بالمادة الغیبیة'' تالیف فرمایا اور علما مکہ معظمہ میں اس کا شہرہ ہوا تو وہاں کے معظم عظیم القدر شیخ حضرت مولانا احمد ابوالخیر میرداد نے فرما بھیجا کہ میں اس رسالے کا مشتاق ہوں اور خود آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں اور پاؤں کی معذوری کے سبب سے حاضر نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس تشریف لے گئے اور ایک جلسے میں رسالہ حضرت ممدوح کو سنایا۔ حضرت موصوف نے بے حد تعریف فرمائی اور صدہا دعائیں دیں۔ وقت رخصت اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے جب اس مقدس نورانی عالم کی تعظیم کے لیے جس کی عمر ستر برس سے متجاوز ہے، قدم لینا چاہے تو انھوں نے فرمایا ''انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم''۔ یعنی میں آپ کے پاؤں چوموں میں آپ کی نعلین کو بوسہ دوں۔ جب ہم اس بیان تک پہنچتے ہیں تو ہماری مسرت کی حد نہیں رہتی۔ حضرت شیخ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ نہایت درست فرمایا اور سچ تو یہ ہے کہ اہل فضل کی قدر ومنزلت اہل فضل ہی خوب جانتے ہیں۔

کیا آج کوئی ہندوستانی عالم اس جید فاضل کے امتیاز کی نظیر رکھتا ہے؟ غالباً اس سوال کا جواب نفی میں ملے گا۔ ہاں یہ ضرور امتیاز حاصل ہوا کہ اپنے خبث باطنی وظاہری کی تکمیل اس دیار مقدس میں کی اور علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً نے کفر کے فتوے پر رجسٹری فرما کر کہیں کا نہ رکھا۔

اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس کی ذات سے ہم کو یہ فخر کیا کم ہے کہ اشراف مکہ معظمہ آپ کی نعلین مبارک کو بوسہ دینے کی تمنا رکھتے ہیں۔ مسلمانو یاد رکھو یہ اسی عزت واحترام کا صدقہ ہے جو اس عاشق محبوب ربانی کو مل رہا ہے جس نے تن من دھن سب خدا کے محبوب جمیل ﷺ کی عزت کے

لیے وقف کر دیا ہے اور مجھ سے اگر کوئی پوچھے تو میں ایمانا ہر لحظہ یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ خدا کا ملنا آسان مگر حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن رحمت ہاتھ آ گیا تو اس نے دنیا و مافیہا حتی کہ خدائے جل وعلا کو بھی پالیا۔ پھر خدا تک رسائی آسمان اور اس کی ساری کائنات تابع فرمان۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس اس مثال کے بلا شبہ سچے نمونہ ہیں ان کے ہر قول ہر فعل ہر عمل سے سنیت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اس بات سے کبھی ہراساں نہ ہوئے کہ زید بکر ان کی ذاتی وجاہت پر بدنما دھبہ لگائیں وہ تو دل سے یہ چاہتے ہیں کہ مصطفیٰ پیارے ﷺ کے نام پر اپنی، اپنے اہل وعیال کی، اپنے خاندان کی عزت وحرمت نثار ہو تو قیامت تک روح قبر میں بھی مزے لے لے کر وجد کرے اور زبان حال اس شعر کو ادا فرمائے۔

دل جلا کر رخ محبوب کا جلوا دیکھا
ہم نے گھر پھونک کے کیا خوب تماشا دیکھا

اعلیٰحضرت فقراء کی نظر میں

ا۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (۱۲۰۸ھ)

اس پرآشوب زمانے میں حضرت تقدس مآب مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب نقشبندی گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بے مثال بزرگ ہوئے، جن کی عظمت ہند سے لے کر عرب تک قلوب میں عزت کے ساتھ متمکن ہے اور اب وہ شیخ العرب والعجم لکھے جاتے ہیں، یہ مراتب ہیں...... اسم میں اللہ والوں کی ذات کے لیے مجھے کیا، ہر زندہ دل کو سر تسلیم خم کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑے گا۔ اس شیخ العرب والعجم نے اس ذات اقدس کا وہ احترام کیا ہے کہ آج ہم عصر وہم پایہ سے محال وناممکن۔

رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس گنج مرادآباد تشریف لائے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرما دی کہ صرف اتنا کہنا۔

''ایک شخص بریلی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔''

حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے معاً فرمایا:

''وہ یہاں کیوں آئے ہیں، ان کے دادا اتنے بڑے عالم.....ان کے والد اتنے بڑے عالم.....اور وہ خود عالم.....فقیر کے پاس کیا دھرا ہے''

پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا۔

بلایئے.....تشریف لائیں!!

بعد ملاقات اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس (میلاد) شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا۔ تم عالم ہو، پہلے تم بتاؤ۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا۔ مستحب جانتا ہوں۔

فرمایا: ''آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں صحابہ رضی اللہ عنہم جو جہاد کو جاتے تھے، تو کیا کہتے تھے؟ یہی نہ کہ.....مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے.....اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا.....انھوں نے یہ معجزے دکھائے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے۔''

اور مجلس میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے! فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈوا (لڈو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (بی سر) بانٹتے تھے۔

غرض حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز واکرام باصرار تا تین روز ٹھہرایا۔ ۲۹ ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آ گئی.....اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے نزدیک گستاخان رسول کا حکم۔

اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے!

فرمایا: ''تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔''

اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں یہ خیال کیا کہ ''میں تو ان کو دل میں کافر کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں۔''

یہ خیال لاتے ہی معاً حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''ہاں جو ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس ﷺ میں بکے، ضرور کافر کہنا، بے شک (وہ) کافر ہے''

مولانا شاہ فضل الرحمٰن نقشبندی اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا باہم ایک دوسرے سے اکتساب فیض

پھر حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹپیا (ٹوپی) تمھارے موڑ پر دھر دیں اور تمھارے موڑ کی اپنے موڑ پر دھرلیں؛''

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے برائے ادب سر جھکالیا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلاہ مبارک اپنے سر مقدس پر رکھ لی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سر مبارک پر رکھ دی۔

جو آج تک بطور تبرک محفوظ کی گئی ہے۔

اس روایت کا نتیجہ ظاہر ہے.....کھلی وصاف بات پر خامہ فرسائی بے کار.....کیا کوئی اس عزت کی نظیر پیش کر سکتا ہے؟

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے لائق واہل سجادہ نشین، حضرت قبلہ وکعبہ مولانا شاہ احمد میاں صاحب قبلہ مدظلہم العالی سے مجھے خاص طور سے شرف قدم بوسی حاصل ہے جن کے افضال وکرم کی انتہا نہیں.....اور میں بحمد اللہ اس شیخ الوقت علیہ الرحمہ کے حالات مقدس سے بھی واقف ہوں۔ وہاں تک رسائی مشکل تھی لیکن بمصداق ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں   مردم ومرغ ومور گرد آیند

مخلوق خدا آ کر اپنی امیدوں کی جھولیاں پھیلاتی تھی اور شیخ علیہ الرحمہ کو در شہوار سے ان کو بھرنا ہوتا تھا۔

مراد یہ ہے کہ مخلوق خدا چار طرف آ کر گھیرتی تھی اور انھیں مجبور ہونا پڑتا تھا۔ پھر ان کی زندگی کے کارنامے صد ہا تو اہل قلم نے قلم بند فرمائے.....رہے سہے لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔

تو کہنا یہ ہے کہ کیا انھوں نے یہ افضال واکرام کسی دوسرے عالم، فاضل یا درویش، صوفی پر بھی فرمائے یا نہیں؟

بے شک یہ عزت اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو حاصل ہوئی۔

یہ معلوم کر کے ہمارے، ہم وطن متعصب افراد اور زائد اپنے ہی طیش کی آگ میں جلنے لگیں گے اور شک وتعصب کئی گنا بڑھ جائے گا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ...... الحمد للہ ہمیں ایسی صورت کا گرویدہ اور والہ وشیدائی بنایا ہے جن کی نعلین کو بوسہ دینے کے متمنی علماء مکہ معظمہ اور صرف یہی نہیں بلکہ انھیں ایک بے نظیر امام بھی جاننے اور ماننے والے ہیں۔ اور طبقہ صوفیاء کے ممتاز وسر برآوردہ شیخ ان سے ٹوپیاں بدلنے والے اور انھیں ایک پشتنی عالم وفاضل سمجھنے والے ہیں۔

۲۔ حضرت شاہ جی محمد شیر میاں قادری نقشبندی پیلی بھیتی

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی عادت شریف تھی کہ جب پیلی بھیت تشریف لے جاتے تو حضرت جناب تقدس مآب حاجی میاں محمد شیر صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ضرور ملنا ہوتا۔

وہابیوں کی حقانیت کا وسوسہ پیدا ہو جانے سے فیض کا دروازہ بند ہو گیا۔

ایک روز اعلیٰ حضرت بعد مغرب تشریف لے گئے، حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ایک آہ سرد بھری، جس کی وجہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دریافت فرمائی تو فرمانے لگے کہ ''فیض بند ہو گیا ہے''

اعلیحضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا۔ ''کیا باعث؟''

ارشاد فرمایا کہ...... ''ایک دفعہ دل میں بیٹھے بیٹھے یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ کہیں کوئی بات شاید ان وہابیوں کی بھی حق ہو۔''

یہ خیال آتے ہی فیض کا دروازہ بند فرما دیا گیا ہے۔ آپ ذکر شریف حضور پر نور محبوب اکرم سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیجئے۔ اس سے فیض جاری ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت نے غوث اعظم کا ذکر کیا اور بند فیض جاری ہو گیا

چنانچہ اسی وقت مجلس مبارک غوثیت ترتیب دی گئی...... بعد نماز عشاء نصف شب تک اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے ذکر اقدس سے حاضرین کو بہرہ یاب فرمایا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہزاروں دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔ اب تو غالباً رشک وحسد کا آسمان کور باطنوں پر ٹوٹ پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے ایک ایسے پیر کامل کا فیض جاری کرا دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ معمولی بات ہے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس خدا کے محبوب بندے ہیں اور خدا کے محبوب عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی کچھ شان کریمی بھی معلوم ہے؟

پڑھیے کلام قدسی

''کُلُّھُم یَطْلُبُوْنَ رِضَائی اَنَا اَطْلُبُ رِضَاکَ یَا مُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم''

یعنی سب ہماری رضا چاہتے ہیں اور ہم آپ کی رضا جوئی چاہتے ہیں۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

اور پڑھیے قرآن کریم و برہان عظیم میں فرمایا جاتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

یعنی فرما دیجئے کہ اگر تم خدا کی محبت رکھتے ہو، تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے۔

تو گزارش یہ ہے کہ جو ایسے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی ہو اور اس کے اس مقدس نام پر جو ابو البشر حضرت سید آدم علیہ السلام کے لیے وسیلہ رستگاری ہو، اپنا تن من نثار کرے...... تو ظاہر ہے کہ وہ کیا ہو سکتا ہے۔

اعلیحضرت پر ایک الزام اور اس کا جواب

رہی یہ بات کہ بد عقل یہ بہت جلد کہہ بیٹھتے ہیں کہ ''مولانا کو کفر کا فتویٰ خوب یاد ہے اور بہت جلد کافر بنا دیتے ہیں'' اب کوئی ان سے یہ پوچھے کہ ''حضرت! شریعت تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئین مقدس ہے''

مولانا کے گھر کی شریعت نہیں...... وہ جو بھی فرماتے ہیں شریعت کی اتباع سے فرماتے ہیں...... تو یہ مولانا پر اعتراض نہیں...... مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے (معاذ اللہ) بلکہ عین خدائے جل و علا پر...... بھلا اس حماقت کی حد بھی ہے۔

خیر مفہوم معرض تحریر میں دم بدم طوالت پذیر ہے

التماس صرف یہ ہے کہ ''اگر اس ملائک صفات بشر کی قدر نہ کی تو...... تو بہت ہی نادم و پشیمان ہونا پڑے گا...... اور یاد رکھیے کہ...... ایسی صورت پھر نظر نہ آئے گی۔

خدائے کریم اہل سنت کے سپہ سالار کی عمر مبارک میں بہت سی ترقی عطا فرمائے بعد کو آسمان اہل سنت پر خدا جانے کیسے کیسے غمناک بادل امنڈ آئیں گے اور دنیائے اسلام ان کے رنج والم میں آٹھ آٹھ آنسو بہائے گی لیکن پھر کچھ نہ ہو گا۔ اللہ کریم ہمیں عقل سلیم دے اور ہم سمجھیں کہ اعلیٰ حضرت کیا ہیں؟ اور ان کا صحیح مصرف کس طرح ہے؟

(بشکریہ: محترم مولانا محمد فاروق صاحب مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور)

گل ہائے عقیدت

"ذکرِ رضا"

۱۹۲۱ء

قطعۂ تاریخ (سال وصال)

سال وصال
۱۳۴۰ھ
۱۹۲۱ء

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان القادری البریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

"قاسم دولتِ عشق مصطفیٰ" (۱۳۴۰)

صدرِ بزمِ اکابرینِ جہاں — عصر حاضر کا عبقری انسان
با خدا ، عاشقِ حبیبِ خدا — عبدِ حق ، عبدِ مصطفیٰ ذی شان
ترجمانِ رسالت و توحید — داعیِ راہِ سنت و قرآں
لالۂ گلستانِ علم و عمل — وہ چمن زارِ عشق کا ریحان
مقصدِ زیست ، حفظِ شانِ حضور — خواہش سود تھی نہ فکرِ زیاں
قلب و ذہن اُس کے مخزنِ اسرار — پیکرِ فقر و دانش و عرفاں
مستفید اس کے عالمانِ کبیر — مستفیض اُس کے نام ور انساں
اس کے ہم عصر اُس کے تھے مداح — تھا عزیزِ اماثل اور اقراں
معترف اُس کی بے مثالی کی — صاحبانِ فراستِ ایماں
ایک شخص اور اس قدر اوصاف — یہ فقط ہے عنایتِ رحماں
کب کہا حسبِ مرتبہ اُس کے — کب لکھا اُس کی شان کے شایاں
کر سکی کم نہ اس کی عظمت کو — سعیِ اغیار و گردشِ دوراں
اُس کا سالِ وصال "ادب" سے کہا — "نازشِ دہر و افتخارِ جہاں"
۷ — ۱۹۱۴+۷=۱۹۲۱ء

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)

جامعہ منظر اسلام کے فیض یافتہ

برہان العارفین حضرت مولانا سید علی اصغر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: صاحبزادہ سید غفران شرف گیلانی

آپ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے اور پیر سید فدا حسین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند تھے۔ آپ 1905ء کو علی پور سیداں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت لاثانی نے بریلی شریف میں اعلیٰحضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں بھیجا۔ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی کے ہم سبق تھے۔ اعلیٰحضرت آپ پر بے حد شفقت فرماتے۔ آپ کو اپنے برابر بٹھاتے اور لنگر میں سے آپ کو بڑا حصہ عطا فرماتے۔ آپ نے اپنے برادر اصغر حضرت سید رضی شیرازی کو اعلیٰحضرت کے بارے میں خط لکھا جو درج ذیل ہے۔

درویش نواز محترمی

اسلام علیکم! جناب کا گرامی نامہ ملا حالات معلوم ہوئے۔

ذرہ ہوں آفتاب کی توصیف کیا لکھوں

مفتاح ابواب ولایت مصباح سبل ہدائت مرکز دائرہ شرافت اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ کے حالات بیان کرنا میرا علم قاصر میرا فہم عاجز حقیقتاً اعلیٰحضرت اپنے وقت کے مجدد تھے دنیا کے بھولے بھٹکے ہزاروں انسان ان کی ہدایت سے راہ راست پر آ گئے آپ محلہ سوداگراں میں علم کا ایک چشمہ جاری کر گئے جو کہ ابدالاباد تک دنیا کو سیراب کرتا رہے گا۔ طلبا کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کہ ہم لوگ گھر آتے ہوئے روتے تھے سادات کا احترام جو وہاں دیکھا گیا ہے شائد ہی اور جگہ ہو۔ ان کی سخاوت کی مثال بھی بہت کم ملے گی آپ کے حلقے میں بیٹھنے والے بے علم بھی علم دین سے واقف ہوتے تھے۔ طبیعت میں بے حد استغنا تھا۔ امرا سے بہت کم میل جول رکھتے تھے۔ دنیا کی کوئی بات ہم نے ان کی زبان سے نہیں سنی ہر وقت فتاوی نویسی اور کتب بینی میں مصروف رہتے۔ آپکی ساری عمر اتباع رسول میں گزری ہر ایک علم میں یگانہ تھے آپ کا سب گھرانہ عالم باعمل ہے۔ دل میں تو بہت کچھ ہے مگر لکھنا نہیں آتا۔ جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے آپ خود اسکو اچھی طرح لکھ لیں۔ (نجدیت کے سیلاب کو روکنا بڑا کام ہے) آپ ہر

چیز کو اپنے اپنے ٹھکانے پر لکھ دیں۔

میرے پاس بھی ٹھٹھہ سے لفافہ آیا تھا اس کا جواب بھی آپ اپنے قلم سے لکھ دیں نظر بہت کم ہوگئی ہے۔

والسلام

فقیر علی اصغر عفی عنہ علی پور

درگاہ لاثانی

آپ ایک جید عالم دین سخن شناس اور محقق ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی ایک نعت درج ذیل ہے۔

حضوری میں بچشم نم رہے ہیں ۔۔۔ عجب کیفیتوں میں ہم رہے ہیں
عجب اک بارش لطف و عطا تھی ۔۔۔ کرم سرکار کے پیہم رہے ہیں
مدینہ رحمتوں کا ہے خزینہ ۔۔۔ یہاں پر سرور عالم رہے ہیں
وہ در ہے سید عالم کا جس پر ۔۔۔ سر سلطان عالم خم رہے ہیں
دعائیں ہو گئیں مقبول ان کی ۔۔۔ جو آنسو ترجمان غم رہے ہیں
میسر تھا ہمیں بھی قرب سرکار ۔۔۔ مگر اصغر وہ لمحے کم رہے ہیں

آپ سیرت وصورت میں وجیہ اور اپنے والد ماجد کا نمونہ کامل تھے۔ کم سنی کے عالم میں ہر اوصاف حمیدہ ہویدا تھے۔ چھوٹی عمر ہی میں شفقت پدری سے محروم ہوگئے لہٰذہ آپ کی پرورش آپ کے جد امجد حضور لاثانی کے زیر سایہ ہوئی۔ حضور لاثانی آپ پر بدرجہ کمال شفقت فرماتے تھے۔ حسن اتفاق سے اس زمانے میں اعلیٰحضرت مجدد دین وملت احمد رضا خاں بریلوی جیسی عظیم علمی شخصیت بریلی کے محلہ سوداگراں میں رونق افروز تھی آپ کو انہی کے حلقہ تلامذہ میں شامل کروادیا گیا یہاں آپ نے قرآن مجید، فقہ، تصوف اور صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی اور ذاتی مطالعہ میں پوری دسترس حاصل کی۔ اعلیٰحضرت اپنے آخری ایام میں جب کافی ضعیف ہو چکے تھے تو آپ کو اپنے پاس بٹھا کر تعویزات لکھواتے آپ اپنے اساتذہ اور تمام بزرگوں کا از حد ادب کرتے تھے۔

حدیث پاک کی رو سے جو مرد اپنا شباب وحسن رضائے الٰہی کے لیے وقف کر دے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے اس کے بندہ حق ہونے کا اعلان فرماتا ہے۔ حضرت شاہ علی اصغر رحمہ اللہ تعالیٰ

اس کی عملی تفسیر تھے اس دور میں بھی آپ لذائذ دنیوی سے بالکل کنارہ کش رہے۔ راتوں کو بیدار رہ کر یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ دور شباب میں ہی آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ آپ کے حلقہ ارادت میں اردو کے معروف شاعر یزدانی جالندھری اور خلیق قریشی (ہفت روزہ عوام لائلپور) خطاط العصر سید عبدالخالق قادری اور معروف نعت خواں حافظ محمد یوسف نگینہ شامل تھے۔

آپ نے 86 سال کی عمر میں کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد 19 جنوری 1991 کو وصال فرمایا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے قطعات تاریخ لکھے۔ آپ کے برادر اصغر حضرت سید نثار قطب رضی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل تاریخیں نکالیں۔

بریلی	کے	احمد	رضا	خاں	کا	شاگرد	ممدوح	۱۹۹۱ء
۲۵۲	۳۰	۵۳	۱۰۰۱	۶۵۱	۲۱	۵۲۵	۹۸	

شاگرد احمد رضا گرامی عالم ۱۹۹۱ء

ہاں سرآدے رضی! لکھ دے!

تھا جو عالی دماغ جاتا ہے ۱۹۹۰ء

اس کے علاوہ ایک قصیدہ تاریخیہ بھی لکھا جو درج ذیل ہے۔

تاریخ وفات صاحبزادہ سید علی اصغر نبیرہ اعلیٰحضرت سید لاثانی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

ہے رواں دنیا سے مرد بے مثال ۔۔۔ بے سبب تو یہ نہیں حزن وملال
واقف تاریخ عالم اور ادیب ۔۔۔ تھا وہ نقاد وسخن ور باکمال
خلق وحلم وفضل کا حامل تھا وہ ۔۔۔ صاحب علم وعمل بے قیل وقال
واقف شرع نبی ﷺ تھا اور وہ ۔۔۔ نافذ شعر وسخن تھا باکمال
شعر وحکمت میں بھی تھا عالی مقام ۔۔۔ صاحب تدبیر اور شیریں مقال
وہ خلیق وصاحب علم وعمل ۔۔۔ وہ مدبر بھی تھا اور صاحب جمال
سال فوت اس کا رضی نے یوں کہا ۔۔۔ لکھو روشن دل علی اصغر ہے سال

۱۹۹۱ء

شارحِ رمزِ حقیقت

اے خطیب بے بدل اے شاعر شیریں مقال | اے امام اہل سنت اے فقیہ بے مثال
اے نثار صورت محبوب رب مولائے کل | اے بہار اسوہ خیر الانام، ختم الرسل
معرفت کے لالہ گل کے مہکتے لالہ زار | حامل حکم شریعت اے طریقت کی بہار
اے شہید جلوہ حق الیقیں، روگماں | گنبد جاں سے ابھرتی عشق کی دلکش اذاں
قاطع ہر شرک و بدعت تیرا نصب العین تھا | شارح رمز حقیقت تیرا نصب العین تھا
اے کہ تیری ذات ہے علم و ہنر کا آبشار | اے کہ تیری زیست ہے حسن عمل سے تابدار
تیری نظریں ہیں بروج آسمان کی رازداں | تجھ پہ ظاہر ہیں علوم قریہ سیرگاں
تو نے پہنا کر خود اپنی روح کو عشق رسول | عاشقوں کو بخش ڈالے عشق کے زریں اصول
سینہ کینہ کو کذب و کبر سے یوں دھو دیا | تو نے دل کی کیاریوں میں عشق آقا بو دیا
ہند کی دھرتی تیری ممنون ہے اے ذی وقار | تجھ سے اس باطل کدہ میں آگئی دیں کی بہار
تو نے لفظوں سے جلائے ہیں وہ مدحت کے چراغ | تا ابد روشن رہیں گے تیری عظمت کے چراغ
ہر جہت پہ شخصیت تیری، یہ تیرا مرتبہ | اے امام اہل سنت حضرت احمد رضا
تجھ سے لرزاں منکران عظمت خیر الانام | عشق کی قوت تو احمد رضا ہے تیرا نام

جس کے ہونٹوں پر رہیں محبوب حق کی مدحتیں
قبر پہ نازل حمید اس کی ہوں پیہم رحمتیں

صاحبزادہ حمید صابری (ریڈیو پاکستان، لاہور)

شہرۂ آفاق مجموعہ نعت .... "حدائق بخشش" .... سال طباعت: ۱۳۲۵ھ

۱۳۲۵ھ

بہ الفاظ دیگر:

"نشان ابتکار فکر" ...... "چراغ بزم یزداں" ...... "جلوۂ رخ سرکار" ...... "تحفۂ عرش بریں" ...... "فکر، جوش و جذبہ" ...... "فیض الابرار"

طارق سلطانپوری

اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں قدس سرہ

مدینے کی گلیوں میں

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے

کوچہ محبوب خدا میں جانے کی آرزو اہل دل کے لیے ہمیشہ سرمایہ عشق و محبت رہی ہے کوئے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے لیے عشاق نے جو جتن کیے ہیں ان کے نقوش ہمیں شاعروں کے شعروں، نعت خوانوں کے نغموں اور مدحت سراؤں کے قصاید میں جابجا نظر آتے ہیں کوچہ جاناں سے آنے والی نسیم جانفزا عشاق کے لیے دم عیسیٰ سے کم نہیں اور شہر حبیب کو جانے والی ہوائیں اہل دل کے ہجر و فراق کے پیغام پہنچانے کا بہترین ذریعہ بنتی رہی ہیں۔

نسیما جانب بطحا گذر کن | زاحوالم محمد را خبر کن

کوچہ جاناں کی حاضری کے لیے دربان کی منت کشی جان گسل بادیہ پیمائی تپتے ہوئے صحراؤں میں آبلہ پائی خار مغیلاں سے آشنائی اہل دل کے محبوب و مرغوب مراتب نثار کیے جاتے ہیں۔ عطار، رومی، سعدی، حافظ اور جامی، قدس سرہم جیسے اہل دل نے کوئے جاناں کی آرزو میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اہل ذوق سے پوشیدہ نہیں ان بزرگوں کے اظہار تمنا کا انداز اتنا شیریں اور موثر ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ساری وسعتیں کوچہ محبوب کی آرزو میں سمٹ جائیں اور کائنات کی ساری رعنائیاں راہ حبیب کی آبلہ پائیوں پر نثار کر دی جائیں اگرچہ ایسے جذبات ہر نعت گو شاعر کے کلام میں جھلکتے نظر آتے ہیں جن سے آستان حبیب تک پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کی گلیوں میں جس انداز میں پہنچتے ہیں وہ عشق رسول کی عظمتوں کی تصویر ہے وہ زیر آسماں کی اس "ادب گاہ" میں جو عرش سے نازک تر ہے جہاں جنید و بایزید دم بخود ہو کر آتے ہیں قدم نہیں رکھتے بلکہ سر کے بل جاتے ہیں۔

حرم کی سرزمیں اور قدم رکھ کے چلنا | ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

کوئے حبیب کے ادب کے پیش نظر وہ قدموں کی بجائے سر و چشم بچھاتے چلے جاتے ہیں۔

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو
یہ راہ جانفزا میرے مولیٰ کے در کی ہے

جناب عزت بخاری بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش سے نازک تر بیان کر کے جنید و بایزید کو نفس گم کردہ لاتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت کوچہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں پھرنے والے کتوں کا پاس ادب کرتے ہوئے اپنی آہ و فغاں کو ضبط کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و افغاں ہم کو

وہ کوچہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ کر اپنی بے سروسامانی اور تہی دامنی پر افسوس کرتے ہیں۔

پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

محبت کے تقاضے بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں کوچہ یار کے کتوں کی خاطر داری مطلوب ہے اور اپنی بے سروسامانی پر حسرت آ رہی ہے اور حسرت کا اظہار یوں ہوتا ہے کاش ہم سگان کوئے حبیب کو پارہ دل ہی تحفے کے طور پر پیش کر سکتے۔

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچہ دلدار ہم

اعلیٰحضرت کو سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں دیار حبیب میں حاضری کا شرف نصیب ہوا اس سفر حج میں آپ کے والد مکرم آپ کے ساتھ تھے دوسری بار آپ دیار حبیب میں ۱۲۹۵ھ کو پہنچے اس زمانے میں برصغیر سے جانے والے حجاج سمندری راستہ سے بحری جہازوں پر جاتے تھے جدہ پورٹ کی کوئی اہمیت نہ تھی جہاز عدن کی بندرگاہ پر لگتے یا یمن کے ساحل پر حاجیوں کو اتارتے۔ اکثر حجاج مدینہ منورہ کا رخ کرتے اور اونٹوں کے قافلے صحرائے عرب میں بادیہ پیمائی کرتے ہوئے سیدھے شہر محبت میں پہنچتے۔ یہ سفر عشاق رسول کے لیے بڑا پر لطف ہوتا۔ ریگ بیابان عرب قافلہ والوں کے لیے ''زیر پائے پرنیاں آید ہمی'' کا لطف دیتی۔ کئی جگہ گل و ریحان عرب کا نظارہ ہوتا پھر خار بیابان عرب اہل محبت کی آبلہ پائی کا لطف بڑھا دیتے پھر سرسبز وادیاں نخلستانوں کے گھیروں میں بلبلوں۔ بٹیروں۔ کبکوں اور چکوروں کی دلگداز آوازوں سے تھکے تھکے زائران حرم کے دل خوش ہو جاتے۔

اعلیٰحضرت دوسری بار دیار حبیب کو روانہ ہوئے تو صحرائے عرب کی یادیں مچلنے لگیں۔

پھر اٹھا ولولہ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب
باغ فردوس کو جاتے ہیں ہزاران عرب
ہائے صحرائے عرب! ہائے بیابان عرب

جہاز سے اترے تو ایک قافلہ دیار حبیب کو روانہ ہوا عرب کا پھیلا ہوا ریگستان دیار حبیب کا خوبصورت بیابان۔ وادی بطحا کے ٹھنڈے ٹھنڈے نخلستان سامنے تھے۔

کوچہ گیسوئے جاناں سے چلی ٹھنڈی نسیم
بال و پر افشاں ہوں یا رب بلبلان سوختہ
مہر حق اے بحر رحمت اک نگاہ لطف بار
تا کجے بے آب تڑپیں ماہیان سوختہ

اعلیٰ حضرت کے ہاں خاک طیبہ، خاک صحرائے مدینہ، صبح مدینہ، شام مدینہ، باغ طیبہ، ہوائے طیبہ، غرضیکہ۔ سگان کوچہ مدینہ بھی محبوب و مرغوب ہیں وہ ان چیزوں کو جنہیں کوچہ حبیب سے ذرہ سی بھی نسبت ہے دارا و سکندر کی شہنشاہی اور جام جم کی جہانگیری سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں انہیں مدینہ کی گلیوں میں جھولی پھیلائے پھرنا اور پھر بھیک لینے کے لیے آواز لگانا دنیا کی ساری راحتوں اور عظمتوں سے خوش تر دکھائی دیتا ہے انہیں اس گلی کا گدا ہونا باعث صد افتخار ہے اور کیوں نہ ہو وہ کہتے ہیں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

یہاں گھر گھر کر رحمت کا بادل بہت برستا ہے یہاں اغنیاء کو پناہ ملتی ہے یہاں نوری فرشتوں کی ٹولیاں آتی جاتی دکھائی دیتی ہیں۔

اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

مدینہ پاک کی گلیوں میں نور کی خیرات بٹتی ہے جہاں سے چاند اور سورج اپنا اپنا حصہ لے کر ابھرتے ہیں بلکہ خود نور کا ماتھا خاک مدینہ پر جھک کر نورانیت حاصل رہا ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا
تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

اس نورانی بارگاہ کا جاہ و جلال کسی بیان میں کب آ سکتا ہے وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو کوچہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتوں کو بیان کریں اور وہ بیان کہاں سے ملے جو اس عالی دربار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لا رکھے جاہ جلال اور انتظام وانصرام ملاحظہ ہو۔

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں
وردیاں بولتے ہیں ہر کارے
پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

پھول کیوں دیکھوں میری آنکھوں میں   دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک کی گلیوں میں کتنی والہیت کے ساتھ پکارتے ہیں اور کس انداز سے گدایان کوئے یار کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں   کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی   دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور پھر اسی والہانہ انداز میں اس عالی وقار گلی کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کیوں تاجدارو خواب میں دیکھی کبھی یہ شے   جو آج جھولیوں میں گدایان در کی ہے
جاروکشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے   وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو!   مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

جس بحر سخا کے سامنے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جھولی پھیلائے جاتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ رحمت خداوندی کا پورا کارخانہ چلتا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا   ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

رحمت دوعالم کے گداگر، دارا وجم کی سلطنتوں کی کیا پرواہ کرتے ہیں۔

تعالی اللہ استغناء ترے در کے گداؤں کا   کہ ان کو عار فرِ شوکت صاحب قرانی ہے

مدینہ پاک کی گلیاں مایوس انسانیت کی تمناؤں کو برلانے کا مقام ہے یہاں حوادث زمانہ کے روندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسان ہاتھ پھیلائے پہنچتے ہیں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ان بد دل لوگوں اور مایوس انسانوں کو امید بخشش دلا دلا کر بلند حوصلہ بنا دیتے ہیں اور انہیں آمادہ کرتے ہیں کہ تم جس گلی میں آ پہنچے ہو وہاں نہیں ہاں ہی ہے اس لئے ہمت کر کے دامن رحمت تھام لو۔

ان کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے   ناتوانو کچھ تو ہمت کیجئے
ان کے در پر بیٹھے بن کر فقیر   بینواؤ فکر ثروت کیجئے
نیم وا طیبہ کے پھولوں پر ہو آنکھ   بلبلو! پاس نزاکت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بارگناہ   خم ذرا فرق ارادت کیجئے
نعرہ کیجئے یا رسول اللہ کا   مفلسو سامان دولت کیجئے

گدایان کوچہ حبیب خدا یا رسول اللہ کے نعروں سے سرشار سامان دولت جمع کرتے جاتے ہیں اور خالی جھولیوں والے دامن مراد بھر بھر کر نکلتے ہیں اور ان کے منہ سے اس پاک شہر کے لیے کس بے تابی

سے دعائیں نکلتی ہیں۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے   غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے

کعبۃ اللہ کی عظمت وشان سے کس کو انکار ہو سکتا یہ کائنات ارضی کا نقطہ آغاز ہے یہ انسانیت کا آخری سہارا ہے یہاں گنہگار بخشے جاتے ہیں اور نیک درجہ کمال کو پہنچتے ہیں یہاں رکن شامی شام غربت کی وحشت کو مٹا دیتا ہے آب زم زم پر ہجوم میزاب کی رفعت رحمت خداوندی کی ضامن ہے مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کا جس انداز سے موازنہ کرتے ہیں اور وہ آپ کی محبت کا ترجمان ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت   اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو
آب زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں   آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
دھو چکا ظلمت دل بوسہ سنگ اسود   خاک بوسی مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا   یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

عرش اعظم کی عظمت سے کسے انکار ہے مگر جس خطہ زمین پر آسمان کی بلندیاں اور عرش اعظم کی عظمتیں سرنگوں ہونا فخر سمجھیں اس خطہ کی خاک ہمارے اعلیٰ حضرت کے لیے سرمہ چشم کیوں نہ ہو۔

ہے بے تاب جس کے لیے عرش اعظم   وہ اس رہرو لامکاں کی گلی ہے
تیرے در کا درباں ہے جبرئیل اعظم   ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے

جبرئیل علیہ السلام اس دروازے کے درباں کیوں نہ ہوں؟ اور گدایان رحمت کیوں ناز نہ کریں؟

اس در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں   اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے
تیرے منگتا کی خاموشی شفاعت خواہ ہے اس کی   زبان بے زبانی ترجمان خستہ جانی ہے
یہ سر ہو اور وہ خاک در ہو اور یہ سر   'رضا' وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

دریائے رحمت جوش میں ہے سخاوت کے بادل برس رہے ہیں نور کے دھارے بہہ رہے ہیں مانگنے والوں کا جھمگٹا ہے انسان تو انسان آفتاب ماہتاب نور کے کٹورے بھر کر اٹھتے ہیں نہیں بلکہ خود آسمان کا دامن اسی خاک پاک کے عکس جمیل سے درخشاں ہے۔

میرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن   گیا جو کاسہ مہ لے کے شب گدائے فلک
رہا جو قانع یک نان سوختہ دن بھر   ملی حضور سے کان گہر جزائے فلک

آسمان کو اپنی بلندی پہ ناز ہے چاند کو اپنی چاندنی پر فخر ہے پھولوں کو اپنی تازگی پر غرور ہے مگر اعلیٰ حضرت ان سب فخر وغرور کرنیوالوں کو یاد دلاتے ہیں کہ اگر تم ابدی فخر وناز کے خواہاں ہو تو آستان مصطفےٰ پر جبہہ سائی کرلو ورنہ۔

نہ آسماں کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا — حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
اگر گلوں کو خزاں نار سیدہ ہونا تھا — کنار خاک مدینہ دمیدہ ہونا تھا
نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ — نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں — دل حزیں تجھے، اشک چکیدہ ہونا تھا
نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی — کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا

خاک مدینہ کی عظمت تو اعلیٰ حضرت بریلوی کا جزو ایمان ہے وہ اس خاک راہ کو بہر صورت قبلہ ایمان خیال کرتے ہیں جو پائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار چھوئی ہو اس سلسلہ میں نہ کسی حضرت ناصح کی نصیحت کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ کسی فتویٰ سے ڈرتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم — اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا
خم ہوگئی پشت فلک اس طعن زمین سے — سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین — معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

خاک مدینہ اعلیٰ حضرت کی آنکھوں کا سرمہ ہے خاک مدینہ ان کے چہرہ ایمان کا غازہ ہے خاک مدینہ سے گزر کر جب اعلیٰ حضرت بریلوی "خار مدینہ" پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو دشت طیبہ کے خار دنیا بھر کے گلزاروں سے ہزار بار خوشتر دکھائی دیتے ہیں۔

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں — دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

وہ خار طیبہ کو دل میں یوں رکھنا چاہتے ہیں کہ دیدہ تر کو بھی خبر نہ ہونے پائے۔

خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں — وحشت دل نہ پھرا بے سروسامان ہم کو
اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے — یوں دل میں آ کہ دیدہ تر کو خبر نہ ہو

وہ خار مدینہ کی کسک کو دل سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتے؟

خاک پائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ خار دشت طیبہ، سگان کوچہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، غرضیکہ مدینہ پاک کا ذرہ ذرہ اعلیٰ حضرت کے لیے قبلہ مراد ہے انہیں کوئے یار کی ہر چیز سے محبت ہے وہ ہر چیز سے عشق رکھتے ہیں وہ مدینہ کی ہر چیز پر دل وجاں فدا کرتے ہیں در حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضیاں ظاہر

بین آنکھوں سے ہمیشہ اوجھل رہیں ظاہر بین آنکھ نیک وبد کے امتیاز میں کھوئی رہی مگر چشم بصیرت نے بلکہ دیدہ محبت نے درجاناں کی وہ عظمتیں دیکھیں جو عرش اعظم کے ہاں بھی نہیں ملتیں ان گلیوں میں کرم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں بخشش کے بادل برس رہے ہیں "رحمت کے چشمے" ابل رہے ہیں اور سخاوت کے دریا بہہ رہے ہیں یہاں ہر ایک اپنا دامن مراد بھرتا جاتا ہے اور کسی کو نہیں کی آواز نہیں آتی اعلیٰ حضرت اپنے قلم سے اس دربار گہر بار کی بخشش کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا — اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان — "صاحب خانہ" لقب کس کا ہے تیرا تیرا

"رضا" (تخلص)

"ذکر رضا"

۱۹۲۱ء

اعداد بحساب ابجد: ۱۰۰۱

بہ الفاظ دیگر:

"نشان متقین"... "ثنا کار مصطفیٰ"... "گفتار منیر"... "شیخ کامل"... "عین رسول خدا"... "جوہر فقر و عرفان"... "الفاضل جہاں"... "تجلیات دامن نبی"... "ذکر عبدہ"... "محبوب الافاضل"... "بافیض حق"... "رشاقت"

"چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا" (۱۰۰۱)

طارق سلطانپوری

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخین کا متفقہ فیصلہ

مُسلم لیگ کو ووٹ دے کر کانگریس کو شکست دی جائے

آل انڈیا سُنّی کانفرنس مسلم لیگ کے ہر اُس طریقۂ عمل کی تائید کرسکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اُٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں۔ دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

(حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ الحاج مصطفےٰ رضا قادری (جانشین اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) ٭ (حضرت صدر الافاضل استاد العلماء مولانا) نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلےٰ آل انڈیا سنی کانفرنس ٭ (حضرت صدر الشریعت مولانا مفتی) امجد علی ٭ [illegible]

نـــاشـــر

محمد یعقوب حسین ضیاء القادری پروپیگنڈہ سکریٹری ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں یوپی

(مطبوعہ عادل الیکٹرک پریس دہلی)

عکس، تاریخی فتوے، مطبوعہ دہلی جنوری سنہ ۱۹۴۶ء

(بشکریہ الحاج ظہور الدین خان امرتسری)

EC No 349

The DAILY PAISA AKHBAR LAHORE

پیسہ اخبار لاہور

ایڈیٹر محبوب عالم

قیمت فی پرچہ تین پیسے

پیسہ اخبار بلڈنگ پیسہ اخبار سٹریٹ

پیسہ اخبار پوسٹ آفس

خادم التعلیم [illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۵

نمبر ۳۲۵۲۶ جلد ۳۱

یوم شنبہ ۵ نومبر ۱۹۲۱ء

مطابق ۳ ربیع الاول

5-11-21

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا انتقال

اعلیٰحضرت جناب حاجی حافظ قاری مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کی ذات بابرکات مجمع الصفات [illegible] آیات اللہ تھی۔ آپ [illegible]

[illegible]

تفسیر، حدیث، فقہ، اصول وغیرہ [illegible]

[illegible]

[illegible] اور اسلامی [illegible]

بارہ سال کی عمر میں [illegible]

[illegible]

[illegible] اور اس کے [illegible]

افسوس [illegible]

[illegible]

بشکریہ: ظہور الدین خان

سابق سیکرٹری مرکزی مجلس رضا، لاہور

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
کے دست مبارک کی ایک خوبصورت تحریر

عکسی فوٹو تحریر | نقش اسمائے کہف | اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ

خواص بحوالہ ترجمہ اعلیٰحضرت تفسیر مولانا نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
یہ اسماء مکان و دوکان کے دروازے پر لگائے جائیں تو مکان و دوکان جلنے سے محفوظ رہیں
سرمایہ پر رکھے جائیں تو چوری نہیں جاتا جان و مال کی حفاظت۔ نیز بہت سے فوائد حاصل ہوں

سورۃ الکہف
الشہداء الکرام
حضرات السیدنا اصحاب الکہف
اللّٰہم بسم اصحاب الکہف ... جائیں ... سے محفوظ رہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الٰہی بحرمۃ یملیخا مکسلمینا کشفوطط
تبیونس اذرفطیونس کشافطیونس یوانس عس
والکلبہم قطمیر وعلی اللہ قصد السبیل
ومنہا جائر ولو شاء لہدٰکم اجمعین
آپ ... نقیر احمد رضا عفی عنہ

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے دست گرامی سے لکھا ہوا نقش مبارک

رسالہ کسور اعشاریہ کا ایک صفحہ امام احمد رضا کا قلمی مخطوطہ

اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قال الفقیر احمد رضا القادری البریلوی غفرلہ (جمع اعشاریہ) مقالہ در حساب کسور اعشاریہ
جمع اعشاریہ ہمچو جمع صحاح ست بلحاظ موازات ہنزات در حاصل موازی ہمزات ہمزہ آید و اینہا ہمزات گر حاصل بست مانہ
بسیار ہمزہ حاصل فہم کنند مثلاً ... اقول گر در رکارقم خطوط شلث چون عدد صحیح کہ بر بسیار ہمزہ است از دو منجا
شود دہ ازان قطع کنند زیرا کہ دو دیگ صحیح تام ست وانجا بر یک صحیح تام زیادت معقول نیست بعینہ آنجا کہ چون مرتبۂ قوس از
... بالا رود در کامل ازان کاہند۔

تفریق اعشاریہ

ہمچون صحاح ولحاظ توازی ہمزات اینجا نیز واگر ہمین ہمزہ مفروق منہ کم از ہمین ہمزہ مفروق ست یکی زبسیار ہمزہ مفروق
منہ باز منتقل کنند چنانکہ معمول تفریق ست

ضرب اعشاریہ

ہمچو صحاح بلالحاظ ہمزہ ضرب کنند و ہر قدر کسور در مضروب یا در مضروب فیہ یا در ہر دو باشد بعدد آنہا از مراتب حاصل ضرب
گرد

رسالہ ''کسور اعشاریہ'' (فارسی) کے پہلے صفحہ کا عکس (قلمی)

امام احمد رضا پر تحقیقی کام کا ایک جائزہ

ملک محبوب الرسول قادری

دنیا بھر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ،خدمات ، کارناموں ، سیاسی بصیرت ، علمی وروحانی مقام ، تصنیف وتالیف ، اسلوب تدریس اور محققانہ کاوشوں کے حوالے سے صاحبان علم وتحقیق اور ارباب فکر وفن ایک مدت سے مصروف جہد ہیں اور اُن کی کاوشیں رنگ لا رہی ہیں ۔اس وقت تک مختلف نو شخصیات نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت پر تحقیقی مقالات لکھ کر پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر لی ہیں ۔

اُن خوش نصیب شخصیات میں سے پٹنہ یونیورسٹی (انڈیا) سے ڈاکٹر حسن رضا خان نے 1979ء میں فقیہ اسلام کے عنوان سے مقالہ لکھا اُن کے نگران ڈاکٹر اطہر شیر تھے جس پر ڈاکٹر حسن رضا خان کا مقالہ منظور ہوا اور انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ۔ کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک) کی ڈاکٹر مسز اوشا سانیال نے Devotional Islam & Politics in Biritish India (Ahmad Raza Khan Berielvi and His Movement 1870-1920 کے عنوان سے مقالہ لکھا جو 1990ء میں منظور ہوا اور انہیں پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ۔ ہندو یونیورسٹی ، بنارس (انڈیا) سے 1993ء میں ڈاکٹر طیب علی رضا نے ڈاکٹر قمر جہاں (صدر شعبہ اُردو) کی زیر نگرانی ''امام احمد رضا خان ۔ حیات اور کارنامے'' کے عنوان سے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۔ کراچی یونیورسٹی سے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے محقق رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی زیر نگرانی 1993ء میں ''کنز الایمان اور دیگر معروف اُردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ'' کے عنوان سے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۔ پروفیسر ڈاکٹر مولانا حافظ عبدالباری صدیقی نے 1993ء ہی میں سندھ یونیورسٹی جام شورو سے ''امام احمد رضا خان بریلوی کے حالات ، افکار اور اصلاحی کارنامے'' کے عنوان سے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کا مقالہ لکھا جو سندھی زبان میں تھا اور اُن کے نگران یونیورسٹی میں فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری تھے اور اُن کا یہ مقالہ منظور کیا گیا اور انہیں پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری عطا ہوئی ۔ 1994ء میں لکھنؤ یونیورسٹی (بریلی شریف) سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے پروفیسر زیڈ ۔ ایچ ۔ وسیم کی زیر نگرانی ''اُردو نعت گوئی اور

فاضل بریلوی'' کے عنوان سے پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا۔ 1997ء میں کانپور یونیورسٹی (انڈیا) سے ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے ''مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری'' کے عنوان سے مقالہ لکھا اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی اس مقالے میں اُن کے نگران یونیورسٹی میں شعبہ اُردو کے صدر پروفیسر ابوالحسنات حقی تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر انور خاں نے 1998ء میں سندھ یونیورسٹی (جام شورو) سے ''مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات'' کے عنوان سے پی۔ایچ۔ڈی کیا اُن کے نگران پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ایم۔سعید تھے۔میسور یونیورسٹی (انڈیا) سے مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری نے ''امام احمد رضا کا تصور عشق'' کے عنوان سے ڈاکٹر جہاں آراء بیگم کی زیر نگرانی 2003ء میں پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھ کر کامیابی حاصل کی۔

امام احمد رضا خان پر ایم فل کے مقالات بھی دنیا بھر کے جامعات میں لکھے جارہے ہیں۔

1981ء میں سندھ یونیورسٹی سے آنسہ آر۔بی مظہری نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی زیر نگرانی ''امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات'' کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھا اور ڈگری حاصل کی۔ 1990ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (انڈیا) سے پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین بریلوی نے ''محمد احمد رضا کی عربی زبان و ادب میں خدمات'' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالباری ندوی (شعبہ عربی) کی زیر نگرانی ایم فل کا مقالہ لکھا۔ جامعہ اسلامیہ (بہاولپور) سے حافظ محمد اکرم نے 1995ء میں الدکتور ثریا دار، عمید القسم اللغۃ العربی و آدابھا کی زیر نگرانی ''الامام احمد رضا خاں البریلوی الحنفی وخدماتہ العلمیہ والادبیہ'' کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھا۔ 1997ء میں جامعۃ الازہر (مصر) سے مولانا مشتاق احمد شاہ الازہری نے ''الامام احمد رضا خاں واثرہ فی الفقہ الحنفی'' کے عنوان سے 1997ء میں ایم فل کیا۔اُن کے نگران الدکتور عبدالفتاح محمد النجار تھے۔جامعہ الازہر ہی سے 1999ء میں جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور کے شیخ الحدیث اور ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے فرزند اکبر مولانا ممتاز احمد سدیدی نے ''الشیخ احمد رضا خان بریلوی الھندی شاعراً عربیا'' کے عنوان سے ایم فل کیا۔ جامعۃ الازہر میں استاذ الادب والنقد المساعد کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ العربیہ الشیخ الدکتور رزق مرسی ابوالعباس علی تھے۔

ایم ایڈ کی سطح پر اعلیٰ حضرت کے نظریہ تعلیم کے حوالے سے کئی مقالات لکھے گئے۔جن میں ایم

اے سطح کا ایک مقالہ ''مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی نظریات وافکار'' کے عنوان سے محمد افضل اور عبدالقیوم نے آئی۔ای۔آر جامعہ پنجاب لاہور سے لکھا۔اسی درسگاہ سے دیگر مقالات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی علمی خدمات'' کے عنوان سے ایس شاہد علی نے ''مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا مودودی کے تعلیمی نظریات اور تصورات کا تقابلی جائزہ'' کے عنوان سے چوہدری محمد یعقوب اور محمد حفیظ کمبوہ نے ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے افکار کی روشنی میں تصور تعلیم و نصاب'' کے عنوان سے محمد اسلم اور اصغر علی نے ''مولانا احمد خان بریلوی کی اصلاحی و تعلیمی خدمات'' کے عنوان سے خادم حسین اور محمد اشرف نے ''مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی نظریات و افکار'' کے عنوان سے عبدالوحید گل اور رشید احمد نے ''امام احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی نظریات کا جائزہ'' کے عنوان سے حافظ ذوالفقار علی اور غلام احمد نے مقالات لکھے۔اور ایم ایڈ کی ڈگریاں حاصل کیں۔

محترمہ خالدہ پروین نے گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فیصل آباد سے 1997ء میں ''مولانا احمد رضا بریلوی کے تعلیمی افکار و نظریات کا جائزہ'' کے عنوان سے ایم ایڈ کا کامیاب مقالہ لکھا۔محترم ایس ایم وارث نے بھی یہیں سے 1999ء میں ''اصلاح معاشرہ کے لیے مولانا احمد رضا خان کی تگ و کاوش کا جائزہ'' کے عنوان سے ایم ایڈ کا مقالہ لکھا اور ڈگری حاصل کی۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ ٹیچرز ٹریننگ سے محترم سلیم اللہ جندران ''مولانا احمد رضا خاں اور علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ'' کے عنوان سے 2002ء میں ایم ایڈ کا مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کی۔

جامعہ کراچی کے شعبہ تعلیم سے ترک ولی محمد نے ''امام احمد رضا خاں کے تعلیمی نظریات'' کے عنوان سے ایم ایڈ کا مقالہ لکھا۔

اس وقت مختلف جامعات میں پی ایچ ڈی کے کچھ مقالات زیر تکمیل ہیں اس سلسلہ میں فاضل مقالہ نگاروں کی علمی اعانت کی جانی چاہیے۔پنجاب یونیورسٹی سے مولانا منظور احمد سعیدی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی زیر نگرانی ''مولانا احمد رضا خاں کی خدمات علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے مقالہ لکھ رہے ہیں۔اُن کی رجسٹریشن 1997ء میں ہوئی۔ 1997ء ہی میں مگدھ یونیورسٹی بہار، (انڈیا) نے مولانا غلام جابر مصباحی کو ''امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات'' پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھنے

کی اجازت دی اور یونیورسٹی میں شعبہ اُردو کے صدر پروفیسر علیم اللہ حالی کو اُن کا نگران مقرر کیا۔ اسی سال کلہار یونیورسٹی کلہار، کرناٹک (انڈیا) نے پروفیسر سعید احمد کو ''امام احمد رضا بریلوی کی اُردو ادب میں خدمات'' کے عنوان پر مقالہ لکھنے کا اجازت نامہ دیا۔ مولانا امجد رضا خان قادری کو 1997ء ہی میں ویر کنور سنگھ یونیورسٹی آراہ، بہار (انڈیا) نے پروفیسر طلحہ برق رضوی کی زیرنگرانی ''امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں'' کے عنوان سے مقالہ لکھنے کی اجازت دی۔ کراچی یونیورسٹی نے 1998ء میں محمد حسن امام کو ''امام احمد رضا اور ان کے خلفاء کا تحریک پاکستان میں کردار'' کے عنوان سے مقالہ لکھنے کی اجازت دی اور پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری کو اُن کا نگران مقرر کیا۔ جامعہ اسلامیہ لاہور کے سابق استاذ پروفیسر مولانا محمد اشفاق احمد جلالی کو پنجاب یونیورسٹی لاہور 1997ء میں پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی زیرنگرانی ''الزلال الاتقی من بحر سبقت الاتقی'' (للشیخ امام احمد رضا خاں قادری) کے عنوان سے مقالہ لکھنے کی اجازت دی۔ کراچی یونیورسٹی کراچی نے آنسہ تنظیم الفردوس کو 1998ء میں ''مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ'' کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے زیرنگرانی مقالہ لکھنے کی اجازت دی۔ کراچی یونیورسٹی کراچی 2002ء میں محمد عارف جامی کو پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی نگرانی میں ''جد الممتاز علی رد المختار کی تخریج اور تحشی'' کے عنوان سے مقالہ لکھنے کی اجازت دی۔

مزید بھی کچھ زیرِ تکمیل مقالات ہیں جن میں ڈی لیٹ کے زیر تکمیل مقالہ کے لیے جواہر لال یونیورسٹی نیو دہلی (انڈیا) سے مولانا ڈاکٹر محمد مکرم احمد ہیں اُن کا عنوان ''امام احمد رضا کی ادبی خدمات'' ہے۔ ایم فل کے لیے پشاور یونیورسٹی سے مولانا فیض الحسن فیضی ہیں اُن کا عنوان ''امام احمد رضا کی عربی خدمات'' ہیں۔ قاہرہ یونیورسٹی (مصر) سے بنگلہ دیشی طالب علم مولانا جلال الدین ہیں جن کا عنوان ''الامام احمد رضا القادری وجھودہ فی مجال العقیدۃ الاسلامیہ فی شبۃ القارۃ الھندیۃ'' یہ ہے۔ یونہی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے مولانا ظفر اقبال کے زیرتکمیل ایم فل کے مقالہ کا عنوان ''أثر الثقافۃ العربیۃ فی المدائح النبویۃ الأردیۃ للامام الشیخ احمد رضا خاں'' ہے۔

علاوہ ازیں بریلوی علماء کی خدمات کے حوالے سے ہمارے عزیز دوست پروفیسر مجیب احمد نے 1999ء میں قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ اُن کے مقالہ کا عنوان ''علمائے اہلسنت کی سیاسی خدمات (۱۹۴۷ء تا حال)'' مقرر کیا گیا ہے۔ قبل ازاں 1992ء میں موصوف نے ...... جمعیت العلمائے پاکستان (1948-1979) ...... کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھا اور ڈگری حاصل کی۔ اس مقالہ کے لیے فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے ڈین ڈاکٹر ام رفیق افضل اُن کی نگران تھیں۔ اسی طرح ہندو یونیورسٹی بنارس (انڈیا) سے ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی نے 1993ء میں شعبہ اُردو کی سربراہ محترمہ ڈاکٹر رفعت جمال کی زیرنگرانی ''علمائے اہلسنت کی علمی اور ادبی خدمات'' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

علم و تحقیق کا یہ دریا اپنی تمام تر جولانیوں کے ساتھ برابر رواں دواں ہے اور مسلسل کام ہو رہا ہے اہل علم اس موضوع کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے ساتھ ملحق چاروں صوبوں، آزاد کشمیر، قبائلی علاقہ جات اور شمالی علاقہ جات میں موجود تمام مدارس نظامیہ کے ساتھ وابستہ ہزاروں طلباء ہر سال امام احمد رضا کی حیات و افکار، تعلیمات، خدمات اور کارناموں کے عنوان سے مقالات لکھتے ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے سربراہ محترم علامہ سید وجاہت رسول قادری کی تجویز کی ہم بھی بھرپور تائید کرتے ہیں کہ اُن مقالات میں سے منتخب اور چنیدہ مقالہ جات کو ہر سال شایان شان طریقے سے شائع کیا جانا چاہیے۔ تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کو بالخصوص اور اہلسنت کے دیگر اشاعتی اداروں اور مخیّر حضرات کو بالعموم اس کام کی طرف خصوصی طور پر متوجہ ہونا چاہیے۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت سیدنا الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے فیضان سے ملت مرحومہ کو مستفید و مستفیض فرمائے۔ آمین۔

برطانیہ میں رضا اکیڈمی کی اشاعتی خدمات:

برطانیہ میں ایک دینی کارکن محترم محمد الیاس کشمیری افکارِ رضا کے فروغ کے لیے مصروفِ جہد ہیں وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ ہیں۔ 1964ء سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے افکار رضا کے فروغ کے لیے مانچسٹر کو اپنا مستقل مستقر بنایا ہے۔ انہوں نے 1985ء میں ایک ماہنامہ ''دی اسلامک ٹائمز'' جاری کیا جس میں دنیا کے مشہور اور ممتاز دینی سکالرز ان کے ساتھ شامل ہیں مشہور نومسلم دینی سکالر ڈاکٹر محمد ہارون کے ساتھ محمد الیاس کشمیری کا نہایت مضبوط قلبی و روحانی تعلق رہا اور اُن سے رضویات کے موضوع پر محمد الیاس کشمیری ہی نے بڑے بڑے علمی و تحقیقی کام کروائے۔ ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی، پروفیسر غیاث الدین قریشی، ڈاکٹر محمد اسلم جونیجو، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایسے صاحبان علم سے تحقیقی موضوعات پر مقالہ جات لکھوائے اور شائع کیے۔ جس سے یقینی طور پر یورپ کی فضا

میں مسلک امام احمد رضا کے فروغ میں بڑی مدد ملی۔ اس وقت تک انہوں نے امام احمد رضا کی تصانیف میں سے......تمہید ایمان......مقال العرفاء......بچوں پر والدین کے حقوق......والدین پر بچوں کے حقوق......شفاعت پر چہل حدیث......ایمان اور اسلام......بیعت وخلافت......الدولۃ المکیہ......کنز الایمان (ترجمہ قرآن پاک)......گستاخ رسول کی سزا......سلام......زکوٰۃ کی اہمیت......صدقات کی اہمیت......راہ نجات......اسلام کا تصور توحید ورسالت......تجلی الیقین......اسلام اور سائنس......حدائق بخشش......ندائے یارسول اللہ......میلاد النبی ﷺ......چند بنیادی اسلامی عقائد......علم غیب رسول......قرآن کیسے جمع ہوا......کاغذ کے کرنسی نوٹ اور اسلام......سفرنامہ حجاز......دوام العیش فی ائمۃ القریش......نور محمدی ﷺ......حسام الحرمین......المحجۃ المؤتمنہ......اور......تدوین قرآن کے علاوہ چالیس سے زائد کتب کے تراجم انگریزی زبان میں کروائے اور شائع کیے۔ موصوف نے انگریزی زبان میں جو کتب شائع کیں اُن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتابیں شامل ہیں۔

The Supreme Prophet..........Mawlud-un-Nabwiyyah.....Bayat And Khalafah.....Sufism in Prospective.....Parents Obligation to Children.....The Path to Muslim Recovery.....The Essentials of the Islamic Faith.....Forty Hadiths on the Intercession of the Prophet.....Imam And Islam.....The Importance of the Relics in Islam.....Islamic Concept of Knowledge.....Penalty for Insulting the Holy Prophet.....Salam on the Holy Prophet.....The Necessity of Zakat.....The Importance of Muslim Charity (Sadaqat).....The Qadianis are Kafir.....The Islamic Concept of Tawheed and Risalat.....Childrens Obligation to Parents.....Western Science Defeated by Islam.....Religious Poetry (Hadaiq-e-Bakhshish)..... The Peaceful Way.....Ilm-e-Ghaib of the Prophet.....Hasam-al-Haramain (Sword of Two Holy Places).....A journey of Faith (to Makkah and Madinah).....Creation of the Angels.....Divine Vision of the Holy Prophet and Miraj journy.....True Islamic Concept of the Khalphate..... Hayat-at-Amwat (The Life of the Dead).....Can We Ask for Help other than Allah.....Islam And the Paper Currency Notes.....The Complition of the Holy Quran.....Basic Islamic Beliefs.....Ya Rasool Allah.....The Noort of the Prophet.....Caliphate of Abu Bakr And Ali.....Refutation of Rawafiz (Shias).....Does The Souls Return.....Adhan At The Graveside .....Was There Misguided People During the Prophet' Time

جبکہ نومسلم سکالر ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم کی تصانیف میں سے شائع کیں۔

The World Importance of Imam Ahmad Raza.....Ghausul Azam Shaikh abdul Qadir Jilani.....Islam And the Rule of Allah Alone.....Islam and Punishment

علاوہ ازیں رضا اکیڈمی (برطانیہ) کا کام رکا نہیں بلکہ پورے تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے۔ متذکرہ کتابوں کا مطالعہ کرنے والا افکارِ رضا سے پوری طرح شناسا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف محترم محمد الیاس کشمیری کے خدمتِ دین کے حسین جذبے کا قدردان بھی ہو جاتا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد الیاس کشمیری کو اُن کے کام کی بہت جزا عطا فرمائے اور وہ اسی جوش وجذبے کے ساتھ مشن امام احمد رضا کو جاری وساری رکھ سکیں۔ قارئین میں سے اگر کوئی برطانیہ میں رضا اکیڈمی سے رابطہ کرنا چاہے تو اُس کے لیے ایڈریس نوٹ کر لیا جائے۔

RAZA ACADEMY

138- Northgate Road, Edgeley, Stockport, Sk3-9nl Uk

Tel: 0044-161-4771595 ***Tele/Fax:*** 0161 291 1390.

Email: islamictimes@aol.com

پاکستان میں افکارِ رضا کے فروغ کی کوششیں:

پاکستان میں حضرت حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے افکارِ رضا کے فروغ کے لیے ریکارڈ خدمات سرانجام دیں اور مستقبل کا مؤرخ افکارِ رضا کے فروغ کے سلسلے میں مرحوم کی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کر سکے گا۔ اُن کی رحلت سے پہلے ہی اُن کا قائم کردہ دینی ادارہ مرکزی مجلسِ رضا اختلافات کی بھینٹ چڑھ گیا اور اُن کے بعد مختلف لوگوں نے اپنے طور پر چھوٹے بڑے ادارے قائم کر کے اس مشن کو جاری رکھنے کی اپنے تئیں کوششیں کیں۔ رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے حاجی مقبول احمد قادری ضیائی، کنز الایمان سوسائٹی کے نام سے محمد نعیم طاہر رضوی، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی/ اسلام آباد کے نام سے سید ریاست علی قادری مرحوم نے ادارہ قائم کیا اور اس وقت تک یہ ادارے کام کر رہے ہیں۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مرکزی مجلس رضا کے خاتمہ کے بعد جہانِ رضا کے نام سے ماہانہ بنیادوں پر ایک رسالہ شائع کر رہے ہیں اور محمد نعیم طاہر رضوی نے لاہور چھاؤنی سے ماہنامہ کنز الایمان کا اجرا کیا۔ جن کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔ بزمِ انوارِ رضا جوہرآباد، گزشتہ بائیس سال سے امام احمد رضا کے افکار ونظریات کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے اور اب تک چالیس سے زائد کتابیں اور کتابچے شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں پوری دنیا میں تقسیم کر چکی ہے۔ وقتاً فوقتاً

جلسے ، مذاکرے ، سیمینار ، کانفرنسیں اور مشاعرے منعقد کروائے جاتے ہیں ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کے نسخے تقسیم کیے جاتے ہیں ۔

امام احمد رضا کے لٹریچر کو ملک بھر میں پھیلانے کے سلسلہ میں نوری کتب خانہ لاہور کی گراں قدر خدمات کو بھی ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا ۔ یادگار اسلاف حضرت زینت السادات مخدوم اہلسنت پیر سید محمد معصوم شاہ قادری گیلانی چک سادہ شریف) گجرات نے قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس ادارہ کی بنیاد رکھی ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا ۔ احکام شریعت شائع کی حدائق بخشش کو چھاپنے کا انتظام کیا اور امام احمد رضا کی دیگر کتب کے علاوہ علماء اہلسنت کے لٹریچر کو شائع کیا ۔ ان کے ساتھ ہی ساتھ ان کے لخت جگر اور نور نظر صاحبزادہ پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی قادری نے ان کا ہاتھ بٹایا اور پھر ان کے مشن کے نمائندے اور ترجمان بن گئے ۔ پھر ان کے فرزند سید محمد عثمان نوری گیلانی نے ان کے ساتھ اس مشن کو آگے بڑھانے کے عزم کا اعادہ کیا اور اب حضرت خواجہ سید محمد معصوم شاہ کی چوتھی پشت کے نوجوان صاحبزادہ سید فیصل عثمان نوری گیلانی اسی جوش و جذبے سے کام کو نہایت برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں نوری کتب خانہ نے اب تک بلا مبالغہ یقیناً سینکڑوں کتب ہزاروں کی تعداد میں شائع کی ہیں اور برابر شائع کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مقبول فرمائے ۔

ان سب سے بڑھ کر مضبوط علمی بنیادوں پر جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے مہتمم مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے جو کام شروع کر رکھا ہے ۔ وہ قابل رشک ، لائق تحسین وتقلید ہے ۔ مفتی ہزاروی ، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ رضویہ میں عربی عبارات کے تراجم کروا کر اس کو جدید عصری تقاضوں کے مطابق شائع کر رہے ہیں اب تک چوبیس جلدیں چھپ چکی ہیں مزید کام جاری ہے توقع ہے کہ یہ سلسلہ تیس جلدوں تک جاری رہے گا ۔ ہزاروی صاحب نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی ایک شاخ شیخوپورہ میں بھی قائم کی ہے مولانا قاری محمد طاہر تبسم اس کے سربراہ ہیں اور یہ ادارہ ملک کی اہم ترین درسگاہوں میں سے ایک ہے ۔ خدا مفتی صاحب زیدمجدہ کو جزا عطا فرمائے ۔ آمین ۔

اس کے علاوہ افکار رضا کے فروغ کے لیے ملک بھر میں بے شمار تنظیمیں ، ادارے ، انجمنیں ، مدارس اور لائبریریاں کام کر رہی ہیں ۔ جن کی تفصیلات کے لیے ضلع اٹک کے ایک دورافتادہ چھوٹے سے گاؤں برہان شریف میں بیٹھے ہوئے سادات بخارا کے ایک فقیر منش فرزند صاحبزادہ سید صابر حسین شاہ بخاری کی تحقیق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔ وقت کی قلت اجازت نہیں دیتی کہ اُن تمام اداروں کے ناموں کو اس مضمون کا حصہ بنایا جائے ۔ اللہ تعالیٰ فکر رضا کے فروغ کے لیے ہمیں پرخلوص جدوجہد کرنے کی توفیق عطا کرے ۔ آمین ۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ بارگاہ غوثیت مآب میں

مفتی محمد امین قادری ، جامعہ غوثیہ ، پرانی سبزی منڈی کراچی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ، امام اہلسنت ، دانائے حکمت ، نائب غوث الوریٰ سیدنا الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کو رب کریم نے علم وعرفان کی حسین وجمیل وادیوں کا ایسا سیاح بنا کر بھیجا کہ آپ کا یہ شعر واقعی آپ کی شخصیت پر صادق آتا ہے کہ ۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے بارگاہ الوہیت کے گستاخوں کا تعاقب کیا تو گستاخان رسول کا جینا بھی حرام کر دیا ۔ آپ نے حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی عظمت و رفعت شان کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ آپ کے عقیدت کے پھولوں سے حضور غوث پاک کی نوازشات کی خوشبو قارئین کے دل و دماغ کو معطر ومعنبر کر دیتی ہے ۔ آیئے ! بارگاہ غوثیت مآب میں آپ کے گلہائے عقیدت کی خوشہ چینی کریں ۔

حمداً لک اے الٰہ عبد القادر — اے مالک و بادشاہ عبد القادر
اے خاک براہ تو سر جملہ سراں — کن خاک مرا براہ عبد القادر

☆☆☆☆☆ ☆☆☆

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا — اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو — اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا
مصطفیٰ کے تن بے سایہ کا سایہ دیکھا — جس نے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا
نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن — حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظل علوی برج بتولی منزل حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا
حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا
تجھ سے دردر سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا
بد سہی، چور سہی، مجرم وناکارہ سہی اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا
مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی کہ وہی نا، وہ رضا بندۂ رسوا تیرا
ہیں رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو سید جید ہر دہر ہے مولیٰ تیرا
فخر آقا میں رضا اور بھی اک نظم رفیع چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

☆☆☆☆ ☆☆☆

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا
جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل لوٹ گئے کشف ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا
سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا
دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا
الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا
بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
نزع میں، گور میں، میزاں پہ، سرِ پل پہ کہیں نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ معلی تیرا
اے رضا چیست غم ارجملہ جہاں دشمنِ تست کردہ ام مامن خود قبلہ حا جاتے را

☆☆☆☆ ☆☆☆

ترا ذرہ مہ کامل ہے یا غوث ترا قطرہ یم سائل ہے یا غوث
کوئی سالک ہے یا واصل ہے یا غوث وہ کچھ بھی ہو ترا سائل ہے یا غوث
بخارا و عراق و چشت و اجمیر تری لو شمع ہر محفل ہے یا غوث
جو تیرا نام لے ذاکر ہے پیارے تصور جو کرے شاغل ہے یا غوث
جو سر دے کر ترا سودا خریدے خدا دے عقل وہ عاقل ہے یا غوث
کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا رضا تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث

☆☆☆☆☆

جو تیرا طفل ہے کامل ہے یا غوث طفیلی کا لقب و اصل ہے یا غوث
فتوح الغیب اگر روشن نہ فرمائے فتوحات و فصوص آفل ہے یا غوث
تری عزت، تری رفعت ترا فضل بفضلہٖ افضل و فاضل ہے یا غوث
ہے شرح اسم القادر ترا نام یہ شرح اس متن کی حامل ہے یا غوث
رضا کے کام اور رک جائیں حاشا ترا سائل ہے تو باذل ہے یا غوث

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث
دہائی یا محی الدین دہائی بلا اسلام پر نازل ہے یا غوث
حسد سے ان کے سینے پاک کر دے کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث
بھرن والے ترا جھالا تو جھالا ترا چھینٹا مرا غاسل ہے یا غوث

ثنا مقصود ہے عرض غرض کیا   غرض کا آپ تو کافل ہے یا غوث
رضا کا خاتمہ بالخیر ہو گا   تری رحمت اگر شامل ہے یا غوث

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

کاملانِ طریقت پہ کامل درود   حاملان شریعت پہ لاکھوں سلام
غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ   جلوۂ شان قدرت پہ لاکھوں سلام
قطب ابدال وار شاد و رشد الرشاد   محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

اے رفعت بخش تاج عبد القادر   پرنور کن سراج عبد القادر
آں تاج و سراج باز برکن یارب   بستاں زشہاں خراج عبد القادر
اے ظل الہ شیخ عبد القادر   اے بندہ پناہ شیخ عبد القادر

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

پیر پیراں میر میراں اے شہ جیلاں توئی   انس جانِ قدسیان وغوث انس و جاں توئی

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا   ازاب و جد بندہ و واقف زہر عنواں توئی
مادرم باشد کنیز تو پدر باشد غلام   خانہ زاد کہنہ ام آقائے خان و ماں توئی
للہ العزۃ سگ ہندی ودر کوئے تو بار   آرے ابن رحمۃ اللعالمین اے جاں توئی
قادری بودن رضا را مفت باغ خلد داد   من نمی گفتم کہ آقا مایہ غفراں توئی

جادو، آسیب اور نظر بد سے تحفظ کے لیے

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا مجرب وظیفہ

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری لاہوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے جادو، آسیب اور نظر بد سے تحفظ کے لیے یہ وظیفہ سات مرتبہ روزانہ پڑھے اور مریض پر دم کرے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے شفایاب ہوگا۔

علیقاً ملیقاً طلیقاً خالقً مخلوقاً کافیاً شافیاً ارتضی مرتضی بحق یا بدوح یا بدوح یا بدوح و ننزل من القرآن ما هو شفاء للناس رحمة المومنين ولا يزيد الظالمين الا خساره بحق آسا تاسا لاسا توسا ليسعا بحر متک یا رحمه الرحمن۔ (بشکریہ: صاحبزادہ سید مصطفےٰ اشرف رضوی امیر حزب الاحناف لاہور)

تحریک پاکستان میں اعلیٰ حضرت کا فکری کردار

تحریر: محمد تاج قادری

امام اہل محبت، تاجدار بریلی، اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ وہ مرد درویش ہیں۔ جنھوں نے تاریک راہوں کو علم کے نور کی کرنوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منور کر دیا۔ جن کی جاری کردہ علم کی ندیوں سے تا قیامت علم کے شیدائی اپنی علمی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اور اپنے لیے ہر قدم کو ذریعہ رہنمائی بناتے رہیں گے۔ اعلیٰ حضرت وہ مرد قلندر ہیں۔ جنھوں نے علم کی پختگی کے ساتھ ساتھ عمل کو مرکز ومحور بنایا۔ جن کی بچپن تا جوانی اور پھر آخری لمحات تک ساری زندگی عشق رسول ﷺ میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ ان کے نظم ونثر سے علم کے موتی پھوٹتے ہیں اور بلاشبہ وہ علم کے بحر بیکراں ہیں۔ وہ اپنے خلفاء اور تمام متعلقین کی رہنمائی اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ امام احمد رضا ایک ایسی کان ہیں جس سے تشنگان علم ہمیشہ علمی لعل و جواہر حاصل کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ایک عظیم الشان واقعہ نذر کرنے کی سعادت پا رہا ہوں۔ جس سے اعلیٰحضرت کی دوراندیشی اور سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کے مرید خاص اور خلیفۂ مجاز، حضرت علامہ مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب ہندوستان کے حالات سے بددل ہو گئے اور ارادہ فرمایا کہ کیوں نہ امام الانبیاء، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیس میں پناہ لوں۔ چنانچہ محدث الوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی سوچ کر ہندوستان سے ہجرت کا فیصلہ کیا کیونکہ اس وقت حالات نہایت ہی دگرگوں تھے۔ جہالت وتاریکی عام تھی۔ بڑے ہی پریشان کن حالات تھے۔ چنانچہ آپ نے الور سے سفر کا آغاز فرمایا اور بمبئی پہنچ گئے۔ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو آپ کے اس فیصلے کا علم ہوا۔ تو فوراً اپنے نمائندہ خاص کے ذریعے پیغام اور تحریری طور پر ایک شرعی فتویٰ بھجوایا۔ جس میں لکھا کہ۔ شریعت مجبور نہیں کرتی۔ ہندوستان میں بکثرت شعائر اسلام اب تک جاری ہیں۔ تو یہ خطہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدستور "دارالاسلام" ہے۔ **مابقیت علاقه من علائق دارالاسلام فان الاسلام يعلو ولا يعلى كما فى جامع الفصولين والدر المختار و جلائل الاسفار** اور دارالاسلام سے ہجرت فرض نہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ **لا هجرة بعد الفتح** اور یہ ہجرت جائز ہمیشہ تھی اور اب بھی ہے۔ مگر عالم دین کہ جس کے علم کی طرف یہاں کے لوگوں کو حاجت ہے۔ اس کے لیے ہجرت ناجائز ہے۔ ہجرت درکنار اسے، علماء سفر طویل کی

اجازت (بھی) نہیں دیتے حتیٰ کہ بزازیہ و تنویر الابصار و در مختار وغیرہا میں ہے۔ فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذالک ولفظ الدر من صدر کتاب الجہاد وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفیٰ ان التقیید بغیدغیرہ بالاولیٰ. واللہ اعلم

فقیر احمد رضا غفرلہ"

یعنی آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہندوستان جہالت و تاریکی میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ اور آپ جیسا صاحب بصیرت فقیہہ یہاں سے کوچ کر جائے۔ فوراً واپس آؤ۔ آپ کی اس سرزمین کو اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری نے اپنے پیر و مرشد اور دنیائے اسلام کے اس عہد میں سب سے بڑے عالم دین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا حکم نامہ ملتے ہی ہندوستان چھوڑنے کا ارادہ ترک فرما دیا اور ہمیشہ کے لیے لاہور کو مسکن بنا کر اور یہیں رہ کر خدمت دین اور فروغ علم سے ہندوستان کو فیض یاب فرمایا۔ یہ تمام باتیں اعلیٰ حضرت کے نور بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔

اب اعلیٰحضرت کے اصل مکتوب گرامی کا عکس جو حضرت سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمہ اللہ

[illegible]

ہجرت ناجائز ہے ... [illegible] ... کی اجازت نہیں

دیتے حتیٰ کہ بزازیہ و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے فقیہ فی

بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذالک

ولفظ الدر من صدر کتاب الجہاد وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان التقیید بغیدغیرہ بالاولیٰ

واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احمد رضا [illegible]

تعالیٰ کے نام لکھا ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مکتوب گرامی اپنی اصلی حالت میں شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند و جانشین حضرت صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی امیر حزب الاحناف لاہور کے پاس محفوظ ہے۔ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری نے لاہور میں مستقل قیام فرمایا۔ علم دین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے کر پورے برصغیر میں ایک عظیم روحانی پیشوا، پیر طریقت، عظیم الشان مدرس اور مبلغ بن کر ابھرے اور چھا گئے۔ لاہور میں انھوں نے جامعہ حزب الاحناف کی بنیاد رکھ کر علمی فیض کو عام کیا۔ افراد تیار کر کے پوری دنیا میں خدمت دین کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کر کے قیام پاکستان کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ گویا اس کار خیر اور خدمت دین، قیام پاکستان اور ملت مسلمہ کی آزادی کے لیے کامیاب کوششیں کرنے کا سہرا بھی اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ اور ان کے خلفاء و شاگردوں کے سر ہے۔

؎ خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فتاویٰ رضویہ کے امتیازات

مفتی محمد ابراہیم قادری رضوی، سکھر

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوۃ و السلام علی خاتم الانبیاء و سید المرسلین و علیٰ آلہٖ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الھادین المھدیین و فقھاء امۃ الراشدین المرشدین۔

کتب فتاویٰ کی دو قسمیں ہیں۔

کچھ کتب فتاویٰ ایسی ہیں جن میں سوال و جواب کی طرف سے ہٹ کر اختصار کے ساتھ بیشتر مسائل فقہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسے فتاویٰ عالمگیری۔ فتاویٰ قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ۔ اور بعض کتب فقہ ایسی ہیں جن کو سوال و جواب کے پیرایہ میں مرتب کیا گیا ہے۔ جیسے فتاویٰ خیریہ۔ فتاویٰ حامدیہ۔ فتاویٰ عزیزی۔ فتاویٰ ہمایونی وغیرہ کتب فتاویٰ کی یہی وہ قسم ہے جس میں عموماً دلائل پیش کیے جاتے ہیں فتاویٰ رضویہ کا تعلق بھی کتب فتاویٰ کی اسی قسم سے ہے۔

سامعین کرام: اگر آپ کتب فتاویٰ کے سارے ذخیرے کھنگال کر کسی بھی شاندار سے شاندار کتاب کا انتخاب کریں پھر اسے فتاویٰ رضویہ پر پیش کریں تو آپ محسوس فرمائیں گے کہ یہ کتاب اپنے مخصوص امتیازات و تفردات کی بنا پر ہر عمدہ سے عمدہ ضخیم سے ضخیم اور قدیم سے قدیم کتاب پر اعلیٰ و بالا بلکہ خاتم الفتاویٰ ہے میں اس مختصر سے مقالہ میں اختصار کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کے امتیازات آپ حضرات کی نذر کر رہا ہوں۔

پہلا امتیاز:

فتاویٰ رضویہ کا وہ لاجواب خطبہ ہے جس میں صنعت براعت استہلال کو اختیار کرتے ہوئے فقہ اسلامی کے چھ اماموں اور فقہ حنفی کی ۸۴ معتبر کتابوں کے نام اس انداز سے لائے کہ وہ خطبہ دیکھتے ہی دیکھتے نعت نبی کا گلدستہ بن گیا۔

میں یہ چاہوں گا کہ اس گلدستہ کی خوشبو سے تھوڑی دیر کے لیے آپ بھی فیضیاب

ہو جائیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اپنے آقا و مولیٰ کے حضور درود و سلام پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والصلوٰۃ والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام مالکی و شافعی احمد الکرام یقول الحسن بلا توقف محمدن الحسن ابو یوسف۔

یعنی درود و سلام ان پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں۔ میرے مالک میرے شافع۔ انتہائی کرم والے احمد۔ حسن بے توقف کہتا ہے کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال میں حضرت یوسف کے بھی باپ ہیں۔

دوسرا امتیاز: ۔ فتاویٰ رضویہ میں جہاں کہیں کسی مسئلہ کا مفصل جواب لکھا یا اور سوال کی اہمیت کے پیش نظر جواب میں مستقل رسالہ تالیف فرمایا۔ تو اس کے آغاز میں ایسا خطبہ لاتے ہیں کہ قاری خطبہ پڑھ کر سارے مضمون کا خلاصہ جان لیتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت مولف سے سوال کیا گیا کہ بعض علماء نماز عید کے بعد دعا مانگنے کو بدعت کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین سے یہ کسی طرح ثابت نہیں۔

اس کے جواب میں امام احمد رضا نے سرور العید فی حل الدعا بعد صلوٰۃ العید کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ آپ اس کا خطبہ سنیے اور خود ہی فیصلہ کیجیے کہ جواب دعا کرنے کے جواز میں ہوگا یا عدم جواز ہیں۔

خطبہ یہ ہے **الحمد للہ الذی حینا العید و جعله مقرباً بکل بعید و امرنا بالدعا فی الیوم السعید و وعدنا بالاجابة فی الکلام الحمید و الصلوة و السلام علی من وجهه عید ولقاؤه عید و مولده عید۔**

اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمارے لیے عید کو محبوب بنایا اور اسے ہر دور کو قریب کرنے والا بنایا اور ہمیں اس یوم سعید میں دعا کا حکم فرمایا اور

قرآن حمید میں اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا اور درود و سلام ہو اس ذات کریم پر جس کا چہرہ عید۔ دیدار عید۔ میلاد عید ہے۔

تیسرا امتیاز:

عموماً کتب فتاویٰ میں جواب کی عبارت سوال سے زیادہ مختصر ہوتی ہے۔ اور بعض فتاویٰ تو ہاں۔ نہیں۔ جائز ہے ناجائز ہے۔ حلال ہے حرام ہے۔ ثواب ہے کا مجموعہ میں جیسے فتاویٰ رشیدیہ اس کے برعکس فتاویٰ رضویہ میں آپ ہر سوال کا شافی۔ مفصل و مدلل اور بعض سوالات کے جواب میں مستقل رسالہ پائیں گے۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مثال: امام احمد رضا سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص نیند سے بیدار ہوا اور اس نے بدن یا کپڑے پر تری پائی یا خواب دیکھا اور تری نہ پائی تو اس پر نہانا واجب ہے یا نہیں۔

یہ محض ایک سطر کا سوال ہے اس کا امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو جواب لکھا وہ فتاویٰ رضویہ کے ۱۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ (ملاحظہ کیجیے فتاویٰ رضویہ ج اص ۴۶۵ تا ص ۵۷۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔

دوسری مثال: ۔ مولف فتاویٰ رضویہ سے پوچھا گیا کہ غسل و وضو میں شرعاً کیا مقدار معین ہے۔ یہ سوال صرف آدھی سطر کا ہے۔ کوئی اور مفتی ہوتا تو جواب میں دو چار سطر کہہ دیتا۔ اور کوئی صاحب تحقیق کہتا تو دو چار صفحات کافی تھے۔ مگر آسمانی علم کا یہ نیر اعظم جب اس مختصر ترین سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دامن ۲۱۱ صفحات پہ پھیلا دیتا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ج اص ۵۷۹ تا ص ۷۹۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تیسری مثال: امام احمد رضا کو ایک استفسار بھیجا گیا جس میں یتیم سے متعلق تین سوالات تھے جن کا مجموعہ پانچ سطر سے زائد نہیں بنتا۔

امام احمد رضا کا قلم جولانیاں دکھاتا ہے تو عقل محو حیرت ہے کہ ۵۰۷ صفحات کی مسافت طے کرنے سے پہلے قلم رکنے کا نام نہیں لیتا۔

حضرات محترم:۔ میں آپ کو یہ کیوں نہ بتاؤں کہ فتاویٰ رضویہ ج اول جس کی جدید طباعت کے بعد ساڑھے تین جلدیں بنی ہیں میں کل ۱۱۴ سوالات درج ہیں جنہیں یکجا جمع کرنے سے بمشکل ۳ صفحات بنیں۔ میں نے جب ساڑھے تین جلدوں کے صفحات کا حساب لگایا تو ۲۵۸۰ صفحات بنے۔

آپ نے سمندر کو کوزے میں بند کرتے تو کسی کو دیکھا ہوگا مگر بند کوزے کو سمندر پر پھیلاتے امام احمد رضا کے سوا کسی اور کو نہ دیکھا ہوگا۔

چوتھا امتیاز: فتاویٰ رضویہ میں تحقیق و تدقیق کے جو دریا بہائے گئے ہیں دوسری کتب فتاویٰ ان کے تہی دامن ہیں۔ اس کی بھی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی مثال: مسئلہ یہ ہے کہ اگر آدمی پانی کے استعمال پر قادر ہو تو وضو و غسل فرض ہے اور اگر پانی سے عاجز ہو تو تیمم کرے۔

پانی سے عاجز ہونے کی عموماً کتب فقہ میں ۱۰/۱۲ صورتیں مذکور ہیں مگر فتاویٰ رضویہ میں پانی کے عاجز ہونے کی ۱۷۵ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۴۱۱ تا ص ۴۴۰)

دوسری مثال: مسائل فقہ میں سے ایک معروف مسئلہ مسئلہ لمعہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص پر غسل فرض ہوا اس نے غسل کیا مگر بدن کا کچھ حصہ خشک رہ گیا اور پانی بھی ختم ہوگیا۔ پھر اسے حدث ہوا جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اب حدث و جنابت دونوں جمع ہو گئے۔ پھر اسے پانی دستیاب ہوا مگر اتنا نہیں کہ وہ وضو بھی کر سکے اور غسل میں چھوٹے ہوئے حصہ بدن کو بھی دھو سکے۔ بلکہ اس پانی سے ایک ہی کام ممکن ہے یا وضو میں استعمال کر سکتا ہے یا غسل میں چھوٹا ہوا حصہ بدن دھو سکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہو گیا ہے کہ ایسے میں یہ شخص کیا کرے۔

ہمارے فقہا نے مسئلہ لمعہ کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔ سب سے زیادہ اس مسئلہ کی تفصیل شرح وقایہ میں ہے۔ جس میں ۱۵ صورتوں کا ذکر ہے۔

مگر فتاویٰ رضویہ میں مسئلہ لمعہ کی ۹۸ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

تیسری مثال: فتاویٰ رضویہ کے مولف قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ حلال جانوروں میں کتنی چیزیں مکروہ ہیں۔

اس کا جامع جواب آپ کو ذخیرہ کتب میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ کہیں نہیں ملے گا تقریباً فقہ کی ہر کتاب میں خواہ اس کا تعلق مسنون و شرح سے ہو یا کتب فتاویٰ سے ہو سات چیزوں کو مکروہ لکھا ہے۔

بعض نے چار پانچ کا اضافہ کیا ہے مگر مولف فتاویٰ رضویہ نے احادیث و آثار اور فقہاء کی عبارات متفرقہ کو سامنے رکھ کر حلال جانوروں میں اشیاء مکروہ کی تعداد کو ۲۲ تک پہنچایا (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۶ مطبوعہ المجدد امام احمد رضا اکیڈمی)

چوتھی مثال: احمد پور شرقیہ ضلع رحیم یار خاں کے ایک عالم مولانا نظام الدین نے فتویٰ جاری کیا تھا کہ دنبہ کی قربانی تو جائز ہے مگر بھیڑ کی قربانی جائز نہیں۔

اس عالم نے اپنے مدعیٰ پر بظاہر ایسے زبردست دلائل قائم کیے کہ استاذ المعقولات علامہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ (استاذ گرامی علامہ غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور) جیسی شخصیت بھی ان دلائل کے آگے چکرا گئی۔

علامہ احمد حسن کانپوری نے اس مشکل کے حل کے لیے امام احمد رضا کے در فیض پر دستک دی۔ امام احمد رضا نے مولانا نظام الدین کے دلائل کا محاسبہ کیا پھر قرآنی آیات سے اور ۹۷ کتب کے حوالوں سے ثابت کیا کہ دنبہ کی طرح بھیڑ کی بھی قربانی جائز ہے۔

پانچواں امتیاز: عموماً کتب فتاویٰ میں آپ کو سوالات کے جوابات بے حوالہ ملیں گے۔ یا ایک دو کتابوں کے حوالے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ۱۲/۱۵ کتب کے حوالے دینا عام بات ہے۔ صرف مسئلہ سماع موتی پر چار سو کتب کے حوالے پیش فرمائے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ بوجہ علالت تبدیلی آب و ہوا کے لیے شاید نینی تال جانا پڑا۔ اس کے باوجود کہ ان کے پاس کتاب نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی ایک استفسار کے جواب میں ۱۱ کتب کے حوالے عبارات کے تحریر فرمائے۔ استفسار کے جواب کے آغاز میں امام احمد رضا کے کلمات معذرت ملاحظہ فرمایئے "فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان کرنے اور شدت گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مہجور کتب سے دور لہذا شرح وسیط سے معذور مگر حکم مسئلہ بحمداللہ تعالیٰ واضح میسور۔

حضرات گرامی۔ اس مختصر وقت میں راقم صرف پانچ امتیازات پیش کر سکا ورنہ فتاویٰ رضویہ کے امتیازات گنوانے کے لیے دفتر درکار ہے مولف فتاویٰ نے فتاویٰ شریفہ میں تحقیق و تدقیق کے وہ دریا لہرائے جنہیں قاری دیکھ کے بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

فروغِ اہلسنت کے لیے

امام احمد رضا کا دس نکاتی فارمولہ

ملک قاری محمد اکرم اعوان۔ نلی شریف (خوشاب)

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

۳۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پردی جائیں۔

۴۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً ووعظاً ومناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔

۶۔ حمایت مذہب ورد بد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف شدہ رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

۸۔ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظرہ یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعداء کے لیے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹۔ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کی حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درہم ودینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے .... (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

ساقی حب نبی

سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

بج رہا ہے چار سو ڈنکا ترے افکار کا
کس میں ہمت ہے کرے جو ادعا انکار کا

حق تعالیٰ نے تجھے بخشا ہے وہ ارفع مقام
تذکرہ حشر جاری ہے تیرے آثار کا

کتنے ہی ادوار سے جاری ہے تیرا فیض عام
مل گیا اعزاز تجھ کو منفرد گھ بار کا

انفرادی وصف یہ حق سے تجھے ارزاں ہوا
نعت گوئی کو تری رتبہ ملا شہکار کا

خلعت زیبا، امام نعت گویاں کی ملی
تاج، زیب سر بنایا مدحت سرکار کا

پھول مہکائے ہیں نعت مصطفیٰ کے واہ وا
معترف ہر اہل دل ہے دلنشیں اشعار کا

محفل عشق نبی کو تیرے نغموں سے فروغ
رچ گیا ہر ایک دل میں رنگ تیری مہکار کا

کنز الایمان واقعی ہے کنز الایماں دوستو
کھل گیا گویا دبستان عظمت سرکار کا

ہیں خزینہ علم کا تیرے فتاویٰ مرحبا
واہ کیا جوہر کھلا ہے کلک گوہر بار کا

مظہر اسلام کی تیرے عقائد سے نمو
مظہر اسلام ہے ہر رخ ترے کردار کا

ہمسر بام ثریا ہے ترا نگیں قلم
مثل بحر بیکراں لہجہ تری گفتار کا

تیری تحریروں نے پایا قول فیصل کا لقب
تیری تحقیقات کو درجہ ملا معیار کا

منفرد تیرا تبحر، معتبر انداز ہے
پھر کوئی تجھ سا نہ پایا کج کلاہ اظہار کا

محو حیرت ہے جہاں تیرا تفضل دیکھ کر
ناطقہ سرگریباں ہے یہاں اغیار کا

چار سو آفاق میں شہرہ ہے تیرا جا بجا
جامعات دہر میں موضوع ہے تو تذکار کا

نام تیرا رہتی دنیا تک نمایاں ہوگیا
حق تعالیٰ نے ادا حق کر دیا حق دار کا

نطق سے تیرے ہیں گویا بو حنیفہ مرحبا
فیض ہے تجھ میں فروزاں غوث کے انوار کا

تو مفسر، تو محدث، تو محقق، تو فقیہہ
ہے کوئی ثانی غلامِ احمدِ مختار کا

آپ ہی اپنا بدل ہے آپ ہی اپنی مثال
ساتھ دے گا کون تیری سرعتِ رفتار کا

تیرے آگے جم سکا نہ کوئی بھی خودرو فقیہہ
تیرے آگے چھپ سکا نہ ططنہ اشرار کا

بدعتیاں زمانہ کے تدارک کے لیے
کس قدر مبہوت و ساکت ملحد، بے دین ہیں
کر گیا تیرا قلم ہے کام کیا تلوار کا

تیر کی طرح ترازو کفر کے سینے میں ہے
آج بھی ہے دبدبہ قائم تیری للکار کا

آج بھی تیرا حوالہ ہے ہدایت کی سند
آج بھی ہے توڑ ناممکن رضا کے وار کا

آج بھی پورے جہاں میں لائق عزت ہے تُو
آج بھی سکہ رواں ہے عشق کے سالار کا

تو کہ خاطر میں نہیں لایا کسی گستاخ کو
مستند مسلک ہوا حق کے علم بردار کا

آندھیاں بے شک چلیں تیرے تقابل کیلئے
رعب تجھ پہ چل سکا کب جبہ و دستار کا

ساقیٔ کب نبی! تیرے تعاقب کے سبب
بال بھی بیکا ہوا نہ علم کے کہسار کا

مرکزِ عشق نبی ہے آستانہ رضا
ہوگیا چہرہ عیاں ہر شاتم سرکار کا

خواہش محبوب☆ تھی مہجور کے پیش نظر
کاش ہم کو بھی ملے موقع کبھی دیدار کا

بن گئی جو اک وسیلہ مدح کی جھنکار کا

☆ ملک محبوب الرسول قادری

امام احمد رضا کی وصیت

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے۔ صحابہ سے تابعین روشن ہوئے۔ تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔ اُن سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ اُن سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن رہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی سچی محبت اُن کی تعظیم اور اُن کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور اُن کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ............ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اُس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں یہی بتا تا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔

تاجدار بریلی اور منظر اسلام

ایک تحریک......ایک درسگاہ

راجہ محمد طاہر خان رضوی ایڈووکیٹ......جہلم

دستور خداوندی چلا آ رہا ہے کہ جب جب باطل طاقتیں دین حق کو پامال کرنے کی کوشش کرتی رہیں اور ایوان دین پر شب خون مارتی رہیں۔ تب تب پروردگار عالم کی طرف سے کوئی نہ کوئی مرد مجاہد اس دنیا میں تشریف لا کر باطل طاقتوں کو ریزہ ریزہ کرتا رہا اور باطل کی دبیز چادر کا تانا بانا بکھیرتے رہے اس خدا کی عطا کردہ طاقت کے ذریعہ دین پر نکھر کر سامنے آتا رہا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد پھر دین اسلام کو صفحات ہستی سے مٹانے اور نیست و نابود کرنے کے لیے ہزارہا کوششیں کیں لیکن باطل کا کوئی حربہ کام نہ آیا اور اسلام حسب سابق پھلتا پھولتا رہا کبھی حضرت مجدد الف ثانی تشریف لاتے ہیں اور کبھی امام احمد رضا خان بریلوی۔ تاجدار بریلی سیدنا امام احمد رضا خان بریلوی کی ذات گرامی وہ ذات ہے جس نے دین متین کی حفاظت اور مسلک اہل سنت کی اشاعت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

جب دین متین کے نام سے بے دینی پھیلائی جا رہی تھی۔ جب صحرائے نجد سے اٹھنے والا رسول دشمنی کا طوفان برصغیر میں پھیل رہا تھا۔ جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی خاندانی روایات سے بغاوت کر کے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم جیسی زہریلی، ایمان سوز کتابیں لکھ کر پورے ملک میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔

ایسے پرفتن دور میں سرزمین بریلی سے ایک مرد آہن، قافلہ عشق کا سالار، تاجدار بریلی دیوبندیوں وہابیوں اور فرقہ باطلہ کی سرکوبی کے لیے مجاہدانہ جاہ و جلال کے ساتھ اٹھا جیسے آج دنیا رسول پاک ﷺ کا سچا نائب تصدیق حق میں صدیق اکبر پرتو، حق و باطل میں امتیاز کرنے میں عمر فاروق کا مظہر۔ رحم و کرم میں عثمان ذوالنورین کی تصویر۔ باطل شکنی میں حیدری شمشیر منقولات و

منقولات میں بحر ذخائر۔ علوم ظاہری و باطنی میں دریائے ناپیدا کنار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے نام سے پہچانتی ہے۔ وقت کے ان طوفانوں میں مسلمان بے چارے تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہے تھے۔ اسی سیاسی کشمکش اور مذہبی اضطراب میں بریلی کی دھرتی میں ایک احمد رضا کی شخصیت تھی۔ جو ہندی مسلمانوں کی قیادت کر رہی تھی۔

وہ انگریزی حکومت سے باغیانہ ذہن رکھتے تھے اور دوسری طرف اہل ایمان کی ملی کشمکش میں حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ باطل کی سرکوبی اور ایمان و عقیدہ کی صحیح ترجمانی اپنی باطل شکن تحریروں سے کر رہی تھی۔

یادگار اعلیٰ حضرت دارالعلوم منظر اسلام بریلی: ایک تحریک، ایک درسگاہ:

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف ایک تحریک اور درسگاہ ہی نہیں امام احمد رضا کی وہ ایمانی تحریک و تنظیم ہے جس نے مسلمانان عالم اور خصوصاً مسلمانان ہند کے قلوب کو نور عشق مصطفیٰ ﷺ سے منور کر دیا۔ رب العالمین کے حبیب کریم کے نور عشق سے برصغیر کے چپہ چپہ کو روشن کر دیا ہزاروں علماء، محدثین فقہا اور صاحبان محراب و منبر شب دنیا کے گرد و نواح میں دین مصطفوی ﷺ کی تبلیغ و فروغ میں مصروف اور سرگرداں ہیں اس درسگاہ کے مرہون منت میں۔ یہود و ہنود نصرانیوں اور دیگر باطل قوتوں کے تعاون سے بے نیاز ہو کر اللہ عز و جل اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے توکل پر فقیرانہ انداز میں دین و مسلک کی ترویج کے لیے ہمہ تن کاوش کر کے اسے عروج و کمال کی انتہا تک پہنچایا۔

مسلمانان ہند کے ایمان کی حفاظت کی۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہو کر دو قومی نظریے کا پرچار کیا۔ بنارس کی عظیم سنی کانفرنس اسی کا تسلسل ہے قیام پاکستان کی قرارداد کی منظوری کے بعد قیام پاکستان کے حق میں نہ صرف فتویٰ دیا بلکہ قیام پاکستان کی راہ ہموار کرنے کے لیے اس ادارے کے علماء کرام نے برصغیر پاک و ہند کے چپے چپے کا دورہ کیا۔

منظر اسلام کی عظمت رب العالمین، عظمت رحمۃ اللعالمین ﷺ و مقام رحمۃ اللعالمین ﷺ عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و عظمت اولیاء کرام

اللہ کی مخلصانہ جدوجہد کے نتیجے میں کروڑوں مسلمانان ہند بد مذہب اور لادینیت کی ظلمتوں سے محفوظ ہو گئے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف قرآن و سنت کی تعبیر کا نام ہے۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام اور اولیاء کرام (بزرگان دین) کے ذریعہ ہم تک پہنچی۔ یہ سیرت و کردار کی خوشبو کا نام ہے جو صحابہ کرام اور بزرگان دین کی سیرتوں سے ہوتی ہے۔

دارالعلوم منظر اسلام کے بزرگوں میں اخلاص، للّٰہیت، تواضع سادگی تقویٰ، طہارت، حق گوئی، بے باکی پائی جاتی ہے۔ جو ہر دور میں علماء وحق کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ جس کا ثبوت تاریخ کے صفحات پر موجود ہے دارالعلوم منظر اسلام نے رسول دشمنی کے طوفان کا مقابلہ مردانہ وار کیا۔ جو تاریخ کے صفحات پر موجود ہے۔

دارالعلوم منظر اسلام سے وابستگان، عقیدت مندان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لمحہ فکریہ ہے۔ سوچیں کہ بانی منظر اسلام اور اکابرین اہلسنت کا کیا مشن تھا۔ ان بزرگوں کی زندگیاں کیسی تھیں۔ دارالعلوم منظر اسلام کے وابستگان نے قرآن و سنت کا پیغام، عشق رسول ﷺ کا پیغام کہاں کہاں تک پہنچایا، دارالعلوم کن مقاصد کے تحت قائم کیا گیا۔

آج وابستگان منظر اسلام و عقیدت مندان اعلیحضرت و دیگر اہلسنت سوچیں۔ آج ہم کیا کر رہے ہیں۔ اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں۔ اس امت مسلمہ کی اصلاح کرنی ہے۔ آج کے دور کے فتنوں کا مقابلہ کرنا ہے منظر اسلام تو ایک ایسا چراغ ہے جس نے درجنوں نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں چراغ روشن کیے وہ چراغ مختلف مقامات پر آب و تاب سے روشن ہیں۔ جہاں اندھیرا دیکھا منظر اسلام نے ایک دیا روشن کر دیا۔ آج دنیا کے گوشے گوشے میں منظر اسلام کے چراغ روشن ہیں۔ منظر اسلام کے فیضان کا نور ہے۔

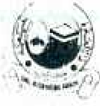
یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام زندہ باد

آہ! مولانا ملک غلام مرتضیٰ اعوان مرحوم

مسلکِ رضا کے بے لوث سپاہی کی رحلت

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس سے ہر ذی روح کو نبرد آزما ہونا ہے۔ ضلع سرگودھا کی تحصیل شاہ پور میں مولانا ملک غلام مرتضیٰ اعوان کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے جو مسلکِ امام احمد رضا کے بے لوث سپاہی تھے۔ مرحوم نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول، حب رسول ﷺ کے فروغ کے لیے جدوجہد کرنے میں گزاری مرحوم کی ولادت بیسویں صدی عیسوی کے تیسرے عشرے میں ابتدائی ایام میں ہوئی والد گرامی حضرت مولانا مفتی غلام قادر اعوان ایک متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور جید و مستند عالم و محقق بھی اس زمانے میں دہلی اور آگرہ سے مفتیانِ عظام ان سے اپنے فتاویٰ کی تائید وتوثیق کراتے تھے ۔ حضرت مولانا غلام مرتضیٰ مرحوم نے اس ماحول میں آنکھ کھولی ساری زندگی کتابیں پڑھنے، پڑھانے اور اللہ اللہ کرنے میں گزاری نعت شریف کا انتہائی شوق تھا۔ تسلسل اور اہتمام سے نعت شریف سنتے کتابوں سے اس قدر محبت تھی کہ اپنے ہاں نادر و نایاب کتب جمع کرتے آپ کے کتب خانے میں آج بھی نادر و نایاب نسخے موجود ہیں تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ میں بھرپور حصہ لیا اعلیٰ سیاسی بصیرت کے حامل تھے اور آپ کا شمار علاقہ بھر میں باشعور اور دانا لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ نے نماز کو ہمیشہ قائم رکھا۔ اپنے گھر کے ساتھ خود ہی مسجد تعمیر کرائی۔ باقاعدگی سے ہر سال اعتکاف کرتے تھے۔ ساری زندگی میں کبھی بھی سوتے ہوئے آفتاب طلوع نہ ہوا۔ بلاناغہ ایصال ثواب کرنا اور گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ورد کرانا آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ آپ نے 11 اپریل 2003ء بروز جمعۃ المبارک تہجد کے وقت (صبح اڑھائی بجے) رحلت فرمائی۔ آپ کے چھ صاحبزادگان مشتاق احمد، میجر مختار احمد، الطاف احمد، اشفاق احمد، محمد بشیر اور محمد نصیر ہیں جبکہ آپ کے تین بھائی تھے غلام مصطفےٰ مرحوم، غلام جیلانی اور غلام صمدانی ۔ آپ نے سارے شہر اور پورے علاقے کو سوگوار چھوڑا۔ آپ کی بیعت حضرت مولانا قاری فیروز علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھی آپ نے مشہور بزرگ حضرت ایرانی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی فیض حاصل کیا اور پہلے پہل کثرت سے بیربل شریف بھی اپنی نسبت رکھی۔ آپ کی وصیت تھی کہ آپ کا جنازہ درگاہ عالیہ بیربل شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی مدظلہ پڑھائیں۔ وقت وصال آپ کا چہرہ بہت پرسکون تھا اور مسکراہٹ آپ کے لبوں پر کھیل رہی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً و اسعۃً

دارالعلوم نعیمیہ
بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل بی ایریا کراچی



DARUL ULOOM NAEEMIA
Block # 15, F. B. Area, Karachi.
Phones : 6324236 - 6314508

حوالہ نمبر: ____________

تاریخ: 04/04/2003

محترم جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب
مدیر اعلیٰ سہ ماہی "انوار رضا" لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے موقر علمی وادبی جریدے کے زیر اہتمام عظیم الشان "تاجدار بریلی" نمبر نکال رہے ہیں۔ یہ آپ کیلئے بلاشبہ ایک سعادت ہے اور اہلسنت کے لئے باعث افتخار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام اہلسنت، مجدد مأۃ ماضیہ، حالیہ و آتیہ مفسر عدیم النظیر، محدث باکمال، فقیہ علی الاطلاق، امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ وقدس سرہ العزیز کی شخصیت ایسی جامع وکامل وعالی مرتبت ہے، جنکی علمی سطوت وشوکت اور مخالفین اسلام پر ہیبت انشاء اللہ العزیز آئندہ صدیوں بلکہ ہزاریوں تک اپنی پوری آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ آفتاب نصف النہار کی طرح مطلع علم و شریعت پر چھائی رہے گی۔ ان کی پھیلائی ہوئی عشق مصطفیٰ ﷺ کی مہک چہار دانگ عالم پھوٹتی رہے گی اور ہر آنے والے دن کے ساتھ اس کی خوشبو اور فیض رسانی میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ وقدس سرہ العزیز محض ایک فرد نہیں بلکہ ایک جامعہ ہیں، آپ کے نام اور کام کی طرف اطراف عالم میں بے شمار "جامعات" منسوب ہیں، دنیا بھر کی جامعات میں آپ کی علمی شخصیت کی مختلف جہات پر پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر کام ہو رہا ہے، کئی پروجیکٹ مکمل ہو چکے اور ان پر پی ایچ۔ ڈی کی شہادات عطا کی جا چکی ہیں اور کئی تکمیل کے مراحل میں ہیں، کئی پر کام ہو رہا ہے اور کئی تجویز کے مراحل میں ہیں، لیکن پھر بھی لگتا یہی ہے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ کا یہ عزم لائق صد تحسین ہے، الحمد للہ آپ کے جریدے کے کریڈٹ پر پہلے بھی کئی معرکۃ الآراء ایڈیشن موجود ہیں، جن میں "ختم نبوت" کا شعبہ سب سے نمایاں وممتاز ہے، کئی معاصر علمی، ادبی، تحریکی اور سیاسی شخصیات کو آپ نے علمی وادبی خراج تحسین پیش کر کے تاریخ کا ایک انمٹ اور انمول حصہ بنا دیا ہے، جن میں قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہم العالی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی قدس سرہ العزیز اور ملک العلماء، واستاذ العلماء، علامہ عطا محمد بندیالوی قدس سرہم العزیز کی شخصیات نمایاں ہیں۔

میں آپ کے اخلاص، سعی پیہم، جہد مسلسل اور جذب وجنوں کے ہر آن ارتقاء کیلئے دعا گو ہوں، اللہ رب العزت آپ کو ماجور فرمائے اور آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔

والسلام
منیب الرحمٰن
(مفتی منیب الرحمٰن)
چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان
مہتمم دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

پیغام ...... علامہ صاحبزادہ حامد رضا ...... وزیر اوقاف حکومت آزاد جموں وکشمیر

اس حقیقت سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم و عمل، عشق و محبت، فقر و سخاوت، سادگی و متانت، ذہانت و قابلیت، اخلاص و للّٰہیت، لیاقت و صلاحیت، اور عرفان الٰہی و ولایت کے بحر ذخار تھے۔ ان کا فیض تب سے اب تک برابر جاری و ساری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول و محبوب بندے تھے اور انہیں سرورِ عالم ﷺ کی خاص توجہات نصیب تھیں۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کریم کے دین کی سربلندی اور ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی یہی وجہ ہے کہ دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہوگا جہاں آپ کے فیض یافتگان نے خدمتِ اسلام کا فریضہ سرانجام نہ دیا ہو۔ انہیں 65 سے زائد علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی اور وہ ہر فن میں صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی ہستیاں صدیوں کے بعد مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام دی جاتی ہیں۔ امام احمد رضا نے تن تنہا بدعقیدگی اور بدعملی کے سیلاب کے سامنے بند باندھا اور تجدید دین کا فریضہ نہایت احسن طریقے سے سرانجام دیا فتاویٰ رضویہ اور کنزالایمان آپ کے ایسے شاہکار ہیں کہ جن کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمات اور آپ کے یادگار علمی مرکز دارالعلوم منظر اسلام کی صد سالہ جشن کی تقریبات کی مناسبت سے انوار رضا جوہر آباد کا "تاجدار بریلی نمبر" شائع کرنا نیک فال خیال کرتا ہوں یقیناً یہ باعث صد افتخار امر ہے میں عزیز بھائی ملک محبوب الرسول قادری کا شکر گزار ہوں اور انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرتے ہوئے فرض کفایہ ادا کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس امر پر جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے ان کے لیے دارین میں سعادتوں اور کامیابیوں کا باعث بنائے۔ آمین۔

پیغام ...... صاحبزادہ سید ضیاء النور شاہ ...... کوآرڈینیٹر ...... دی مسلم ہینڈز

مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی ہے کہ مجلہ "انوار رضا" نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عظیم الشان تاجدار بریلی نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام برصغیر میں عشق رسول ﷺ کے حوالے سے استعارہ ہے انہوں نے ساری زندگی رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ وفاداری کا درس دیا۔ ہم نے اپنے بچپن سے ہی اپنے گھروں میں امام اہلسنت کا پیغام سنا ہمارے والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ وہ نومولود بچوں کے نام آپ کے اسم گرامی پر ہی احمد رضا رکھا کرتے تھے۔ ہمارے برادر بزرگ اور سجادہ نشین سوہدرہ شریف حضرت قبلہ چمن پیر صاحب مدظلہ العالی نے الحمدللہ سینکڑوں بچوں کے نام احمد رضا رکھے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ امام احمد رضا کے مشن فروغ حب رسول ﷺ کے نظریے پر مکمل طور پر کاربند ہوئے بغیر نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

اہل علم کو امام احمد رضا کے حوالے سے تحقیقی کام کو آگے بڑھانا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت کی کتب کے دیگر زبانوں خصوصاً انگریزی اور عربی زبان میں معیاری تراجم کیے جائیں ان کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے کام کو عملی طور پر آگے بڑھایا جائے اور معاشرے سے بدعات کے خاتمے کے لیے امام احمد رضا کی تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے تو معاشرے میں صحت مند انقلاب آ سکتا ہے۔

میں برادرم ملک محبوب الرسول قادری کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں اس کار خیر میں ان کے ساتھ ہیں۔

سپاسِ خلوص والفت

بخدمت جناب محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب

صاحب ادراک و دانش نیک طینت با اصول
گلشن شیر خدا کا ہے سہانا ایک پھول

دین و دنیا میں رہے وہ کامراں فیض الامین
محسن علم و ادب ہے ملک محبوب رسول

صاحبزادہ فیض الامین سیالوی فاروقی

مجلّہ ''انوار رضا'' جوہر آباد کو

دنیائے اسلام کی عظیم درسگاہ

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے صد سالہ جشن اور امام اہلسنت

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ

کی خدمات وتعلیمات، افکار اور کارناموں کے

حوالے سے عظیم الشان تاریخی

تاجدار بریلی نمبر

شائع کرنے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور

اس مجلّہ کے چیف ایڈیٹر

ملک محبوب الرسول قادری

اور ان کے رفقاء کو اس کی بہتر جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ محمد مسعود احمد قادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''اہلسنت'' گجرات

قطعہ تاریخ

استخراج:۔ حضرت پیر سید گل حسین شاہ کاظمی مدظلہ

چھوکر کلاں.......... گجرات

سہ ماہی مجلّہ مہر منیر انوار رضا

۲ ۰ ۰ ۳

لکھا جو راقم نے کرکے انتخاب — اُس کی ہے تاریخ بھی کچھ لاجواب

ظاہر ہو تاریخ اک چیز سے — شوق سے سن لو ذرا مجھ سے شتاب

شاد ہوں احباب اس تاریخ سے — اور پڑھ کر زہرہ دشمن ہو آب

سب سے پہلے عدد مفروضہ کو لکھ — جو بھی آئے تیرے دل میں اے جناب

پھر اسے بارہ سے جلدی ضرب کر — اور پانچ اس میں جمع کردو شتاب

چھ سے کر تقسیم جو باقی رہے — ضرب عدد رفد سے کردو جناب (۲۸۴)

اور اس پہ کر اضافہ چار کا — تاکہ تیرا ہو درستی سے حساب

سال ہجری شوق خاطر سے سنو — ظاہر ہو تاریخ مثل آفتاب

۲۴ ۱۴ھ

۲۰۰۳ء

بیٹھے تھے احباب سارے ہم خیال قادری — مسئلہ توحید پر تھی گفتگویاں ہو رہی

سورۂ اخلاص پہ اس مسئلہ کا اختتام — جب ہوا تو خوش ہوئے آقا محمد ﷺ کے غلام

عابد و مختار سے مسعود نے پھر یہ کہا — مادۂ تاریخ لکھ دو بہر انوار رضا

اُس کی مطلوب تاریخ ہجری ہو یا عیسوی — جس کو پڑھ کر شاد ہوں جو اہل ایمان ہیں سبھی

سورۂ اخلاص کے اعداد کو دگنا کیا — سر اعداء کاٹ کر سن عیسوی ظاہر ہوا

''مایہ ناز مرکز فیضان'' (۱۳۲۲) — ۲۰۰۳ء

جشنِ صد سالہ۔ دارالعلوم منظرِ اسلام

ذکر روز وشب کریں قدرت کے اس انعام کا
جشنِ صد سالہ مبارک منظرِ اسلام کا

یادگارِ اعلیٰ حضرت ، منظرِ اسلام ہے
منظرِ اسلام ، پیکر حجۃ الاسلام کا

مفتیٔ اعظم بنائے منظرِ اسلام ہیں
چار سو پھیلا ہوا ہے کیف جن کے جام کا

منظرِ اسلام ہے تحریکِ عشقِ مصطفےٰ
منظرِ اسلام ہے داعی خدا کے نام کا

منظرِ اسلام سے تجدید دینِ حق ہوئی
منظرِ اسلام سے احیاء ہوا اسلام کا

منظرِ اسلام سے پھیلی ہے خوشبوئے نبی
منظرِ اسلام سے مہکا چمن اسلام کا

منظرِ اسلام سے پائی عقائد نے جلا
منظرِ اسلام نے کچلا ہے سر اوہام کا

منظرِ اسلام نے توڑا ہے بدعت کا فسوں
منظرِ اسلام نے بدلا ہے رُخ ابہام کا

منظرِ اسلام سے خائف ہے مشرک گر، گروہ
منظرِ اسلام ہے سرکوب ہر الزام کا

منظرِ اسلام ہے خمخانۂ حُبِّ نبی
تر دھن ہوتا ہے یاں ہر ایک تشنہ کام کا

منظرِ اسلام ہے قبلہ نمائے اہلِ حق
ہے یہ سر چشمہ خدا کے دین کے پیغام کا

منظرِ اسلام سے روشن ہوئے کوہ و دمن
فخر سے اونچا ہوا سر عالمِ اسلام کا

منظرِ اسلام ہے سرخیلِ بزمِ عاشقاں
سینوں پر یہ کرم ہے چرخِ نیلی فام کا

منظرِ اسلام ہے اہلِ سنن کی آبرو
تا ابد باعث رہے گا عزت واکرام کا

منظرِ اسلام ہے جملہ سلاسل کا نقیب
مرجعِ حسنِ عقیدت ہے یہ خاص ، عام کا

منظرِ اسلام ہے اک مرکزِ مہر و وفا
عشق ومستی ترجمہ ہے اس کے پورے نام کا

منظرِ اسلام کی عظمت کا قائل ہے جہاں
پوری دنیا میں ہے شہرہ منظرِ اسلام کا

منظرِ اسلام ہے سوہان روح گمرہاں
اس سے خم کھاتا ہے دل باطل کی کل اقسام کا

سر زمینِ عاشقاں ارضِ بریلی مرحبا
مل گیا اعزاز تجھ کو منظرِ اسلام کا

تاجدارِ اہلِ سنت ہیں امام احمد رضا
سلسلہ اب بھی رواں ہے جن کے فیضِ عام کا

ساری دنیا کو پلائے جامِ آدابِ نبی
جیتے جی اونچا کیا جھنڈا نبی ﷺ کے نام کا

گلستانِ اعلیٰ حضرت تا ابد مہکا رہے
حشر تک چرچا رہے گا اک صدی کے کام کا

شکرِ مولیٰ سے ملا مہجور کو بھی یہ شرف
مدح خواں ہے ایک یہ بھی منظرِ اسلام کا

سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

تاریخ وصال اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بہ شکلِ مربع ۱۳۴۰ھ

نتیجہ فکر:۔ صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی

اس مربع میں دائیں بائیں، اوپر، افقی جہاں سے بھی جمع کریں سن وصال پورا آتا ہے یونہی سن ولادت کا تاریخی مادہ قارئین کرام اس خاص نمبر کے لیے صفحہ نمبر 68 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (محبوب قادری)

صاحب ادراک ۳۲۷	عابد پارسا ۳۴۱	عطر جہاں ۳۳۸	محقق یگانہ ۳۳۴
ہادی طریق ۳۳۹	بدر اہل کمال ۳۳۳	سراج دین ۳۲۸	عیسیٰ نفس ۳۴۰
معز دیار ۳۳۲	رنگین ادا ۳۳۶	مہر زماں ۳۴۳	مرد پاک باطن ۳۲۹
نافع عالم ۳۴۲	گرامی جہاں ۳۳۰	مومن صادق ۳۳۱	بدر لقا ۳۳۷

تاریخ وصال عیسوی اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بہ شکلِ مربع ۱۹۲۱ء

دین پرور ۴۷۲	اہل محبت ۴۸۶	والا ہمت ۴۸۳	بقری جہاں ۴۸۰
شمع جہاں ۴۸۴	وقار العلماء ۴۷۹	سراج دہر ۴۷۳	صدر بزم کاملاں ۴۸۵
زر نگار ۴۷۸	مرد نیک ۴۸۱	عطر دہر ۴۸۸	والا بزرگوار ۴۷۴
نشان وفا ۴۸۷	سکندر عالم ۴۷۵	ولی یکتا ۴۷۷	ابر جود و کرم ۴۸۲

اے امام احمد رضا! اے افتخارِ علم فن!

امیر البیان میر حسان الحیدری سہروردی (اوباڑو) سندھ

اے امام احمد رضا! اے افتخار علم و فن!
تیرا ثانی ڈھونڈھتا پھرتا ہے یہ چرخ کہن

تجھ میں انوار کتاب اور تجھ میں اسرار حدیث
فقہ و سنۃ تجھ پہ نازاں بو حنیفہ زمن

خیرآبادی علوم و فلسفہ کا تو امیں
حکمت شاہ ولی اللہ تجھ میں خوفگن

آیۃ اللہ بھی ہے تو اور حجۃ اللہ بھی ہے تو
تجھ سے لرزاں فرقہ ہائے باطلہ اور اہرمن

تو امام عارفاں تو مرشد اہل سنن
مرد حق، مرد جری، مرد وغا، باطل شکن

تو مجدد، مجتہد، علم و ادب کا شہسوار
تیرا ہر ہر لفظ گوہر، شاعری دُرِ عدن

اے قلندر تیری ٹھوکر میں رہا زورِ فرنگ
اے فقیرِ بے نوا تیرے گدا شاہِ زمن

کانگرس کے بت ہوں یا کہ خاکساران جہاں
خاک کر ڈالا تھا سب کا دبدبہ اور مکر و فن

لرزہ بر اندام تجھ سے کاخ و ایوان فرنگ!
تیرا شورِ حریت تھا نعرۂ دار و رسن

منبر و محراب نازاں تجھ پہ اے شیخ حرم!
ہمسر لوح و قلم، تیرے قلم کا بانکپن

تیرا کل سامان و سرمایہ تھا عشق مصطفےٰ ﷺ
گوشۂ دامن میں تیرے بحر و بر، کوہ و دمن

زمزم و کوثر تری گھٹی میں تھا اے پاکباز!
مفتیانِ کانگرس تھے عاشقِ گنگ و جمن

ذکر تیرا سو بسو اور تیری باتیں کو بہ کو
ہے تیری فکر رسا پھیلی چمن اندر چمن

فضل حق اور کافی و کاکوروی کا جانشیں!
مجمع خوبی! تو اپنی ذات میں تھا انجمن

واہ کیا تھا حافظہ کیا پایا تھا ذہن رسا
سینکڑوں صفحات فقہ و سنہ، ازبر متن و عن!

آسمان حیرت میں، اور حسان تیرا مدح سنج
اے رضا! حسان کو بھی بہرۂ ذوق سخن

7. Abdul Mujtaba Rizvi, Maulana, Tazkira-I-Mashaikh-I-Qadriya Razavia Banaras, India, P. 399.
8. Ahmad Raza, "Al-Ijaza Ar. Razavia li-mabjal-I-Makkatil Bahiya" P. 301 (comparising Rasail-e-Radhavia vol. II).
9. As was narrated by Allama Mufti Shariful Haque Amjadi (d.1420/2000) to the undersigned at a gathering in Marahra in October 1999.
10. Mohammad Masud Ahmad Prof. Dr. "Imam Ahmad Raza Reflections and Impressions" (Translated by Professor Ziauddin Siddiqui) P. 40.
11. Abdul Hayee Lukhnowi "Nuzhat Al-Khavatir wa-Bahjat Al-masane'wa- An-Nawazir Hyderabad Daccen, 1390/1970. P.39-41.
12. Fatawa Radhaviya Vol. IV, P. 149. (Ref: Masud Ahmed, Dr Hayat-e-Maulana Ahmad Raza Khan Bareilvi, (New Edition) 1999, P. 53.
13. Badaruddin Ahmed Qadri, "Imam Ahmad Raza aur unke Mukhalefeen" Gujrat, Pakistan P. 373.

مخزنِ لطف و عطا تھے حضرت احمد رضا
قلزمِ جود و سخا تھے حضرت احمد رضا
جس سے تھی عشاق کے قلب و نظر میں تازگی
وہ بارِ جاں فزا تھے حضرت احمد رضا
عظمتِ کردار کے اغیار بھی تھے معترف
پیروِ خیر الوریٰ تھے حضرت احمد رضا
چار سو ماحول میں تھی تیرگی ہو تیرگی
ایسے میں دیں کی ضیا تھے حضرت احمد رضا
خالد جذبی نہ کیوں منزل مرے قدموں میں ہو
رہبرِ راہِ ہدیٰ تھے حضرت احمد رضا

(خالد جذبی..............گوجرانوالہ)

Bangladesh, America, Holland, Britain, South Africa, Egypt, Lebanon and Iraq etc. But if we may single out only one personality without prejudice to any one else, who has single handedly produced research articles and contributed to advance research work by others, especially in international Universities, he will be none than Prof. Dr. Mohamad Masud Ahmed, Ex-principal of postgraduate College Sukkur, Sindh Pakistan, who had at his credit 35 long years of services as an academician. The number of books written by him exceeds 100 which include, research papers, treatise, thesis, monographs. Besides he has written innumerable forewords almost on all important books written with reference to the works of Imam Ahmad Raza and some Islamic books. Out of these at least 20 books and 40 Articles are about the works & achievements of Imam Ahmad Raza.

Dr. Masud Ahmad is one of highly qualified and well-read scholars of the subcontinent. He has vast knowledge of Islamic Literature and indepth study of Quran, Hadith, History, Political Science, Economics, Biography, and Criticism etc. He is well versed in modern research techniques and style in all four languages that is Urdu, Persian, Arabic and English.

His style of writing is simple, systematic, logical, argumentive, appealing. He presents the facts in such a way that without hurting the feelings it goes to the heart of the reader. The greatest beauty and quality of his writing is its readability.

Thus his literature on Imam Ahmad Raza made inroad in the modernly educated circle and teachers and students of colleges/Universities at home and abroad. This has helped greatly in understanding the personality, thoughts and achievements of the Great Genius of the East, Imam Ahmad Raza Khan. That is why Prof. Dr. Mohammad Masud Ahmad is highly admired by the literary circles and he is

reputed as, "Maher-e-Razviat, (Expertise on the personality and writings of Imam Ahmad Raza).

In short Ahmad Raza Khan was such an illuminated versatile personality who has enlightened every aspect of the life of modern Muslims. He has lived a life as a leader and guide of the Muslim world. He guided the Muslims to the path of Allah's beloved ones and tried to restrain them from being astray.

His path was of knowledge, the knowledge that illuminates heart and mind with the love of the beloved prophet of Allah Almighty, Mohammad (blessings and peace be upon him). He was a great leader of the Muslims at times when they were being driven by Hindus, the English and the so-called Muslim leaders/Ulema who collaborated with Hindus and foreign power against the interest of Muslim of the sub-continent during the period after post Independence War and before pre-independence. He guided them to the path of Sunnah condemning all acts which come under the definition of innovation. While upholding the torch of knowledge of Quran and love for the Holy Prophet (grace and peace be upon him) he breathed his last on the 25th Safar-al-Muzaffar 1340 Ah (28th Oct. 1921), at the time of announcement (Azan) for call of Jumah prayer. May Allah bestow upon him His vast Eternal Blessings. Aameen.

REFERENCES

1. Zafaruddin Bihari, Maulana. "Hayat-e-Alahazrat" 1938. Vol. 1 Karachi. P.1
2. Ibid..........P (2).
3. a) ibid P. 5 and 6.

   b) Also read "Tazkara-I-Ulama hind" (Persian), 1913 by Maulana Rahman Ali.

   c) Hayat Maulana Ahmad Raza Khan Bareilvi. By Prof. Dr. Mohammad Masud Ahmed, Karachi, 1998.
4. Ahmad Raza Khan, Imam Al-ijazah Ar. Razviah. P. 305.
5. Al-Ijaza Al-Razavia li-mabjal-e-Makkatee Bahiya P. 305.
6. a. Imam Ahmad Raza, Al-Ijazat Al-Matinali-ulama-I-Bakkahtiwal-madina P. 347 (Rasail-e-Rizvia Vol. II).

   b) Maulana Abdul Hayee Lukhnowi, Nuzhat-al-Khawatir Vol.8 P.38

English, Dutch, Turkish, Bengali, Sindhi and Pushto and is being converted into Persian as well. Many writers have written commentaries and explanatory notes on it.

Imam Ahmad Raza's poetical collection "Hadaiq-I-Bakhshish". a testimony of his poetical genius. There is a long list of scholars who paid rich tributes to his 'Natia Poetry'. Dagh Dehelvi, Dr. Ghulam Mustafa Khan, Dr. Mohammad Masud Ahmed, Dr. Iftikhar Azmi Sha-er Lukhnowi, Nazir Ludhyanvi, Allama Shams Bareilvi, Akhtarul Hamedi, Hasrat Mohani, Hafeez Jalandhari, Hafeez Taib, Dr. Farman Fatepuri, Dr. Aslam Farrukh Abadi, Dr. Jameel Jalibi, Dr. Riaz Majeed, Dr. Najeebuddin Jamal, Shanul-Haq Haqqi, Iftekhar Arif, Maulana Kausar Niazi, Niaz Fatehpuri, Ihsan Danish, Ahmed Nadeem, Dr. Inam-ul-Haq Kausar, Rees mrohi, Dr. Hazim Mohammad Al-Mahfooz, Dr. Hussain Mujeeb Misri, Dr. Rizq Mursi Abul Abbas, Dr. Abdul Munim Khafaji and many more renowned scholars and literary personalities from Arab & non-Arab countries are among the admirers of Imam Ahmad Raza's "Natia Poetry". Dr. Abdun Naim Azizi and Dr. Siraj Ahmed Bastavi have written Phd thesis on his poetry. Dr. Hazim Mohammad Almahfooz and Dr. Hussain Mujeeb Misri of Jamiah Azhar have translated "Hadaiq-I-Bakhshish" in to Arabic prose and poetry respectively. Dr. Hazim also compiled his collection of Arabic poetry (Nat) as well, and named Basateen-al-Ghufran.

One may imagine the impact of the versatile personality of Imam Ahmad Raza from the fact that research works at Phd. and M.phil levels are being conducted in 25 different universities the world over. At least 25 scholars have completed their research works out of which 7 obtained Doctorate degrees, whereas the rest got M.A. and M.Phil Degrees. An equal number is in preparation of submitting their Research papers in various Universities. The details of which may be studied in Dr. Mohammad Masud Ahmad's compilation 'Imam Ahmad Raza aur A'lami Jamiat'. Research

work has since started in Egypt and other Arab countries after Asia, Europe and America. Dr. Hazim Mohammad Al-mahfooz, Teacher in Jamia Al-Azhar has written a book 'Al-Imam Al-Akber Al-Majaddid Mohammad Ahmad Raza Khan' which was published by Raza Foundation, Lahore in 1998. Maulana Mushtaq Ahmed Shah Al-Azhari and Maulana Mumtaz Ahmed Sadeedi have obtained their M.phil Digrees from Jamia Al-Azhar on "Imam Ahmad Raza Khan as Islamic Jurist" and "Imam Ahmad Raza Khan as poet of Arabic Literature" respectively. Now Maulana Syed Jalaluddin of Bangladesh is writing his M.phil thesis from the Cairo University on "Imam Ahmad Raza Khan as the Reformer and condemner of Innovation".

Keeping in view of the high stature of the personality of this Genius of the East and his enviable services to the cause of Islam and Muslims, the Chancellor of Muhiuddin Islamic University, Azad Kashmir, Allama Sheikh Allauddin Siddiqui (may Allah protect him) has announced the establishment of "Imam Ahmad Raza Chair" in his university.

Last, but not the least, Imam Ahmad Raza is the only personality in the Islamic world, nay the world over, regarding whom the research work is being conducted for the last 30 years, not only by individual scholars but by the institutions as well. Among them, Markazi Majlis-e-Raza (Lahore), Idara-I-Tahqueeqat Imam Ahmad Raza International (Karachi/Islamabad), Raza Academy (Mumbai), Majmaul Islami (Mubarakpur U.P. India), International Sunni Razvi Society (Mauritious), Raza Foundation (U.S.A), A'lahazrat Foundation (Chittagong, Bangladesh), Raza Academy (Britain), Raza Academy (South Africa) etc.

As regard the individuals doing research work on the personality and achievements of Imam Ahmad Raza, the list is very long as it contains the names of highly qualified and esteemed personalities of Indo-Pak subcontinent,

knowledge of mathematics, Physics, Astronomy and Astrology etc. In fact he was a man of versatile learning. During his stay at Makkah Sharif and Madina Munawwara (1324/1906) he wrote several treatises and gave verdicts to some questions received from various scholars. They were dumb stricken to see his vast knowledge on the text of books on Muslim Jurisprudence and disputed dogmas, his quick writing and intelligence. (11)

These and such other reflections and impressions of scholars of the sub-continent and Haramain-e-Shareefain (Makkah Moazzamah and Madina Munawwara) is a sufficient proof that Imam Ahmad Raza was equally recognized as an authority in 'fiqh' (Islamic Jurisprudence) even by the ulema and scholars of both above most Holy places of Islam. His reputation as 'Grand Mufti' had reached far and wide. He used to receive questions and problem cases from all over the world pertaining to day-to-day life and even on most modern aspects such as banking, money, currency, Insurance, Political and social aspect, new inventions, etc. At times it piled up to more than 500 in number. (12)

His translation of the Holy Quran is an examplary one in Urdu literature. The salient features of this translation are:

1. It is perhaps the only translation which was written without consulting related books and prior preparation impromptu;
2. It is in consistence with the most trustworthy commentaries of the predecessors;
3. It reflects the committed path of the doctors of authority;
4. It conforms to the sound principles laid down by the experts of the Quranic interpretations;
5. It is novel in fluency and smoothness of expression;
6. It is free from the use of colloquial and street slang;

7. It helps in getting acquaintance with the style of speech of the Holy Verses;
8. It identifies the distinctive expressions of the Holy Quran; and its most important and Striking feature is that;
9. It upholds the Gloried and Exalted position of Almighty Allah and greatness and holiness of His Prophet (grace and peace be upon him);
10. It, on the one hand, fulfils the needs of common Muslims for better reading and understanding the message of the Holy Quran written-in-between the sacred verses and on the other, it provides keys to savants and saints who ponder in the Holy book, which open vast vistas of knowledge and gnosis. (13)

Because of these qualities the demand for reading "Kanz-ul-Iman" is ever growing. Even those who oppose Imam Ahmad Raza on the basis of faith and fiqh are publishing and supplying the copies of this translation in the market. Up till now at least 50 treatises and booklets have been published on the salient features of Kanz-ul-Iman in Urdu and Arabic. Recently Dr. Syed Jamaluddin Aslam, the visiting professor at Al-Hayt University, MARFQ, Jordan, has written an article on the 'Comparative Study of Kanz-ul-Iman', which has been published by Barakati publishers Karachi in January 2001. The writer also announced that he had converted 'Kanz-ul-Iman' into English, which will be published soon. Prof. Dr. Majeedullah Qadri, Head of the departments of Geology and Petrolium, University of Karachi, has written his doctoral desertion on the comparative study of "Kanz-ul-Iman" with other selected Urdu translations of the sub-continent. This thesis is most comprehensive one and provides indepth study of the qualities and peculiarities of Imam Ahmad Raza's translation of the Holy Quran.

The Urdu version of "Kanz-ul-Iman" has since been translated into many local and foreign languages such as

Following scholars have tried to compile the list of his books at different stages of time after his demise.

1. Allama Zafaruddin Behari (d-1382/1962).
2. Prof. Dr. Mohammad Masud Ahmed.
3. Maulana Syed Reyasat Ali Qadri (d-1413/1992).
4. Maulana Abdus Sattar Hamdani.
5. Allama Abdul Mobeen Noamani.

Allama Abdul Mobeen Noamani and Maulana Abdus Sattar Hamdani are now updating the list (which is expected to be finalized soon. (9)

Imam Ahmad Raza Khan had a remarkable quality of fast reading with understanding and spontaneous writing with message and meaning.

But, above all, the most important characteristic of his personality which earned him a distinction among men of letters and scholars of reputation during his time (and perhaps even today) was his resolute faith in Allah Almighty and committed love for His last Prophet Mohammad Mustafa (peace and grace be upon him). It was this "Love for Prophet" which has been reflected from every aspect of his life, every angle of his thoughts and every line of his writings. It was the light of this pure shinning love, which illuminated his personality as a becon of light for the Muslims world over.

However, his fame as scholar of Islamic learning rests on his three distinguished works written in Urdu and partly in Arabic; these are:

1. Urdu Translation of Holy Quran entitled as "Kanz-ul-Iman-fi-Tarjamatil Quran" (Completed in 1910, first published from Muradabad (U.P. India in 1912).
2. His collection of selected religious poetry in the praise of Allah and His Holy Prophet (grace and peace be upon him) entitled as "Hadaiq-I-Bakhshish (published in 1325/1907).

3. His collection of judicial opinions (namely Al-Ataya An-Nabaviya-fi-Fatawa Ar-Radhaviya) divided in to twelve volumes (manuscript) each containing one thousand pages of which 19 volumes have since been published on the modern style by Raza Foundation Lahore, five or six volumes are still expected to come.

In a nut shell Fatawa Radhaviya is a glaring example of his command over all branches of Islamic studies and branches of old and new sciences.

His adroitness in juristic matters is manifested in the compendium of his legal decrees, which won world wide acclaim. The ulema of different denominations have paid rich tribute to the acumen of Imam Ahmad Raza Khan as a great Islamic thinker. Syed Abul Ala Maududi, a renowned scholar of Pakistan, acknowledged his scholarly skill in the following words.

> "I have a great regard for the high standard of scholarship of Moulana Ahmad Raza Khan. In fact he possessed in depth knowledge of religious thought. His scholarly talent is acknowledged even by those who do not agree with him on many issues of faith and fiqh." (10)

Similarly Moulana Abdul Hayee Lakhnawi (father of Sheikh Abdul Hasan Ali Nadwi) an eminent scholar of his time had all praise for the finest qualities of scholarship manifested in the works of Imam Ahmad Raza. According to him:

> "He (Imam Ahmad Raza Khan) was not only a well read well informed great scholar but also a prolific compiler and writer. There is no parallel to his acute insight in the Hanafi jurisprudence. His fatawa (judicial opinions) as collected in 'Kifl-al-faqih Al-fahim-fiAhkam-I-Qirtas-I-Dirahem' are a testimony to this effect. He had masterly

AN OSEAN OF KNOWLEDGE AND WISDOM — IMAM AHMAD RAZA KHAN BAREILVI

(BY SYED WAJAHAT RASOOL QADRI)

There is no dearth of such versatile personalities who have benefited the world with their knowledge, wisdom, innovative ideas, intelligence and insight. Imam Ahmad Raza Khan was one of such illustrious personalities of Islam. He was born in Bareilly (U.P. India) on 14th June, 1856 A.D (10th Shawwal-al-Mukarram 1272 A.H.). (1)

His forefathers (Saeedullah Khan) migrated along with king Nadir Shah from Qandhar (Afghanistan) to India and settled in Delhi in the seventeenth Century during the period of Mughal Emperor Sultan Mohammad Shah. They occupied high offices under the Mughal Emperors, but later generations took to religious devotion and spiritual mediation. Traveling from Lahore to Delhi finally they settled in Bareilly a town in North India, in the present State of U.P. (Utter Pardesh). (2)

Both, his grandfather, Molana Raza Ali Khan (d.1282/1866) and father, Maulana Naqi Ali Khan (d.1297/1880) were among renowned and distinguished 'ulema' (Islamic Savant) and 'Wali Allah' (Saint) of their time. Maulana Naqi Ali Khan wrote more than thirty books. One can imagine the magnitude of his knowledge from a single fact that one of his treatise, a commentary of a small Quranic Surah 'Al-Inshirah' (Solace) is spread over more than four hundred pages. (3)

One is surprised and left only to praise Allah Almighty when one learns that Imam Ahmad Raza had completed his academic curriculum when he was of 13 years, 10 months and 5 days of age. A Savant, and omniscient of his caliber is difficult to match. (4)

He acquired his education mostly from his learned father but later also obtained certificate of authority in Islamic

Jurisprudence (fiqh) and Traditions (Hadith) from following renowned Scholars and ulama:

1. Khatim-Al-akabir Syed Shah Aley Rasool of Marahra (U.P. India) (d.1296/1879).
2. Sheikh As-syed Ahmad Zaini Dahlan Ash-Shafai Al-makki (d.1299/1881).
3. Sheikh Abdul-Rahman Siraj, Mufti-al-Ahnaf, Makki. (d.1301/1883).
4. Sheikh Hussain bin Sualeh Jamal-al-lail Makki (d.1302/1884).
5. Syed Shah Abul Hassan Ahmad-an-Noori (d.1324/1906). (5)

   His certification of authority in the field of Tradition (Hadith) contains the names of great scholars such as: (6)

1. Shah Waliullah Mohaddith Dehlvi (d.1174/1762).
2. Shah Abdul Aziz Dehlvi (d. 1239/1824).
3. Maulana Abdul Ali 'Bahrul Uloom' (d. 1235/1820).
4. Sheikh Abid al-sindhi Al-madani (d.1257/1841).

On the counseling of Maulana Abdul Qadir Badayuni he along with his father visited Maulana Syed Shah Aley Rasool (1209/1794-1296/1879) of "Khanqah-e-Barkatiyah" Marehra (District Etah, U.P. India). He was initiated into Sufi 'Tariqah Qadiriah' (Qadiriah order of Sufism) by Syed Shah Aley Rasool and was also immediately appointed as one of the deputies of his spiritual guide (Sheikh-ul-Tariqat); he was also authorized to initiate the seekers of Spirituality in thirteen various other 'Sufi Tariqahas'. (7)

Imam Ahmad Raza Khan wrote on variety of subjects, which have been classified under more than fifty distinct branches of Science and Art. (8)The number of his books, treatises, notations and explanatory commentaries have been estimated to be over one thousand, many of which (about more than one third) still remain unpublished.

as well. However he had the unique privilege of specialising in Naatia Poetry (i.e. composition of poems in praise of the Holy Prophet- peace be upon him) altogether neglecting the traditional romantic poetry of Urdu Literature.

His brother Maulana Hassan Raza was a romantic poet and, as his pupil sought guidance from the renowned romantic poet of the time Dagh Dehlvi. Once he recited the following couplet of Ala Hazrat before Dagh.

وہ سوے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

Dagh was overwhelmed and remarked, "A Moulvi (deeply religious man) writes such a romantic couplet?"

(Faran, Karachi, Sep. 1973, P.44-45)

Hakim Muhammad Saeed, (Chairman Hamdard Foundation, Pakistan)

During the last century, the place of Maulana Ahmad Raza Khan (may Allah be pleased with him) is distinctively remarkable among the creed of scholars (tabqa-e-Ulama) and the great personalities who appeared on the scene. The canvas of his academic, religious and pan- Islamic (milli) services is very vast. Fazil Bareillvi has cyclopaedic knowledge and skill in the condition of the Islamic Laws (fiqh) and the faculties of religious knowledge (deeni

uloom). His unique insight represents the mind and thoughts of the scholars of the past (Ulema-e-Sulf) in the fields of science and medicine, and had no distinction between the religious and temporal branches of knowledge.

The facts of his personality invite both the scholars of the present age and the students of the universities, to read and think about the problems of life and the universe. His accomplished works are a valuable academic heritage for us, and through a resourceful study of his life and works, we may bring many new vistas of knowledge (sciences and arts) into light.

(Imam Ahmad Raza Conference Souvenir, Karachi, 1988, P.15)

Mir Khalil- ur-Rehman, (Editor Daily Jang (Urdu), Karachi, Lahore, Rawalpindi, Quetta and London - U.K.)

Ala Hazrat Imam Raza Khan possessed flamboyant chracteristics Allah the Almighty had bestowed upon him a mind powerful and apprehensive. He had completed the study of all the customary prescribed books at a tender age. Ala Hazrat had no parallel in knowledge, both religious and temporal, and he was a unique writer of countless books and treatise. Millions of people belong to his school of thought in the Indo-Pak. Sub continent.

(Imam Ahmad Raza Conference Souvenir, Karachi, 1987, P.28)

great religious orator but his prominent characteristic is the complete wholehearted devotion to the Holy Prophet (peace be upon him). His Natia poetry (in praise of the Holy Prophet- peace be upon him) amply reflects his deep seated, all embracing love and affection for the Holy Prophet (peace be upon him).

His Natia Poetry verses in praise of the Holy Prophet (peace be upon him) are extensively and popularly recited in religious gatherings with great fervour and affection.

(Kausar Niazi: Andaz-i-Bayan, P.89-90)

Dr Ishtiaque Hussain Qureshi,

(ex-Minister of Education, Government of Pakistan and Vice Chancellor, University of Karachi Sindh-Pakistan)

The book and treatise written by Imam Ahmad Raza are nearly one thousand in number. The impact of his personality and work upon his follwoers is so immense that any other contemporary metaphysician could not attract his followers. In the beginning of the Khilafat Movement, the Ali Brothers visited him to seek his signature on the Fatwa regarding the Non-cooperation Movement. Imam Ahmad Raza said: "Maulana there is a difference between your and my politics. You are a

supporter of the Hindu- Muslim Unity, but I am an opponent." When the Imam Sahib saw that the Ali Brothers had become dejected, he said, "Maulana I am not against the political freedom of the Muslims, but I oppose the Hindu-Muslim Unity."

For this oppostion, the great reason was that the supporters of the Hindu-Muslim unity, with their arguments good or bad, had flown away so far that a religious scholar (Alim- e - Deen) could not support this unity. Maulana Ahmad Raza Khan Bareillvi raised objections on some writings and actions of Maulana Abdul Bari Farangi Mahali, who himself says. "I committed many sins, knowingly and unknowingly, and I am ashamed of them. Verbally, practically and in writing, I committed such matters for which I never thought were sins. Maulana Ahmad Raza Khan maintain them as a divergence or betrayal of Islam and hence accountability is unavoidable, and as there is no decision or exmaple left by the forefathers so I recant and affirm my full confidence in the decision and thinking of Maulana Ahmad Raza Khan."

Mahir- Ul- Qadri, (Indo- pak. famous journalist and poet)

Maulana Ahmad Raza Khan was an all round scholar of religious thought and philosophy.

He enjoyed commanding knowledge of mathematcis

Islamology, University of Leiden Holland)

"indeed a great scholar" I must confess when reading his Fatwas, I am deeply impressed by the immensely wide reading he demonstrates in his argumentations. Above it, his views appear much more balanced that I expected. He deserves to be better known and more appreciated in the west then is the case at present.

(Extracted from the letter dated: 21-11-1986, addressed to Prof. Dr. Muhammad Masud Ahmed)

Judges

Justice Naeemuddin, (Judge Spreme Court of Pakistan)

Imam Ahmad Raza's grand personality, a representation of our most esteemed ancestory, is history making and a history unicentral in his self.

You may estimate his high status from the fact that he spent all his lifetime in expressing the praise of the great and auspicious Holy Prophet (peace be upon him) in defending his veneration, in delivering speeches regarding his good conduct, and in promoting and spreading the law of Shariah which was revealed upon him for the eintire humanity for all times. His renowned

name is Muhammad (peace be upon him) the Holy Prohpet of Allah the Almighty.

These valuable books written by a cyclopaedic scholar like Imam Ahmad Raza are the lamps of light in my view, which will keep englightened and radiant the hearts and minds of the men of knowledge and insight for a long time.

(Imam Ahmad Raza Conference Souvenir, Karachi, 1988, P.11)

Writers and Journalists

Maulana Kausar Niazi, (Minister of Religious Affair, Government of Pakistan, Islamabad Pakistan)

Ahmad Raza Khan Bareillvi is an acknowledged leading personality as regards Na'at Go-i- (i.e. composition of poetry in praise of the Holy Prophet peace be upon him). Some people may not agree with him in some aspects, may differ in interpretation of details of some aspects of faith, but the fact can not be denied that complete devotion to the Holy Prophet's (peace be upon him) personality is the basic theme of his poetry. Imam Ahmad Raza Khan of the Bareillvi school of thought was

Prof. Dr. Mukhtaruddin Arzoo,

(Dean/Head of the department of Arabic, Muslim University, Aligarh India)

His affection and hate was for the sake of Allah. Believers in Allah Almighty were his friends and non-believers his enemies.

Followers of Allah and His Last Prophet (peace be upon him) were close and dear to him. He was no unkind to his personal opponents. He was never harsh to them but he never spared the enemies of Islam.

The whole life of Ala Hazrat was illuminated with the glorious observance of Sunnat-i- Nabvi (peace be upon him).

(Ma'arif-Raza, Karachi, 1981, P.78)

Professors abroad

Prof. Dr. Mohiyydin Alwai, (Al-Azhar University, Cairo Egypt)

Renowned scholar Ahmad Raza Khan visited Arabia twice to perform Hajj at Makkah and pay homage to the Holy Prophet (peace be upon him) at Madina. During his stay there he visited various centres of learning and had

extensive exchange of views with the scholars covering various branches of learning and religious issues. He secured permission from some authentics to quote them in reference to particular Ahadith and in return he allowed them to mention his authority in respect of some other Ahadith.

It is an old saying that scholarly talent and poetic exhuberance rarely combine in one person, but Ahmad Raza Khan was an exception. His achievements contradict this diction. He was not only an acknowledged research scholar but also a renowned poet as well.

(Sawt-ul-Sharq, Cair, Feb. 1970, P.16-17)

Dr. Barbara D. Metcalf, (Department of History, Barkely University America)

He was outstanding from the very beginning on account of his extra ordinary intelligence. He enjoyed a divine gift to deep insight in mathematics. It is siad that he solved a mathematical problem for Dr. Ziauddin for which the learned mathematician was intending to visit Germany.

(Ma'arif-e-Raza, Vol XI, international Edition, 1991, P.(8)

Prof. Dr. J.M.S. Balion, (Department of

Maulana Ahmed Raza Khan was an unassuming man of pleasant manners and morals, had deep insight in mathematics although he was not formely educated by any teacher. It was an inner divine gifted inherent knowledge. My Query pertained to a theory or knotting problems of mathematics but his manner and explanation was spontaneous as if he had already carried out a research in it. Now there is none so well-versed in India.

Such a great scholar I think there is none. Allah has bestowed upon him such a knowledge that is amazing. His insight in the fields of mathematics, euclid, algebra and timings is astonishing. A mathematical problem that I could not solve despite my best efforts, this learned genius explained in a few moments.

(Muhammad Burhanul Haque, Ikram-i-Imam Ahmad Raza, Lahore, 1981, P.59-60)

Dr. Jamil Jalibi, (Vice Chancellor, Karachi University, Karachi)

Maulana Ahmad Raza Khan Bareilvi was eminent Jurist, leading scholar, scientist, Na'tia poet, a keen observer of Shariah and a Saint. His crowning Scholarship can be imagined by the fact that he had

commanding knowledge of about 54 branches of various sciences and humanities. He has contributed valuable works in almost all of them. He left behind more than a thousand treatise.

(Ma'arif-i-Raza, Karachi, 1986, P.87)

Professors in Pakistan/India

Prof. Dr. Farman Fatehpuri,

(Department of Urdu, Karachi University, Karachi Pakistan)

Maulana Ahmad Raza Khan tops the list of the regligious scholars who conferred Naatia poetry (poems in praise of the Holy Prophet - peace be upon him). He was born in 1856 and died in 1921. Maulana Hali, Shibli, Amir Minai and Akbar Allahabadi were his contemporaries. He specialised in compsoing poetry on the pious life and conduct of the Holy Prophet (peace be upon him).

Maulana was a staunch follower of Shriah in thought and action. His Naats, Salam and Manqabat, reflect passionate affection and heartfelt devotion. Simple spontaneous and refined expressions are the main chraracteristics of his poetry.

(Dr. Farman Fateh Puri, Urdu ki Naatiyya Shairi Lahore, P86)

long life. Allah is aware of his unparellel depth of knowledge both visible and invisible and lot the masses of Ummah avail the benefits of his thought and acumen. (1912/1330)

(Ma'arif-i Raza, Karachi, 1986 P. 102)

Allama Mufti Muhammad Mazharullah,

(Shahi Imam Masjid Fdtehpuri, Delhi, India)

Once I enquired about the holy sacrifice offered by the muslims, from Ala Hazrat Ahmed Raza Khan. He in a written reply described innumerable kinds of sheep which was a matter of surprise for me. I kept this letter with me. It so happened that Maulana Kifayatullah came to see me and by chance he saw that letter. He was astounded and said "No doubt his learning and knowledge knows no boundaries."

(Weekly Hujum, Delhi,, Imam Ahmad Raza Special Issue, Dec 1988, P.6., Col. 3-4)

Mawlvi Ashraf Ali Thanwi, (Thana Bhawan India)

I have great respect for Ahmad Raza Khan, Although he calls me a non- believer and heathen (kafir), because I am fully aware that it is not due to any other reason but on account of his immense and passionate love and affection for the Holy Prophet's (peace be upon him) personality.

(weekly chatan, Lahore, 23rd April 1962)

Sayyid Abul Hassan Ali Nadvi

(Nazim-i Nudwa al- Ulema, Lucknow)

He was a believer in forbidding prostration for respect which is evident from his book entitled Sujud al-Tahayya etc. This comprehensive work amply demonstrates the depth of learning and strength of skillful logic.

He was not only a well-read, well-informed, great scholar but also a prolific compiler and writer. There is no parallel to his acute insight in the Hanafi Jurisprudence. His Fatawa (Judicial opinions) as collected in Kifl al-Faqih al-fahim fi Ahkam-ilqirtas-e-WaDDarahim is one testimony to this effect. He had masterly knowledge of mathematics, physics, astronomy, astrology, etc. In fact he was a man of versatile learning.

During his stay at Makka and Madina (1324/1906) he wrote several treatise and gave verdicts to some questions received from the scholars. They were dumb stricken to see his vast knowledge on the text of books on Muslim Jurisprudence and disputed dogmas: his rapid writing and intelligence.

(Nuzha al-Khawatir etc. Hyderabad (A.P)) 1971, Vol. VIII, p.39

Vice Chancellors

Dr. Sir Ziauddin, (Vice Chancellor, Muslim University, Aligarh, India)

While Prophet s Knowledge is limited.
Allah s knowledge is Dharuuriy-ul-Baqaa
While Prophet s Knowledge is Jaaiz-ul-fanaa.
Allah s Knowledge is Mumtan-ut-Taghayyur
While Prophet s Knowledge is Mumkin-ut-Tabaddul.

(Anbaa-ul-Mustafaa)

We do not believe in any equality with **Almighty Allah's** Knowledge. In furtherance we do not believe in 'Ilm Bizzaat'. for other than Allah.

However, it is part of Aqiidah that some knowledge can be gifted from Allah But, it is not a part of the Aqiidah of Ahl-us Sunna for all the knowledge o Allah to be gifted. **Ahmad Raza Khan** (Rahimahullaahu ta'aalaa) has affirmed;

"Whosoever attributed this belief (that the knowledge of The Holy Prophet is equal to the knowledge of Almighty Allah) to me, 'he is certainly dishonest and liar, and would be calculated on the day of calculation".

According to logic and Shari'ah it is incomprehensible that any creative being can fathom the information and knowledge of Almighty Allah, even if one was to gather the entire information of all mankind that came before us and will come after us.

The magnitude of difference betu een the Knowledge of Allah and Man cannot be comprehended, but to give the reader an awareness of the ratio, it is not even like the difference between one particle of sand and a thousand deserts, or one drop of water against the oceans of water in the heavens and the Earth". (Addowlat-Ul-Makkiyyeh)

TRIBUTES PAID TO
IMAM AHMED RAZA KHAN

Saints and Savants

Allama Hidyatullah Sindhi Muhajir Madani

A versatile genius, leading scholar, eminent jurist of his time and staunch upholder of the Holy Prophet's (peace be upon him) traditions; Revivalist of the Present Century who devoted himself with all the energy at his command to the cause of Deen mateen to safeguard, protect and promote the time spirit of Shariha. He cared least for the scoldings and sarcasms of those who do not agree with him in the interpretation of the ways of Allah. He did not run after the paraphernalia of worldly life, preferred to spend his capabilities in composing the poety in praise of the Holy Prophet (peace by upon him). He appears to be absorbed all the time in the ecstasy of the Holy Prophet's (peace be upon him) love and affection. It is quite impossible to assess the time worth of his Natia Poetry which overflows with love and affection and excels in literary beauty. His reward in this world and the hereafter can not be imagined. Maulana Abdul Mustapha Shaikh Ahmad Raza Khan Hanafi Quadri deserves the highest title of scholorship. May Allah bless him with a

> *"I have heard about 'Ilm-e-ladunni' in the past but today I have seen and observed the manifestation of this science. My intention had been to travel to Germany for the solution but by the will of Allah, Allama Sayyid Sulaimaan Ashraf, (Professor of Islamic Studies) guided me here. It seems as if you were observing the problem from the book.*

When the Vice chancellor returned home, due to the impact of this experienc he subsequently grew and kept a beard and became punctual in performin prayers and keeping the fast.

Misconceptions

Dear readers! The opponents of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* hav attempted to advocate that **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was a innovator of various deeds in Shariah. However this assertion is a complet fabrication. **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* is distant from th blame and was strictly against any unlawful acts and deeds.

Some examples of misconceptions falsely associated **Ahmad Raza Kha** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* will be examined below.

Grave Worship

Very commonly it is said, that **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was grave worshipper and called the people to worship the graves. In contrast, it i in fact **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* who wrote a book against thi issue. The Imam compiled an authoritative book on this topic named '***Az-Zubdat-uz-Zakiyyah fii Tahriim- sujuud-It-tahiyyah***', and clearly stated;

> *"O Muslim, O obedient of Islamic Shari'ah! Behold, Sajdah is never permissible except for Almighty Allah. The 'Sajda-e-ibadat' for other than almighty Allah is clear Polytheism and evident disbelief and Sajdah for respect and reverence is unlawful thus a major sin and is strictly forbidden. However there are different statements from the scholars in this context, specifically, the difference of 'Ulmaa-E-Diin' in its being Kufr. Disbelief is reported from a significant group of Islamic jurists, with the research indicating that it is Kufr 'apparently' (Yes Sajdah for idol, cross, sun and moon is absolutely Kufr). Except, that the sajdah for a saint or shrine is not permissible and lawful but it is strictly forbidden, a major sin and obscene".*
>
> *(Az-Zubdat-Uz-Zakiyyah)".*

FEAST IN THE HOME OF A DEAD PERSON

Someone asked about the feast at the house of dead person for the friends an

relatives. The Imam assertively replied:

> *"O Muslim! Do you ask? Whether it is permissible or not? You should ask how many ugly and disgraceful acts it consists of? How many major sins are in this deed?"*

To further compound clarify the above position, the Imam wrote in same regard.

> *"It is strictly forbidden to prepare food from the dead person. Shariah has permitted the feast at the occasion of joy and happiness not at the occasion of sorrow and sadness".*

With regard to the preparation of food from the dead person of care,

"If the food is made for the needy and poor people, then there is nothing wrong, but it is better for any adult and sane to arrange this from his own money. If they arrange food from the estate of a deceased person then all successes should be agreed".

(Jaliy-Yus-Sowt linahy-id-da'wati amam-al-Mowt).

The Holy Prophet's Knowledge

Dear reader! There is an unsubstantiated blame on the Imam that he asserted that the knowledge of **The Holy Prophet** is equal to the knowledge of **Almighty Allah**. The main reason behind this blame is the belief of **'Ilm-E-Ghaib'** for the Holy Prophet.

Indeed this blame has no written of verbal standpoint, and as such is a complete fabrication. **The Imam** never believed this nor said or established that the knowledge of **the Holy prophet** is equal to the knowledge of **Almighty Allah** in any form.

We make a plea to the reader! 'Please read the statement of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* and then judge the dishonesty of the opponents that asserted the fabrications. Incidentally **the Imam** stated very clearly,

> *Allah s Knowledge is Zaatii*
> *While Prophet Knowledge is gifted and bestowed.*
> *Allah s Knowledge is Wajib*
> *While Prophet s Knowledge is Mumkin.*
> *Allah s Knowledge is Qadiim*
> *While Prophet s Knowledge is Haadith.*
> *Allah s Knowledge is non-makhluuq*
> *While Prophet s Knowledge is makhluuq.*
> *Allah s Knowledge is unlimited*

words in such a way, that he saved the holy Qur'an from negative criticism and objection by the non-Muslims. (Al-'Itisaam v.220 September 1989)

Islamic jurisprudence

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* also had authority in Islamic jurisprudence. Within this perspective his study was very deep, ordered and comprehensive. There is unchallengeable evidence on this claim and this is widely acknowledged within the great encyclopaedia of Islamic doctrines named **"Fataawaa Ridhwiyyah**. Currently, a group of distinguished scholars are working over it, with over half of the work already complete. It consists of 19 volumes, with each volume comprising around 900 pages. Below, the reader is able to absorb one reference in this context.

Islamic jurists have different statements about using extra water while making Wudhu (ablution). It is apparent that there is substantial contradiction in their statements.

Allama Halbi in Ghunyah and Allama Tahaavii in Durr-E-Muktaar stated,

"It is Haraam".

Mudaqqiq 'Alaa'ii stated in Durr-E-Mukhtaar,

"It is Makruuh-E-Tahriimii".

It is stated in **Kanz-Ud-Daqaaiq**,

"It is Makruu-E-Tanziihii".

Allama Ibn-E-Hammaam stated in **'Fath-Ul-Qadiir'**,

"It is Khiulaaf-E-Aowlaa".

In short, there are four statements of Islamic jurists in spending extra water while making 'wudhu',

Haraam,
Makruuh-E-Tahriimii,
Makruuh-E-Tanziihiii
Khilaaf-E-Aowlaa.

Now, look how **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* has mentioned the different situations of using extra water and raised the contradiction among the different statements. The brief summary of his research is below:

Using extra water while making wudhu with reference to Sunnah is 'Haraam'.
Using extra water while making wudhu when not referring Sunnah is Makruuh-e-Tahriimii'.
Using extra water while making wudhu and not referring to Sunnah, and without the intention of wasting water just as a habit is 'Makruuh-E-Tanziihii'.
Using extra water while making wudhu accidentally is 'Khilaaf-E-Aowlaa'.

After this research, in addition, he further mentioned, if some one used extra water for any proper purpose and reasoning then, undoubtedly, it is permissible and lawful. For this, he mentions four situations:

Washing any part more than three times to clean the filth from the body.

Washing any part more than three time to save the body from hot and to provide coolness.
Washing the body more than three times to abstain from the doubt in counting.
Doing wudhu on wudhu just for sake of Thawaab.

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* has also commented on Mathematics. Once upon the time, vice chancellor of ***Ali Gharh University*** came to **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*. He was an expert Mathematician, and had studied in many countries. After greeting, **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* he asked him the purpose of coming.

He answered,

"I have come to you to seek help in solving a problem of mathematics".
Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* asked,

"What is the problem"?

The Vice chancellor explained,

"Sir! It is not such an easy and ordinary problem that I can state it in such a way".

However, again **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* asked,

"What is the problem"?

The vice-chancellor hesitantly presented the full complexity of problem, but to his astonishment **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* solved the problem immediately. In a state of awe and shock at the speed of the solution that **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* had provided, he exclaimed,

weakness of mind because of old age). They said; "By Allah! Certainly, you are in your old love"

Allama Zubaidi says in Taaj-ul-Uruus, in this verse,

"There is clear indication of deep devoted love of Yaquub for Yousaf"

The major reasoning behind these insulting translations is that the translators were careless about the dignity, and greatness of our beloved prophet. If they would be aware of the esteemed dignity and reverence of our **Beloved Prophet** (Peace and Blessings of Almighty Allah be upon him and his family) They could think and they should think.

If the 'Crown of the Universe' is pathless, unaware, misled, misguided, then who is aware of shariah?
Who is aware of guidance?
Who is the leader of caravan of the straight path?
Who is the crown of allegiance of the prophets?

Is there anyone who can prove that the **Beloved Prophet** (Peace and blessing be upon him and his family) ever committed any act that was unlawful in **shariah** from his birth to the demise, before of after the announcement of Prophethood. As this was not the case, no true devotee of the **Beloved Prophet** (Peace and blessing be upon him and his family) can say that he was unaware of **Shariah**.

Suppose, if He (Peace and blessing be upon him and his family) was unaware of **Shariah** before the announcement of his prophethood then where would go his deeds and actions before the announcement of the prophethood?
Was he not truthful and trustworthy since his childhood?
Did he ever commit any act of disbelief or polytheism?
Did he ever commit any minor or major sin?
Did he ever possess any quality that was against morality?

The history is a clear testimony that even a wicked shameless enemy is silent in this context.

Did these translators not read the truthful incidents of the history?

The Holy Prophet called all the tribes of Arabia and invited them to worship and believe in one God. They asked for evidence on the oneness of God

The Holy Quran stated that the manifest proof and strong evidence on the monotheism that the Holy Prophet offered was his innocent, sinless, holy and blessed life that He *(Peace and blessing be upon him and his family)* spent amongst them.

Those unfortunate unaware translators did not think about this particular chapter of **the Holy Quran**.

They did not even think that by whose brightness of face and darkness of hair, and fragrance of body, **Almighty Allah** has given us clear testimony.

Whom **Almighty Allah** never left alone, whose greatness is increasing second by second. To whom Almighty Allah will bless so much that he will please him.

Is it possible that such a holy person may be misled or misguided? Never! Such disrespectful thinking about **Allah**'s beloved is itself misguidance.

Having provided an exposition of the disrespectful Urdu translations of **the Holy Quran**, one must now reflect upon the Urdu translation of **the Holy Quran** by **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*. This will endeavour to prove to the reader what constitutes true love and devotion for our **Beloved Prophet Muhammad** *(Peace and blessing be upon him and his family)*.

"And he found you drown in his love, so he diverted you to himself"

Such translations that were careless, away from the esteemed dignity of our beloved prophet gave destructive upon to the enemies of Islam and prophet of Islam. They attacked on the Holy personality in the shelter of these disrespectful, insulting, rude translations. A rude Christian Priest used the disrespectful translations of the Holy Quran against the Muslims and blamed the blessed personality of our beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)*.

"The Quran has mentioned the sins of all of the prophets and he especially ordered (The holy prophet) Muhammad (Peace and blessing be upon him and his family), to seek forgiveness for his sins. This is mentioned in the Holy Quran, And he found you misled, so he guided you"

In contrast to this not even a single error is mentioned concerning Hadhrat Isa, nor is he asked to seek forgiveness.

But about whom does the Glorious Quran state the following verse in respect to:

"Held in favour in this world and the hereafter" (Haqaaiq-ul-Quran by the Christian Literature Society for India).

This is the reason that even a **Ghair Muqallad** reviewer of the weekly magazine **"Al I'tisaam"** and presenter of the Ismailai sect, Anwar **Tahir**, attributed.

Fazal-E-Barailvi has adopted the middle way of translation and interpretation. He took full care while translating those words that have different senses in the Urdu and Arabic language. He translated such

However, many translators did not take due care for the dignity and reverence of **Almighty Allah** and His beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)* while translating the **Holy Quran**. There are various examples in this regard, one of which will be explained below.

Chapter 93 **Sura Dhuha** is a very famous part of the **Glorious Quran**. Throughout the entire chapter, **Almighty Allah** has praised his beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)*

Within **Sura Dhuha**, Urdu translations of Ayah 7 shows the reader the degrees of respect\disrespect, which *ulama* within the **Indian** subcontinent have demonstrated.

Please carefully read the **Urdu** translations below;

He found you wandering so He showed the path. *Maulvi Mahmoodul Hasan Deobandi*

And he saw you roaming in search of the right path so He showed you the right path of religion **(Islam)**.
Depty Nazir Ahmad Dehl

He found you unaware of Shariah so He took you to the destination.
Ahmad Saeed Dehlvi.

He found you unaware of the path so He guided you.
Maulana Abu Al Ala Maududi

He found you unaware from the path of Shariah so He told you the path of shariah.
Ahmad Ali Lahori

Almighty Allah found you unaware so He told you the way (Old) - Ashraf Ali Thanvi
Almighty Allah found you unaware of Shari'ah so He told you the way of Shariah(New) - Ashraf Ali Thanvi

And He found you unaware so He told you the way - *Abdul Majid Daryabadi.*

And He found you unaware of the path so He told you the way - *Fatih Muhammad Jalandri*

And He found you lost roaming so He put you on the path. - *Waheed uz Zamaan*

And He found you unaware of the commandments so He led you to the destination. *Farman Ali*

And He found you misled so He led you to the destination. - M... [illegible] Ahmad

Did they not contemplate or reflect upon the consequences of selecting the word 'misled' (Protection of **Allah**) in connection with the **Beloved of Allah**, our **Holy Prophet** *(Peace and blessing be upon him and his family)*. It is apparent to any layman that the translator did not think to whom he is saying **'misled'**. **The holy prophet** who was sent with 'divinely guide' to all the misled and misguided people to guide them to the right path from the moment he *(Peace and blessing be upon him and his family)* entered this world.

Another Urdu translator said shamelessly, **'Unaware of the way'**. Again he did not think that the only purpose for **The Holy Prophet** *(Peace and blessing be upon him and his family)* is to 'guide' the people to the straight path.

One of them told **'unaware of Shariah'**. He did not realise that how could **The Holy Prophet** *(Peace and blessing be upon him and his family)* have informed the people of **shariah** if he was unaware of it by himself.
Some one called him *(Peace and blessing be upon him and his family)* **'unaware of commandment'**, but he did not think who explained the mysteries of the divine commandments.

In fact, there are several fundamental reasons for using such disgraceful and insulting words and phrases against our beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)*:

1. Ignorance from the sciences of literature. **"Dhaal"** is used literally in different meanings – Lost, misguided, unaware, roaming, Drown in love, devoted in love, mixed with something deeply.
2. Incapability of selecting certain meanings from ambiguous words.
3. Unawareness from other similar statements within the **Holy Quran**. **Quran Al Karim**, very clearly negated all these negative meanings from **The Holy Prophet** *(Peace and blessing be upon him and his family)*

If these translators had compassionately considered these very clear statements of **The Holy Quran** they would not have used disrespectful meanings for the beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)*. Their translations in relation to **The Holy Prophet** *(Peace and blessing be upon him and his family)* asserted a particular meaning in one place that is negated from him *(Peace and blessing be upon him and his family)* at another place. In this way, they established contradiction in the meanings of **The Holy Quran**. In addition **"Ad-Dhalaah"** is used in the meanings of "Devoted Love" in **The Holy Quran**. The Quran Stated,

> *"And when the caravan departed, their father said, I do indeed feel the smell of Yousaf. If only you think me not a dotard (a person who has*

Then he cried out of joy and said,

"On the day of judgement, if my Lord asked me, what did you bring from your world? Then I would present Ahmad Raza Khan".

In 1295AH, when at the age of 23 **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* accompanied with his parents travelled for the first time to **Harmain-e-Tayyibain** to perform pilgrimage. During those sweet days, one day he was sitting after the performance of **Maghrib** prayer, and **Hussain Bin Salih**, a well known scholar of the **Shafi** school held his hand without any pre-introduction. He took Ahmad **Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* to his home, yet kept on gazing at his forehead for a long time and was repeating,

"Certainly, I am observing light of Almighty Allah on his blessed forehead".

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* performed his second pilgrimage in 1323. However on this occasion
he spent much of his time at the holy site of the **Green Dome** of the **Holy Beloved Prophet** *(Peace and blessings of Almighty Allah be upon him and his family)*.

He longed the physical visions of **Allah**'s beloved Prophet *(peace and blessings of Allah be upon him)*, and so kept invocating **Durood Sharif** for long periods in front of the **Gold wire mesh**. On the first night, his desire was not fulfilled, and he became drowned in sadness. He felt loneliness and wrote a lyric in love of **The Holy Prophet** *(Peace and blessings of Almighty Allah be upon him and his family)*. This lyric begins,

"My beloved is walking towards the garden
Because of his holy presence, spring is coming back".

In the last stanza he showed his extreme love, devotion, affection and humility for the crown of the universe.

"Why the crown of the universe ask about you.
So many dogs like you are roaming around".

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* recited this lyric in front of the Golden wire mesh. Suddenly he was blessed with the Holy vision of Allah's beloved *(Peace and blessings of Almighty Allah be upon him and his family)*.

It was the **Friday** the 25[th] of **Safar-Ul-Muzaffar**, during 1340AH at exactly 2:38pm when the **Muazzin** was calling for prayer. When **Muazzin** recited **Hayya Alal falah**, a flame of powerful light came out of his face and **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* transferred from this world to the presence of his Creator.

As he was blessed with the glad tidings of the holy vision of his beloved before his demise, there was no sign of pain or torture over his face. It was glittering like gold. There was beauty and a light of happiness and joy over his face.

I tell you the evident signs of true believer. When he will die, there will be pleasing smile on his face.

As it is mentioned earlier, **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was master of **Ilm-e-Jafar**. He himself professed his own death year four months and twenty-two days before his demise. He derived his demise year from the following verse of **the Holy Quran**.

Wa yutaafu 'alaihim bi'aaniyatim min fidhdhtinv wa akwaab
And going round before them will be the silver vesses andgoblets.v (15 Ad-Dahr76)

In **India**, as **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was passing away, at precisely the same time, a pious man from **Syria** was dreaming in **Bait-ul-Maqadas**.

He related that the beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)* was sitting among his companions and it apparent as if all of them were in anticipation of someone. There was quiet silence in the gathering. Curious about this, the **Syrian** pious man moved forward and asked the beloved prophet *(Peace and blessing be upon him and his family)* with full honour, respect and reverence.

"For whom you are waiting"?

The beloved prophet (Peace and blessing be upon him and his family) replied.

"We are waiting for Ahmed Raza"

The person questioned again,

"Who is he"?

The beloved prophet (Peace and blessing be upon him and his family) replied,

"He is an inhabitant of Baraili".

As it was mentioned earlier **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* received authority on all the sciences of knowledge of his time, both religious and non-religious. Now I try to present a few evidences on this reality.

Tafsir

There are many translations of the meanings of the glorious **Quran** in the **Urdu** language. There is consensus among the scholars of **Ahl-Us Sunna** that the most beautiful **Urdu** translation of the **Holy Quran** is **Kanz-ul-Iman**, that is dictated by Ahmad **Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*.

The quiet young boy was **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*. The stranger went and presented the issued fatwa to him for confirmation. **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* studied it carefully and deeply and found that the Fatwa was wrong and wrote the true reply to the question. The stranger showed **Ahmad Raza Khan's** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* reply to **Shah Naqi Ali Khan**. **Shah Naqi Ali Khan** confirmed **Ahmad Raza Khan's** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* reply.

The person returned to **Rampur** and showed **Ahmad Raza Khan's** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* reply to Nawaab. He studied the reply of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* very deeply from the beginning to the end and subsequently called upon **Allamah Irshaad Husain Mujaddadi** who had initially wrote the answer, to observe the reply. Being an honest, just and sincere devotee for Allah's Deen, Allama stated without any hesitation and reluctance.

> *"This reply is quite true that has come from Braili"*

The **Nawab of Rampur** was astonished and asked.

> *"How so many scholars testified it while it was not correct, It is amazing"*

Allamah Irshaad Husain Mujaddadi answered.

> *"Maybe they did not study it deeply. Just trusting my knowledge and research they verified it. Otherwise truth and accuracy is that which is written by Ahmad Raza Khan (Rahimahullaahu ta'aalaa)".*

When **Nawab of Rampur** came to know that **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was only 22 years old, he was overwhelmed in an ocean of surprise and was particularly impressed by the research capability and authority of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* on Islamic Sciences at this very early age. Consequently, he invited **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* to his house. **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* accepted his invitation and came to him. As **Nawab** had acknowledged his intelligence and authority in Islamic Sciences, he showed to him his sincere reverence and respect. He offered **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* a chair of silver to sit down. **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* refused to sit down on the chair stating that such excessive quantity of silver is unlawful for men. Already impressed by his knowledge and wisdom, he was now further shaken by his righteousness, piety and bravery. The **Nawab** profusely offered the **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* his own bed to sit down and from herewith behaved to the **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* with affection, love and respect.

Meanwhile, **Nawab** expressed his desire.

> *"Certainly, you have authority in Islamic Studies , Arabic and jurisprudence and Islamic Law. It is best for you to study the advanced books of Manfiq from Allama Abd-ul-Haq Khaira-badi".*

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* replied.

> *"I would fulfil your desire if my father allows me".*

By chance **Allama Abd-ul-Haq Khair Abadi** appeared at the same time. Nawab introduced **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* to the **Allama** and expressed his desire for **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*. **Allama** questioned **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*.

> *"What have you studied in Mantiq",*

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* replied.

> *" I have studied uptil Qazi Mubarak".*

In those days **'Qazi Mubarak'** was the final book in the syllabus of 'Mantiq'. When pondering over the age of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*, the **Allama** initially concluded that the reply was a guess. Consequently, he questioned **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* again.

> *"Have you studied Tahzib? (Tahzib is 3rd book while Qazi Mubarak is the seventh and final book)."*

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* replied.

> *"Do you teach Tahzib after Qazi Mubarak?"*

The Allama was so astonished to hear the quick answer of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)*, he immediately concluded that this man was indeed blessed by **Almighty Allah**.

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was subsequently honoured with the oath of allegiance in the hand of **Sayyid Aal-e Rasool Marhavi**. The Shaykh gave him permission of 'bait' in all spiritual chains. He also permitted him for special wazaif.

Observing this, the present people became positively envious. **Sayid Aal-e-Rasool** felt this and explained.

> *"O People, you do not know what is Ahmad Raza".*

Once, while he was following his teacher in the recitation of the **Holy Quran**, the teacher was saying 'zabar' on a letter while **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was reading 'Zair'. It was happening again and again. His grandfather checked the **Holy Quran** and he was astonished to see that the pronunciation of **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was accurate and perfect.

His grandfather enquired,

> *"Ahmad Raza Khan! Why were you not following your teacher?"*

Imam replied,

> *"I tried my best to follow the pronunciation of my teacher but I lost control over my tongue."*

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was brought up in a pure and perfect Islamic atmosphere. The signs of Islamic training were very obvious in his personality since his innocent childhood.

Once upon a time, **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was learning from his teacher. A boy passed and greeted the teacher, **"Assalam-o-Alaikum."** The teacher was pleased and prayed, " May you live long"!

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* said to his teacher with respect,

> *" Sir! That is not the true answer of Islamic greetings. It should be Wa 'Alaikum-us-Salaam."*

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was only 6 years old, when he attended a celebration of the birthday of our prophet. He delivered an authentic lecture on a particular topic for three hours. He mentioned a few very delicate and sensitive doctrines. The audience was extremely surprised.

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was able to read one quarter of book from his teacher, and the rest he would always solve by himself.

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was only 8 years old when he wrote explanatory notes on an Arabic Grammar in the book **"Hidaayat Un Nahv."**

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was only 10 years old when he completed ***Musallam-us-Subuut***, the final book of Usuul-ul-Fiqh. During the lesson of this book, one day, he came across an objection from his father, **Naqi Ali Khan**. He wrote the text of the book in such a way, that the objection solved itself.

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* came to his father **(Shah Naqi Ali Khan)** for the lesson on the same book. Whilst teaching, his father observed the text explanation that **Ahmad Raza Khan** *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* had given and was very pleased. He embraced his son and said,

> *"O my son, Ahmad Raza Khan! you do not learn from me but you teach me."*

ISSUING FATWAS

Ahmad Raza Khan *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* was 13 years old when he was handed authority over all sciences, religious and non-religious. He issued his first fatwa on the same day, concerning the subject of 'suckling'.

People from all over the world used to seek religious guidance from him. **Shah Naqi Ali Khan**, Ahmad Raza Khan's *(Rahimahullaahu ta'aalaa)* father was one of the prominent religious scholars of that time. Once, a person from **Rampur** came to him and presented a fatwa to him for confirmation. An eminent religious scholar, **Allamah Irshaad Husain Mujaddadi**, issued this fatwaa. Many scholars had signed and stamped it to confirm its accuracy.

Observing the fatwa, **Shah Naqi Ali Khan** advised the person,

> *"Go to that room. There will be a scholar, show him and he will testify it."*

The stranger requested,

> *"Sir! I have come to you because of your fame. Please, observe it."*

Shah Naqi Ali Khan repeated,

> *"Go to him, now he has adopted the responsibility of issuing fatwaas."*

The person entered the room. He found there a quite young boy and returned to **Shah Naqi Ali Khan** hopelessly.

> *"Sir! There is no scholar there but just a young Boy."*

Shah Naqi Ali Khan smiled.

> *"That is the person who has taken the duty of issuing any fatwaas now."*

Haji Imdaadullah Muhaajir Makki said"

> *As The Holy Prophet (peace and blessings of Almighty Allah be upon him and his family) is blessed with divine unity, so it is permissibile to say "slaves of the messenger" to "the slaves of Almighty Allah".*
> *The return place of the 1st person pronoun is our beloved Prophet MUHAMMAD (peace and blessings of Almighty Allah be upon him and his family)*
> *(Shamaa'im-E-Imdaadiyah p136)*

Ashraf Ali Thaanvi wrote:

> *"My servants" means Prophet's servants. If it means servants of Allah then next should be "Do not be hopeless from my mercy" instead of Allah's mercy".*
> *(Shamaa'im-E-Imdaadiyah p136)*

In the same way ***Abd*** is used in this meaning of servant and slave very often in **Ahaadith.**

Hadhrat Abu Hurayrah narrated:

> *"We went to khaibar in the company of the dignified Prophet. Almighty Allah made us victoriou.. There was no gold or silver, but we acclaimed a lot of food stuff while we were returning".*
>
> *"Qaama 'abdu Rasuullaahi yuhillu rihlahah".*
> *(Muslim 1:74)*

The slave of Allah's messenger stood up and started untying his luggage.

A great Philosopher **Dr Alaamah Muhammad Iqbal** says,

Khudaa ke bandey to hain hazaaroun
Bannoon main phirtey hain maarey maarey
Main us ka bandah banoon gaa jis ko
Khudaa key bandon se piyaar ho gaa.

There are a lot of **Allah**'s servants wondering in the deserts. I will become the servant of the person who loves **Allah**'s servants.

So from all of these pieces of evidences, it is clear that there is nothing wrong with **Abd-ul-Mustafaa** because literally, it means servant of **Mustafaa.**

Yes, we are proud of being the servants of Allah's messenger. This servitude is base of Imaan.

CHILDHOOD AND EDUCATION

Ahmad Raza Khan (Rahimahullaahu ta'aalaa) was extremely intelligent. He was only 4 years old when he memorised the whole of **The Holy Qur'an.**

An amazing event took place in the ceremony of ***Bismillaah***. It became obvious from this event, that this child has a matchless treasure of understanding and wisdom. You may feel difficulty in understanding this point now. This will show you his intensive intelligence even at such an early age.

As usual, the teacher taught him ***Alif, Baa, Taa***... after reciting ***Bismillaahirrahmaanirrahiim***. **Ahmed Raza khan** is following his teacher. When his teacher said ***Laa***, **Ahmed Raza** became silent.
The teacher repeated.

> *"Laam Alif Laa."*

Ahmed Raza said,

> *"I have read them before".*

The teacher explained,

> *"My son! The first letter that you have read it was Hamzah not Alif. Alif is always motionless. As it is impossible to start with a motionless letter. So Laam is prefixed in the beginning.*

Ahmad Raza Khan (Rahimahullaahu ta'aalaa) amazed his teacher by asking,

> *"What is the specific character of Laam that it is prefixed in the beginning rather than any other letter".*

Raza Ali Khan, his grandfather was pleased to observe the intelligence of his grandson and replied.

> *"YES! Laam has individuality, that Laam and Alif are similar to each other internally and externally. Laam and Alif are both vertical lines. We can distinguish between them in this way that if a vertical line is at the beginning or middle, it is Laam and if the vertical line is at the end of the word, then it is Alif".*
> *They are also similar to each other internally. Because if we write them in detail, the centre of Laam is Alif and the centre of Alif is Laam.*

From this event, we can clearly realize his immense intelligence.

DIVINE SAFETY

Ahmad Raza Khan (Rahimahullaahu ta'aalaa) remained in the protection of Almighty **Allah** throughout his life from both physical and spirtual attack.

"But all of the people having this name would stand up. So because of the reverence of the name (Muhammad), they will not be stopped. All of the people having this name would enter in to paradise without any calculation of deeds".
(As-Seerat-ul-Halbiyyah)

Out of love, his mother used to call him **'Amman Miyan'**, whilst out of affection his relatives used to call him **'Ahmad Miyan'**. However it was his grandfather who named him **'Ahmad Raza'**. To reflect the esteemed rank that **Ahmad Raza Khan** (rahmatullaahi ta aalaa) held, he was also known by the 'historical name', **'Al-Mukhtaar'**. The 'Historical name' is taken from the sum of the values of all the letters of this word, which derives the year 1272 (the year of the blessed birth of **Ahmad Raza Khan** (rahmatullaahi ta aalaa)).
Alif+laam+Miim+Khaa+Taa+Raa 1+30+40+600+400+1+200 = 1272

Alif = 1,	Baa = 2,	Jiim =3,	Daal = 4,
Haa = 5,	Wao = 6,	Zaa = 7,	Haa = 8,
Taw = 9,	Yaa =10,	Kaaf = 20 ,	Laam = 30,
Miim = 40,	Nuun = 50	Siin = 60,	Ain = 70,
Faa = 80,	Sawd = 90,	Qaaf = 100,	Raw = 200,
Shiin = 300,	Taa = 400	Thaa = 500,	Khaa = 600,
Zaal = 700,	Dhawd = 800,	Zaw = 900	Ghain = 1000

He himself derived this historical name from the following verse:

"Ulaa'ika kataballaahu fii quluubihim-ul-imaaana wa ayyaduhum biruuhim minhu."

These are the people in whose hearts Allah has impressed faith and has strengthened them with a special favour from Him.
(22 Al-Mujaadalah 58)

Coincidently, the sum of the values of the letters of the above-mentioned verse is also 1272.
He himself proclaimed:

"By the grace of Almighty Allah, if my heart split up in to two parts. By the name of God, you would see on one of them "Laa illaaha illallah" and on the second one " Muhammad ur Rasuulullah".

He made me successful against all false ideology always and everywhere. He always supported me with the Holy Spirit (Archangel Jibraiil)."

ABD-UL-MUSTAFAA

Ahmed Raza Khan always used 'Abd-ul-Mustafaa' before his name.

Abd has two meanings literally:
Worshipper
Servant

Whenever ***Abd*** is used with **Allah's** names it means 'worshipper'. Whenever ***Abd*** is used with a noun other than ***Allah***'s name it means servant and slave.

So **Abd-ul-Mustafaa** means **"Servant of Mustafaa"**. Certainly this humble link with the Messenger of Allah *(peace and blessings of Allah be upon him)* is the base of every success and victory in this world and in the world hereafter.

Some people nowadays reject these types of names. They proclaim that such names are polytheism and disbelief. This rejection is either due to ignorance or wickedness. Nowadays some people claim that **Ahmed Raza** claimed that he is the worshipper of Mustafa. This is falsehood and ignorance.

Abd is very commonly used in the meaning of servant and slave in **Quran** and **Ahaadith**.
Almighty Allah says in His Glorious Book:

"Wankih-ul-ayaamaa minkum wa-as-salihiina min 'Ibaadikum wa imaa'ikum".

And marry those among you, who are unmarried and those who are pious among your male and female slaves.
(32 An-Nuur 24)

In the above-mentioned verse of the **Holy Quran**, ***Ibaad*** is used in the meaning of slaves and servants. ***Ibaad*** is the plural of ***Abd***.

It is surprising and amazing that Almighty **Allah** himself used ***Abd*** in connection with **The Holy Prophet**.

Almighty Allah said:

"Qul yaa ibaadiyallaziina asrafu alaa anfusihim laa taqnatuu min rahmatillaah".

"Say (o my beloved Prophet)! O my servants who did wrong to them selves! Don't be hopeless from Allah's mercy".
(53 Az-Zumar 39)

taken for granted that the arrow would hit the target. It shows that the theory of movement of Earth is wrong.

5. If a bird is sitting on a pillar near its nest just at a distance of one yards, even then it can never reach the nest, because in order to reach the nest, the bird shall have to fly may it be for second or part thereof. The fact is that, the bird can never surpass th speed of 1036 miles per hour, which is said to be the speed of movement of earth. It shows that the theory of Movement of the Earth is wrong.

Need you go yet for further arguments? Go on thinking over plane, gun, cannon, missile squad and so forth.

Thus, we can come to the conclusion that a person who challenged the great scientists like Copernicus, Kepler, Galileo, Newton etc, must have been a great scientist himself. I would like to add that what is required to disprove the theories of these scientists, Aa'lahazrat has done ahead of it but sooner or later its credit will be bagged by someone else who will win the fight in the name of a scientist for, A'lahazrat is better known as a Muslim theologian rather than a scientist.

بارگاہِ غوثیت مآب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نذرِ عقیدت

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا	تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے	سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر	کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

IMAM AHMAD RAZA KHAN

(rahimahullaahu ta'aalaa)

By: Sajid-Ul-Hashemi

Ahmad Raza Khan *(rahimahullaahu ta'aalaa)* was undoubtedly the most revered and esteemed personality of his time. There was a unanimous consensus among the learned scholars that he was unrivalled in knowledge and practices. He was a great interpreter of **The Holy Quran**, and was a splendid narrator of **Hadith**. Furthermore he possessed well-respected accolades as a jurist, philosopher, historian, logician, mathematician, research scholar, and politician as well as a great thinker. Above all of these qualities, he was the perfect devoted lover of **Allah's Beloved** *(Peace and blessing be upon him and his family)*

Almighty Allah bestowed upon him the authority over all sciences, religious and non-religious. He not only studied and taught all these sciences but he also practised them and compounded his knowledge with new discoveries.
(For thousand years, the time longs for a unique personality, then such a matchless person appears)

BIRTH

Ahmad Raza Khan *(rahimahullaahu ta'aalaa)* was born on the 10^{th} of **Shawwal-ul-Mukarram** 1272 AH (14^{th} June 1856 AD) in **Braili**. **Braili** is a famous town in **India**. His father's name was **Shah Naqi Ali Khan** *(rahimahullaahu ta'aalaa)*. **Shah Naqi Ali Khan** *(rahimahullaahu ta'aalaa)* was a well-known religious scholar of his time. **Shah Raza Ali Khan** *(rahimahullaahu ta'aalaa)* was the grandfather of **Ahmad Raza Khan** *(rahimahullaahu ta'aalaa)*, who was also a very famous religious and spiritual leader of his era.
His birth name was **'MUHAMMAD'**. This name was chosen because of those virtues that are mentioned in **Ahaadith**. I have quoted just one **Hadith** out of them below:

> *On the day of judgement, a caller will call,*
> *"O Muhammad! Stand up and enter into Paradise without any calculation of deeds".*

This announcement would be exclusively aimed at our beloved Prophet **Muhammad** *(peace and blessings of Allah be upon him)*

of that place (place of throwing up the stone) at a distance of about one and a half miles but actually it would fall on the same place from where it was thrown up. It shows that the said theory of movement of Earth is wrong.

2. If two stones are thrown away at the same time and with the same power-one towards east and the other towards west, then what should happen according stones were thrown, would slip away towards has 519 yds. (506.4x3) to the said theory of movement of earth, is that the stone going towards west must appear to be going very fast and tat the stone going towards east very lazy. Suppose the power of throwing the stone is 19 yards within three seconds, then the respective stones would fall in the east and west at a distance of 19 yards only, but according to the said theory by the time the west ward stone would cover the distance in three seconds,the place from where the distance in three seconds,the place from where the stones were thrown,would slip away into the east by 1519 yards(506.4x3)in this way,it must fall at a distance of 1519+19 i.e.1538 yards whereas it would actually fall only at a distance of 19 yards.similarly, the other stone going towards east, must fall in the west at a distance of 1519-19 i. e. 1500 yards whereas actually it would fall in the very east at a distance of 19 yards only. It shows that the said theory of Movement of Earth is wrong.

3. Suppose, from a tree, two birds fly with equal speed and for equal period, one of them goes towards east and the other towards west. Now if their flying speed

is equal to the speed of movement of eath, that is, if they fly at a speed of 1036 miles per hour, then according to the said theory, bird going towards west must fly at a speed of 1036+1036 i. e. 2072 miles per hour (being its own speed added by the speed of movement of earth). While the bird going towards east would not be able to move even an inch as its speed after adjusting the speed of movement of earth (both being equal) would become zero. On the contrary, what would actually happen is that the bird going eastward would go in the east to a distance of 1036 miles during an hour and the bird going westward would go in the west at a distance of 1036 miles. It shows that the said theory of movement of Earth is wrong.

For a bird, the abnormal speed of flight of 1036 miles per hour has been assumed only to bring it parallel to the speed of movement of earth and simply to prove that according to the said theory, the bird flying towards east would not be able to cover any distance even if it comes abreast of a plane in the matter of speed and flies at a rate of 1036 miles per hour.

4. If it is intended to kill a bird appeing at a distance of 10 yards in the air from a particular place and suppose it takes two seconds in stringing the bow and shooting the arrow, then by the time the arrow is shot. That particular place would slip away within these two seconds at a distance of 1013 yards at a speed of 506.4 yards per second being the speed of movement of earth and thus the arrow can never reach the target, whereas it may be

A'LA HAZRAT AS A PHYSICIST

By:Zahoor Afsar (India)

The earth moves constantly about its own axis and also round the sun which is stationary. This theory supposed by Copernicus, Kepler and Galileo, gained popularity all over the world. The theory says that the speed of rotation of earth is 1036 miles per hour i.e 17.26 miles per minute i.e. 30389 yards per minute i.e. 506.4 yards per scond. Against this theory, nobody could speak. It was A'la hazrat who challenged it and declared:-

The Islamic principle is that the sky and earth are stationary and the planets rotate. It is sun that moves round the earth; it is not earth that moves round the sun."

In order to substaniate it, A 'al hazrat put forward two tier arguments. First, he quoted a number of verses from Holy Qur'an and Hadith, the translation of some of which is given below:

1. The movement of Sun and Moon is according to a course.

2. The sun and the moon are sailing within a circle.

3 The moon and the sun were besieged for you which are constantly moving.

(For detailed study, please see "Nuzool-i-Ayat-i-Furan Besukoon-i-Zameen-o-Aasman of A'la hazrat written in 1339 A.H, published from Raza Academy, Bombay").

It is thus, quite clear that the sun moves and it is

obligatory upon every Muslim to believe it because it is what Allah ordains us to believe. In light of Holy Qur'an and Hadith, the theory of rotation of earth is absolutely wrong. Such arguments were more than enough for Muslims but for Muslims only. For others, A'la hazrat presented a number of arguments based on scientific understanding technical and otherwise. A'lahazrat wrote several books on this subject. In 1920, he presented his book "Fauz-i-Mubin Dar Radd-i-Harkat-i-Zamin," Published from Idara Sunni Dunia, Saudagran, Bareilly. This book contains 105 arguments, dozens of diagrams and lots of calculations in refuting the said theory. Out of 105, I am giving below list of only five logical and axiomatic arguments which are quite easy and which can be understood by a man of average intelligence.

1. If a heavy stone is thrown up straight, it would fall on the same place from where it was thrown whereas according to the theory of movement of earth, it must not happen. According to it, if the earth were moving towards east, the stone would fall in west because during the time it went up and came down, that place of earth from where the stone was thrown up, due to movement of earth, would slip away towards east. Suppose, the process of stone going up and coming down took a time of 5 seconds, then according to the said speed of movement of earth, that is, 506.4 yards per second, the earth would slip away towards east by 2532 yards i.e. about one and a half miles. In other words, the stone must fall in the west

learned Scholars, advocates, jurists, professors, teachers and Government Ministers and high officials. An International Conference was also held in 1991 to convey the message and mission of Great Imam on international level and to introduce his brillant works and illuminated writings on the World Forum.

Allama Shams Bareillvi of Pakistan is currently writing a voluminous article on the salient features of Fatawa-e-Ridawiyya.

With regard to the research work of A'ala Hazrat, in India, the All India Tableege Seerat and Raza Academy of Bombay too are doing tremendous work. However, relatively, in view of the immense number of qualified and learned Aalims in India, the vokume of publication work with regards to the mission of A'ala Hazrat should have been much larger.

نعت شریف

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

بے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں — سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
بے نواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریر دست — رہ گئیں جو پاکے جود لا یزالی ہاتھ میں
کیا لکیروں میں ید اللہ خط سرو آسا لکھا — راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں — دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
سایہ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر — جب لواء الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں
دستگیر ہر دو عالم کر دیا سبطین کو — اے میں قرباں جان جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں
حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا — لوٹ جاؤں پا کے وہ دامان عالی ہاتھ میں

stigmatic clouds of him being only a Mufti fighting the Najdis and Wahabis. A'ala Hazrat was a scholar who reached great heights in many different spheres of knowledge resulting in the writing of over 1000 Articles, Treaties, Commentaries and Short-Notes, which are unique in their material compilation and whose precedence is difficult to be traced out in the recent past of Islamic history.

Apart from these compositions, he wrote critical commentaries on 70 different faculties of knowledge. Amongst his writings Fatawa-Al-Ridhawiyya is more than worthy of being mentioned. Its full name is "Al-ataya-Al-Nabawiyya Fill Fatawa-Al-Ridhawiyya" which has been compiled in 12 volumes. Every volume has approximately 1000 pages and many Fatwas are not just Islamic decrees but a comprehensive works of research.

A'ala Hazrat was not only an expert in the old faculties of knowledge, but the current as well. His works on Western Philosophy, Science, Geograhphy, Astronomy, Chemistry, Astrology and Physics to mention a few, shocked the world, and his research opinions and results baffle the mind which cannot comprehend that a Mufti sitting at his desk could reach such great heights and accomplishments in these new faculties of knowledge. The depth of his insight and the opinions developed by his exploring mind in these new faculties went beyond those of scholars like Capler, Vascoda Gama, Newton and Aristotle. The highest point of understanding of these scholars marked the beginning of the circle of research of A'ala Hazrat.

Allah in his infinite Grace and Mercy has created

certain personalties who maintain in their hearts concern for the education of the Muslim Youngsters.

Once again from the rocky ground drops of water have emerged.

Today, inernationally, the literature and research of A'ala Hazrat is being studied all over the world. Recently SUNNI RAZVI SOCIETY INTERNATIONL, of which I too am an humble servant, under the guidance of the Founder Patron of the Society, Muballige Islam Hazrat Allamah Muhammad Ibrahim Khushtar Siddiqui Qadri Razvi have publised many works of A'ala Hazrat in English amongst which are:

The Revolving Sun and Static Earth, Tamheede Iman, Economic Guidelines for Muslims, The Birth and Death of Angels and a collection of Naats from A'ala Hazrat's anthology of Naats Haddiq-e- Bakhshish, with English version are worthy of mention. These have been distributed throughout the world including Europe, America, Africa, India, Pakistan, Australia and Mauritius. Currently volume 2 of the anthology of A'ala Hazrat's Naats from Hadaaiq-e-Hakshish with the English version has been compiled and is under print.

In Pakistan, Professor Dr. Masu'd Ahmed has written many research articles regarding Educational Philosophical and religious achievements of A'ala Hazrat, the study of which creates a warm glow of happiness in the hearts of the readers and captures the curiosity of the readers mind.

Idara-e- Tahqeeqat-e-Imam Ahmad Raza of Karachi are holding Imam Ahmad Raza Conference each year since 1980 which is being participated and attended by

Imam Ahmed Raza As a Scholar

By: Maulana Muhammad Faroghul Qaudri (M.A)

When the people of the world forget Divine Law and Guidance and become obsessed with worldly affairs, and when the world forgets spirituality and becomes a place of exploitation and trouble, then in accordance with the prophecy of our beloved Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him)

Allah sends a Mujaddid at the end of every century who performs the very important task of reforming Islam and reviving the Sunnat of the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him)(Abu Da'ud Sharief). First one has to understand the meaning of "Tajdeed" (Reform) in order to understand and appreciate the work of a Mujaddid. In the Kitaab SIRAAJ-E-MUNEER appears:

The meaning of Tajdeed-e-Deen is the reviving of the laws of the Holy Quran and the Sunnat of the Holy Prohpet (Allah's Grace and Peace be upon him)

The reformer therefore reviews the love and respect for the Holy Quran and Sunnat, attempts of wiping out which are being made.

Allamah Manawai says:

A Mujaddid differentiates the Sunnat from the Bid'at and disgraces the Bida'tees.

In accordance with proven old sayings this has become as visible and bright as the day that in the black night of darkness and oppression, exploitation and misleading, innovations and oppositions, ignorance and naiveness, the illuminations and the brightness of Mujaddid like the advent of glowing star guided by Divine

brightness, allows the traveller to see his destination clearly, and gives him the visibility to allow him to avoid his obstacles in the dark roads leading to his destination.

At the end of the thirteenth Century the insight and powerful pen of the uncrowned king of "Quilt and Scorll" created a revolution in the fort of Falsehood and the effects of the explosion of that revolution are felt till today.

In the heart of the India's commercial city, Bareily Shareef, that Mujaddid and Great Islamic Scholar of the fourteenth century was born and his name was AHMAD RAZA KHAN, son of Naqi Ali Khan (May Allah be pleased with them).

It was the flood of great destruction of the time the spreading of which was confined by the Imam Ahmad Raza who stood before this swelling sea like a powerful dike. In the face of Kufr and Shirk, Imam Ahmad Raza lit the lamp of Love and Spiritually, the light of which still illuminating not only India and Pakistan but every nook and corner of the world.

The learned scholars most certainly must have come acorss the writings of Imam Ahmad Raza. These are the answer to the abusive assault on Iman (Faith) and Aqueedah (Belief) of the Muslims in general and Ahle-Sunnah wa-al-Jama't in particular. But at this point I am surprised that many learned scholars have only associated this Great Mujaddid of the fourteenth century and universal scholar with the answering of false claims of the Najdis and Wahabis.

As a result of this short-sightedness, the other comprehensive spheres of knowledge and education of this great scholar have become hidden in the dark

58. Tributes by the Justice D.F.Mullah of Bombay High Court. 1349 1930

59. Tributes by Shair-e-Mashriq Allama Dr. Muhammad Iqbal. 1351 1932

Notes.

(1) In Muslims, as a tradition, the child is frist taught to read Quran as the first book in his educational Career. Ususally a child when is of age of 4 years 4 months 4 days, he is given the first lesson the ceremony is called "Bismillah".

(2) When a person completes a prescribed final course which includes Tafseer, Hadith, Fiqh, Logic, Philosophy etc. in Arabic, he is conferred qualification of his accomplishment which is called "Dastar-e-Fazilat".

(3) A person unless confirmed by authorities (in the form of Dastar-e- Fazilat) cannot give the verdicts.

(4) When his verdicts were to be taken as final word of authority on religious matters.

(5) "Ba'yat and Khilafat" as they are called. When a person submits himself to a religious Scholarly and Pious Person- takes Oath or ba'yat and when he is permitted to take Oath from others- Khilafat.

(6) "Ilm-e-Hadees" - knowledge Prophet's (SALLALLAHO- ALLAH-E WASALAM) sayings. AS these sayings (Ahadees) are the great source, after Quran of

commentments. A person has to prove his ability of memorising the Ahadees and narrating with all the sources. It is examined tallied and certified by the authorities having such authorities in Ahadees. Sheikh Ahmad bin Zain Dahlan Makki and Sheikh Abdur Rehman Siraj and Imam Kaaba Sheikh Hussain bin Swaleh Jamalull Lail Makki were three sources of Ilme-Hadees at that time.

(7) Through meditation God Almighty revealed the acceptance of submission devotion and prayers of Ahmad Raza.

(8) These two were great scholars of Islam at that time and were most reverend and respected amongst Scholras. They were impressed by the Fatwa of Ahmad Raza and his approach to the problems. Once Imam Ahmad Raza called on Sheikh Mirdad at Makka and on departure touched his knees, sheikh said in ARabic, "We should be in your feet and shoes."

(9) Ahmad Raza had reahced the apex of authority and his certification was an honour for those scholars.

(10) Sheikh Hidayatullah himself was recognised as the greatest Scholars of his time. In terms of Hadees-i-Rasool "SALLALA- HO- ALAIH-E- WASALLAM" in every century there would be a virgin honour as Mujaddid, the Revivscent, who will correct the people in religious matters who have gone astray and guide them to the correct path of Islam in the light of Quran and Sunnah.

(11) Dr. Sir Ziauddeen was himself a global renowned authority on the Mathematics and its branches.

Arabic. 1325 1907

34. Acknowledgement of revivisence of Ahmed Raza by Sheikh Hideyatullah Bin Muhammad Bin Muhammad Saeed Al-Sindhi Muhajir Makki (10) 1330 1912

35. Translation of Quran in Urdu, Called Kanzul Iman Fi Tarjumatil Quran 1330 1912

36. Title "Imam-Al-Aimma al-Mujaddid Li Hind al-umma by sheikh Musa Ali Shamsi Alazhari. 1330 1912

37. Title of "Khatim-at-Fuqah wa al- Muhadethin by Hafiz Kutbul Haram Syed Ismail Khalil Makki." 1330 1912

38. Scholarly reply to the published question on Isosceles by Dr. sir Ziauddeen. (11) 1331 1913

39. Announcement of a Revolutionary Reformative Programme for the Islamic Nation. 1331 1913

40. Scholarly reply to the question of Mr. Justice Muhammad Din of Bhawalpur Estate High Court. 1331 1913

41. Critical review on Agreement with British Government on the matters of Kanpur Mosque. 1331 1913

42. Dr. Sir Ziauddeen arrived at Bareilly to discuss the scholarly matters with Imam Raza 1332 1914

43. Refusal to attend the British Court and absence accepted by the court 1334 1916

44. Letter to the Cheif Justice of Deccan State. 1334 1916

45. Foundation of Jamaat-e-Raza-i- Mustafa Bareilly 1336 1917

46. Research on prohibition of prostration respect 1337 1918

47. Flouting of prophesies of American Professor Albert. F.Porta 1338 1919

48. Scholarly Research against the theories profounded by Isaic Newton and Einstein 1338 1920

49. Research against theory of rotation of earth 1338 1920

50. Research against theories of Philosophy of Old School of thoughts 1338 1920

51 Last word on two- nation theory 1339 1921

52. Disclosure of secret planning in Tahreek-e- Khilafat 1339 1921

53. Disclosure of secret mind behind Tahreek-e-Tark -e- Mawalat 1339 1921

54. Historical declaration against the blame of aiding and assisting of Britishers. 1339 1921

55. Death (at the age of 68 years) **25 Safar 1340 AH 28th October 1921.**

56. Condolence note by Editor Paisa Akhbar Lahore 1340 1921

57. Condolence Article by the Great Scholar of Sindh Sarshar Aqili Thatvi . 1341 1922

12. Maiden book in Urdu 1294 1877

13. First Haj pilgrimage and visit to sacred placed in Makka and Madinatul Munawwara 1295 1878

14. Permission for authentic quoting and explanation of Ahadees 1295 1878

(i) from Sheikh Ahmad bin Zian Bin Dahlan Makki, and

(ii) from Mufti-e-Makka Sheikh Abdur Rehman Siraj Makki and

(iii) from Sheikh Abid al Sindhi, pupil Imam Kaaba Sheikh Hussian Bin Swaleh Jamalull Lail Makki (6)

15. Imam Kaaba Sheikh Hussain bin Swaleh Jamalull Lail Makki Observed Hallow (divine) light on the face of Ahmad Raza. 1295 1878

16. Revelation of absolution at Masjid Haneef, Makka(7) 1295 1878

17. Verdict on prohibition of marriage with the women folk of present days Jews and Christians. 1298 1881

18. Check on Movement of Prohibition of Cow Slaughtering 1298 1881

19. Maiden Persian book. 1299 1882

20. Glorious poem in Urdu "Qaseeda-e- Mairagia" 1303 1885

21. Birth of second son Muhammad Mustafa Raza Khan, the great Mufti 1310 1892

22. Participating in foundering Ceremony of Nadawatul Ulema 1311 1893

23. Disassociation from the movement of Nadawatul Ulema 1315 1897

24. Scholarly research on prohibition of ladies going to graveyards 1316 1898

25. Wrtiting of Qaseeda in Arabic "Amal-ul-Abrar wa Alam-al- Ashrar 1318 1900"

26. Paricipation in 7 days congregation on Anti Nadawatul Ulema, at Patna 1318 1900

27. Tile of "Mujaddid of present century" from religious scholars of India 1318 1900

28. Foundations of Darul- Uloom Manzar-e- Islam, Bareilly 1322 1904

29. Second Haj Pilgrimage 1323 1905

30. Joint enquiry from Imam Kaaba Sheikh Abdullah Mirdad and his teacher Sheikh Hamid Muhmmad Ahmed Jadawi Makki and Scholarly reply by Imam Ahmed Raza(8) 1324 1906

31. Conferment of authority by Imam Ahmad Raza on the Scholars of Makka Mukarrama and Madinatul Munawwara. (9) 1324 1906

32. Arrival at Karachi and meeting with Maulana Abdul Karim Dars Sindhi. 1324 1906

33. Glowing tributes paid by Hafizul Kutbul Haram Syed Ismail Khalil Makki on a verdict by Imam Raza in

And to your will I am fully sub-servient

18. Your word is law; your pen is sword, O guide!
your spiritual kingdom ranges far and wide
19. An angry look drives the enemy away
Your kind word can make a friend's day
20. Control over hearts is yours from above
Please make my heart a treasure of love
21. The Rejected-thief will run away with a start
Your name when he sees it engraved on my heart
22. In life, death and hereafter, my guide!
Under your spiritual cover I want to alide
23. On dooms day the sun's heat will be hell-bent
Luckily I shall have the advantage of your tent
24. In "BAHJAT-UL-ASRAR" all my secrets lie
You protect your disciples like the sky
25. For the world's opposition I (Raza) do not care
I know my guide will surely grant my prayer

(Translated by Professor G.D. Qureshi)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں؟ — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا — تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع — جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ

CHRONICLE
OF
IMAM AHMAD RAZA
BY

PROF. DR. MUHAMMAD MASSOD AHMAD

TRANSLATED AND ANNOTED BY

RASHID HASAN QADRI

SENIOR VICE PRESIDENT HABIB BANK KARACHI

1. Birth 10th Shawwal
14th June 1272 AH 1856 AD
2. Completion of Holy Quran(1) 1276 1860
3. Maiden Speech 1278 1861
4. Maiden Literary work in Arabic 1285 1868
5. Conferment Certificate for meritorious learning (2) 1286 1869
6. Incipience of giving verdict on religious matters conferred . (3) 1286 1869
7. Introduction of teaching and guidance 1286 1869
8. Marriage 1291 1874
9. Birth of first Son, Maulana Muhammad Hamid Raza Khan 1292 1875
10. Final permission for awarding religious verdicts (4) 1293 1876
11 Oath of religious allegiance and permission to take Oath (5) 1294 1877

Before my imminent death please wash me clean
16. Your holy water I need in right earnest
It purifies more than a handful of dust
17. When time comes, the bird of my soul will fly
Hard luck! I cannot see you until I die
18. At your door there are dogs, young and old
living a far I am still in your fold
19. Dogs with this insignia are never killed, never!
Please leave your collar on my neck for ever
20. Baghdadi dogs know my name and stamp
Though in India, I am spiritually in the Baghdadi camp
21. O master! for the sake of your dignity
Upon your servant's plight please take pity
22. A thief, a criminal, a man so base
O Kind master! I am yours in any case
23. I shall still be after you named
O Ghaus! if I stand somewhere blamed
24. Raza! do not crawl, you may be small
But your renowned master is the best of all
25. Yet one more poem in praise of the master?
Come on, Raza, inscribe your name in register

O Ghaws the brave!

English version of الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا

1. How terrrible is your anger, O Ghaws the brave!
Your victim continues suffering even in his grave
2. Clouds cannot stop the furious lightening
Shields drop on seeing your sword frightening
3. Your spear moves fast in every direction

Strikes harder when it sees its own relfection
4. While attacking you never miss your aim
Just one stroke puts the worst enemy to shame
5. How ironical! some foes mean by nature
Want to bring lower down your most high stature
6. Had they sense, against God they would not fight
Almighty Allah has raised you to this height
7. The last Prophet of Allah is your protector and guide
Your fame has and will spread far and wide
8. How hard ill-fated enemies may try it to undermine
your name is destined for ever to shine
9. Your foes will fail, even if they try
When Allah has promised to keep you most high
10. Present denial O foe! your is here for you a curse
Your fate in the hereafter will be worse
11. Pretend outwardly that you are not afraid
inwardly Your heart sinks to see my master's blade
12. About Ibne Zehra your thoughts are dangerous
How dare you hold views so blasphemous
13. If you refuse to follow the falcon's path
You will lose your bird of faith by divine wrath
14. Do not cut the branch you are seated on
Or the roots of your family, for the tree will be gone
15. Disobeying God to please men, near and far
Oh! I know how low your intentions are
16. O fox! inspite of your greed and cunning
An angry look from the watch-dog will set you running
17. O worthy master! I am willingly obedient

When your compassion can grant the weak relief
13. Who am I with all my sins insignificant
When your word saves millions in my predicament
14. O master! Your kindness made me lazy
Now fear of accountability drives me crazy
15. Do not send your servants to others O master!
Peace is near you, elsewhere is disaster.
16. I am a lowly, sinful and neglected being
You are a righteous forgiving and elevated being
17. Your decisions are final in every matter
Please change my fate for the better
18. Allah has given you such an authority
Please, return my sinful heart to purity
19. No one else in the world I wish to meet
My cherished desire is to die at your feet
20. You gave us Islam, and as muslims gave honour
Who ever heard that you withdrew your favour
21. I understand the Scars of painful death remain
But your post ablution water can cleanse this stain
22. Who knows what might be the fate of the sinner
Dying at your feet can make him a winner
23. For me, a tiny droplet will suffice
When the virtuous get in plenty and nice
24. Kaabah, Medinah, Baghdad look where you may
The Radiance of your light is always at play
25. As my supporter, before you I (Raza) bring
My spiritual guide, who is your off-spring

O Ghaus! you had a place of prominence

English version of واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

1. O Ghaus! you hold a place, of prominence
Your feet are above other heads in eminence
2. Whose eyes can towards your head rise?
Mystics at best kiss your feet with their eyes
3. Very brave are your protected men
your dog frightnes a lion in the den
4. Your ancestors are Hussain and Hassan
Both traditions in your person have become one
5. With oaths Allah persuades you to eat
To him you are so dear, so sweet!
6. He who sees your personality's halo
Actually sees our Prophet's spiritual shadow
7. Zehra's son is blessed in your birth
Qadris enjoy your blessings on this earth
8. The art of giving is yours by inheritance
The Prophet bequeathed to you his pittance
9. Prophetic rain, Alvi crop, Battoli bower
Hussain's fragrance in Hassan's flower
11. Prophetic beauty, Alvi mountain, batooli quary
Hussain's dazzle in Hassan's ruby
12. Ocean or land, garden or desert, city or village
Which place does not hear your message
13. With purity of intent, one cannot commit vice
I have tested your grace, not once but twice
14. Your thirsty are too weak to stand and explain
Thier eyes long however for your generous rain
15. O Ghaws! how sinful and dirty I have been

CONTENTS

Religious poetry of Imam Ahmad Raza

Your generosity is boundless....

English version of واہ کیا جودوکرم ہے شہ بطحا تیرا

1. Your generosity is boundless, O Allah's Messenger
For your always grant every wish of your seeker.
2. From your drop flow waves of magnanimity
From you particle emerge stars of rare luminosity
3. O master of the heavenly river! you are so kind
Needs of the thirsty are dear to your mind
4. People learn the art of generosity at your door
The most virtuous walk humbly on your floor
5. How can Earthly beings understand your grandeur
When heavenly beings are dazzled by your splendour
6. Heaven, earth and world You feed
Who then is the host? you are, indeed.
7. Since you are Allah's beloved, yours is everything
In love mine and thine does not apply to any thing
8. Those Your feet hold a very distinguished place
They find your feet brighter than anybody's face
9. Not a well, but an ocean I want for a start
But from your hand a mere splash contents my heart
10. Thives always hide away from their chief
But under your cloak takes refuge your thief
11. Grant our eyes, minds and bodies contentment
O true Sun! lead our hearts to enlightenment
12. Why then does my heart trembled like an, autumn-leaf

(Allah in the name of The Most Affectionate, The Merciful)	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
1. All praise unto Allah, Lord of all the worlds.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ①
2. The most Affectionate, the Merciful.	الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ②
3. Master of the Day of Requittal.	مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ③
4. We worship You alone, and beg You alone for help.	اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ④
5. Guide us in the straight path.	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑤
6. The path of those whom You have favoured.	صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
7. Not of those who have earned Your anger and nor of those who have gone astray.	غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦

Editorial

Imam Ahmad Raza was a versatile scholar of Islamic learning and was alos a saint of high order who was born in Bareilly (U-P) India on 10th Shawal 1272 A.H (14th June, 1856). As he was extraordinarily gifted, he completed his studies at very early age. He was an author of more than 1000 books and master of more than 70 faculities of knowledge. He worte on theology, sufism, mathematics, physics, chemistry, aljebra, económics etc. His writings were however focussed on the love and respect of Allah and his beloved prophet (Peace and belessings of Allah be upon him)

On the occasion of 84th death anniversary of great Imam, we are proudly presenting as special issue of "Anware-e- Raza" to introduce the life and works of Imam Ahmad Raza named "Tajdar-e-Barielly Number".

The aim and objective of this english section of "Anware-e-Raza" is to convey the message and thoughts of great Imam to those people who do not understand Arabic. Urdu of persian but can be communicated through english medium.

Every possible effort has been made on our parts to make this publication an memorable one, however any mistake is regrettable and comments and suggetions of our valued readers will be most welcome.

Lastly we pray to Almighty God whose blessing and grace helped us to complete this work, to accept this humble effort. (Ameen)

Editors

ANWAR-E-RAZA

2003

JAUHAR ABAD

TAJDAR-E-BAREILLY NUMBER

Chief Editor

M.Mahboob-ur-Rasool Qadri

Editor

Muhammad Ata-ur-Rahman Qadri

International Ghausia Forum

ANWAR-E-RAZA LIBRARY

Block No. 4 Jauhar Abad, Post Code 41200 Pakistan.

Ph: 92--454-721787 - Mobile: 0300-9429027

ANWAR-E-RAZA

2003

JAUHAR ABAD

TAJDAR-E-BAREILLY NUMBER



Chief Editor

M.Mahboob-ur-Rasool Qadri